محاسبۂ قادیانیت

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود رحمۃ اللہ علیہ

جلد ۲۲

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نام کتاب : محاسبہ قادیانیت جلد بائیس (۲۲)

مصنف : جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

صفحات : ۴۹۶

مطبع : طیب شمشاد پرنٹنگ پریس لاہور

طبع اوّل : اگست ۲۰۲۲ء

ناشر : عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ روڈ ملتان

Ph: 061-4783486

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فہرست ...... محاسبہ قادیانیت جلد۲۲

عرض مرتب (حضرت مولانا اللہ وسایا)			۱۲
مقدمہ ...... عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۱۵
آخرت پر یقین ایمان کا ایک بنیادی رکن ہے	۱۷	اسلام میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم کی اہمیت	۱۸
نزول عیسیٰ بن مریم من السماء	۱۸	محدثین میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم کا محل ذکر	۲۰
اسلامی عقائد کا پہلا خاکہ	۲۰	قادیانیوں کا نزول عیسیٰ بن مریم کے بارے میں عقیدہ	۲۲
اسلام میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم ایمانیات میں سے	۲۲	سیاسی سطح پر نزول عیسیٰ بن مریم کی امید پر نہ بیٹھے رہیں	۲۳
مرزاغلام احمد پہلے خود بھی نزول مسیح کے اسلامی عقیدہ پر تھا	۲۴	امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا آیت غلبہ دین سے استدلال	۲۵
عقیدہ بدلنے پر بھی پچھلے عقیدہ کی گنجائش رکھی	۲۷	حضرت مسیح کی روحانیت کے تین نزول	۲۸
اسلام کے دو دور (۱) عام دور ہدایت (۲) خاص دور ہدایت	۲۹	دور قیامت کو چودھویں صدی میں لانے کی کوششیں	۳۰
مسیح موعود کے لئے چودھویں صدی کا تعین	۳۱	بدنی اور مالی جہاد کو جہاد بالقلم میں تبدیل کرنے کی تحریک	۳۳
مسیح موعود ہونے کے نشان دکھلانا بھی گورنمنٹ کے حکم سے ہوتا تھا	۳۳	آسمانی نشان آسمانی مرتبے کے لئے ہوتے ہیں	۳۴
پیش گوئیوں کا مصداق ان کے وقوع سے پہچانا جاتا ہے	۳۴	رفع مسیح کی بحث مسلمانوں کی اپنی پیدا کردہ نہیں	۳۵
عیسائیوں کا عقیدہ رفع مسیح جو نزول قرآن سے پہلے موجود تھا	۳۵	قرآن پاک نے عقیدہ رفع کا کھلا انکار کیوں نہیں کیا	۳۶
مرزا کا دعویٰ کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ عیسائیوں سے آیا	۳۸	مرزا کا دعویٰ کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ ابتداء سے ہی آگیا تھا	۳۹
رفع مسیح کے عقیدہ میں کون کون غلطی کا شکار ہوئے؟	۳۹	امت کے تمام مجددین بھی اسی غلطی پر رہے	۴۰
اس امت کے تمام علماء عربیت بھی اسی غلطی میں رہے	۴۰	اس امت کے جلیل القدر مفسرین صدی وار اس غلطی میں رہے	۴۱
قادیانیوں کے اختلاف کا علمی جائزہ	۴۲	حضرت عیسیٰ کے وقائع حیات کی لطافت اور اعتقادی نزاکت	۴۷
فہم امت کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت			۴۸
فہم امت کے ساتھ چلنے کی قرآنی ہدایت	۵۰	ایک معذرت	۵۲
پہلے علماء کرام جنہوں نے ان مباحث پر تالیفات کیں	۵۴	مسلم قارئین سے ایک ضروری گزارش	۵۵

دورعیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۵۷
دورموسوی کا تجرباتی استدراج	۵۸	خاتم النبیینؐ کے دور میں ادب اور زبان دانی درجہ کمال پر	۵۸
حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دور کی تجرباتی ترقی	۵۸	زمینی تجربات کے ماہرین کا حاصل مطالعہ	۵۹
خدا کی قدرت سے ہونے والے امور	۶۰	مریضوں کو شفا بدوں واسطہ دوا	۶۰
۱...... نطق فصیح بلسان المسیح	۶۰	۲......نفخ الحیات فی الجمادیات	۶۳
۳......شفاء بغیر اسباب اطباء	۶۳	۴......شفا بدوں تجویز دوا	۶۴
۵......غیب کی خبریں بتلانا کہ تم گھروں میں کیا رکھ آتے ہو	۶۴	۶......الودائع من علم الشرائع	۶۵
۷......اتباع عیسیٰ کو کسی درجہ میں ہو قیامت تک رہے گی	۶۷	۸......حضرت عیسیٰ کا دنیا میں وجاہت پانا	۷۰
۹......حضرت عیسیٰ کے خلاف قتل کی سازش	۷۱	۱۰......حضرت عیسیٰ کے مقربین میں رہنے کی خبر	۷۱
حضرت عیسیٰ کے ان معجزات کا انکار کفر ہے	۷۲	مرزاغلام احمد کا عیسیٰ بن مریم کے معجزات سے انکار	۷۳
حضرت عیسیٰ کے معجزات قطعی درجے میں	۷۴	حضرت عیسیٰ کی زندگی کا دوسرا دور	۷۵
حضرت عیسیٰ بن مریم کی زندگی کا تیسرا دور	۷۵	قادیانیوں کے ہاں بھی اس تیسرے دور کا امکان	۷۶
مرزاغلام احمد نے یہ ایک مسیح کی امید کیوں باندھی	۷۶	سائنسی کمالات کی انتہا تک حضرت عیسیٰ زندہ رہیں گے	۷۷
ولادت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۷۹
تمام انسان ایک عام قاعدہ ولادت سے پیدا ہوئے	۷۹	اولاد آدم کی ارواح سے ربوبیت باری کا اقرار	۸۰
حضرت عیسیٰ کی پیدائش (اللہ کی قدرت کا ایک نشان ٹھہری)	۸۲	محاورہ شریعت میں باپ سے بھی نیکی کرنے کا حکم ہے	۸۳
حضرت عیسیٰ کو صرف ماں سے نیکی کرنے کا حکم	۸۳	حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے کے قرآنی شواہد	۸۴
کلمة القاها الٰی مریم وروح منه			۸۹
پیٹ میں بچے کا آغاز کس طرح ہوا؟	۸۹	پاک کلمہ اوپر اٹھتے ہیں، گرتے نہیں پاتے	۹۳
حضرت عیسیٰ کے بلا باپ پیدا ہونے سے انکار	۹۶	اہل حدیث (باصطلاح جدید) قادیانیوں کے نقش قدم پر	۹۸
حضرت عیسیٰ کی بن باپ پیدائش ایمانیات میں سے	۱۰۰		

دعوت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۱۰۲
حضرت عیسیٰ کی دعوت قرآن کی رو سے کیا تھی	۱۰۳	واقعہ صلیب پر حضرت مسیح کے بارے میں چار قوموں کے چار نظریات	۱۰۵
قادیانی عقیدہ کے یہ ۷۵ سال کہاں سے آ گئے؟	۱۰۷	دعوت عیسیٰ بن مریم ہندوستان میں	۱۰۸
افغانستان اور ہندوستان میں آپ کی دعوت	۱۰۹		
حضرت مسیح علیہ السلام کی عدم مصلوبیت			۱۱۱
(۱)حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی پہلی دلیل	۱۱۲	قادیانی عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ مصلوب ہوئے	۱۱۶
قتل وصلب	۱۱۹	(۲)حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی دوسری شہادت	۱۲۰
(۳)حضرت عیسیٰ کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی تیسری شہادت	۱۲۳	حضرت مسیح کو نہایت صفائی سے ان کے مکر سے نکال لیا گیا	۱۲۵
قرآن کریم میں ”واللہ خیر الماکرین“ کی ایک دوسری مثال	۱۲۶	(۴)حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی چوتھی شہادت	۱۲۷
مطہرک میں لفظ تطہیر پر توجہ کیجئے	۱۲۸	صلیب پر انسان کسی طرح پاک نہیں رہ پاتا	۱۲۹
رفع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۱۳۰
(۱)رفع مسیح پر قرآن کی پہلی شہادت	۱۳۱	لفظ رفع قرآن پاک میں مطلق ہے یا کسی لفظ کے بالمقابل	۱۳۱
قادیانیوں کے اختیار کردہ معنی	۱۳۲	لفظ رفع قرآن پاک میں مطلق ہے یا اس کا کوئی صلہ بھی ساتھ ہے؟	۱۳۳
اللہ نے اپنی طرف اٹھا لیا اس سے آسمان کی طرف اٹھایا جانا کیسے نکلا؟	۱۳۳	(۲)رفع مسیح پر قرآن کی دوسری شہادت	۱۳۵
(۳)رفع مسیح پر قرآن کی تیسری شہادت	۱۳۶	(۴)رفع مسیح پر قرآن کی چوتھی شہادت	۱۳۷
آپ کے قیامت سے پہلے ایک دفعہ پھر آنے کی خبر	۱۳۸	کیا حضرت عیسیٰ کے ساتھ کسی اور چیز کا بھی رفع ہوا؟	۱۳۸
گدڑی کسی پیرایہ میں روحانی رفع کا محل نہ تھی	۱۳۹	لفظ توفی پر غور کرنے کی ایک آسان راہ	۱۴۰
تقدیم وتاخیر میں ادبی حکمت	۱۴۶	حضرت عیسیٰ کی آسمانی حیات پر قادیانی مغالطے	۱۴۸
پہلا مغالطہ	۱۴۸	دوسرا مغالطہ	۱۵۰
تیسرا مغالطہ	۱۵۱	توفی اور رفع میں بحث	۱۵۲
رفع کے حقیقی اور مجازی معنی میں لفظ بل کا فیصلہ کن عمل	۱۵۴	رفع روحی کے عقیدہ میں قادیانی یہود کے ساتھ	۱۵۵
رفع عیسیٰ بن پر اجماع امت	۱۵۶	رفع مسیح کہاں سے ہوا اور کس عمر میں ہوا	۱۵۷

مقدمہ ...... حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			١٦٤
واقعہ صلیب پر اٹھنے والے اختلافات	١٦٤	بعض علماء کا آپ کی عارضی وفات کا نظریہ	١٦٥
اسلام کے کسی اجماعی عقیدے کا انکار مسلمان سے ممکن نہیں	١٦٥	توفی کا لفظ کبھی نیند کے معنی میں بھی آتا ہے	١٦٦
لغت میں اجتہاد نہیں ہوتا	١٦٧	حضرت عیسیٰ کی توفی میں نہ موت ہوئی نہ نیند	١٦٨
موت کا معنی کرنے والوں کی اس سے کیا مراد رہی	١٦٨	موضوع کی نزاکت اور قرآن کی فصاحت	١٦٩
قرآن کریم میں حیات کا مقابلہ موت ہے	١٧٠	حضرت مسیح کو قرآن نے ہر جگہ لفظ موت سے دور رکھا	١٧١
قادیانیوں کے واقع کردہ سات مغالطے	١٧٢	پہلا مغالطہ	١٧٢
دوسرا مغالطہ	١٧٣	تیسرا مغالطہ	١٧٣
چوتھا مغالطہ	١٧٤	پانچواں مغالطہ	١٧٥
چھٹا مغالطہ	١٧٨	ساتواں مغالطہ	١٧٩
حیات مسیح علیہ السلام			١٨١
حیات مسیح پر قرآن کی پہلی دلیل	١٨١	الوہیت کی نفی حضرت مسیح سے کس طرح کی گئی	١٨٢
والدہ کا ذکر ساتھ لانے میں اس کی حکمت	١٨٥	ماں کا ذکر تاکید تبکیت کے لئے ہے	١٨٦
اس آیت میں اختلاف معمولین	١٨٦	مفعول معہ کی ایک مثال	١٨٧
حیات مسیح پر قرآن کی دوسری دلیل	١٨٨	حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت	١٩٠
غلام احمد کا دعویٰ کہ ابوہریرہؓ نے اس آیت کی تفسیر غلط سمجھی	١٩١	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت	١٩١
دو جلیل القدر صحابہ کے بعد دو جلیل تابعی حضرات کی شہادت	١٩٢	جلیل القدر مفسرین کے ہاں قبل موتہ کا مرجع	١٩٦
قادیانیوں کا ایک اور دجل کہ لیؤمنن مستقبل کے لئے نہیں	١٩٩	حیات مسیح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ	٢٠٥
حدیث مرسل دیگر محدثین کے ہاں	٢٠٥	قرآن کی آیت صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کی روشنی میں	٢٠٨
صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کبار عقیدہ حیات مسیح پر	٢٠٩	دور اوّل کے مفسرین عقیدہ حیات مسیح پر	٢٠٩
دور متوسط کے اجلّہ مفسرین عقیدہ حیات مسیح پر	٢١٠	حضرت امام علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ	٢١٥
تابعین کرام کے ایمان افروز بیانات	٢١٦		

نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۲۱۷
آپ کے اوپر سے آنے میں استبعاد نہ کیا جائے	۲۱۹	حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مُلکی حالات	۲۲۰
حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مُلکی اثرات	۲۲۰	حضرت عیسیٰ کے نزول پر قرآن کی شہادت	۲۲۱
وانہ لعلم للساعۃ میں ضمیر عیسیٰ کی طرف راجع ہے	۲۲۱	صحابہ وتابعین کے ہاں بھی یہ ضمیر عیسیٰ کی طرف	۲۲۲
عیسیٰ کو مرجع ماننے سے قادیانیوں کا انکار کیوں	۲۳۲	حضور ﷺ کی حدیث کہ مسیح ناصری ہی قیامت سے پہلے آئیں گے	۲۳۳
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا قیامت تک باقی رہنا	۲۳۵	حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کی دعوت قیامت تک	۲۳۶
حضرت عیسیٰ پر یہود کے ایمان لانے کا عمل ان کے دور ثانی میں ہوگا	۲۳۸	مرزا غلام احمد کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ناراضگی	۲۴۰
عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا تواتر			۲۴۴
عقیدہ نزول مسیح جملہ ادیان سماویہ کی نظر میں	۲۴۴	عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام مرزا قادیانی کی نظر میں	۲۴۵
عقیدہ نزول مسیح انجیل کی رو سے	۲۴۸	حضرت عیسیٰ کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے چند بنیادی عقیدے اور ان کے بارے میں قرآن کا رد عمل	۲۵۰
۱......الوہیت	۲۵۱	۲......تثلیث	۲۵۱
۳......ابنیت	۲۵۲	۴......تصلیب	۲۵۲
۵......رفع الی السماء	۲۵۲	آمدیم برسر مطلب	۲۵۵
نزول مسیح قرآن کریم کی رو سے	۲۵۶	ازالہ شبہ	۲۵۹
عقیدہ نزول مسیح کی حیثیت احادیث نبویہ میں	۲۶۰	تیسری صدی ہجری	۲۶۱
چوتھی صدی ہجری	۲۶۱	پانچویں صدی ہجری	۲۶۲
چھٹی صدی ہجری	۲۶۶	ساتویں صدی ہجری	۲۶۸
آٹھویں صدی ہجری	۲۷۰	نویں صدی ہجری	۲۷۱
دسویں صدی ہجری	۲۷۲	گیارہویں صدی ہجری	۲۷۳
بارہویں صدی ہجری	۲۷۳	تیرہویں صدی ہجری	۲۷۴
چودھویں صدی ہجری کی شہادت	۲۷۶	نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اجماع امت	۲۷۸
حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد دور مہدی میں	۲۸۲	عیسیٰ علیہ السلام اور محمد بن عبداللہ المہدی دو شخصیتیں ہیں	۲۸۳
حدیث ”لا مھدی الا عیسیٰ“ کی احادیث صحیحہ سے تطبیق	۲۸۴	استعارہ اعلام میں نہیں لیا جاسکتا	۲۸۸

مہمات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۲۸۹
حضرت عیسیٰ بن مریم کا عالمی غلبہ	۲۸۹	مرزا غلام احمد کا دوسرے مذاہب کے مٹنے سے انکار	۲۹۱
باہمی بغض وعناد ختم ہونے کی خبر	۲۹۲	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس شان رأفت کا اثر جانوروں تک پر	۲۹۶
مرزا کا اپنا اعتراف کہ مسیح موعود کے دور میں ایسا ہوگا	۲۹۷	واقعہ صلیب کی اصل حقیقت کیا قرآن کریم نے کھولی نہ تھی؟	۲۹۷
مرزا غلام احمد کے دور میں کسر صلیب نہیں ہوا	۲۹۸	ہندوستان میں کن علماء نے عیسائیوں سے نظریاتی جنگ لڑی	۲۹۸
غلام احمد کا اپنا اقرار کہ ابھی تک کسر صلیب نہیں ہوا	۲۹۹	بری خصلتوں کے رک جانے کا وقت آ گیا ہے	۳۰۰
مال میں اضافہ کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا	۳۰۰	مسیح موعود کے دور میں مال کی عام فراوانی کا موجب	۳۰۱
لوگوں کے باہمی بغض وعناد کا خاتمہ ابھی تک نہیں ہوا	۳۰۲	کیا درندوں میں جذبہ عناد وانتقام ختم ہو چکا ہے؟	۳۰۲
ایک اہم سوال اور اس کا جواب	۳۰۳	یہ سب اصلاحات شریعت محمدی کے تابع ہوں گی	۳۰۵
وفات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۳۰۷
اسلام میں وفات مسیح کی خبر تواتر سے دی گئی ہے	۳۰۹	ایک سوال اور اس کا جواب	۳۱۳
حضرت عیسیٰ کی نزول کے بعد مہدی سے کیا نسبت ہوگی	۳۱۴	وفات مسیح کے اس عقیدے پر مرزا غلام احمد کا بیان	۳۱۴
غلام احمد کا استدلال	۳۱۴	مدار استدلال	۳۱۵
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ دربارہ نزول عیسیٰ	۳۱۷	سدّی کے اختلافات کا ماحصل	۳۱۹
اذ کے ماضی کے استدلال میں مدعی کون ہے؟	۳۲۲		
قبر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۳۲۳
اس نئی دریافت کا ایک اور اقرار	۳۲۳	قبر عیسیٰ بن مریم حدیث کی روشنی میں	۳۲۴
حدیث کی صحت کا اقرار	۳۲۵	الفاظ حدیث میں دو اشکال	۳۲۵
آنحضرت ﷺ کی پہلی شہادت	۳۲۵	آنحضرت ﷺ کی دوسری شہادت	۳۲۶
حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی قبر پہلے کہاں تھی؟	۳۲۶	آنحضرت ﷺ کی تیسری شہادت	۳۲۷
آنحضرت ﷺ کی چوتھی شہادت	۳۲۸	آنحضرت ﷺ کی پانچویں شہادت	۳۲۸

حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی قبر مسیح پر چھٹی شہادت	۳۲۹	ایک تعجب کا ازالہ	۳۳۱
قیاس کی راہوں میں چلتے کسی اصلیت کو نہ پہنچنا	۳۳۲	غلام احمد کا اپنا اقرار بھی یہی تھا کہ یہ سب داستان قیاس پر مبنی ہے	۳۳۳
دنیا میں پہلا زندہ در گور	۳۳۵	کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ہے غلام احمد کی تردید	۳۳۷
غلام احمد نے حضرت عیسیٰ کے افغانستان آنے کی بات کہاں سے لی	۳۳۸	کشمیر میں یوز آسف نامی ایک پیغمبر کی تجویز	۳۳۹
قبر ایک ہے اور صاحب قبر دو ہیں	۳۴۰	یوز آسف حضرت عیسیٰ سے پہلے کے کوئی بزرگ ہیں	۳۴۱
یوز آسف ایک بادشاہ کا بیٹا تھا، ابن مریم نہ تھا	۳۴۱	حقیقت حال کتاب اکمال الدین	۳۴۲
مرزا غلام احمد کا ایک موضوع روایت تمسک	۳۴۴		
حشر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۳۴۵
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال علیحدہ کیوں کیا جائے گا	۳۴۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ کے کئے گئے احسانات	۳۴۷
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے حشر کے دن دوٹوک سوال	۳۴۸	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی یہ شہادت قیامت کے دن ہوگی	۳۵۲
قرآن پاک کی پہلی شہادت	۳۵۲	قرآن کی دوسری شہادت	۳۵۲
قرآن کی تیسری شہادت	۳۵۳	انّی متوفّیک کے وعدہ کی تکمیل کا ذکر	۳۵۳
قرآن پاک کی پہلی شہادت کہ توفی بمعنی موت نہیں	۳۵۵	قادیانیوں کے چیلنج کو چیلنج	۳۵۶
قرآن کریم کی دوسری شہادت کہ توفی بمعنی موت نہیں	۳۵۶	توفی کے معنی پر مسلمانوں اور قادیانیوں کا اتفاق	۳۵۷
تمہید ...... مقام عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۳۶۰
مقام عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۳۶۴
پیغمبرانہ تاریخ کا اجتماعی کارنامہ	۳۶۵	اس معجزہ کو مسمریزم کہنا مرزا غلام احمد کا اپنا عقیدہ تھا	۳۷۱
مرزا کی ان وحشت ناک تحریروں کا انگریز حکومت پر اثر	۳۷۲	مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارات اناجیل کے آئینہ میں	۳۷۴
ایک مضمون دونوں جگہوں سے لیجئے اور انصاف کیجئے	۳۷۴	مولانا آل حسن مہانی پر ایک الزام	۳۷۵
اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام	۳۷۷	اسلام میں کسی پیغمبر کی بے ادبی کا حکم	۳۷۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ایک مستقل وجہ کفر ہے	۳۷۸	لاہوری قادیانیوں کے کافر ہونے کی کھلی وجہ	۳۷۹
مرزا غلام احمد کا تمام پیغمبروں کی توہین کرنا	۳۸۰	حضرت خاتم النبیین ﷺ پر فضیلت کا دعویٰ	۳۸۱

دوخلاف فطرت پیدائشیں دجال اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام			۳۸۳
عزازیل مدتوں فرشتوں کے زیر اثر رہا	۳۸۳	اولاد آدم میں کس نے جنّات کو دبایا	۳۸۴
دجال قوم یاجوج سے ہوگا	۳۸۶	ایک دوسری غیر فطری پیدائش	۳۸۷
کیا عیسیٰ علیہ السلام بشر ہیں یا فرشتہ ہیں؟	۳۸۷	ایمان وکفر کے اپنے اپنے مراکز	۳۸۷
آخری معرکہ خیر وشر	۳۸۸	شیطان کی سی لمبی عمر دجال کو ملی	۳۸۹
دجال کی غیر فطری پیدائش	۳۹۱	عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی غیر فطری پیدائش	۳۹۱
دجال کو مختلف مقامات پر دیکھا گیا	۳۹۱	دجال کہاں سے نکلے گا؟	۳۹۲
دجال کی کنیت تجویز کرنے والوں کا تعصب	۳۹۲	ظہور دجال قطعی علامات قیامت میں سے ہے	۳۹۲
کیا ظہور دجال کی خبر قرآن کریم میں بھی ہے	۳۹۳	دجال کے مقابل عیسیٰ بن مریم کی آمد	۳۹۵
دجال اس امت میں کیوں ظاہر ہوگا	۳۹۶	آمدم برسر مطلب	۳۹۷
ایک شبہ اور اس کا ازالہ	۳۹۸		
عقیدہ وفات مسیح اور بزرگان دین			۴۰۰
قادیانیوں کی راہ دجل کا ایک اجمالی جائزہ	۴۰۰	قادیانیوں کے دجل کی ایک اور مثال	۴۰۶
حضرت عیسیٰ کا آخری نزول کسی متغائر جس میں نہ ہوگا	۴۱۰	اس ترجمہ کے غلط ہونے کی پہلی دلیل	۴۱۲
ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ)	۴۱۲	اس قادیانی ترجمے کے غلط ہونے کی دوسری دلیل	۴۱۳
قادیانیوں سے ان چار شرطوں پر پورا اترنے کا مطالبہ	۴۱۵	جن بزرگان دین پر افتراء باندھا گیا	۴۱۹
(۱) حضرت امام حسنؓ نے حضرت علیؓ کی وفات پر فرمایا	۴۱۹	(۲) حضرت عبداللہ بن عباسؓ پر افترا	۴۲۱
(۳) حضرت بشر بن عمرو جارود بن معلیٰؒ پر افتراء	۴۲۴	(۴) حضرت امام مالک کا عقیدہ نزول مسیح	۴۲۷
دجال کا شر کس کے ہاتھوں ٹوٹے گا؟	۴۲۸	مجمع البحار کی پوری عبارت نقل نہ کرنے میں ان کا دجل	۴۳۰
علامہ ابی مالکی اور علامہ السنوسی مالکی کا عقیدہ نزول مسیح	۴۳۰	اب حضرت امام مالک کا عقیدہ ان علماء سے بھی سن لیجئے	۴۳۱
(۵) حافظ ابن حزم (۴۵۷ھ)	۴۳۳	قادیانی حافظ ابن حزم کے عقیدہ کی زد میں	۴۳۴

مؤلف کی پیش کردہ ابن حزم کی عبارت	۴۳۵	ابن حزم کی نزول عیسیٰ بن مریم پرایک اور شہادت	۴۳۶
(۶) حافظ ابن تیمیہ پر قادیانی مؤلف کا اختراء	۴۳۶	حافظ ابن تیمیہ کا عقیدہ نزول	۴۳۷
(۷) حافظ ابن قیم پر قادیانی مؤلف کا افتراء	۴۳۸	(۸) علامہ ابوحیان الاندلسی (۶۵۴ھ) پر افتراء	۴۴۰
ابومسلم کا استدلال	۴۴۹	شیخ الاسلام حدیث ترمذی کی شرح میں	۴۵۲
انسان کس زندگی میں مکلّف ہوتا ہے	۴۵۲	صوفیاء کرام کا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام	۴۵۴
۱.....حافظ نصر بن محمد ابواللیث سمرقندی (۳۷۳ھ)	۴۵۴	۲.....حضرت علی ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۵ھ)	۴۵۴
۳.....حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ھ)	۴۵۴	۴.....حضرت خواجہ معین الدین اجمیری (۶۳۴ھ)	۴۵۵
۵.....حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ	۴۵۵		
عقیدہ اسلام میں علامات قیامت کی اہمیت			۴۵۶
(۱) فتویٰ سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز	۴۵۸	(۲) امام کعبہ مکہ مکرمہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز محمد بن عبداللہ السبیل	۴۶۷
(۳) فضیلۃ الشیخ محمد بدرالدین فلا ئینی استاذ قضا کالج دمشق	۴۶۸	(۴) عالم الحرمین الشریفین علوی ابن عباس المالکی الحسنی	۴۶۹
(۵) فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف الازہری مفتی اعظم مصر	۴۷۲	(۶) فضیلۃ الشیخ یوسف السید ہاشم الرفاعی دولت کویت	۴۸۶
(۷) فضیلۃ الشیخ محمد ادریس الکاندھلوی	۴۸۶	(۸) مفتی جمیل احمد تھانوی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور	۴۸۶
(۹) فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ابی شعیب البرکاتی المراکشی	۴۸۷	(۱۰) مولانا فاروق احمد سابق مفتی دارالعلوم دیوبند	۴۸۷
(۱۱) مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع سابق مفتی دارالعلوم دیوبند	۴۸۷	(۱۲) مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار	۴۸۸
(۱۳) محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم مدنی	۴۸۹	(۱۴) مولانا محمد عبدالرحمٰن محدث کیمبلپوری	۴۸۹
(۱۵) مولانا عبدالحق محدث اکوڑوی	۴۸۹	(۱۶) محدث جلیل مولانا عبدالرشید نعمانی	۴۹۰
(۱۷) محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری	۴۹۱	(۱۸) مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مکتبہ سلفیہ لاہور	۴۹۲
(۱۹) مولانا محمد طاہر مہتمم دارالقرآن پنج پیر	۴۹۳	(۲۰) مولانا پیر کرم شاہ الازہری بھیرہ	۴۹۴
چودھویں صدی میں چند نئے مفکرین کی آمد	۴۹۵	علماء مفکرین اور علمائے درس وافتاء میں فرق	۴۹۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض مرتب

الحمد للہ و کفٰی و سلام علٰی سید الرسل و خاتم الانبیاء. اما بعد!

مخدوم العلماء حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود مرحوم کی کتابیں:

۱...... ’’عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت‘‘ (مطالعہ قادیانیت جلد نمبر ۱)

۲...... ’’قادیانیوں کی شرعی وقانونی حیثیت‘‘

یہ دونوں کتابیں ہم نے ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی جلد اکیس (۲۱) میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کی اور اب ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ جلد بائیس (۲۲) میں حضرت مرحوم کی کتابیں:

۳...... ’’عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسٰی ابن مریم علیہما السلام‘‘ (مطالعہ قادیانیت جلد۲)

یاد رہے کہ آپ نے ایک مقالہ ’’مقام عیسٰی ابن مریم علیہما السلام‘‘ کے نام پر علیحدہ شائع کیا تھا، وہ بھی آپ نے اسی کتاب میں ضم کر دیا ہے۔ گویا ’’محاسبہ قادیانیت‘‘ کی جلد ۲۱، ۲۲ میں ہم حضرت مرحوم کی چار کتابیں:

(۱) ’’عقیدۃ الامت فی معنی ختم نبوت‘‘

(۲) ’’قادیانیت کی شرعی وقانونی حیثیت‘‘

(۳) ’’عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسٰی ابن مریم علیہما السلام‘‘

(۴) ’’مقام عیسٰی ابن مریم‘‘

شائع کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

الحمد والشکر للہ تعالٰی!

محتاج دعاء: (فقیر) اللہ وسایا، ملتان

۳/محرم الحرام ۱۴۴۴ھ، ۲/اگست ۲۰۲۲ء

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

میں آخری نبی ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں

عقیدۃ خیر الامم
فی
مقامات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

مطالعہ قادیانیت جلد دوم

جسٹس (ر) حضرت ڈاکٹر علامہ خالد محمود

وَاِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِہَا وَاتَّبِعُوْنِ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ

اور وہ عیسیٰ بن مریم نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک نہ کرنا میرا کہا مان لو یہی صراط مستقیم ہے

عقیدہ خیر الامم
فی
مقامات عیسیٰ بن مریمؑ

مطالعہ قادیانیت

جلد۲

چودہ عنوانوں کے گرد گھومتی اسلام کی چودہ صدیوں کی شہادت

دور عیسیٰ بن مریم	ولادت عیسیٰ بن مریم	دعوت عیسیٰ بن مریم	عدم مصلوبیت ابن مریم
رفع عیسیٰ بن مریم	حیات عیسیٰ بن مریم	نزول عیسیٰ بن مریم	تواتر نزول ابن مریم
مہمات عیسیٰ بن مریم	وفات عیسیٰ بن مریم	قبر عیسیٰ بن مریم	حشر عیسیٰ بن مریم
مقام عیسیٰ بن مریم	دجال اور عیسیٰ بن مریم	عقیدہ وفات مسیح اور بزرگان دین	

تالیف

ڈاکٹر علامہ خالد محمود

ڈائریکٹر اسلامک اکیڈیمی مانچسٹر

دارالمعارف

الفضل مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

خصوصاً علیٰ سیدالرسل وخاتم الانبیاء. امّا بعد!

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اپنی پیدائش سے ہی نہایت لطیف منزلوں میں چلے بلکہ آپ کی پیدائش سے پہلے ہی آپ کی نرالی آمد کے آثار کچھ آپ کی خبریں دے رہے تھے۔ آپ کی والدہ حضرت مریم بیت المقدس میں عجیب وغریب وقائع سے دو چار رہیں۔ غیر معمولی نشوونما کے ساتھ خلاف موسم میوے ان کے پاس آتے تھے یہاں تک کہ انہیں دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام نے بھی اللہ رب العزت سے بڑھاپے میں جوانی کا پھل مانگا اور انہیں یحییٰ کی بشارت دی گئی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ اب تک اولاد آدم میں کوئی ایسا واقعہ نہ ہوا تھا پھر آپ کا ماں کی گود میں بڑوں کا سا کلام کرنا، اپنے نبی ہونے کی خبر دینا، روح القدس کے ساتھ ساتھ چلنا، دشمنوں کی شدت کا سامنا کرنا اور پھر چپکے سے آسمان کی طرف اٹھ جانا، وہاں ایک ایسی لمبی عمر پانا جس کے اپنے یہاں کے بدن پر کچھ اثرات نہ ہوں اور پھر قرب قیامت میں آپ کی زندگی کے وہ مقامات ہیں جن میں ایک ایک کچھ تفصیل اور وضاحت چاہتا ہے اور قرآن کریم نے آپ کے ان وقائع حیات کو ان تمام عنوانات سے مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو مثیل مسیح قرار دے کر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اسے اپنے آپ کو ایک ایسی شخصیت کا مثیل ثابت کرنے کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم کے ان تمام مقامات سے گزرنا پڑا جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے تو وقائع حیات تھے مگر اب یہ سب مرزا غلام احمد کے لئے استعارات تھے۔ جوں جوں وقت گزرتا گیا مرزا قادیانی کی یہ مجاز کی رسی اور دراز ہوتی گئی۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں:’’ولا تعلمون انّ الاستعارات حلل کلام الانبیاء فھم فی حلل ینطقون‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۴۵۸، خزائن ج۵ ص ایضاً)

’’نمی دانید کہ انبیاء علیہم السلام استعارات را حلہ کلام خود قرار دادہ اوشاں در پس ایں پردہ گفتار مے کنند۔‘‘ (ایضاً ص۴۷۳)

اسلام میں حضرت عیسیٰ بن مریم کی دوبارہ آمد علامات قیامت میں سے ہے اس وجہ سے تمام علامات قیامت نے مسلمانوں اور قادیانیوں کے مابین شدید اختلاف کی صورت اختیار کرلی۔ ہم نے چاہا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے مختلف وقائع حیات پر قرآن شریف کی روشنی میں ان تمام مختلف جہات سے بحث کریں جواب تک آپ کے بارے میں تاریخ کے مختلف عنوان بنتے رہے ہیں۔ قادیانی حضرات بھی اگر تعصب کی عینک اتار کر کھلے دل سے آپ کے وقائع حیات کی ان تمام منزلوں پر غور کریں تو امید ہے کہ بہت سے راہ گم کردہ مسافر اپنی منزل پر پھر سے واپس آجائیں گے۔

قرآن کریم نے پہلے پارے کے شروع میں اسلامی عقائد کی ایک مختصر دستاویز پیش کی ہے اور بتایا ہے کہ اس کے ماننے والے اور اس پر عمل کرنے والے دنیا میں ہدایت اور آخرت میں فلاح پائیں گے۔ عقائد کی اس مختصر فہرست میں آخرت کا یقین ایک مستقل رکن ایمان ہے’’وبالآخرۃ ھم یوقنون‘‘ مگر افسوس کہ قادیانیوں نے آخرت پر یقین ہونے کو اس نصاب ایمان سے خارج کردیا ہے جس پر نجات موعود ہے۔ جب وہ علامات قیامت میں ہم سے دور فاصلے پر جانکلے تو اب آخرت کو اس نصاب ہدایت سے نکالنا ان کے لئے کوئی مشکل کام نہ رہا۔ بہائی مذہب کے پیروؤں نے تو قیامت کو اس کے معروف معنی سے نکالا تھا قادیانیوں نے ایمان بالآخرت کو نصاب ہدایت سے نکال باہر کیا۔ اعتقادی الحاد اختیار کرنے میں یہ دونوں فریق ایک دوسرے سے پیچھے نہیں رہے اور ہم پرانے اسلام کے قائلین ان دو میں سے کسی کو اپنے دائرہ اسلام میں نہ رکھ سکے۔ قادیانیوں کا پرانے اسلام سے انکار بطور عناد نہیں، بطور الحاد عمل میں آیا ہے۔ پہلے قادیانی تو ارتداد میں گھرے اور ان کے اخلاف اپنی سوچ اور فکر میں زندقہ والحاد کے تھپیڑے کھا رہے ہیں۔ الحاد اور زندقہ کھلے انکار کو نہیں کہتے یہ حقیقت سے جان چھڑانے کے لئے تاویل باطل کی راہ اختیار کرنا ہے۔ تاویل

کی یہ راہ کہیں بھی اختیار کی جائے درست نہیں۔ لیکن اگر یہ تاریک راہ انکار ضروریات دین میں اختیار کی جائے تو اس سے زیادہ منہ زور اور کوئی نہ ہوگی۔ علماء حق اس بحث سے فارغ ہو چکے ہیں کہ ضروریات دین میں تاویل کی راہ ہرگز قابل قبول نہیں ہوتی۔

آخرت پر یقین ایمان کا ایک بنیادی رکن ہے

یہ دنیا انادی (ہمیشہ رہنے والی) نہیں...... جیسا کہ ہندوؤں کا عقیدہ ہے نہ یہاں قیامت کسی نئی امت کے قیام کا نام ہے۔ جیسا کہ بہائیوں کا عقیدہ ہے اسلام میں قیامت ایک دن اس جہاں کے کلی خاتمہ کا نام ہے۔ اس دنیا نے ایک دن عالمگیر زلزلوں، ابلتے سمندروں اور اڑتے پہاڑوں کی زد میں آنا ہے۔ جب سورج لپیٹ دیا جائے گا، ستارے سیاہ ہو جائیں گے اور سائے جاتے رہیں گے۔

جب کوئی شخص دائرہ اسلام میں آتا ہے تو اسے جس طرح اللہ رب العزت کی وحدانیت، حضرت خاتم النّبیین کی ہمیشہ کی نبوت ورسالت اور قرآن کریم کی آفاقی حفاظت پر ایمان لانا ہوتا ہے، اسے قیامت اور مرنے کے بعد پھر جی اٹھنے (حشر) پر بھی ایمان لانا ضروری ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے پورے ایمان کے ساتھ یہ دو عنوان سرفہرست بیان کئے ہیں منافقین بھی مسلمانوں کے پاس آ کر یہی دو اعلان کرتے تھے انہی سے وہ اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتے تھے۔ (۱) ایمان باللہ اور (۲) ایمان بالآخرت۔

قرآن کریم میں ہے: ''ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمؤمنین یخٰدعون اللہ والذین آمنوا'' (البقرہ:۸،۹)

(ترجمہ) اور ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان لائے اور وہ مومن نہیں ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں۔

مذہب کا تصور اللہ اور ایمان بالآخرت کے بغیر کسی دین میں قائم نہیں ہوتا عقائد واعمال کی یہ کاوشیں سب اسی لئے ہیں کہ ہر شخص کو مرنے کے بعد آخرت میں اپنے اعمال کا حساب دینا ہے اور یہ کہ ایک دن یہ پورا جہان فنا کی لپیٹ میں آئے گا۔ قیامت سے پہلے اس کی علامات ظاہر ہوں گی۔ پہلے (۱) علامات صغریٰ اور پھر (۲) علامات کبریٰ۔ پھر اس دنیا کی پوری صف لپیٹ دی جائے گی۔

اسلام میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم کی اہمیت

اسلام میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم کو قیامت کی علامات کبریٰ میں بیان کیا گیا ہے۔ مسلمانوں میں عقائد کی سب سے پہلی دستاویز اسلام کی پہلی صدی میں لکھی گئی۔ یہ فقہ اکبر ہے جو حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ھ) کی تالیف ہے۔ پھر آپ کے دو واسطوں کے شاگرد امام ابوجعفر طحاوی (۳۲۸ھ) نے عقائد کی دستاویز عقیدہ طحاویہ لکھی۔ ان دونوں قدیم تحریروں میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے آسمان سے اترنے اور اس دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کو عقائد اسلام میں شمار کیا گیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ اکبر کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ’’**ونزول عیسیٰ علیہ السلام من السماء وسائر علامات یوم القیامة علیٰ ماوردت به الاخبار الصحیحه حق کائن**‘‘ (فقه اکبر ص ۱۶ باب اشراط الساعة)

بہ پیرایہ بیان یہ بھی سکھلاتا ہے کہ امام ابوحنیفہ مسائل کے بیان میں احادیث پر بہت نظر رکھتے تھے یہ انداز کلام ایک بڑے محدث کے سواء کسی کا نہیں ہوتا۔

امام طحاوی کے عقیدہ طحاویہ کے الفاظ یہ ہیں: ’’**ونؤمن باشراط الساعة من خروج الدجال ونزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام من السماء**‘‘

(ص ۱۳ شرح عقیده طحاویه ص ۴۹۹ باب والله یغضب ویرضیٰ)

(ترجمہ) اور ہم قیامت کے تمام علامات جیسے خروج دجال اور نزول عیسیٰ بن مریم من السماء پر ایمان لاتے ہیں۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ یہ دونوں عقیدے ان دنوں ایمانیات میں سے سمجھے جاتے تھے۔ امام طحاوی کے لفظ نؤمن پر غور فرمائیں۔ اس کا معنی ہے ہم ایمان لاتے ہیں؟ کس پر؟ آگے پڑھئے:

نزول عیسیٰ بن مریم من السماء

پوری امت میں یہ عقیدہ اس تسلسل اور تواتر سے چلا ہے کہ مسلمانوں کے لئے اس کا انکار کسی طرح ممکن نہیں رہا۔ اسے ایمانیات میں شمار کیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ لوگ جو اس کے منکر ہوئے (جیسے قادیانی مذہب کے لوگ) وہ بھی اس کی اصل کا انکار نہ کر سکے صرف اس کی تاویل

کے درپے ہوئے اور ظاہر ہے کہ جو بات متعدد پیرایوں اور مختلف سیاقات سے بار بار سامنے لائی گئی ہو اس میں تاویل راہ نہیں پاتی ورنہ کہیں بھی کسی بات کو حقیقت ثابت نہ کیا جاسکے گا۔

ہم ان شاء اللہ! اس عقیدہ کے تواتر کو کہیں آگے جاکر صدی وار بیان کریں گے۔ اس دور اوّل کی آواز کو جسے ہم امام ابوحنیفہؒ اور امام طحاویؒ کے الفاظ سے ذکر کر آئے ہیں۔ اسلام کے دوسرے ہزار کی پہلی صدیوں میں بھی ہم اسی طرح سنتے ہیں۔ جیسا کہ یہ اسلام کی پہلی دو صدیوں میں سنی جاتی رہی۔ گیارہویں صدی کے مجدد محدث کبیر ملاّ علی قاریؒ نے شرح فقہ اکبر میں اور بارہویں صدی کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ (۱۱۷۶ھ) نے بھی اس عقیدہ کو اسی طرح ذکر کیا ہے:

۱…… ملاّ علی قاریؒ کا بیان: ’’**ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء کما قال اللّٰہ تعالٰی وانہ ای عیسٰی لعلم للساعۃ ای علامۃ القیامۃ**‘‘

(شرح فقہ اکبر ص۱۳۶ مطبوعہ دہلی)

(ترجمہ) حضرت عیسٰیؑ کا آسمان سے اترنا حق ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ’’وانہ لعلم للساعۃ‘‘ یعنی وہ قیامت کا ایک نشان ہے۔

۲…… حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی بھی لکھتے ہیں: ’’**فخرج یدعی الالوھیۃ ویفسد فی الارض بغیر الحق ویضل الناس حتی بلغ ذٰلک عنان السمآء فزاحمہ الاسم العیسوی لانہ محاق لشرور الیھود التی منھا نشأت بنیتہ وتاید ذالک بکمال الاسم الجامع المحمدی فنزل وقتل الدجال وملک الارض وادّی حق الاسم الجامع ثم سطع روح الدجال وھی شرور المتوحدۃ شراً واحداً فاھلک النّاس بیاجوج وماجوج ثم ارتفعت بھمۃ عیسٰی ولما قبض عیسٰی وانھمک الناس فی الشرور وصار الدجال مروحاًعم الفساد عموماً**‘‘ (الخیر الکثیر ص۱۱۲ مطبوعہ مجلس علمی)

(ترجمہ) ’’سو دجال خدائی کے دعوے کے ساتھ نکلے گا اور زمین میں فساد پیدا کرے گا اور لوگوں کو گمراہ کرے گا یہاں تک کہ اس کے فساد سے زمین بھر جائے گی۔ پھر اسم پاک عیسوی اس سے مزاحم ہوگا۔ وہ یہود کے شروع کے لئے بمنزلہ محاق ہے اور انہیں سے اس کی بنا اٹھی تھی اور حضور ﷺ کے جامع نام کے کمال سے آپ کو اور تقویت ملے گی۔ سو حضرت

عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور زمین پر قبضہ پالیں گے اور اپنے جامع نام کا حق ادا کریں گے۔ دجال کی روح جو مجموعہ شرور کی وحدت ہے یاجوج میں ظہور کرے گی۔ پھر حضرت عیسیٰ کی توجہ ہمت سے یہ سب اثرات اٹھ جائیں گے جب حضرت عیسیٰ فوت ہوں گے تو لوگ پھر برائیوں میں لگ جائیں گے اور دجال کی روح ان میں پھر اترتی جائے گی پھر فساد عام ہو جائے گا اور یہ پوری طرح چھا جائے گا۔‘‘

مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ کون حضرت شاہ ولی اللہ کا معتقد ہوگا اگر مولانا سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدہ میں شاہ ولی اللہ اس عقیدے میں غلط تھے تو مولانا سندھی نے ان کے اس عقیدے پر نکیر کیوں نہ کی۔

محدثین میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم کا محل ذکر

اسلام میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم کو علامات قیامت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔ محدثین نے حدیث کی کتابوں میں عام طور پر کتاب الفتن میں اس کا ذکر کیا ہے ان میں خروج دجال کے ساتھ ابن مریم کے ظہور کا ذکر بھی ملتا ہے۔ دیکھئے (صحیح بخاری ج۲ص ۱۰۵۵) امام ترمذی نے اشراط الساعۃ کے بعد اس کا ذکر کیا ہے۔ دیکھئے (ترمذی ج۲ص ۴۴) دیکھئے (صحیح مسلم ج۲ص ۳۸۸ باب فی فتح قسطنطیه وخروج الدجال) اس کے بعد نزول عیسیٰ بن مریم کا ذکر ہے۔ وہ فتنے جو آخری دور میں اٹھیں گے زیادہ تر کتاب الفتن میں ذکر کئے گئے ہیں۔

ان ابواب میں نزول عیسیٰ بن مریم کو علامات قیامت میں لایا گیا ہے۔ مشکوٰۃ میں بھی اسے باب اشراط الساعۃ کے بعد دجال اور ابن صیاد کے ذکر کے بعد ذکر کیا گیا ہے۔

اسلامی عقائد کا پہلا خاکہ

قادیانیوں نے نزول عیسیٰ بن مریم کو تاویل کی لپیٹ میں لانے سے پہلے ایمان بالآخرت کو عقائد کی فہرست سے خارج کر دیا ہے۔ پہلے پارے کے پہلے رکوع میں بنیادی عقائد کی یہ فہرست اس طرح دی گئی ہے ہم یہاں اس کی کچھ تفصیل کرتے ہیں۔

قرآن کریم میں پہلے پارے کے شروع میں ان عقائد کا ذکر کیا گیا ہے جن پر دنیا کی ہدایت اور آخرت کی فلاح کا وعدہ دیا گیا ہے۔ ضروری عقائد کی یہ فہرست قرآن نے اس طرح پیش کی ہے۔

(۱) قرآن کریم کا ہر طرح کے شک سے بالا ہونا۔ یہ اس کی ابدی حفاظت کا عنوان ہے۔

(۲) قرآن کریم کا ایک لائحہ عمل ہونا جس پر خدا سے ڈرنے والے قیامت تک عملاً چل سکیں۔ (۳) تمام ایمانیات پر بن دیکھے ایمان لانا۔ یہ ایمان بالغیب ہے (۴) ایک نظام عبادت اپنانا جس میں بدن بھی لگے اور مال بھی لگے۔ نماز میں بدن لگتا ہے اور زکوٰۃ میں مال دینا ہوتا ہے۔ (۵) دو طرح کی وحی پر ایمان لانا (۱) جو حضورﷺ پر اتری اور جو (۲) آپ سے پہلے اتری (یعنی اب کوئی اور وحی آنے والی نہیں ہے) اس میں حضورﷺ کی نبوت آپ کی ختم نبوت اور پہلے سب انبیاء کی نبوت کا اقرار آ گیا اور ایمان بالغیب میں فرشتوں پر ایمان لانا بھی پایا گیا۔ (۶) ایمان بالآخرت پر قرار (یہ کہ مرنے کے بعد ایک اور واقعی زندگی ہے)

یہ کل چھ نمبر ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں فلاح (کامیابی) کا وعدہ کیا ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ان عقائد کی فہرست دی گئی ہے جن پر نجات موقوف ہے اور انہیں ماننے والوں کو ''اولٰئک علٰی ھدًی من ربھم واولٰئک ھم المفلحون'' کی خوشخبری دی گئی۔

قادیانیوں کے ہاں ایمان بالآخرت سرے سے اس فہرست میں موجود نہیں وہ اپنی ایک غرض باطل کے لئے ''وبالآخرۃ ھم یوقنون'' کے معنی بگاڑتے ہیں۔ قرآن کریم میں تحریف معنوی کی اس سے بدتر مثال شاید ہی کسی صاحب علم نے کہیں دیکھی ہو۔

مرزا غلام احمد کا بیٹا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے: ''یہاں ''یوم الآخر'' کا لفظ جو نہیں ہے کہ ہم ضرور جزا و سزا کے دن کے معنی کریں بلکہ اس سے نبی کریمﷺ کے بعد نازل ہونے والا الہام مراد ہے کیونکہ یہاں الہامات کا ہی ذکر ہے۔ پس ہم کہتے ہیں کہ یہ وحی مسیح موعود ہے اور یہ معنی میں نے اپنے پاس سے نہیں کئے بلکہ خود حضرت مسیح موعود نے آخرت سے اپنی وحی مراد لی ہے اور حضرت خلیفہ اوّل نے بھی جو پہلا پارہ باترجمہ چھپوایا تھا۔ اس میں آخرت سے مراد مسیح موعود کا الہام لیا ہے۔'' (کلمۃ الفصل ص۱۶۰)

پھر ان کے مولوی شیر علی کی بھی ایک شہادت ملاحظہ ہو: ''حضرت مسیح موعود نے بہت دیر تک اس مضمون پر بڑے زور سے گفتگو فرمائی اور بڑے واثق یقین کے ساتھ یہ ظاہر فرمایا کہ ''بالآخرۃ ھم یوقنون'' میں ہماری ہی وحی کا ذکر ہے۔'' (ایضاً ص۱۶۴)

افسوس کہ مرزا بشیر احمد کی نظر ادھر نہیں گئی کہ قرآن کریم میں ایک دوسرے مقام پر

اسے ''یوم الاٰخر'' بھی کہا گیا ہے۔ پہلے دو وحیوں پر ایمان لانے کا ذکر ہے اور پھر یہ کہا ہے: ''ومن یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضلّ ضلالاً بعیداً'' (النساء:۱۳۶)

قادیانی جب یہاں ایمان بالآخرت سے فارغ ہوئے تو پھر علامات قیامت بھی ان کے ہاں ایمانیات میں سے نہ رہیں۔ یہ ان کے ہاتھ میں موم کی ایسی پتلیاں رہیں کہ وہ جب چاہیں کسی بات کو جو چاہیں شکل دے دیں۔

قادیانیوں کا نزول عیسیٰ بن مریم کے بارے میں عقیدہ

مرزا غلام احمد نے گو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں بہت کچھ لکھا تاہم اس نے قیامت سے پہلے ان کے آنے کو کہیں ایمانیات میں نہیں لکھا وہ لکھتا ہے: ''مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کا حقیقت اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

قادیانی اپنے دعوت کے کام میں کبھی مرزا غلام احمد کو پیش نہیں کرتے وہ ہمیشہ وفات مسیح سے اپنی دعوت کا آغاز کرتے ہیں اور مناظروں میں ہمیشہ اسی پر زور دیتے ہیں کہ پہلے اسی کو طے کیا جائے۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ موضوع ان کے ہاں ایمانیات میں سے نہیں، وہ ہمیشہ ایمان کے بغیر بحث میں چلتے ہیں۔

اسلام میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم ایمانیات میں سے

اسلام میں عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم ایمانیات میں سے ہے اور اس کا منکر قطعیات اسلام کا منکر ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (۱۵۰ھ) کا بیان آپ پہلے پڑھ آئے ہیں۔ امام مسلم (۲۶۱ھ) نے صحیح میں اسے ایمان کے مباحث میں روایت کیا ہے۔ امام نووی (۶۷۶ھ) نے اسے کتاب الایمان میں جگہ دی ہے اور اس طرح اس کی ترتیب کی ہے۔ باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام (صحیح مسلم ج۱ ص۸۷)

امام طحاوی (۳۲۱ھ) نے اسے جس طرح نؤمن کے الفاظ سے ذکر کیا ہے وہ آپ دیکھ آئے ہیں اس کا ترجمہ یہ ہے کہ ہم اس بات پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔

پھر یہ عقیدہ اسلام کی صفوں میں ہر صدی کے تواتر سے چلا یہاں تک کہ اب اس کے انکار کی کہیں کوئی گنجائش نہیں رہی۔ مصر کے جلیل القدر فاضل شیخ حسنین محمد مخلوف لکھتے ہیں: ’’**فیجب الایمان به والجمهور علیٰ انّه رفع حیّاً من غیر موت ولا غفوة بجسده وروحه الی السماء**‘‘ (صفوۃ البیان ج۱ ص۱۰۹، تفسیر آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) پس اس پر ایمان لانا واجب ہے اور جمہور اہل اسلام اس کے قائل ہوئے کہ آپ بغیر موت اور نیند کے زندہ روح وجسد کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے۔

ازہر کے اس جلیل القدر فاضل کے بیان سے شیخ شلتوت کے فتوے کی پرزور تردید ہو جاتی ہے۔

سیاسی سطح پر نزول عیسیٰ بن مریم کی امید پر نہ بیٹھے رہیں

عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام علامات قیامت میں سے ہے، اسباب عمل میں سے نہیں۔ یہ دنیا دارالاسباب ہے اس میں مسلمانوں کو وہ سب اسباب اختیار کرنے چاہئیں جن سے قومیں بنتی ہیں۔ اپنی قومی ذمہ داریوں سے بچنے کے لئے کوئی کوشش نہ کرنا اور اسلام کے ظاہر اور غالب ہونے کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے انتظار میں لگے رہنا (خود کچھ نہ کرنا درست نہیں) سیاسی مفکرین بسا اوقات مسلمانوں کو اس سے روکتے رہے ہیں لیکن یہ عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم سے انکار نہیں نہ اس سے ان پر کفر لوٹتا ہے۔ یہ قوم میں سیاسی فکر پیدا کرنے کی ایک ترغیب ہے گو اس سے بظاہر اس عقیدے کا انکار مفہوم ہوتا ہے لیکن جب اس کا پس منظر معلوم ہو تو فتوے کی زبان میں ہم اسے کفر نہیں کہہ سکتے۔

ڈاکٹر اقبال نے اسی پہلو سے کوئی ایسی بات کہی تو یہ نادان لوگ اسے انکار نزول مسیح کے معنی میں لے گئے۔ حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ان کا شاگرد جاراللہ انہیں صحیح نہ سمجھ سکا اور اس نے نزول مسیح کا انکار آپ کی طرف منسوب کر دیا۔ یہ مولانا مرحوم پر صریح افتراء ہے۔ آپ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے وقت کے بہترین ترجمان تھے۔ جب حضرت شاہ ولی اللہ اس عقیدے کو متواترات اسلام سے سمجھتے ہیں تو اگر آپ کو اس عقیدہ میں حضرت شاہ ولی اللہ سے اختلاف ہوتا تو آپ ان کا نام لے کر ان سے اختلاف کرتے جب آپ نے کہیں ان سے اپنے اس اختلاف کا ذکر نہیں کیا تو اب آپ

کا ان سے اختلاف کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے حضرت شاہ ولی اللہ کے جانشین حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے پوتے حضرت شاہ اسماعیل شہید کو بھی ہمیشہ اپنے مقتداؤں میں جگہ دی ہے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر فتح العزیز میں لکھتے ہیں: ام المؤمنین حضرت صفیہ جب کبھی بیت المقدس جاتیں تو مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے بعد آپ جبل زیتا پر آتیں۔ عیسائی اس جبل زیتا کی تعظیم کرتے ہیں۔ ام المؤمنین حضرت صفیہ نے اس پہاڑی کے بارے میں کہا: ’’**ھذا الجبل ھو الذی رفع منہ عیسیٰ علیہ السلام الی السماء**‘‘ (تفسیر فتح العزیز سورۃ التین اردو ص۳۷۳ مطبوعہ یوپی کتب خانہ رحیمیہ)

(ترجمہ) یہ پہاڑ وہ ہے جس پر سے حضرت عیسیٰ آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے۔

کیا یہ ہوسکتا ہے کہ اس خاندان کا کوئی خوشہ چین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کا انکار کرے سو یہ مولانا عبیداللہ سندھی پر افتراء ہے کہ وہ رفع عیسیٰ بن مریم کے قائل نہ تھے بڑے لوگ اپنے بڑوں کے نام سے پہچانے جاتے ہیں نہ کہ اپنے شاگردوں کے بیان سے مولانا عبیداللہ سندھی سے موسیٰ جاراللہ کے بیان پر کسی عقیدے کی نفی نہیں کی جاسکتی۔ ہاں! حضرت شاہ ولی اللہ کے نام سے مولانا عبیداللہ سندھی کے عقیدے پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔

مرزا غلام احمد پہلے خود بھی نزول مسیح کے اسلامی عقیدہ پر تھا

مرزا غلام احمد قادیانی پہلے خود بھی اس اعتقاد پر تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے آنا برحق ہے اور ان کے نزول پر اسلام کو تمام دوسرے ادیان پر غلبہ حاصل ہوگا اور پھر تمام دنیا میں ایک ہی دین ہو جائے گا۔ اس وقت پوری زمین عدل وانصاف کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ ’’**ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ**‘‘ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا (اس آیت میں) وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۴۹۸ حاشیہ درحاشیہ، خزائن ج۱ ص۵۹۳)

جب ان کے آنے پر یہود ونصاریٰ دونوں قومیں مسلمان ہوجائیں گی تو اب کون سی ملت ہے جو باقی رہ سکے گی سو یہ بات صحیح ہے کہ آپ کی آمد سے اللہ تعالیٰ دوسری تمام ملل کا خاتمہ کردیں گے اور سوائے اسلام کے کوئی ملت باقی نہ رہے گی۔

اگر یہ دور قیامت شروع ہوچکا ہے اور دوسرے مذاہب صرف قیامت تک رہ سکتے تھے تو اب دنیا میں یہ مختلف ادیان کا وجود کیوں؟ اور یہود ونصاریٰ کی یہ تیز روی کیوں؟

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا آیت غلبہ دین سے استدلال

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ''باب اظہار دین النبی ﷺ علی الادیان'' کے تحت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے یہ آیت غلبہ دین نقل کی ہے اور اس میں حدیث نزول عیسیٰ بن مریم روایت کی ہے۔ (دیکھئے سنن کبریٰ ج۹ ص۱۸۰ باب اظہار دین النبی ﷺ) یہ امام مجتہد کے نام سے اس آیت کے تحت نزول عیسیٰ بن مریم کی خبر دینا ہے جسے آسانی سے رد نہیں کیا جاسکتا نہ قرآن سے ماخوذ یہ عقیدہ کسی طرح بدلا جاسکتا ہے۔ اگر اس عقیدہ میں اسلام کی پہلی تیرہ صدیوں میں کچھ بھی اختلاف کی گنجائش ہوتی تو غلام احمد اسے بلا استثناء مسلمانوں کا عام عقیدہ نہ کہتا اور جب اس پر (اس کے دعوے کے مطابق) وحی اتری کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوچکے ہوئے ہیں تو وہ اسی وقت اس نئے عقیدہ پر آجاتا مگر وہ پھر بھی اسی عقیدہ پر رہا یہاں تک کہ اس پر اس نئے عقیدہ کی وحی بارش کی طرح برسی اور پھر اس نے اپنا پہلا عقیدہ بدلا۔ معلوم ہوا کہ اس کی وحی کوئی ایسی شئے نہ تھی جس کا انکار کفر ہو۔ ورنہ وہ خود اپنی وحی کا کبھی انکار نہ کرتا۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''کہتے ہیں کہ مسیح موعود کا دعوے کرنے سے پہلے براہین احمدیہ میں عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کا اقرار موجود ہے۔ اے نادانو! اپنی عاقبت کیوں خراب کرتے ہو اس اقرار میں کہاں لکھا ہے کہ یہ خدا کی وحی سے بیان کرتا ہوں اور مجھے کب اس بات کا دعویٰ ہے کہ میں عالم الغیب ہوں جب تک مجھے خدا نے اس طرف توجہ نہ دی اور بار بار نہ سمجھایا کہ تو مسیح موعود ہے اور عیسیٰ فوت ہوگیا ہے تب تک میں اسی عقیدے پر قائم تھا جو تم لوگوں کا عقیدہ ہے اسی وجہ سے کمال سادگی سے میں نے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت براہین میں لکھا ہے جب خدا نے مجھ پر اصل حقیقت کھول دی تو میں اس عقیدہ سے باز آگیا۔''

(ضمیمہ نزول المسیح ص۶، خزائن ج۱۹ ص۱۱۲،۱۱۳)

قارئین اس پر بھی غور کرتے جائیں کہ کیا کبھی خدا کے بھیجے ہوئے اس طرح عقیدے بدلتے ہیں؟ یا کچھ مدت وہ غلط عقیدوں پر رہتے ہیں؟ یہ صورت حال بتلاتی ہے کہ پہلے مسلمانوں میں نزول عیسیٰ بن مریم میں ہرگز کوئی اختلاف نہ رہا تھا۔ امام مالک ہوں یا امام بخاری سب ایک ہی عقیدہ پر تھے اور قرآن پاک میں بھی کوئی آیت وفات مسیح پر صریح نہ تھی نہ مرزا غلام احمد کی اس مسئلہ میں عقیدہ کی تبدیلی قرآن کی تیس آیات کا نتیجہ تھا نہ کسی حدیث صحیح میں صراحت سے وفات مسیح کا ذکر مرزا قادیانی کو ملا تھا۔ یہ جو کچھ ہوا مرزا غلام احمد کی اپنی وحی کی بناء پر ہوا اور بقول مرزا بشیر الدین محمود یہ ایک جبری آسمانی کارروائی تھی اب بھی جو شخص مرزا غلام احمد کی وحی کا قائل نہ ہوا سے قرآن وحدیث کی رو سے وفات مسیح کا قائل نہیں مانا جا سکتا۔ قرآن وحدیث میں اگر کہیں بھی وفات مسیح کی صراحت ہوتی تو مرزا قادیانی اپنی وحی سے پہلے قرآن وحدیث کی رو سے وفات مسیح کے قائل ہو جاتے اتنا طویل عرصہ حیات مسیح کا عقیدہ نہ رکھتے۔ مرزا کے بیٹوں کا عقیدہ رہا کہ مرزا غلام احمد کے عقیدہ میں تبدیلی جبراً بذریعہ وحی ہوئی ہے۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے: ’’میں حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی کے رسمی عقیدہ پر جما رہا جب بارہ برس گزر گئے تب وہ وقت آ گیا کہ میرے اوپر اصل حقیقت کھول دی گئی۔‘‘

(ضمیمہ نزول مسیح ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

اس سے بھی پتہ چلا کہ قرآن وحدیث میں ہرگز کہیں وفات مسیح کا ذکر نہ تھا اور یہ حقیقت ہرگز کھلی نہ تھی ورنہ مرزا قادیانی وہیں سے سچائی پا لیتے۔ انہوں نے اپنا عقیدہ اپنی وحی کی وجہ سے بدلا نہ کہ قرآن کی تیس آیات سے جن میں کسی وفات مسیح کی صراحت انہیں نہ ملی تھی۔ بلکہ مرزا قادیانی نے وحی پانے کے باوجود اپنا پہلا عقیدہ نہ بدلا اور دس بارہ سال آپ اپنے اسی عقیدہ پر رہے۔ انہیں خبر مل چکی تھی کہ تو مسیح موعود ہے اور پھر بھی انہوں نے اپنا پہلا عقیدہ نہ بدلا اور سمجھا کہ شاید میرے مسیح ہونے کا مطلب کچھ اور ہو۔ وہ لکھتا ہے یہاں تک کہ پھر تواتر سے مجھ پر وحی اتری پھر کہیں جا کر مجھ پر یہ بات کھلی کہ قرآن وحدیث میں بھی وفات مسیح کی خبر دی گئی ہے مگر پھر بھی میرا عقیدہ یہ رہا کہ مسلمانوں کا پہلا عقیدہ ہی صحیح ہے اور وہی حق ہے۔

آئینہ کمالات اسلام میں ہے: ’’**قد کنت اعلم من ایام مدیدة اننی جلعت المسیح بن مریم وانی نازل فی منزله لکن اخفیته نظراً الٰی تاویله بل ما بدلت عقیدتی وکنت علیها من المستمسکین وتوقفت فی الاظهار**

عشر سنین...... وکنت اعلم ان وفاة المسیح حق ثابت بالنصوص البینة القطیعة القرآنیة والحدیثیة واعلم ان الهامی لاغبار علیه ولا تلبیس ولا تخلیط ومع ذٰلک کان یقینی بان اعتقاد المسلمین فی نزول المسیح حق لا شبهة فیه ولا ریب'' (آئینہ کمالات ص۵۵۱،۵۵۲، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(ترجمہ) میں کافی دنوں سے جانتا تھا کہ میں مسیح بن مریم بنایا گیا ہوں اور میں اس کے قائم مقام ہوں لیکن میں نے اس عقیدہ کو مخفی رکھا شاید اس کی کچھ اور تاویل ہو میں نے اپنا پہلا عقیدہ نہ بدلا اور اسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے تھا اور میں حقیقت کے اظہار میں دس سال ٹھہرا رہا...... اور میں جانتا تھا کہ میرے الہام میں کوئی ابہام نہیں نہ اس میں کسی تلبیس وتخلیط کا احتمال ہے اس کے باوجود مجھے یقین تھا کہ مسلمانوں کا عقیدہ کہ حضرت مسیح ہی نازل ہوں گے، حق ہے اس میں کسی شبہ اور شک کو راہ نہیں۔

مرزا بشیر الدین محمود نے کھل کر کہا ہے کہ مرزا قادیانی پھر مجبور کر دیئے گئے کہ اپنے اس عقیدے کو بدلیں اور انہیں اپنا عقیدہ بدلنا پڑا مرزا محمود لکھتا ہے: ''نبوت اور حیات مسیح کے متعلق آپ کا عقیدہ پہلے عام مسلمانوں کی طرح تھا مگر پھر دونوں میں تبدیلی فرمائی۔''

(الفضل قادیان ج۲۹ نمبر۲۰۵ ص۴ کالم۴، مؤرخہ ۶؍ستمبر ۱۹۴۱ء خطبہ جمعہ از مولوی شیر علی)

عقیدہ بدلنے پر بھی پچھلے عقیدہ کی گنجائش رکھی

غیر الٰہی نظام میں اس طرح کے حیلے اور اس طرح کی کئی گنجائشیں رکھنی ہوتی ہیں۔ یہ صرف سچے پیغمبروں کے بول ہیں جن میں ہر طرف بات رکھنے کی کوششیں نہیں ہوتیں لیکن یہاں جو کچھ ہو رہا تھا انگریزی سیاست کے سائے میں ہو رہا تھا۔ اس لئے عقیدہ بدلنے پر بھی مرزا قادیانی نے ایک مسیح کے آنے کی کچھ گنجائش رکھی جو ظاہر احادیث کے بالکل مطابق آئے۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ''میں نے صرف مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور میرا یہ بھی دعویٰ نہیں کہ صرف مثیل ہونا میرے پر ہی ختم ہو گیا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ آئندہ زمانوں میں میرے جیسے اور دس ہزار بھی مثیل مسیح آ جائیں...... اس بیان کی رو سے ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔''

(ازالہ اوہام ص۱۹۹،۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

اپنی بات کو رکھنے کے لئے مرزاغلام احمد نے مسیح بن مریم کو ایک فرد کی بجائے ایک صفت میں ڈھالا ہے اب وہ ایک شخص نہ رہے، ایک کیفیت بن گئے جو تاریخ کے مختلف ادوار میں اپنا مورد تلاش کرتی رہی۔

حضرت مسیح کی روحانیت کے تین نزول

مرزاغلام احمد کے عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روحانیت نے اللہ تعالیٰ سے قائم مقام طلب کیا اور آنحضرت ﷺ مبعوث ہوئے گویا حضور ﷺ کی حیثیت بھی ایک مستقل پیشواء کی نہ تھی۔ آپ معاذاللہ! حضرت عیسیٰ کے قائم مقام تھے۔ حضرت مسیح کی روحانیت نے دوسرا قائم مقام طلب کیا تو مرزاغلام احمد کی بعثت ہوئی۔ پھر دنیا کے خاتمہ سے پہلے حضرت مسیح کی روحانیت اللہ تعالیٰ سے تیسرا قائم مقام طلب کرے گی۔ مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’اب غور سے اس معرفت کے دقیقہ کو سنو کہ حضرت مسیح کی روحانیت کو دومرتبہ یہ موقعہ پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا۔ اوّل جب کہ ان کے فوت ہونے پر عرصہ چھ سو برس گزر گیا...... تب ہمارے نبی ﷺ مبعوث ہوئے جن کی بعثت کی اغراض کثیرہ میں سے ایک یہ بھی غرض تھی کہ ان تمام بے جا الزاموں سے مسیح کا دامن پاک ثابت کریں اور اس کے حق میں صداقت کی گواہی دیں۔ یہی وجہ ہے کہ خود مسیح نے یوحنا کی انجیل کے ۱۶باب میں کہا ہے کہ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ مند ہے۔ کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تمہارے پاس نہ آئے گا پھر اگر میں جاؤں تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا...... یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید ہمارے مسیح خاتم الانبیاء ﷺ کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔ فالحمدللہ! پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آ گئی...... خداتعالیٰ نے اس خواہش کے موافق دجال موجودہ کے نابود کرنے کے لئے ایسا شخص بھیج دیا جو ان کی روحانیت کا نمونہ تھا۔ وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا...... یہ وہ دقیق معرفت ہے کہ جو کشف کے ذریعہ سے اس عاجز پر کھلی ہے اور یہ بھی کھلا کہ یوں مقدر ہے کہ ایک زمانہ کے گزرنے کے بعد...... پھر دنیا میں مسیح کی پرستش شروع ہوجائے گی...... پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آ کر جلالی

طور پر اپنا نزول چاہے گی۔ تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہوکر اس زمانہ کا خاتمہ ہوجائے گا۔ تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی...... مسیح کی روحانیت کے لئے یہی مقدر تھا کہ تین مرتبہ دنیا میں نازل ہو۔'' (آئینہ کمالات ص۳۴۲ تا ۳۴۷، خزائن ج۵ ص ایضاً)

اس میں صاف پایا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے عقیدہ کے مطابق قرب قیامت میں پھر ایک مسیح کا انتظار ہے وہ ایک جلالی شان کے ساتھ آئے گا۔ وہ حکم ہوگا اور اس کے آنے پر حقیقی طور پر کسرِ صلیب ہوگا اور تمام دنیا ایک مذہب میں آجائے گی۔

اسلام کے دو دور (۱) عام دور ہدایت اور (۲) خاص دور ہدایت

یہ صحیح ہے کہ پہلے تمام انبیاء کرام کا دین بھی اسلام ہی تھا گو ان کی شرائع اپنی اپنی تھیں۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ سے جس اسلام کا آغاز ہوا اور جملہ بنی نوع انسان شریعت محمدیہ کے پابند کئے گئے اس دور اسلام کے بھی دو حصے ہیں۔ پہلا دور اسلام کا عام دور ہدایت ہے جس میں یہ امت کتاب وسنت کی رہنمائی میں چلے آئی ہے۔ اس امت کے دو روشن چراغ (Head Lights) کتاب وسنت ہی رہے۔ اس دور اسلام کا دوسرا حصہ خاص دور قیامت ہے جس کی علامات صغریٰ اور علامات کبریٰ بڑی تفصیل سے حدیث کی کتابوں میں مذکور ہوئیں۔ حضرت عیسیٰ کی آمد ثانی اس دوسرے دور سے تعلق رکھتی ہے۔ قرآن کریم پورے دور اسلام کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ دور قیامت میں آنے والے حضرات (جیسے حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت مہدی) بھی کتاب وسنت کی ہی رہنمائی میں چلیں گے۔ حضرت مہدی دنیا میں کتاب وسنت کی تعلیم پائیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہبی طور پر مشکوٰۃ نبوت سے کتاب وسنت کا علم پائے ہوئے ہوں گے اور اسلام کے اس دوسرے دور میں وہ کتاب وسنت پر عمل کریں گے۔ کیونکہ یہ دور محمدی ہے جو قیامت تک وسیع ہے۔

اگر کسی سیاسی عالم نے پہلے حضرت عیسیٰ کی آمد کا انکار کیا ہے تو اس کا یہ انکار ان کے دور اوّل میں آنے کا انکار رہے تاکہ مسلمان اپنی ذمہ داریاں خود سنبھالیں، حضرت عیسیٰ بن مریم کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے نہ بیٹھے رہیں۔ آپ کے اسلام کے دور ثانی میں آنے کا انکار کسی نے نہیں کیا۔ قرآن کریم نے بھی حضرت عیسیٰ کی آمد کو علامات قیامت میں رکھا ہے۔ اسلام کے عام دور ہدایت میں ان کے آنے کا ذکر نہیں کیا۔ قیامت کب آئے گی یہ صرف اللہ کے علم میں ہے اور وہی جانتا ہے کہ حضرت مسیح کب اس دور آخر میں آسمان سے اتریں گے۔

دورِ قیامت کو چودھویں صدی میں لانے کی کوششیں

مرزا غلام احمد چونکہ اپنے آپ کو مسیح بن مریم کا قائم مقام مسیح موعود بنانا چاہتا تھا اس لئے دورِ قیامت کو چودھویں صدی میں لانا اس کی ایک ضرورت تھی۔ قرآن کریم میں علامات قیامت میں بتایا گیا تھا: ’’**واذا العشار عطلت**‘‘ کہ اس وقت اونٹیاں بیکار ہوکر رہ جائیں گی۔ مرزا قادیانی نے ریل کی ایجاد کو علامات قیامت میں جگہ دی اور مکہ اور مدینہ میں جہاں اونٹوں کی سواری عام تھی، ریل کے جاری ہونے کا اعلان کردیا۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بیکار ہوگئے اور پیش گوئی آیت کریمہ: ’’**واذا العشار عطلت**‘‘ پوری ہوئی اور پیش گوئی حدیث: ’’**ولیترکن القلاص فلا یسعی الیہا**‘‘ نے اپنی پوری پوری چمک دکھلادی۔ یہاں تک کہ عرب وعجم کے ایڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہورہی ہے، یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا نشان ہے۔‘‘ (ضمیمہ نزول مسیح ص۲، خزائن ج۱۹ ص۱۰۸)

’’احادیث میں آیا تھا کہ مسیح کے وقت میں اونٹ ترک کئے جائیں گے اور قرآن شریف میں بھی وارد تھا: ’’**واذا العشار عطلت**‘‘ اب یہ لوگ دیکھتے ہیں کہ مکہ اور مدینہ میں بڑی سرگرمی سے ریل تیار ہورہی ہے اور اونٹوں کے الوداع ہونے کا وقت آ گیا۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۸، خزائن ج۱۷ ص۴۹)

’’یہ پیش گوئی اب خاص طور پر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ریل تیار ہونے سے پوری ہوجائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہوکر مدینہ میں آئے گی وہی مکہ معظّمہ میں آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہوجائے گا۔‘‘

(تحفہ گولڑویہ ص۶۴، خزائن ج۱۷ ص۱۹۵)

اب اس تحریر پر تقریباً سو سال ہورہے ہیں اور تاریخ گواہ ہے کہ اب تک مکہ اور مدینہ میں ریل نہیں چلی اور اب تو پندرہویں صدی ہجری بھی شروع ہوچکی ہے۔

جب مرزا غلام احمد علامات سے مسیح موعود بننے میں ناکام رہا تو پھر اس نے حضور ﷺ کے نام سے ایک جھوٹ گھڑا کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا حالانکہ

حضور ﷺ نے ایسا کہیں نہیں کہا تھا۔ جب کسی کو بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو مسیح کا بطور علامت قیامت آنا کیونکر کسی صدی میں متعین کیا جاسکتا تھا۔ تاہم یہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد نے احادیث صحیحہ کے عنوان سے یہ جھوٹ گھڑا اور حضور ﷺ پر افتراء باندھا اور کہا: ''احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کا کہتی ہیں کہ تیرہویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے۔ پس کیا اس عاجز کا یہ دعویٰ اس وقت عین اپنے محل اور اپنے وقت پر نہیں؟ کیا یہ ممکن ہے کہ فرمودہ رسول اللہ ﷺ خطاء جائے۔ میں نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ اگر فرض کیا جائے کہ چودہویں صدی کے سر پر مسیح موعود پیدا نہیں ہوا تو آنحضرت ﷺ کی کئی پیش گوئیاں خطاء جاتی ہیں۔'' (آئینہ کمالات ص۳۴۰، خزائن ج۵ ص۳۴۰)

وہ یہ بھی لکھتا ہے: ''ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا اور چودہویں صدی کا مجدد ہوگا۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۱۸۸، خزائن ج۲۱ ص۳۵۹)

اس نے یہ بھی لکھا: ''اس امر کا قطعی ثبوت ہے کہ مسیح موعود کا ظہور چودہویں صدی کے سر پر ہونا ضروری تھا...... وہ مسیح موعود جس کا آنا چودہویں صدی کے سر پر مقدر تھا وہ میں ہی ہوں۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۳۵، ۳۶، خزائن ج۱۷ ص۱۴۶-۱۴۸)

قطعی بات کن کی ہوتی ہے؟ انبیاء کی۔ وہ خدائی بول سے بولتے ہیں اولیاء کی بات قطعی درجے میں نہیں ہوتی۔ قادیانیوں نے اربعین کے دوسرے ایڈیشن میں لفظ انبیاء کو اولیاء کے لفظ سے بدلا مگر آگے قطعی کا لفظ بدلنا انہیں یاد نہ رہا۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ پیچھے انبیاء کا لفظ تھا یہ صرف انبیاء ہیں جن کی بات قطعی مہر کہلا سکتی ہے۔

مرزا قادیانی نے لکھا: ''اولیاء گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگادی کہ وہ چودہویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔''

(اربعین نمبر۲ ص۲۳، خزائن ج۲ ص۳۷۱)

چودہویں صدی پر اس قدر زور کیوں دیا جارہا ہے۔ یہ اس وقت کی ایک سیاسی ضرورت تھی اور انگریز حکومت کو اس کی طلب تھی۔

مسیح موعود کے لئے چودہویں صدی کا تعین

یہ وہ دور ہے جب ہندوستان میں انگریزوں نے اپنے پاؤں جمالئے تھے اور وہ

ایسٹ انڈیا کمپنی سے چل کر پورے ہندوستان کے تاجور ہوگئے تھے مگر وہ ہندوستان میں آزادی کی روز روز کی نئی تحریکوں سے بری طرح خائف تھے۔ انہوں نے حکومت مسلمانوں سے چھینی تھی اور میر جعفر اور میر صادق جیسے مسلمانوں نے انہیں تخت ہند کا وارث بنایا تھا اس لئے یہاں جو بھی آزادی کی تحریک اٹھتی اس میں زیادہ تر مسلمان ہی آگے آگے ہوتے تھے اور انگریز اس کوشش میں رہتے تھے کہ اب پھر ہمیں کوئی میر صاحب آملیں:

میں اگر سوختہ ساماں ہوں تو یہ روز سیاہ
خود دکھایا ہے میرے گھر کے چراغاں نے مجھے

اس تاریخی پس منظر میں انگریز حکومت مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور نعرہ تکبیر سے سخت خائف تھی اس لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کے اس جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے خود اسلام کی رو سے ان کے عقیدہ جہاد کو ختم کیا جائے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق صرف دور مسیح ہے جب تمام ملتیں ایک ہو جائیں گی اور جہاد کی ضرورت نہ رہے گی۔ معلوم نہیں یہ مسئلہ انگریزوں کو کس نے بتلایا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اسے ہندوستان میں مرزا غلام احمد نے اس طرح عوامی شہرت دی۔

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفےٰ
عیسٰی مسیح جنگوں کا کردے گا التواء
اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب کوئی تم پر جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ وصوم سے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص۲۷،۲۸، خزائن ج۱۷ ص۷۸،۷۹)

آخری شعر میں غیر قوم سے انگریز مراد ہیں۔ غیر مسلم ’’**اولی الامر منکم**‘‘ میں داخل نہیں ہیں مسلمان اولی الامر میں سے ہیں۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ وہ تم پر کوئی جبر نہیں کررہے نہ وہ روزہ ونماز سے روکتے ہیں۔ لہٰذا اب مسلمانوں میں جہاد کی کوئی حاجت نہیں رہی اب تم خوشی سے انگریزی سلطنت کو قبول کرلو اور انگریزوں کو اپنے اولی الامر میں داخل کرلو۔

چودھویں صدی ہجری میں انگریزوں کی یہ ایک سیاسی ضرورت تھی جو صرف اس صورت میں پوری ہوسکتی تھی کہ مسیح اس وقت آئے اور یہ ضرورت مرزا غلام احمد کے ذریعہ پوری ہوئی۔

یہ وہ حالات تھے جنہوں نے مرزا غلام احمد کو مسیح موعود ہونے کے دعوے پر آمادہ کیا اور یہی وہ غرض تھی جس کے لئے اس نے حضور ﷺ کے نام پر یہ حدیث گھڑی کہ مسیح جس کا احادیث میں وعدہ کیا گیا ہے، وہ چودہویں صدی میں آئے گا۔ **نعوذ باللہ من ذالک الافتراء!**

بدنی اور مالی جہاد کو جہاد بالقلم میں تبدیل کرنے کی تحریک

قرآن کریم نے انہی مجاہدین کو فضیلت دی ہے جو اللہ کی راہ میں مالی اور جانی جہاد کرتے ہیں۔ اس حکم جہاد کو یکسر جہاد بالقلم میں بدل دینا یہ اس اہم رکن اسلام کی تحریف ہے۔ قرآن کریم نے جان ومال کی تصریح سے مجاہدین کی فضیلت بیان کی ہے۔

’’فضل اللہ المجاھدین باموالھم وانفسھم علی القاعدین درجۃ‘‘ (النساء:۹۵)

(ترجمہ) درجہ میں اللہ نے بڑائی دی اور اپنی جانوں سے لڑنے والوں کو ان پر جو بیٹھ رہے۔

مرزا غلام احمد کی یہ تجویز کہ اب ہم صرف جہاد بالقلم سے کام لیں تلوار سے جہاد کرنا اب نہیں رہا۔ یہ بھی نیک نیتی پر مبنی نہ تھی۔ اس نے پادریوں کے خلاف جو کچھ لکھا وہ بھی اس خیال سے کہ کہیں مسلمان پادریوں کی سخت زیادتیوں سے جہاد بالسیف کا اعلان نہ کردیں۔ سو اس نے جو کچھ بھی لکھا وہ مسلمانوں کے جوش کو ٹھنڈا کرنے کے لئے تھا، نا کہ اس میں اسلام کی خدمت پیش نظر تھی۔ مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔‘‘

(اشتہار حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست ضمیمہ نمبر۳ ملحقہ تریاق القلوب، خزائن ج۱۵ ص۴۹۱)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے خود اپنی نیت اگل دی ہے۔ اب ہمیں اس پر کسی مزید تبصرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

مسیح موعود ہونے کے نشان دکھلانا بھی گورنمنٹ کے حکم سے ہوتا تھا

مرزا غلام احمد کا یہ اعلان کہ میں سلطنت برطانیہ کے ماتحت بھیجا گیا ہوں تقاضا کرتا ہے کہ وہ جتنی باتوں میں آسمانی نشان دکھائے گا وہ سب گورنمنٹ کے حکم سے ہوں گے۔ چنانچہ مرزا قادیانی نے اشتہار دیا: ’’میں انگریزی سلطنت کے ماتحت مبعوث کیا گیا اور یہ

سلطنت رومی سلطنت کے مشابہ ہے اور مجھے امید ہے کہ اس سلطنت کے میرے ساتھ شاہانہ اخلاق رومی سلطنت سے بہتر ہوں گے۔‘‘

(اشتہار واجب الاظہار ص۳ مؤرخہ ۴؍نومبر ۱۹۰۰ء ملحقہ تریاق القلوب، خزائن ج۱۵ ص۵۲۴)

پھر یہ بھی بتایا کہ اس کی ہر آسمانی کارروائی انگریزی گورنمنٹ کے حکم سے ہوا کرے گی۔ مرزا قادیانی نے لکھا: ’’یہ مدعی یعنی یہ عاجز گورنمنٹ کے حکم سے ایک سال کے اندر ایک ایسا آسمانی نشان دکھلاوے ایسا نشان جس کا مقابلہ کوئی قوم اور کوئی فرقہ جو زمین پر رہتے ہیں نہ کر سکے۔‘‘ (اشتہار عاجزانہ درخواست ضمیمہ نمبر۳ تریاق القلوب، خزائن ج۱۵ ص۴۹۴)

آسمانی نشان آسمانی مرتبے کے لئے ہوتے ہیں

دنیا میں جو بھی پیغمبر آئے، آسمانی نشان ان کی صداقت کے لئے ظاہر ہوتے رہے۔ مرزا غلام احمد کا اصل دعویٰ نبوت کا نہ تھا نہ وہ نئے سرے سے بطور ایک نبی کے آنے کا مدعی تھا وہ اپنے لئے مسیح موعود کے ضمن میں نبی ہونے کا مدعی تھا اور اسی دعویٰ نبوت نے آہستہ آہستہ ان کے حلقے میں مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت کو چیلنج کیا تھا۔ اصل نبوت اکتساب سے نہیں ملتی۔ مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ مجھے نبوت حضور ﷺ کی کامل اتباع سے ملی ہے۔ قرآن وحدیث میں اس نئی نبوت کا کہیں ذکر نہیں۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ پر جب اصل سلسلہ نبوت ہی ختم ہولیا تو نبوت کے اس قسم کے متشابہات کسی کونے میں کیسے باقی رہ سکتے ہیں۔ ایسے احتمالات کے ہوتے ہوئے عقیدہ ختم نبوت میں قطعیت کیسے آسکتی تھی۔ حالانکہ امت نے عقیدہ ختم نبوت کے ہر دور میں ایک نہایت قطعی اور واضح صورت میں اختیار کیا ہے۔ یہ عقیدہ متشابہات کے پیرایہ میں نہیں تھا کہ جب چاہو اسے موم کی طرح موڑلو۔

پیش گوئیوں کا مصداق ان کے وقوع سے پہچانا جاتا ہے

مسلمانوں کو قادیانیوں سے عقیدہ ختم نبوت پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے آپ کو مسیح موعود کہتا ہے۔ اب اسے ایک ہی بات کا حق رہتا ہے کہ اپنے لئے مسیح موعود کے آسمانی نشان ثابت کرے لوگوں کو اپنی پیش گوئیوں کی طرف توجہ دلائے اور انہیں سچ ثابت کرے۔ اس کے پیروؤں کو بھی نہ چاہئے کہ ختم نبوت اور حیات مسیح کے مسائل میں لوگوں کا وقت ضائع کریں۔ اسی ایک موضوع پر ان کی تحریریں یا تقریریں ہوں یا

مناظرے ہوں کہ کیا مرزا غلام احمد میں وہ تمام علامات پائی گئی ہیں جو قرآن وحدیث میں مسیح موعود کے بارے میں بتائی گئی تھیں۔ مسیح ناصری (حضرت عیسیٰ بن مریم) پر گزرے ہوئے واقعات اوران کے رفع ونزول کی بحثوں میں نہ پڑیں صرف ایک ہی موضوع پر رہیں کہ غلام احمد کی زندگی نے ان علامات کی تصدیق کی یا نہ جو مسیح موعود کے بارے میں بتلائی گئی تھیں۔

قرآن وحدیث میں رفع مسیح کی ساری بحث مسیح ناصری سے متعلق ہے جس سے مرزا غلام احمد کا کوئی تعلق نہیں سواس پر قادیانیوں کو اپنا وقت ضائع نہ کرنا چاہئے وہ رفع مسیح کی بحث میں اپنا اور مسلمانوں کا وقت فضول ضائع کرتے ہیں۔

رفع مسیح کی بحث مسلمانوں کی اپنی پیدا کردہ نہیں

مسلمان حضرت عیسیٰ کے رفع کو مسیح ناصری سے جوڑتے ہیں اور اس میں قادیانیوں کو بھی اختلاف نہیں وہ اسے مرزا غلام احمد سے متعلق نہیں کرتے تاہم یہ بات اپنی جگہ حقیقت ہے کہ مسیح کی بحث میں رفع کا لفظ مسلمانوں کا پیدا کردہ نہیں یہ بات پہلے (قرآن نازل ہونے سے پہلے) سے چلی آرہی تھی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان پر اٹھالئے گئے اور یہودی جو سمجھتے ہیں کہ ہم نے ان کو قتل کر دیا، یہ صحیح نہیں۔ حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے رفع عیسیٰ بن مریم کا ذکر اہل کتاب میں عام تھا۔

عیسائیوں کا عقیدہ رفع مسیح جو نزول قرآن سے پہلے موجود تھا

بائبل میں ہے: ’’غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا اور خدا کی داہنی طرف بیٹھ گیا اور پھر انہوں نے نکل کر ہر جگہ منادی کی اور خداوند ان کے ساتھ کلام کرتا رہا۔‘‘ (انجیل مرقس باب ۱۶ درس ۱۹، ۲۰)

’’پھر وہ انہیں بیت عیناہ کے سامنے تک باہر لے گیا اور اپنے ہاتھ اٹھا کر انہیں برکت دی جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا اور اس کو سجدہ کر کے بڑی خوشی سے یروشلم کو لوٹ گئے اور ہر وقت ہیکل میں حاضر ہو کر خدا کی حمد کیا کرتے تھے۔‘‘ (انجیل لوقا باب ۲۴ درس ۵۰-۵۳)

ان لفظوں پر غور کریں۔ ایسا ہوا ان سے جدا ہو گیا اور آسمان پر اٹھایا گیا، جدا کون ہوتا ہے؟ بدن اور اٹھایا کیا جاتا ہے؟ بدن۔ یہاں اٹھایا کون گیا؟ مسیح۔ ’’ببدنہ وروحہ وکان حیاً‘‘

قرآن پاک نے عقیدہ رفع کا کھلا انکار کیوں نہیں کیا

عیسائیوں کا جب یہ رفع مسیح کا عقیدہ موجود تھا تو قرآن کریم نے ان کے اس رفع جسمانی کے عقیدہ کی تردید کیوں نہ کی؟

آسمانی کتابیں پہلے قائم شدہ غلط عقیدوں کی تردید کرتی ہیں۔ قرآن پاک اترنے سے پہلے عیسائیوں میں یہ پانچ عقیدے نہایت پختہ پیرائے میں پائے جاتے تھے اور انہی سے یہ دین نصاریٰ پہچانا جاتا تھا۔

۱...... حضرت عیسیٰ خدا ہیں اور خدا انسانی پیرائے میں اترا۔

تردید از قرآن: ’’**لقد کفر الذین قالوا انّ اللہ ھو المسیح بن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئا ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم**‘‘ (المائدہ:۱۷)

(ترجمہ) بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا آپ کہہ دیں پھر کسی کا کچھ بس چلتا ہے اللہ کے آگے اگر وہ چاہے کہ وفات دے مسیح بن مریم کو۔

۲...... خدا تین سے مل کر ایک بنا۔ باپ، بیٹا اور روح القدس یہ ان کا عقیدہ تثلیث تھا۔

تردید از قرآن: ’’**لقد کفر الذین قالوا انّ اللہ ثالث ثلٰثہ ومامن الٰہ الّا الٰہ واحد**‘‘ (المائدہ:۷۳)

(ترجمہ) بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک اور نہیں کوئی عبادت کے لائق مگر ایک۔

۳...... حضرت مسیح خدا کے بیٹے ہیں۔

تردید از قرآن:

(۱) ’’**وقالت النصاریٰ المسیح ابن اللہ ذالک قولھم بافواھھم**‘‘ (التوبہ:۳۰)

(ترجمہ) اور کہا عیسائیوں نے مسیح بیٹا اللہ کا ہے۔ یہ ان کی اپنی بات ہے ان کے منہ کی۔

(۲) ’’**انّی یکون لہ ولد ولم تکن لہ صاحبہ**‘‘ (الانعام:۱۰۱)

(ترجمہ) اس کو کیسے ہو بیٹا اور نہیں اس کی بیوی۔

(۳)’’وانّہ تعالٰی جد ربّنا ما اتخذ صاحبۃ ولا ولداً‘‘ (الجن:۳)
(ترجمہ)اور یہ کہ اونچی ہے شان ہمارے رب کی نہیں رکھی اس نے کوئی بیوی اور نہ بیٹا۔
(۴)’’لم یلد ولم یولد‘‘ (اخلاص:۳)
(ترجمہ)نہ اس نے کوئی جنا اور نہ جنا گیا۔
۴...... حضرت عیسیٰ بن مریم نے سولی پر جان دی اور سولی سے ہی ان کی موت ہوئی یہ عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ تھا۔
تردید از قرآن:’’ماقتلوہ وما صلبوہ‘‘ (النساء:۱۵۷)
(ترجمہ)اور نہ انہوں نے اسے مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا۔
یہ ترجمہ نہیں کہ سولی نہیں دیا بلکہ یہ ہے کہ سولی پر نہیں چڑھایا، سولی دینا عام ہے چڑھانے کو اور مارنے کو یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عیسیٰ مصلوب ہوکر عیسائیوں کے گناہ دھو گئے اسی عقیدہ صلیب پر مبنی ہے گناہگاروں کے گناہ کسی بے گناہ پر نہیں اتارے جاسکتے یہ عین ظلم ہے اور یہ خدا سے صادر ہو یہ ناممکن ہے۔قرآن اس عقیدے کی بھی تردید کرتا ہے:’’ولا تزر وازرۃ وزر اخریٰ‘‘ (الاسراء:۱۵، الفاطر:۱۸، الزمر:۷)
(ترجمہ)اور نہ اٹھائے کوئی بوجھ اٹھانے والی بوجھ کسی دوسرے کا۔
’’فمن یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراًیرہ‘‘
(زلزال:۷،۸)
(ترجمہ)سو جو کوئی تھوڑی سی بھی خیر کرے وہ اس کا پھل دیکھے گا اور جو کوئی برائی کرے وہ اس کی سزا پائے گا۔
۵...... حضرت عیسیٰ(مصلوب ہونے کے بعد)پھر زندہ ہوئے اور زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے۔
قرآن کریم نے رفع مسیح کی تردید نہ کی بلکہ الٹا توثیق کردی۔’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ‘‘ (النساء:۱۵۷)
(ترجمہ)اور یہ بات یقینی ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اسے تو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا ہے قرآن نے جس طرح ان کے پہلے پانچ عقیدوں کی کھلے الفاظ میں تردید کی ہے۔اگر ان کا عقیدہ’’رفع مسیح بجسدہ وروحہ‘‘ بھی ان کے دوسرے عقیدوں کی طرح غلط ہوتا تو قرآن یہاں بھی’’ما رفع‘‘ کے الفاظ سے اس کی تردید کرتا تاکہ رفع کی بنیاد

ہی اکھڑ جائے۔ قرآن نے ان کے عقیدہ رفع کی تردید نہیں کی بلکہ اس کے برعکس آپ کے رفع کا اثبات فرمایا اور بتایا ''رفعه الله الیه'' اور یہ بھی فرمایا کہ ایسا نہ کہنا کہ ایسا کیسے درست ہوسکتا ہے۔ یادرکھو کان الله عزیزاً حکیما اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا۔

ہم ان شاء اللہ العزیز! آگے جاکر اس کی مزید وضاحت کریں گے۔

مرزا غلام احمد کا دعویٰ کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ عیسائیوں سے آیا

مرزا غلام احمد لکھتا ہے کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ عیسائیوں سے آیا ہے۔ عیسائیوں کا عقیدہ رفع مسیح اتنا معروف اور نمایاں تھا کہ کئی صحابہ بھی ان کے زیر اثر حضرت عیسیٰ کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے عقیدہ پر آ گئے تھے۔ ہم کہتے ہیں کیا کوئی ان میں سے حضرت مسیح کے صلیب دیئے جانے کا بھی قائل ہوا؟ (وہ بدوں موت ہو یا بالموت؟) ہرگز نہیں۔ اس کی کیا وجہ؟ یہ اس لئے کہ قرآن ''ماقتلوه وما صلبوه'' کہہ کر اس کی تردید کر چکا تھا۔ اب بتایئے کئی صحابہ جو حضرت مسیح کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کے قائل ہوگئے وہ کیوں؟ اس کا سبب کیا ہوسکتا ہے؟ یہی نا کہ قرآن نے عیسائیوں کے عقیدہ رفع کی صریح الفاظ میں کہیں تردید نہیں کی بلکہ ''بل رفعه الله'' کہہ کر الٹا اس کا اثبات کر دیا۔

عیسائی جب پہلے ہی اس عقیدہ پر چلے آرہے تھے کہ حضرت عیسیٰ بجسدہ وروحہ زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے ہیں اور رفع مسیح وقت کی ایک اصطلاح بن چکا تھا تو قرآن کریم نے اس کی تردید کیوں نہ کی۔ کیا یہ وقت کا تقاضا نہ تھا؟ کلام بلیغ وہ ہوتا ہے جو مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ قرآن پاک فصاحت وبلاغت میں حد اعجاز کو پہنچا ہوا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس نے ''بل رفعه الله'' کے الفاظ اس تناظر کو یکسر نظرانداز کر کے کہے ہوں جو رفع مسیح کے عنوان سے پہلے سے موجود اور قائم تھا۔ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ عیسائیوں کا یہ عقیدہ حق ہو اور قرآن نے بھی اس کا اثبات کیا ہو یہی مقتضائے حال تھا اور قرآن پاک نے صریح لفظوں میں عقیدہ رفع مسیح کی تصدیق کر دی۔ ہاں! صرف اتنے حصے میں اختلاف تھا کہ عیسائی ان کے بعد وفات آسمانوں پر جانے کے قائل ہوئے اور مسلمانوں نے ان کے بدوں صلیب آسمانوں پر جانے کا عقیدہ اپنایا قرآن نے ان کے صلیب پر جانے کی کھلی تردید کر دی ہے۔

قادیانی مناظرین ’’بل رفعہ اللہ‘‘ کی جو بھی تاویل کریں وہ اپنی جگہ لیکن یہ انہیں ماننا پڑے گا کہ ان کی تاویلات کے اندھیرے میں قرآن کریم مقام بلاغت سے یکسر گرتا ہے کہ اس نے اتنی اہم بات جو ایک تاریخی درجہ بھی رکھتی ہے، اس تناظر اور مقتضائے حال کے بغیر کہی جو پہلے سے قرآن کے اترتے وقت موجود تھا۔

مرزاغلام احمد کا دعویٰ کہ مسلمانوں میں یہ عقیدہ ابتداء سے ہی آ گیا تھا

مرزاغلام احمد کے خیال میں مسلمانوں میں اس عقیدے کا آنا کوئی بڑی غلطی نہ تھی۔ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ایک تاریخی واقعہ میں اتنا بڑا اختلاف کہ حضرت مسیح بجسدہ وروحہ آسمانوں پر اٹھائے گئے یا صرف ان کے درجات ہی بلند ہوتے رہے اسے آپ نے ایک معمولی غلطی کیونکہ کہہ دیا؟ معلوم ہوتا ہے کہ اندر سے وہ بھی یہی سمجھ رہے ہیں کہ قرآن کریم نے رفع مسیح کے واقعہ میں عیسائیوں کی کھلے طور پر تردید نہیں کی سو اس میں گنجائش رہی کہ بعض صحابہ اس عقیدے پر آ جائیں جو پہلے سے حضرت مسیح کے آسمانوں پر زندہ اٹھائے جانے کا چلا آ رہا تھا۔ اگر قرآن پاک نے یہاں یہ نرم پالیسی نہ رکھی ہوتی تو مرزا قادیانی رفع مسیح کے اس عقیدہ کی غلطی کو ایک معمولی غلطی نہ کہتے۔ مرزاغلام احمد لکھتا ہے:

رفع مسیح کے عقیدہ میں اس امت کے کئی اولیاء بھی گھرے رہے اس کی وجہ صرف یہی رہی کہ یہ کوئی بڑی غلطی نہ تھی۔

مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’کئی خواص اور اولیاء اور اہل اللہ کا یہی خیال تھا اگر یہ کوئی ایسا اہم امر ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسی زمانہ میں اس کا ازالہ کر دیتا۔‘‘

(احمدی اور غیر احمدی میں کیا فرق ص۲، خزائن ج۲۰ ص۶۴۴ ملخص)

سو یہ حقیقت ہے کہ مرزاغلام احمد کے ہاں یہ کوئی بڑی غلطی نہ تھی اور نہ یہ کوئی ایسا موضوع ہے کہ اس پر بحثیں اور مناظرے کئے جائیں۔

رفع مسیح کے عقیدہ میں کون کون غلطی کا شکار ہوئے؟

۱...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس بات کے قائل رہے کہ اسی مسیح نے قرب قیامت میں آنا ہے جسے پہلے اٹھایا گیا تھا۔ اس پر مرزاغلام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اپنا غصہ یوں نکالا: ’’میں کہتا ہوں کہ اگر ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنی

کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام پر محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جوامور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہ ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے ابوہریرہ کا اپنا قول رد کرنے کے لائق ہے۔ کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے فرمودہ کے مقابل پر ہیچ اور لغو ہے اور اس پر اصرار کرنا کفر تک پہنچ سکتا ہے جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہئے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردی متاع کی طرح پھینک دے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۲۳۴،۲۳۵ خزائن ج۲۱ ص۴۱۰)

لیکن مرزاغلام احمد نے یہ نہ سوچا کہ جب حضرت ابوہریرہ ؓ نے ’’فاقرؤا ان شئتم من القرآن ‘‘پڑھ کر اپنا عقیدہ بیان کیا تھا تو اس وقت کئی دوسرے صحابہ ؓ بھی تو اسے سننے والے تھے کیا کسی نے حضرت ابوہریرہ ؓ کے اس استدلال کی تردید کی؟ اگر نہیں تو اسے صرف حضرت ابوہریرہ کا عقیدہ کیونکہا جائے۔ اس وقت صحابہ کی اس خاموشی کو اس مسئلے پر اجماع صحابہ تسلیم کیا جائے گا۔ سو صحابہ کرام پہلا طبقہ ہیں جو بقول مرزاغلام احمد کے اس معمولی غلطی کا شکار ہوئے۔ پھر صحابہ ؓ کے شاگردوں میں اجلہ اہل علم مسروق (۶۲ھ)، حضرت مجاہد (۱۰۰ھ)، حضرت قتادہ (۱۰۷ھ)، حضرت سعد بن جبیر (۹۵ھ)، سعید بن المسیب (۹۳ھ)، حسن بصری (۱۱۰ھ) کیا اس عقیدے پر نہ رہے اور کیا انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے زندہ آسمانوں پر اٹھائے جانے کا عقیدہ اختیار نہ کیا؟ کچھ تو انصاف کیجئے؟

امت کے تمام مجددین بھی اسی غلطی پر رہے

۲...... اسلام میں مجددین کا ایک اپنا سلسلہ ہے یہ حضرات اس لئے آتے ہیں کہ اس امت میں جو غلطی راہ پا جائے وہ اس میں دین کو نکھاریں اور امت اس غلطی سے ہٹ جائے۔ کیا اسلام کی پہلی بارہ صدیوں میں کسی مجدد نے بھی مسلمانوں میں پیدا ہونے والی اس غلطی کی نشان دہی کی اور مسلمانوں میں حضرت عیسیٰ بن مریم کے عدم رفع کی تحریک اٹھائی؟ مرزا قادیانی تو اسے ایک معمولی غلطی کہہ کر ٹال دیں گے لیکن سلسلہ مجددین پر یقین رکھنے والے اسے کسی درجہ میں غلطی کہنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔

۳...... اس امت کے تمام علماء عربیت بھی اسی غلطی میں رہے

قادیانیوں سے جب کبھی حضرت عیسیٰ بن مریم کے رفع ان کی حیات اور ان کے

نزول پر بحث ہوتی ہے اوراس میں توفی اور رفع ونزول کے الفاظ زیر بحث آتے ہیں تو قادیانی لغت کے مباحث میں بھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ بات انہوں نے اپنے عقیدہ کی روشنی میں کہی ہے یہ کہہ کر وہ قاضی بیضاوی، ابن حیان اندلسی، علامہ زمخشری، علامہ ابوالبقاء جیسے علماء عربیت کو ماننے سے بھی انکار کردیتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے رفع ونزول اور توفی کے باب میں یہ سب علماء عربیت اورائمہ لغت بھی اس غلطی کا شکار رہے اوران کے ہاں ان کا اپنا علم انہیں اتنی بھی روشنی نہ دے سکا کہ وہ لفظ توفی کی عربیت کو سمجھ پاتے اوراس کی لغت کے بیان میں ان کی یہ غلطی مزاحم نہ ہوتی۔

۴......اس امت کے جلیل القدر مفسرین صدی واراس غلطی میں رہے

مرزاغلام احمد نے بڑی محنت سے قرآن پاک سے تیس ایسی آیات نکالی ہیں جو اس کے بقول حضرت عیسیٰ کی طبعی وفات اور ’’عدم رفع الی السماء‘‘ کی خبر دیتی ہیں۔ اس امت میں ہر صدی میں بڑے جلیل القدر مفسرین گزرے ان میں سے کسی نے بھی ان تیس آیات میں سے کسی آیت کے ذیل میں ’’رفع عیسیٰ بن مریم بجسدہ وروحہ‘‘ کے اس عقیدہ کی تردید نہیں کی۔ قادیانیوں کو جب یہ کہا جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ چونکہ ان حضرات مفسرین کا پہلے سے یہ عقیدہ عیسائیوں سے متاثر تھا۔ اس لئے انہوں نے ان تیس آیات کے اس استدلال پر نظر نہ کی جو تیرہ سو سال بعد مرزا قادیانی کو ان آیات میں نظر آیا بلکہ ایک مدت تک وہ ’’ملھم من اللہ اور مامور من اللہ‘‘ ہونے کے دعوے کے باوجود خود بھی اسی عقیدہ پر رہا اوراس کی اپنی مجددیت بھی اسے اس عقیدے سے نہ ہٹاسکی۔ یہاں تک کہ وحی نبوت نے اسے اس کی اس غلطی پر متنبہ کیا اور پھر اس کو ان تیس آیات میں حضرت عیسیٰ کے آسمانوں پر نہ جانے کا عقیدہ دکھائی دیا۔

اس صورت حال پر جہاں تک غور کیا جائے تو یہ بات یہی ذہن میں آتی ہے کہ اگر قرآن کریم عیسائیوں کے دوسرے عقیدوں کی طرح ان کے عقیدہ رفع مسیح کی بھی عبارۃ النص سے تردید کردیتا تو آج حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی پوری کی پوری امت رفع عیسیٰ بن مریم کے اس عقیدے پر نہ ہوتی جو عیسائیوں میں پہلے سے موجود تھا یا کم ازکم اتنا ہوتا کہ قرآن کریم اس مسئلے میں پہلے سے قائم شدہ اصطلاح رفع (اوپر اٹھائے جانے) کو چھوڑ کر

کسی دوسرے لفظ سے حضرت عیسیٰ بن مریم کے درجات کے بلندی ذکر کرتا ہے۔ کیا ان کی بلندی درجات کے لئے کوئی اور لفظ نہ مل سکتا تھا۔ قرآن کریم ''بل رفعہ اللہ الیہ'' کے الفاظ سے پہلے سے قائم شدہ غلط عقیدے کی تائید سے بچ جاتا۔ کیا قرآن اس درجہ بلاغت پر نہیں کہ اس کا کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو؟ کلام بلیغ کسے کہتے ہیں؟ وہ جو مقتضائے حال کے مطابق ہو۔

اس مقدمہ میں اس مسئلے کی تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں۔ ہم اسے ان شاءاللہ ''رفع عیسیٰ بن مریم'' کے عنوان سے کہیں آگے جاکر بیان کریں گے۔ یہاں ہم قادیانیوں کے اختلاف کا تھوڑا سا علمی جائزہ لیتے ہیں اس سے آپ ان کی علمی سطح کا بھی کچھ جائزہ لے سکیں گے۔

قادیانیوں کے اختلاف کا علمی جائزہ

رفع مسیح سے انکار کرنے کے لئے قادیانیوں نے قرآن کی پانچ آیات پر زبردست جنگی مشقیں کی ہیں۔ تاہم وہ ان میں کہیں جیت نہیں سکے حق کی شان ہے کہ وہ اونچا رہے اور باطل کا نصیب ہمیشہ رسوائی رہی ہے۔ وہ پانچ مظلوم آیات جنہیں قادیانیوں نے توفی اور رفع کے معنی بدلنے میں بری طرح تحریف کا نشانہ بنایا ہے، یہ ہیں:

۱...... ''واذ قال اللہ یاعیسیٰ انّی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا'' (آل عمران:۵۵)

۲...... ''وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم...... وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ'' (النساء:۱۵۷، ۱۵۸)

۳...... ''وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً'' (النساء:۱۵۹)

۴...... ''کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیھم'' (المائدہ:۱۱۷)

۵...... ''ولمّا ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منہ یصدّون'' (الزخرف:۵۷)

۶...... ''وانّہ لعلم للساعۃ فلا تمترنّ بھا'' (الزخرف:۶۱)

ان میں پہلی اور چوتھی آیت میں توفی کی بحث قدر مشترک ہے۔ متوفیک کا

وعدہ توفیتنی میں پورا ہوتا بتلایا گیا ہے۔ پہلی آیت میں رافعک اوردوسری آیت میں رفعه الله کی بحث مشترک ہے رافعک کا وعدہ رفعه الله میں پورا ہوتا بتلایا گیا ہے۔ تیسری اور پانچویں آیتوں میں عیسیٰ بن مریم قیامت کا ایک نشان بتائے گئے ہیں جن پر آخری دور میں تمام اہل کتاب صحیح پیرایہ میں ایمان لے آئیں گے۔

سو بنیادی طور پر یہاں تین آیتیں ہی زیر بحث رہیں کیونکہ باقی دو کے مضامین ان تین میں بھی آ گئے ہیں۔ ان آیات کی صحیح تفسیرات تو اپنے اپنے مقام میں سامنے آئیں گی لیکن یہاں ہم قادیانیوں کی بے چارگی اور پریشانی کو صرف اس حد تک ذکر کئے دیتے ہیں کہ وہ ان کے تراجم پر بھی ایک نہیں ہو سکے۔ غیر الٰہی سلسلے کی یہ ایک پہچان ہے کہ وہ ایک بات پر جم نہیں پاتے۔ **ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافاً کثیراً!**

مثلاً: آیت نمبر۳: ’’**وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته**‘‘ (نساء:۱۵۹)

یہاں مضارع مؤکد بہ نون ثقیلہ میں ایک اگلے دور کی خبر دی گئی ہے کہ ایسا ضرور عمل میں آئے گا۔

ترجمہ از حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ (۱۲۳۰ھ)

اور جو فرقہ ہے کتاب والوں میں سو اس پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا ان کا بتانے والا۔

۱...... اب قادیانیوں کے مولوی مبارک علی سیالکوٹی کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ’’اور ان اہل کتاب میں سے ہر ایک شخص کے لئے ضروری ہے کہ اپنے جانے سے (اپنے مرنے سے) پہلے تسلیم کرے کہ مسیح کی ہڈی نہیں توڑی گئی وہ صلیب پر نہیں مرا۔‘‘ (القول الجمیل ص۲۸)

مولوی صاحب نے لیؤمنن کو امر غائب کا صیغہ سمجھ لیا ہے چونکہ نون تاکید امر غائب میں لازم زیر والا ہوتا ہے جیسے لیضربنّ (وہ ضرور مارے) یہاں لام مکسور نہیں زبر والا ہے لیؤمنن به میں یہ قسم ہے لام کے اوپر زبر ہے یہاں زیر نہیں۔ مولوی مبارک علی نے ذرا غور نہیں کیا نہ ان کو یہ زبر نظر آئی۔

۲...... دہلی میں ایک مباحثہ مرزا غلام اور مولانا محمد بشیر سہسوانی میں ہوا تھا اور مولانا سہسوانی نے مرزا قادیانی کے سامنے لیؤمنن کے نون ثقیلہ کی بحث چھیڑی تھی۔ اس پر اہل

حدیث کے ایک متقدر عالم (جنہوں نے حضرت شیخ الہند کی کتاب ادلّہ کاملہ کا جواب لکھا تھا) مولوی محمد احسن امروہی نے لکھا کہ یہ ’’لیؤمنن‘‘ میں لام تاکید ہے (لام صیغہ امر غائب کے لئے نہیں جیسا کہ مولوی مبارک علی نے لکھا وہ بے شک مکسور ہوتا ہے) لیکن لام تاکید حال کے واسطے آتا ہے یہاں (آیت: لیؤمنن میں) نون تاکید اور لام تاکید دونوں جمع ہیں سو یہ صیغہ حال کا ہے مستقبل کے لئے نہیں صرف نون تاکید ہوتا تو یہ بے شک مستقبل کے لئے تھا لیکن یہاں تو لام تاکید بھی ہے سو یہ استقبال کے لئے نہیں۔

امروہی صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کی حمایت میں لکھتے ہیں: ’’صرف نون تاکید استقبال کے واسطے نحو میں لکھا ہے، امر، نہی، استفہام، تمنی، عرض وغیرہ ان میں صرف نون تاکید ہوتا ہے بغیر لام تاکید کے، پس ان صیغوں میں صرف استقبال ضرور مراد ہوسکتا ہے لیکن جس صیغہ میں لام تاکید بھی ہو اور نون تاکید بھی اس میں خالص استقبال ہونے کی کیا دلیل ہے۔‘‘ (الحق مباحثہ دہلی ص ۱۱۸، خزائن ج ۴ ص ۲۴۸)

ہم آگے چل کر بتائیں گے کہ یہ لام قسم ہے لام تاکید نہیں اس مقدمہ میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں یہاں آپ صرف یہ ملاحظہ فرمائیں کہ امروہی صاحب کے ہاں آیت کا معنی یہ ہے: ’’اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر یہ کہ وہ آپ پر (حضرت عیسیٰ بن مریم) اپنی موت سے پہلے ضرور ایمان لاتا ہے۔ ان کے ہاں یہ حال کی خبر دی جارہی ہے کہ ہر کتابی مرتے وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے گو اس وقت کا ایمان لانا اللہ کے ہاں قبولیت کے لائق نہیں۔‘‘

یہ مولوی محمد احسن امروہی پہلے اہل حدیث تھے پھر قادیانی ہوگئے۔ شیخ الہند کی مخالفت کا انہیں پھل مل گیا۔

۳...... ترجمہ مولوی محمد علی لاہوری: ’’اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لاتا ہے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔‘‘

(بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷۸)

شیخ زادہ بیضاوی کے حاشیہ پر لکھتے ہیں: ’’**وهو لزمان ماضی و ان جاء مع الفعل المستقبل کما فی قوله تعالیٰ واذ یمکربک الذین کفروا یرید واذ مکروا**‘‘

اور اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر وہ اپنی موت سے پہلے اس پر ضرور ایمان لاتا ہے اور قیامت کے دن وہ ان پر گواہ ہوگا۔

اس میں پوری وضاحت ہے کہ یہاں لیؤمنن مستقبل کے لئے نہیں حال کے لئے ہے۔ ہر کتابی مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے گا۔

۴...... ترجمہ مولوی احمد الدین امرتسری:

اہل قرآن (باصطلاح جدید) کے متقدر عالم مولوی احمد الدین اپنی تفسیر بیان للناس میں لکھتے ہیں کہ: ''اس وقت جو بھی کتابی ہے وہ اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لائے گا۔ یہ خبر اس کتابی کی اب کی زندگی کی ہے کسی دور آخر کی خبر نہیں اور نہ آخر میں اس کا کوئی سبب واقع ہوگا کہ صرف اس دور کے کتابی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں گے۔''

قادیانیوں کے ان تراجم سے ظاہر ہے کہ وہ اس آیت کو دور آخر کی خبر نہیں سمجھتے اور اہل اسلام کے ہاں یہ یقینی طور پر قیامت کے قریب ایک آئندہ کے دور کی خبر ہے۔ سو اگر قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف لوٹائی جائے تو بھی اس سے اہل اسلام کے اختیار کردہ معنوں پر کوئی زد نہیں پڑتی اور نہ اس سے قادیانیوں کا کوئی استدلال مضبوط ہوتا ہے۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یہ ہوگا۔

اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ پر اپنی موت سے پہلے ضرور ایمان لائے گا۔ ضرور ایمان لانا اسی کو کہا جاسکتا ہے جس میں ایمان کا اعتبار ہو مرتے وقت ایمان لانا جس کا کوئی اعتبار نہ ہو اتنی تاکیدات کے ساتھ قرآن میں کبھی بیان نہیں ہوا، آئندہ دور میں یہ کب ہوگا؟ یہ اسی صورت ہوسکتا ہے کہ یہ سب انقلاب حضرت عیسیٰ کے سامنے آئے اور وہ ان کے اس ایمان لانے کی شہادت دے سکیں۔

یہی وجہ ہے کہ اس آیت کے آخر میں ہے: ''ویوم القیامۃ یکون علیہم شہیدا'' (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور قیامت کے دن وہ ان پر (ایمان لانے کا) گواہ ہوگا۔

جب اہل کتاب کا یہ ایمان لانا اس دنیا کے آخری دور میں ہوگا اور حضرت عیسیٰ بن مریم خود اس کے گواہ ہوں گے تو اس وقت حضرت عیسیٰ کا اس دنیا میں موجود ہونا اس بات کا رہین نہ رہا کہ قبل موتہ کی ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف ضرور لوٹے گو صحیح یہی ہے۔ مسلمانوں کے استدلال کا مدار جب لیؤمنن کے صیغہ استقبال سے ہوا تو اگر بر سبیل تنزل قبل موتہ کی ضمیر

حضرت عیسیٰ بن مریم کی طرف نہ بھی لوٹے تو بھی اس سے دعویٰ اہل اسلام پر کوئی اثر نہیں پڑتا اوراس کی تائید مذکورہ پانچ آیات میں سے پانچویں آیت سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم قیامت کی ایک نشانی ہیں اور یہ آیت بھی بتلاتی ہے کہ قیامت سے پہلے ان کا پھراس زمین پر آنا برحق ہے جب تمام اہل کتاب ان پر صحیح طور پر ایمان لائیں گے اور پوری دنیا میں ایک ہی مذہب رہ جائے گا۔

قادیانی قرآن کی ان آیات میں اس قدر پریشان کیوں ہیں؟

قادیانی احادیث میں اتنے پریشان نہیں جتنے قرآن میں پریشان نظر آتے ہیں اس کی وجہ یہ کہ قرآن کریم میں یہ پانچوں آیتیں مسیح ناصری کے ذکر میں وارد ہیں ان میں اس سے کوئی نیا مسیح مراد نہیں لیا جاسکتا اور یہ آیات ان واقعات کے گرد گھومتی ہیں جو پوری دنیائے علم میں اپنا ایک تاریخی پس منظر رکھتے ہیں۔ ان میں قادیانی مجاز کے وہ رستے نہیں کھول سکتے جو وہ احادیث کے باب میں کھولتے ہیں۔ ہم نے بھی اس کتاب میں زیادہ بحث قرآن پاک کی ان پانچ آیات پر ہی کی ہے۔ احادیث کو جہاں بھی ذکر کیا ہے انہیں ضمناً لایا گیا ہے۔

ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ احادیث نزول مسیح متواتر درجے میں وارد ہیں ان میں زیادہ تر حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد ثانی اوران کے کارناموں کا ذکر ہے۔ قادیانی ان سب احادیث میں مجازی راہوں سے داخل ہوئے ہیں اور ایک ایک میں اپنی تاویل کرتے چلے گئے ہیں۔ وہ یہ قطعاً ماننے کو تیار نہیں کہ احادیث کے جو معنی پہلے علماء کر چکے ہیں ہم انہیں مان لیں۔ مذہبی آزادی کا بھوت انہیں یہاں تک لے آیا کہ وہ قطعیات سے ٹکرانے سے بھی کچھ پرہیز نہیں کرتے اور وہ نہیں سوچتے کہ اسلام میں جو عقیدہ متواتر درجے میں ثابت ہوگیا ہو وہ اس درجہ میں بے معنی یا مبہم کیسے رہ سکتا ہے کہ اسے جو چاہو مجاز کا لباس پہنا لو یہاں تک کہ ان کی قطعی دلالت کسی بات پر نہ ہو سکے۔ احادیث بس موم کے پیرایہ میں رکھی جائیں کہ جب کوئی نئی صورت حال آئے انہیں اس نئی شکل میں کھینچ لیا جائے۔ موم کو جدھر کھینچیں ادھر ڈھل آتی ہے اور نادان لوگوں کا دل وہیں موم ہو جاتا ہے۔

اور اگر مرزا قادیانی کا یہ مجاز کا کھیل کہیں نہ چلے تو مرزا قادیانی نے اپنے ماننے والوں کو حدیث کے بارے میں ایک دوسرا نسخہ بھی دیا ہے کہ پھر اسے جہاں ضرورت سمجھو استعمال کرلیا کرو:

۱...... ’’جو شخص حکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔‘‘
(اربعین نمبر۳ حاشیہ ص۱۵، خزائن ج۱۷ ص۴۰۱)

۲...... ’’میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وہ وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی ہاں تائیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔‘‘ (ضمیمہ نزول مسیح ص۳۰، خزائن ج۱۹ ص۱۴۰)

حضرت عیسیٰ کے وقائع حیات کی لطافت اور اعتقادی نزاکت

موضوع زیر بحث کے مختلف مباحث ہیں۔ حضرت مسیح اپنی پیدائش سے ہی نہایت لطیف منزلوں سے دوچار رہے۔ بدوں باپ پیدائش تاریخ بنی آدم میں اپنی نوع کا ایک ہی عمل تھا جو ہوا۔ بے شک آپ بشر تھے لیکن صرف ماں کی طرف سے۔ دوسری طرف سے وہ خدا کا ایک کلمہ تھے جو مریم میں اتارا گیا۔ پھر وہ دور بھی نہایت لطیف تھا جس میں طب وحکمت اپنے نقطہ عروج پر تھے۔ پس آپ کو معجزات وہ دیئے گئے جو اب تک کسی پیغمبر کو نہ دیئے گئے تھے۔ پھر آپ کا پیرایہ دعوت بھی زیادہ تمثیل سے رہا۔ الغرض آپ شروع سے عجیب ولطیف مقامات سے گزرتے آئے یہاں تک کہ آپ کو رفع الی السماء کی منزل پیش آئی اور آپ صدیوں وہاں رہے۔

آپ کی عجیب وغریب زندگی کے یہ مختلف مراحل قرآن پاک میں بڑی تفصیل کے مذکور ہیں۔ اب یہ ان کی اعتقادی نزاکت ہے کہ انہیں الٰہی مرادات کے خلاف کسی اور آئینے میں نہیں دیکھا جاسکتا نہ آپ کے وقائع زندگی کو بطور متشابہات کوئی اپنی تاویل فراہم کی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم کی کسی بات کو اس کے معنی مراد سے نکال کر اپنی تاویل میں لانے سے بسا اوقات کفر واسلام کے فاصلے بھی پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر آپ کی شخصیت کریمہ اور اس کے وقائع لطیفہ تمام تر قرآن میں نہ ہوتے تو کسی غلط تاویل سے کفر کے گڑھے میں گرنے کا خطرہ نہ تھا لیکن کیا کریں آپ کے یہ تمام مقامات قرآن پاک میں مذکور ہیں اور ان کے مطابق ہی ہمیں ان پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (مؤلف)

فہم امت کو ساتھ لے کر چلنے کی ضرورت

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امابعد!

قرآن پاک کی روشنی میں آنحضرت ﷺ رحمت للعالمین ہیں۔ آپ سے دنیا کو کیا ملا؟ آپ نے دنیا کو کیا کیا علم کے پیمانے دیئے؟ (۱) دنیا کو عاجز کردینے والی کتاب قرآن کریم (۲) تزکیہ یافتہ گروہ امت (۳) حکمت میں لپٹی ہوئی سنت۔

حضور ﷺ کے فرائض رسالت میں یہ تین امر نمایاں رہے: ''(۱) **یتلوا علیهم آیاته (۲) ویزکّیهم (۳) ویعلّمهم الکتاب والحکمة**'' (آل عمران:۱۶۴)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے روایت کرتے ہیں: ''**العلم ثلٰثة فما وراء ذالک فضل اٰیة محکمة او سنة قائمة او فریضة عادلة**''

(ابن ماجه کتاب التمهید لابن عبدالبر ج۴ ص۲۶۶ باب الحدیث العشرون)

حضور اکرم ﷺ نے کتاب وسنت کی امانت اس تزکیہ یافتہ گروہ امت (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کے سپرد کی اور صحابہ رضی اللہ عنہم کتاب وسنت کے امین ٹھہرے آپ نے انہی کو مخاطب کر کے کہا کہ میں تم میں یہ دو وزنی چیزیں چھوڑ رہا ہوں (۱) کتاب اللہ اور (۲) اپنی سنت۔

''**ترکت فیکم امرین لن تضلّوا ما تمسّکتم بهما کتاب اللہ وسنّة نبیّه**'' (رواه مالک مؤطا مترجم ص۶۲۸ باب النهی عن القول باالقدر)

(ترجمہ) میں نے تم میں (صحابہ رضی اللہ عنہم میں) دو چیزیں چھوڑی ہیں تم جب تک انہیں ساتھ رکھو گمراہ نہ ہوگے وہ دو کتاب وسنت ہیں۔

کتاب وسنت کے ساتھ ان لوگوں کو بھی ان کے ساتھ شامل کرلو جو دو کے امین ٹھہرے تو یہ بھی تین ہوجاتے ہیں۔

ہر مسلمان کا پہلا قدم دانش اسی اصول پر اٹھا کہ قرآن کریم اور سنت نبی رؤف رحیم ﷺ کو اسی طرح سمجھا جانا چاہیے جس طرح اسے ان لوگوں نے سمجھا جن میں قرآن اترا تھا اور اس پر اسی طرح عمل کیا جانا چاہیے۔ جس طرح اس امت کے پہلے طبقے نے اسے سمجھا

اوراس پر عمل کیا۔ اس امت کے جلیل القدر حکیم امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (۵۰۵ھ) نے اسے فہم امت سے تعبیر کیا ہے اور اسے حجت گردانا ہے آپ الاقتصاد میں لکھتے ہیں کہ قرآن وحدیث کی صحیح مرادات سمجھنے کے لئے فہم امت کو ساتھ ساتھ لینا ہوگا اور اسی سے اسلام کی عملی تاریخ چلے گی۔ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد جو لوگ آئے وہ ان کے تابعین کہلائے یہ آئندہ آنے والے بھی تابعین ہو سکتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم متبوعین تسلیم کئے جائیں۔ اسی کو ہم تسلسل امت کہتے ہیں کہ یہ امت مجموعی طور پر کبھی باطل پر جمع نہ ہو سکے گی۔ جس طرح انبیاء کرام فرداً فرداً معصوم ہیں یہ امت اجماعاً معصوم ہے اسی اجماع کی چھتری تلے قرآن یکجا جمع ہوا ہے اور اب تک اسے کتاب لاریب مانا جارہا ہے۔ حافظ ابن عبدالبر مالکی (۴۶۳ھ) قرآن کریم کے الفاظ ''ویتبع غیر سبیل المؤمنین''(النساء:۱۱۵) کے تحت لکھتے ہیں:''وھٰکذا اجماع الامة اذا اجتعمت علیٰ شئ فهو الحق الذی لا شک فیه لانها لا تجتمع علیٰ ضلال'' (کتاب التمهید ج۴ ص۲۶۷ باب الحدیث العشرون)

امام اصول علامہ سرخسی (۴۸۳ھ) لکھتے ہیں:''جس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کرلیں تو وہ بمنزلہ کتاب اللہ سمجھی جائے گی۔'' (اصول سرخسی ص۱۳۸)

ختم نبوت کا عقیدہ اسلام کی ریڑھ کی ہڈی ہے اور یہ خاتم النّبیین اور لا نبی بعدی کے واضح الفاظ میں بیان ہوا ہے مگر اسے بھی فہم امت کی روشنی میں سمجھا جائے تو کوئی شخص قادیانی تاویلات میں الجھے بغیر اسلامی سلامتی کے کنارے محفوظ رہ سکے گا امت کے مسلسل بارہ سو سال کے فہم سے اختلاف کر کے کوئی بدنصیب کبھی راہ ہدایت نہ پا سکے گا۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:''انّ الامت فهمت بالاجماع من هٰذااللفظ ومن قرائن احواله انّه افهم عدم نبی بعده ابداً وعدم رسول الله ابداً وانّه لیس فیه تاویل ولا تخصیص'' (الاقتصاد فی الاعتقاد ص۱۴۶ باب من یجب تکفیره من الفرق)

(ترجمہ) امت نے اس لفظ خاتم النّبیین سے اور حضور اکرم ﷺ کے قرائن احوال (کہ آپ نے کس کس موقع پر لا نبی بعدی کی وضاحت کی) سے یہی سمجھا ہے کہ آپ نے سمجھایا کہ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوگا نہ رسول اور اس میں کسی تاویل اور تخصیص کو راہ نہ دی جائے گی۔

فہم امت کو ساتھ لے کر چلنے کی اس ضرورت پر قاضی عیاض (۵۴۴ھ) سے بھی ایک تصدیق حاصل کیجئے: ’’واجمعت الامۃ علیٰ حمل ھٰذا الکلام علیٰ ظاھرہ وانّ مفھومہ المراد بہ دون تاویل ولا تخصیص‘‘

(الشفاء ص ۳۶۴ فصل فی بیان ماھو من المقالات کفر)

فہم امت کے ساتھ چلنے کی قرآنی ہدایت

اللہ تعالیٰ نے اس گروہ امت کو جو حضور ﷺ کے زمانہ میں تھے خیر امت فرمایا ہے اوران کی حیثیت یہ بتلائی ہے کہ یہ لوگ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) اپنے بعد میں آنے والوں کے پیشوا ہیں اورانہیں دین انہی سے ملے گا۔

’’کنتم خیرامۃ اخرجت للنّاس تأمرون باالمعروف وتنھون عن المنکر‘‘ (آل عمران:۱۱۰)

(ترجمہ) تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے سامنے لائے گئے تم معروف کا امر کرتے ہواور برائی سے روکتے ہواور تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

قرآن کریم نے یہ تصریح بھی کردی کہ جو ان کی راہ کے خلاف کسی دوسری راہ پر چلا اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور یہ بہت ہی بری راہ ہے۔

’’من یشاقق الرسول من بعد ما تبیّن لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولّہ ما تولّٰی ونصلہ جھنم وساء ت مصیراً‘‘ (النساء:۱۱۵)

(ترجمہ) جواس رسول کی مخالفت کرے بعداس کے کہ اس کے سامنے ہدایت کھل گئی اوراس امت کے مومنین کی راہ کے خلاف کسی اورراہ پر ہولیا تو ہم اسے ادھر ہی پھیردیں گے جدھر وہ پھرا اوراسے جہنم پہنچادیں گے اوروہ ہے برا ٹھکانہ۔

سو ہر غلط راہ سے بچنے اور بچ نکلنے کی ایک ہی راہ ہے کہ قرآن مجید اورعمل رسالت کو ہر عقیدہ اورمسئلہ میں فہم امت کی روشنی میں لینے سے ہی ہم اللہ رب العزت کے فرمانبردار ہوسکیں گے۔

اس سے ملنے کی ایک ہی راہ ہے ملنے والوں سے راہ پیدا کر

ہندوستان میں موضع قادیان سے ایک دعوے دار نبوت اٹھا اور اس کے پیروؤں نے مسلمانوں کے عقیدہ ختم نبوت پر تاویلات کے کئی غلاف چڑھا دیئے حتیٰ کہ اس کی اپنی جماعت بھی عقیدہ ختم نبوت میں دو گروہوں میں بٹ گئی اور قادیانی مرزائی اور لاہوری مرزائی کہلائے کاش کہ ان لوگوں نے عقیدہ ختم نبوت کو فہم امت کی روشنی میں سمجھا ہوتا تو اس پر انہیں عقائد اسلام کی قطعیت نصیب ہو جاتی اور وہ کبھی دائرہ اسلام سے نہ نکل پاتے۔

تہی دستاں قسمت را چہ سود از رہبر کامل که خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

ہم نے ختم نبوت کے گرد گھومنے والے جملہ مبحث کو فہم امت کی کسوٹی پر لانے کے لئے ۱۹۵۲ء میں ایک تالیف ’’**عقیدة الامت فی معنی ختم النبوة**‘‘ کے نام سے سپرد قلم کی تھی۔ اسے امت میں بے حد مقبولیت ہوئی اور وہ بار بار چھپی۔ یہ بات کھل کر مسلمانوں کے سامنے آگئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیرو ختم نبوت میں مسلمانوں سے ہٹ کر اور فہم امت سے کٹ کر ایک علیحدہ امت بنے ہوئے ہیں۔

اس عقیدہ ختم نبوت پر ۱۹۵۳ء میں مسلمانوں کے تمام فرقے جمع ہوئے اور سب نے بالاتفاق قادیانیوں کو دائرہ امت سے نکلی ہوئی ایک علیحدہ امت قرار دیا تھا جس طرح کہ سکھ ہندوؤں سے نکلے اور ایک علیحدہ قوم بنے ہیں۔ یہ قادیانی بھی مسلمانوں سے نکلے ایک علیحدہ قوم بنے ہیں۔ اس کتاب کو فہم امت کے نقطہ نظر نے بہت قبولیت دی اور قادیانی بھول بھلیوں میں گم ہونے والے ہزاروں لوگوں کو اسلام کے پہلے اور پرانے نقطہ یقین پر جمع ہونے کی پھر سے توفیق دے دی۔

قادیانیوں کا مسلمانوں سے دوسرا بڑا اختلاف مسیح اور مہدی کے مسئلہ پر رہا ہے ہم نے مناسب جانا کہ اسے بھی فہم امت کی روشنی میں عوام کے سامنے لایا جائے۔ یہ فہم امت ہی ہے جو الفاظ کی حدود مقرر کرتا ہے اور پھر انہیں ان کے ایک معنی و مفہوم پر لاتا ہے اس سلسلہ کی یہ دوسری تالیف ’’**عقیدہ خیر الامم فی مقامات عیسیٰ بن مریم**‘‘ ہم آپ کے سامنے لا رہے ہیں۔ ہم نے کوشش کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کے گرد گھومنے والے عام مباحث کو ایک ایک کر کے بیان کریں تاکہ تحقیق کا کوئی طالب علم مختلف موضوعات میں کسی ایک جگہ الجھ

کر نہ رہ جائے۔ ہر موضوع کو علیحدہ سمجھنے سے ان شاء اللہ العزیز! ان مباحث میں کوئی نقطہ تشنہ تکمیل نہ رہے گا۔ **وما ذالک علی اللہ بعزیز!**

ایک معذرت

یہ تمام مباحث آپس میں ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور سب کے سب حضرت عیسیٰ بن مریم کے گرد گھومتے ہیں سو اس سلسلہ میں کئی باتیں ایسی بھی ہیں جنہیں ہمیں ایک عنوان کے ذیل میں نہیں مختلف عنوانوں کے تحت ذکر کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ ان کے ذکر کے بغیر وہ عنوان تشنہ تکمیل رہتا نظر آتا تھا۔ سو اس تکرار کو مضمون کی مختلف جہات کی تاسیس سمجھیں تکرار مخل گمان نہ کریں۔

محدثین کی یہ طرز شروع سے چلی آرہی ہے کہ وہ کئی حدیثوں کو مختلف ابواب میں بار بار لاتے ہیں اور اس سے ان کا مقصد ایک حدیث کو مختلف پہلوؤں سے سمجھنا ہوتا ہے اسے اہل علم میں کبھی بے جا تکرار نہیں سمجھا گیا ہم بھی اپنے قارئین سے اس باب میں صرف نظر کی گزارش کرتے ہیں۔ **والعذر عنہ کرام الناس مقبول!**

ایک مضمون جب مختلف مواقع میں مختلف عبارات میں بیان کیا جائے تو اس سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ بات کسی پیرایہ مجاز میں نہیں کہی جارہی حقیقت سے نکل کر مجاز کی راہ میں چلنا صرف ایک سیاق میں ہوتا ہے جب کسی بات کو متعدد پیرایوں میں لایا جائے تو یہ تکرار دلالت کرتا ہے کہ یہ الفاظ اس بات کو ادا کرنے کے لئے کہے جارہے ہیں جن کے لئے لغت میں ان کی وضع ہوئی ہے۔ جو بات تاکید سے کہی جائے یا قسم کھا کر کہی جائے تو یہ اس بات کی قوی شہادت ہے کہ یہ کلام مجاز پر محمول نہیں ہے۔

قادیانیوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زندگی کے عجیب وغریب واقعات اور لطیف مراحل کو اس بے دردی سے مجاز کے سپرد کیا ہے کہ بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ پوری تاریخ انسانیت میں علم پر اتنا بڑا ظلم شاید ہی کسی ظالم نے اب تک کیا ہو۔ ’’**وسیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبون**‘‘ (الشعراء:۲۲۷) ہم نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی زندگی کے مختلف وقائع کو مختلف مباحث میں بہ تکرار لاکر یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی

ہے کہ یہاں حقیقت ہی حقیقت ہے، مجاز کی یہاں کوئی راہ نہیں۔قرآن کریم کی مرادات کے تعین میں آسان راہ یہ ہے کہ قرآن کو جس طرح صحابہ نے سمجھا اس راہ سے سرمو تجاوز نہ ہو یہ نہیں ہوسکتا کہ پوری کی پوری امت چودہ صدیوں میں قرآن کے معنی مراد کو نہ پاسکی ہو اور یہ گرہ کھلے تو چودہ سو سال بعد ایک اس شخص پر جو انگریز حکومت کے حکم سے خدا کی نشانیاں دکھانے پر مامور ہو رہا ہے۔ **نعوذ باللہ من تلک الخرافات!**

ہم نے اس مشکل موضوع سے نکلنے کے لئے ’’**عقیدۃ خیر الامم فی مقامات عیسٰی بن مریم**‘‘ کی راہ اختیار کی ہے۔ہم یہاں ان شاءاللہ العزیز! حضرت عیسٰی بن مریم کی زندگی کے ان چودہ مقامات پر بحث کریں گے۔ان میں سب سے زیادہ بحث آپ کے رفع اور نزول اور ان کی عدم مصلوبیت اور ان کی حیات پر ہوگی۔ **واللہ ھو المؤفق وبہ تتم الصالحات!**

۱	دور عیسٰی بن مریم	۸	نزول عیسٰی بن مریم
۲	ولات عیسٰی بن مریم	۹	مہمات عیسٰی بن مریم
۳	کلمۃ القاھا الٰی مریم	۱۰	وفات عیسٰی بن مریم
۴	دعوت عیسٰی بن مریم	۱۱	قبر عیسٰی بن مریم
۵	عدم مصلوبیت عیسٰی بن مریم	۱۲	حشر عیسٰی بن مریم
۶	رفع عیسٰی بن مریم	۱۳	مقام عیسٰی بن مریم
۷	حیات عیسٰی بن مریم	۱۴	دجال اور عیسٰی بن مریم

حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے ان چودہ مقامات کے بعد ہم ان شاءاللہ العزیز! اس کتاب کے چار تتمات بھی ہدیہ قارئین کریں گے۔

۱...... ان بزرگان دین کا عقیدہ جن کو قادیانی قائلین وفات کہتے ہیں۔

۲...... عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے دوبارہ آنے کا منکر کیا مسلمان سمجھا جاسکتا ہے۔

۳...... عیسٰی بن مریم علیہما السلام کا رفع ونزول قوانین فطرت کے خلاف نہیں۔

۴...... حضرت عیسٰی بن مریم کے رفع ونزول کے حکم واسرار۔

پہلے علماء کرام جنہوں نے ان مباحث پر تالیفات کیں

نامناسب ہوگا کہ ہم ان علماء اعلام کو خراج عقیدت پیش نہ کریں جنہوں نے ابتداء میں ہی کتاب وسنت کی روشنی میں اس اسلامی عقیدہ کو تحفظ فراہم کیا۔

۱...... حافظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) نے کتاب ''الاعلام فی حکم عیسٰی علیہ السلام'' لکھی۔ اس وقت قادیانی عقیدے کا حامل کوئی فرقہ موجود نہ تھا جب مرزاغلام احمد قادیانی انگریزی دور میں پرانے اسلام کو سبوتاژ کرنے کے لئے میدان میں نکلا تو اس کا مسلمانوں پر سب سے پہلا حملہ قرآن کے بیان کردہ ان کے اسی عقیدہ پر ہوتا تھا۔ عام آدمی اس علمی گنجلک سے آسانی سے نہیں نکل سکتا تھا۔ اس غلط فہمی اور بدگمانی میں کئی لوگ قادیانی ہوگئے۔ یہاں تک کہ علماء اسلام نے اس پر قلم اٹھایا اور حق یہ ہے کہ انہوں نے قادیانیوں پر حجت تمام کردی اور علمی طور پر انہیں بالکل بے بس کردیا۔

۲...... مرزاغلام احمد کی اس موضوع پر کتاب ازالہ اوہام دو حصوں میں ہے اس کا جواب حضرت مولانا انوار اللہ خان فاروقی نے ''افادۃ الافہام'' کے نام سے حیدرآباد دکن سے دو جلدوں میں شائع کیا۔

۳...... مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱۹۵۶ء) نے ''شہادت القرآن باعلی النداء بان المسیح رفع حیاً الی السماء'' دو حصوں میں مرزاغلام احمد کی زندگی میں لکھی اور انہیں بذریعہ ڈاک روانہ کی۔

۴...... حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب چشتی گولڑوی نے سیف چشتیائی لکھ کر مرزاغلام احمد پر اس کی زندگی میں حجت تمام کی۔

۵...... عربی میں حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ محدث کشمیری نے ''عقیدۃ الاسلام'' اور اس کا حاشیہ ''تحیۃ الاسلام'' تحریر فرمائیں۔

۶...... ''التصریح بما تواتر فی نزول المسیح'' بھی آپ نے عربی میں تالیف کی۔ علامہ عبدالفتاح ابوغدہ نے اس پر تحقیقی کام کیا ہے۔

۷...... پھر مولانا علامہ زاہد حسن الکوثری (۱۳۶۲ھ) نے ’’نظرۃ عابرۃ فی مزاعم من ینکر نزول عیسیٰ علیہ السلام قبل الآخرۃ ‘‘لکھی اور عرب دنیا کو اس موضوع سے آشنا کیا۔ گو اس سے پہلے حضرت شاہ صاحب کی کتاب عقیدۃ الاسلام ان تک پہنچ چکی تھی۔

۸،۹...... شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے ’’کلمۃ اللہ فی حیات روح اللہ‘‘ اور ’’القول المحکم فی نزول عیسیٰ بن مریم‘‘ لکھیں۔

۱۰،۱۱...... محدث شہیر حضرت مولانا بدرعالم میرٹھی ثم المدنی نے ’’نزول عیسیٰ بن مریم‘‘ اور ’’الجواب الفصیح فی حیات المسیح‘‘ جیسی بلند پایہ کتابیں لکھیں۔

۱۲...... کوہاٹ کے مولانا نظام الدین کی کتاب ’’توضیح الکلام‘‘ بھی اس موضوع پر بڑی عام فہم کتاب ہے۔ ہم ان تمام حضرات کے ممتنن اور متشکر ہیں کہ انہوں نے اس نئے اٹھتے الحاد کے خلاف اسلامی سرحدوں کی پوری دیانت سے حفاظت کی۔ ہم نے اپنے ان پیشروؤں سے حسب ضرورت بہت استفادہ کیا ہے۔ فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء!

مسلم قارئین سے ایک ضروری گزارش

ہماری یہ تالیف ان مسلمانوں کے لئے ایک ایمان افروز دستاویز ہے جو کبھی کسی بھی وجہ سے اس موضوع پر قادیانیوں کے زیر تبلیغ رہے یا انہوں نے کبھی اس موضوع پر ان کے لٹریچر کا مطالعہ کیا۔ ہمارا اس میں روئے سخن صرف مسلمانوں کی طرف ہے۔ آپ بھی قادیانیوں کو اس موضوع پر خطاب نہ کریں۔ ان کے ساتھ بات کرنے کے لئے مرزاغلام احمد کی اپنی زندگی سے بہتر اور کوئی موضوع نہیں اس میں عربی کے پیچیدہ قواعد اور قرآن وحدیث کے گہرے مسائل زیر بحث نہیں آتے۔ اردو زبان جاننے والوں کے لئے اردو کتابوں کے حوالے سے بہت عمدہ اور نفیس سامان شفا ہیں۔ کسی مدعی ماموریت کے لئے اس کی پیش گوئیوں سے بہتر اور کوئی محک امتحان نہیں۔

مرزاغلام احمد خود لکھتا ہے: ’’بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئیوں سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔‘‘

(آئینہ کمالات ص۲۸۸، خزائن ج۵ ص ایضاً)

ہم نے اس موضوع پر قرآن وحدیث کے علمی مباحث میں الجھے بغیر...... ’’قادیانیت پر براہ راست غور کرنے کا آسان راستہ‘‘ کے نام سے ایک مختصر تالیف ہدیہ قارئین کی ہے۔ مرزا غلام احمد کو سمجھنے کے لئے اس سے زیادہ آسان اور کوئی راہ نہیں۔

پیش گوئیوں کے بارے میں بہت آسانی سے جانا جاسکتا ہے کہ کوئی پیش گوئی پوری ہوئی یا نہ؟ اس میں کوئی علمی الجھاؤ واقع نہیں ہوتا۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ ایک وقت میں مرزا غلام احمد کی متعدد پیش گوئیوں پر بات نہ کریں۔ کسی ایک پیش گوئی پر ہی پوری توجہ مبذول کریں مرزا غلام احمد کا کذب کھل کر آپ کے سامنے آجائے گا۔

غلام احمد لکھتا ہے: ’’ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۲۲، خزائن ج۲۳ ص۲۳۱)

مسلمانوں کے قادیانیوں سے مخاطب ہونے کی صرف ایک ہی راہ ہے وہ یہ کہ مرزا غلام احمد کی پیش گوئیوں پر براہ راست غور کیا جائے۔ حضرت عیسیٰ کی حیات ووفات سے مرزا غلام احمد کے صدق وکذب کو معلوم کرنے کی کوئی راہ نہیں کھلتی۔ ہمارے قارئین قادیانیوں سے اس موضوع میں وقت ضائع نہ کریں ہم نے اس کتاب میں صرف یہ کوشش کی ہے کہ جو لوگ صرف قادیانیوں کی ضد میں حضرت عیسیٰ کے رفع ونزول کا انکار کردیتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی زندگی کے ان نازک اور لطیف واقعات پر پوری توجہ سے غور فرمائیں اور امت کے اس اجماعی عقیدے سے کسی تاویل سے نکلنے کی جرأت نہ کریں۔ ایمان ایک بسیط حقیقت ہے اور اس میں اس کے کسی ایک قطعی عقیدے کے انکار کی بھی گنجائش نہیں۔ کفر کا ایک کلمہ بھی کہا جائے تو مسلمان صف اسلام سے نکل جاتا ہے۔ ’’یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم‘‘ (توبہ:۷۴)

مؤلف عفااللہ عنہ

دور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

(اس دور کی تجرباتی ترقی)

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد!

اس موضوع میں ہماری مراد حضرت عیسیٰ بن مریم کا دور ولادت اور دور نبوت دونوں ہیں۔ اسے ہم آپ کی حیات کا پہلا دور بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اس زمانے کے حالات کا ایک مختصر تعارف ہے جس میں آپ کی ولادت ہوئی اور آپ نے خدا کے نام کی ایک آواز لگائی۔ آپ کی حیات کا دوسرا دور آسمان پر گزر رہا ہے، تیسرا دور ہم اسے کہتے ہیں جب آپ قرب قیامت میں زمین پر اتریں گے۔ سو آپ کی زندگی ان تین حصوں میں منقسم ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ انسان کی خلافت ارضی تبھی صادق ٹھہرتی ہے کہ انسان جملہ کائنات کو مسخر کر کے سمندروں، پہاڑوں اور ہواؤں پر قابو پالے اور جمادو نبات اور حیوان وجنات سب سے اپنے حسب ضرورت کام لے سکے۔ یہ زمینی خلافت ہے اور یہ بنی نوع انسان کی مختلف زمانوں کی تجرباتی ترقی ہے۔

پھر انسان پر آسمانی ہدایت نبوت ورسالت کے ذریعہ اتری یہاں تک کہ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی آمد پر یہ سلسلہ ختم ہوگیا اور اولاد آدم کو آپ پر اتری وحی کی ابدی حفاظت کا وعدہ دیا گیا۔ زمین کی انسانی ترقی سائنسی اکتشافاف سے اور روحانی ترقی کتاب وسنت کے نور سے ہوئی اور پھر یہ ترقی اجتہاد وریاضت سے چلتی رہی۔ اجتہاد کی راہ سے فقہاء کتاب وسنت سے فقہ کشید کرتے رہے اور ریاضت کی راہ سے اس امت کے اولیاء اولاد آدم کے دلوں میں اللہ رب العزت کی محبت سلگاتے رہے۔

پہلے ادوار میں ہر دور کے اپنے تجرباتی کمالات ابھرے اور روحانی ترقی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان مختلف ادوار میں مختلف انبیاء ورسل کو بھیجا۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے آنے پر یہ روحانی ترقی اپنے منتہیٰ پر پہنچی اور پیشتر اس کے کہ مادی ترقی اپنے منتہیٰ پر آئے، اللہ رب العزت نے آپ ﷺ پر علمی اور روحانی ترقی کی تمام منزلیں طے کردیں جن کے

آ گے تمام بشری کمالات تجربات اور سائنسی اکتشافات دم بخود رہے اور یہ سلسلہ آئندہ بھی جس حد تک جائے گا۔ حضرت خاتم النّبیینﷺ کی دی ہوئی روحانی روشنی اس کے تاریک گوشے کو منور کرنے کے لئے کافی ہوگی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے دور کی تجرباتی ترقی سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور کے تجرباتی کمالات کچھ ذکر کردیں۔ اس سے حضرت عیسیٰ بن مریم کا دور ولادت سمجھنے میں بہت مدد ملے گی۔

دور موسوی کا تجرباتی استدراج

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں علم سحر اور استدراج اپنی انتہائی ترقی پر تھا۔ حضرت موسیٰ نے باذن الٰہی جادوگروں کا غرور توڑا، سحرہ فرعون نے برسرعام رسیاں پھینکیں اور دیکھنے والوں کی قوت متخیلہ میں وہ چلتے پھرتے سانپ نظر آئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا پھینکا۔ اسے اللہ تعالیٰ نے اژدھا بنادیا جو ان سب سانپوں کو نگل گیا۔ سحر اور معجزہ کا فرق کھل کر سامنے آیا اور جادوگر پکار اٹھے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر ایمان لے آئے ہیں۔

خاتم النّبیینﷺ کے دور میں ادب اور زبان دانی درجہ کمال پر

حضرت خاتم النّبیینﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب میں زبان دانی اور شعر وادب کا زور تھا۔ اظہار خیال کے لئے زبان کی فصاحت اور مضامین کی بلاغت اپنے نقطہ انتہاء پر تھی۔ قرآن کریم نے اپنے اعجاز سے ان کی زبان دانی کا غرور توڑا اور جو عرب اپنے انساب اور اپنی روایات کی یادداشت پر نازاں تھے ان کی علمی شوکت محدثین کی یادداشت اور روایت کے سامنے کچھ نہ رہی۔ ان محدثین کی یہ محیر العقول یادداشت حضور خاتم النّبیینﷺ کا ہی ایک عظیم علمی معجزہ تھا اور ان حضرات کی یہ کرامت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ حضورﷺ کی شان اعجاز نمایاں کی۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دور کی تجرباتی ترقی

یہ صحیح ہے کہ انسانی کمالات کے ہر دور میں اللہ تعالیٰ کی قدرت اس طرح ظاہر ہوتی

رہی ہے کہ انسانی اطوار وافکار سب اس کے سامنے عاجز پڑے۔ سوال یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیدائش کے وقت دنیا اپنے کس مادی عروج پر تھی۔ اس دور میں علم الابدان اپنے نقطہ کمال پر تھا۔ ایسے ایسے طبیب بھی تھے جو مرتے ہوئے انسانوں کی ڈوبتی نبضوں کو پھر سے متحرک کر لیتے تھے۔ علم طبیعت اور علم طب اپنے عروج پر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے حضرت عیسیٰ بن مریم کے ہاتھوں ڈوبی نبضوں کو نئے سرے سے توانائی بخشی۔ مادرزاد اندھے کو اب تک کوئی طبیب بینا نہ کر سکا تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے ہاتھ سے اس کو بھی بینا کر دیا۔

زمینی تجربات کے ماہرین کا حاصل مطالعہ

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ’’قال کثیر من العلماء بعث اللہ کل نبی من الانبیاء بما یناسب اهل زمانه فکان الغالب علیٰ زمان موسیٰ علیہ السلام السحر وتعظیم السحرة فبعثه اللہ بمعجزة بهرت الابصار وحیرت کل سحار...... واما عیسیٰ علیہ السلام فبعث فی زمن الاطباء واصحاب علم الطبعیة فجاء هم من الآیات بما لاسبیل لاحد الیه الا ان یکون مویداً من الذی شرع الشریعة فمن این للطبیب قدرة علی احیاء الجماد او علیٰ مداواة الاکمه والابرص وبعث من هو فی قبره رهین الیٰ یوم التناد؟‘‘

(تفسیر ابن کثیر کامل ص ۲۴۱ مکتبه الریاض تفسیر آل عمران:۴۸ تا ۵۱)

(ترجمہ) بہت سے علماء نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو ایسے معجزات دیئے جو اس دور کے لوگوں کے مناسب ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دور میں جادو اور جادوگروں کی عظمت کا غلبہ تھا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا معجزہ دیا جس نے لوگوں کی آنکھیں خیرہ کر دیں اور ہر بڑے جادوگر کو وادی حیرت میں پھینک دیا......اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایسے زمانہ میں مبعوث ہوئے جو طبیبوں اور علم طبیعت کے ماہرین کا دور تھا۔ پس آپ (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) ایسے نشانات (معجزات) لے کر آئے کہ کسی کو سوائے اس کے کوئی اور گمان نہ ہو سکتا تھا کہ یہ سب تائید اس ذات کی طرف سے ہے جو شارع حقیقی ہے کسی طبیب کو کیسے قدرت ہو سکتی ہے کہ جماد کو زندگی بخشے یا مادرزاد اندھے کا علاج کرے اور ابرص کو درست کرے اور اسے اٹھائے جو ہمیشہ کے لئے قبر میں جا پہنچا۔

خدا کی قدرت سے ہونے والے امور

۱...... بچہ بغیر باپ کے خدا کی قدرت سے تو پیدا ہو سکتا ہے لیکن کسی سائنسی محنت سے نہیں۔
۲...... ماں کی گود میں خدا کی قدرت سے تو بول سکتا ہے لیکن کسی طبیب کی پذیرائی سے نہیں۔
۳...... مادر زاد اندھے کو خدا کی قدرت سے آنکھیں مل سکتی ہیں لیکن کسی ڈاکٹر کے آپریشن سے نہیں۔
۴...... پھل بہری کے مرض سے کھال اپنے پہلے رنگ میں صرف اللہ کی قدرت سے آ سکتی ہے کسی معالج کی محنت سے نہیں اور جو موت کے منہ میں چلا گیا اسے ایک خدا کے سواء اور کون دوبارہ زندگی میں لا سکتا ہے؟

مریضوں کو شفا بدوں واسطہ دوا

شفا بدوں کس کے ہاتھوں ں سے ہوتی رہی؟ حضرت مسیح کے ہاتھوں...... جن کے سامنے علم طب اپنے تمام کمالات کے ساتھ اپنے عجز کا اقرار کرتا رہا۔ کسی مردے کو زندہ کرنا علم طب کے کسی باب میں نہ تھا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ہاتھوں مردے زندہ ہوئے۔ آپ نے غیبی خبریں دیں جو آپ نے کسی دنیوی سبب سے نہ پائی تھیں نہ اس وقت سائنس کی کوئی ایسی ایجاد تھی کہ انسان ٹیلیفون سے کوئی دور کی خبر پالے۔ معجزات اللہ کے نام اور اس کے کام سے دکھائے جاتے رہے اور انہی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے صدق رسالت کی کھلی شہادت دی گئی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دور کی تجرباتی ترقی ان عیسوی معجزات کے آگے زیر تھی۔ قرآن کریم نے آپ کے ان معجزات کا بہت واضح پیرایہ میں ذکر کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’’**واٰتینا عیسٰی بن مریم البیّنات وایّدناہ بروح القدس**‘‘ **(البقرہ:۲۵۳)**

۱...... نطق فصیح بلسان المسیح

آپ عہد طفلی میں ماں کی گود میں گویا ہوئے یہ آپ کا پہلا تکلم تھا۔ حضرت مریم جب بچے کو لے کر اپنی قوم کے پاس آئیں تو قوم کی تعجب انگیز نظروں کا جواب آپ نے ماں

کی گود سے یہ دیا:’’قال انّی عبداللہ اٰتانی الکتاب وجعلنی نبیاً وجعلنی مبارکاً اینما کنت‘‘ (مریم:۳۰،۳۱)

(ترجمہ) میں بندہ ہوں اللہ کا۔ اس نے مجھے کتاب دی اور مجھ کو اس نے اپنے ارادہ میں نبی کیا ہے اور مجھ کو برکت والا بنایا ہے۔ میں جہاں بھی رہوں آپ نے یہ جو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مبارک بنایا ہے میں جہاں بھی رہوں بتلاتا ہے کہ آپ کا عام انسانوں کی طرف صرف اس زمین پر ہی رہنا نہ ہوگا آپ کہیں اور بھی (مثلاً آسمانوں پر) رہیں گے ورنہ یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ جہاں بھی رہوں انسان اب تک تو اس زمین پر ہی رہتے آرہے ہیں کہیں اور نہیں یہاں کے سمندر بھی اس زمین کا حصہ ہیں۔ یہ تصریح کس لئے کی جارہی ہے کہ میں جہاں بھی رہوں۔ اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو ایک دوسری جگہ رہنے کی خبر دی تو ان الفاظ میں کہ میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور تو اس وقت آسمان میں مقر ملٰئکۃ میں رہے گا اس کی اور وضاحت کردی۔

علامہ زمخشری (۵۸۲ھ) لکھتے ہیں:’’(رافعک الی) الٰی سمائی ومقر ملٰئکتی‘‘ (تفسیر کشاف ج۱ص۴۳۲، تفسیر آل عمران:۵۵)

شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

آپ نے اس وقت (جب آپ ماں کی گود میں بولے) جو کچھ فرمایا اس میں تمام غلط اور فاسد خیالات کا رد تھا جو آئندہ ان کی نسبت قائم ہونے والے تھے۔

’’میں بندہ ہوں اللہ کا۔‘‘ یعنی خود اللہ یا اللہ کا بیٹا نہیں جیسا کہ اب نصاریٰ کا عقیدہ ہے...... اور مجھ کو’’خدا کا نبی بنایا ہے‘‘...... یعنی مفتری اور کاذب نہیں۔ جیسا کہ یہود گمان کرتے ہیں۔ (تفسیر عثمانی ص۴۱۰)

’’یہ جو فرمایا کہ میں جہاں بھی رہوں۔‘‘...... اس میں رد ہے ان لوگوں کا جو سمجھتے ہیں کہ آپ صرف زمین پر ہی رہے ہے۔ اس کے اوپر کسی اور جگہ نہیں گئے۔ جیسا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے۔

آپ نے یہ جو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے برکت والا بنایا ہے میں جہاں بھی رہوں اس کا مطلب ہے کہ:

۱...... زمین پر بھی رہوں گا تو برکت والا رہوں گا کافروں کے ہاتھ مجھے چھو نہ سکیں گے جیسا کہ قادیانی سمجھتے ہیں کہ آپ کو سولی چڑھایا گیا اور آپ کو تھپڑ مارے گئے۔ غلام احمد لکھتا ہے: ’’بعد اس کے مسیح ان کے حوالے کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور فقیہوں اور مولویوں کے اشارے سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا سب اس نے دیکھا۔ آخر صلیب دینے کے لئے تیار ہوئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت...... تب یہودیوں نے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تا شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اس وقت ایک سخت آندھی آ گئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۸۰، خزائن ج۳ ص۲۹۶)

حضرت عیسیٰ کے کلام کا حاصل یہ تھا:

زمین پر بھی برکت والا رہوں گا زندہ رہوں گا پھر آسمانوں پر بھی رہوں گا تو برکت والا رہوں گا وہاں بھی مجھے موت نہ آئے گی اور زمین پر پھر اتروں گا تو بھی برکت والا رہوں گا اور میری ان برکتوں سے زمین پر بڑے بڑے انقلابات آئیں گے پھر آخر مجھے ایک دن مرنا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ کی زندگی صرف ایک ذات کو ہے اور وہی ہے جو عبادت کے لائق ہے۔ اس کی طرف آپ نے ماں کی گود میں اس طرح اشارہ کیا: ’’**واوصانی بالصلوٰۃ والزکاۃ ما دمت حیاً**‘‘ (مریم:۳۱)

(ترجمہ) اور اللہ نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے میں جب تک زندہ رہوں۔

اس میں اشارہ ہے کہ ایک دن مجھے بھی موت کے پل پر آنا ہے لیکن اس سے پہلے میں جہاں بھی رہوں زمین پر یا آسمان پر میں برکت والا ہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے مبارک (برکت والا) بنایا ہے۔ آج بھی بچے کی پیدائش ہو تو اس کے زندہ رہنے کی دعا لفظ مبارک سے دیتے ہیں اس کے لئے لفظ مبارک استعمال کرتے ہیں۔ عید کو بھی اس لئے مبارک کہتے ہیں کہ زندہ رہو اور اگلے سال پھر عید پاؤ عید عود ہو کر آئے عید اسی عود کر آنے کا نام ہے۔

حاصل کلام آں کہ حضرت عیسیٰ کا ماں کی گود میں بولنا اللہ تعالیٰ نے اسے آپ کے معجزات میں شمار کیا ہے۔ حضرت مریم کو پہلے سے بتا دیا گیا تھا کہ آپ کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا وہ ماں کی گود میں لوگوں سے باتیں کرے گا۔

’’ویکلم النّاس فی المھد وکلاً ومن الصالحین‘‘ (آل عمران:۴٦)

(ترجمہ) اور وہ لوگوں سے کلام کرے گا گود میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی اور ہوگا وہ صالحین میں سے۔

اس میں یہ بشارت بھی دے دی گئی کہ لوگ اسے بچپن یا جوانی میں قتل نہ کرسکیں گے یہ حالت کہولت (ادھیڑ پن) کو پہنچ کر رہے گا اس کے بعد کہیں اس پر موت آئے گی۔ یہودی اور رومی اسے پھانسی چڑھانے کے منصوبے میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ایسی خفیہ تدبیر فرمائے گا کہ ان کی تدبیریں سب مات ہوکر رہ جائیں گی۔

’’ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین‘‘ (انفال:۳۰)

۲......نفخ الحیات فی الجمادیات

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صرف ان مردوں کو زندہ نہ کیا جن میں پہلے روح رہ چکی تھی اور ان کے اندر ساری مشینری پہلے سے موجود تھی۔ آپ نے مٹی سے بنے پرندوں میں بھی زندگی کی روح پھونکی جن میں پہلے زندگی کبھی نہ رہی تھی۔ یہ احیاء موتی بڑھ کر خدا کا ایک کرشمہ تھا جو حضرت عیسیٰ بن مریم کے صدق رسالت کے لئے اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی پھونک میں رکھا۔

قرآن کریم میں ہے آپ (حضرت عیسیٰ بن مریم) نے فرمایا:’’انّی اخلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ‘‘ (آل عمران:۴۹)

(ترجمہ) میں بناتا ہوں تمہارے لئے گارے سے پرندے کی شکل۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں وہ ہوجاتا ہے اڑتا پرندہ اللہ کے حکم سے۔

آج سائنس کی ترقی میں جو جمادیات بول رہے ہیں لوہے کی تاروں سے آوازیں آرہی ہیں کیا انبیاء کرام کا قدرت خداوندی کا اظہار ان تجرباتی کمالات سے پہلے سے آگے نہیں ہوچکا؟ کیا حضرت عیسیٰ بن مریم کے اس معجزہ کی برابری اب تک کوئی سائنس دان کرسکا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۳......شفاء بغیر اسباب اطباء

بڑے سے بڑا طبیب کیوں نہ ہو مریض کے لئے دوا تجویز کرتا ہے پھر کہیں اسے

باذن الٰہی شفا ملتی ہے۔ آنکھوں پر ہاتھ رکھے اور اندھا بینا ہو جائے، برص والے پر ہاتھ پھیرے وہ شفا پا جائے یہ شفا بدوں تجویز دوا اس دور کے کمال انسانی کو جو اس وقت کے اطباء کو حاصل تھا توڑنے کے لئے کافی تھی۔ اس شفا میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شان اعجاز حاصل ہوئی جس میں ہاتھ تو آپ کا کام کرتا تھا مگر پیچھے فعل خداوندی کارفرما ہوتا تھا یہاں تک کہ آپ کے کہنے سے مردے کھڑے ہو جاتے تھے۔

آپ نے کہا: ’’انّی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیراً باذن اللہ وابری الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تأکلون وما تدّخرون فی بیوتکم انّ فی ذٰلک لاٰیۃً لکم ان کنتم مؤمنین‘‘ (آل عمران:۴۹)

(ترجمہ) میں بنا دیتا ہوں تمہارے گارے سے پرندہ کی شکل۔ پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ ہو جاتا ہے اڑتا پرندہ۔ اللہ کے حکم سے (اس کا یہ حکم میرے عمل کے پیچھے کارفرما ہے) اور میں اچھا کرتا ہوں مادر زاد اندھے کو (جسے کوئی آپریشن بھی بینا نہیں کرسکتا) اور کوڑھی کو۔ اللہ کے حکم سے اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو رکھ آؤ تم اپنے گھروں میں۔ ان تمام باتوں میں ایک نشانی ہے تمہارے لئے اگر تم یقین رکھتے ہو۔

۴......شفا بدوں تجویز دوا

یہ شفاء کس طرح ہوتی تھی محض اعجازی پھونک سے زندگی کی لہر اٹھ آتی۔ کسی نسخے کی ضرورت نہ ہوتی تھی اس اعجازی شفا سے پہلے کے سب تجربات پس پردہ چلے جاتے تھے۔

۵......غیب کی خبریں بتلانا کہ تم گھروں میں کیا رکھ آتے ہو

مذکورہ آیت میں آپ کی اعجازی شفاء کے ساتھ آپ کے احیاء موتیٰ اور آپ کے اخبار غیبیہ کا بھی کھلا بیان ہے۔ یہ احیاء موتیٰ بغیر کسی سبب اور علاج کے اور یہ غیب کی خبریں دینا بھی بغیر کسی شخص اور آلہ کی اطلاع کے ہوتا تھا۔ یہ امور بتلا رہے ہیں کہ آئندہ کوئی بہت ہی اہم واقعہ بطور اعجاز پیش آنے والا ہے۔ ایسے معجزات پہلے کسی پیغمبر کو نہ دیئے گئے تھے اور نہ اور پیغمبر کی ابتداء ایسے نشان قدرت کے طور پر ہوئی۔ ان تمام خرق عادت امور کو اس آیت میں ایک نشان بتلایا گیا جس طرح آپ کے بدوں باپ پیدا ہونے کو الٰہی قدرت کا ایک نشان بتلایا گیا

تھا۔ یادرکھئے جس طرح اس پیغمبر کی ابتداء نرالی شان سے ہوئی تھی اس کی انتہاء بھی ایک نرالی شان سے ہونی والی ہے۔ جب تم اسے خدا کے جلال سے آسمان سے اترتا دیکھو گے۔

۶......الودائع من علم الشرائع

ہر پیغمبر کو ایک راہ اور ایک شریعت پر رکھا گیا اور آپ کو بھی ایک ضابطہ عمل پر رکھا گیا تاکہ معلوم ہو کہ آپ بھی خدا کے ماتحت ہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں۔ قرآن کریم میں یہ ضابطہ اس طرح بیان کیا گیا۔

''لکلّ جعلنا منکم شرعة ومنھاجاً ولو شاء اللّٰہ لجعلکم امة واحدة'' (المائدہ:۴۸)

(ترجمہ) ہم نے ہر ایک کے واسطے بنائی ایک شریعت اور ایک راہ اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تم سب کو ایک امت رکھتے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کو تورات کا علم بھی دیا گیا آپ کو انجیل بھی دی گئی اور آپ کو کتاب وحکمت سے بھی نوازا گیا اور قرآن وسنت کی تعلیم بھی آپ کو ملی۔ یہ کیوں؟ یہ صورت عمل بتلاتی ہے کہ آپ شرائع کے کئی دور دیکھیں گے آپ کو صرف ایک شریعت (راہ) سے گزرنا نہیں مختلف دور دیکھنے ہوں گے۔ اوّلاً آپ شریعت تورات کے تحت رہے۔

''انّا انزلنا التوراة فیھا ھدی ونور یحکم بھا النّبیون الذین اسلموا للذین ھادوا والربانیّون والاحبار'' (المائدہ:۴۴)

(ترجمہ) ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور نور تھا اس کے مطابق حکم کرتے رہے پیغمبر جو اللہ کے آگے جھکے رہے یہود کو اور اس کے مطابق حکم کرتے رہے، ان کے درویش اور عالم۔

ثانیاً: آپ پر انجیل اتری اور آپ نے بعض احکام تورات باذن الٰہی بدلے۔

''وقفّینا علیٰ آثارھم بعیسی بن مریم مصدقاً لما بین یدیه من التوراة وآتیناہ الانجیل فیه ھدی ونور'' (المائدہ:۴۶)

(ترجمہ) اور پیچھے بھیجا ہم نے ان کے قدموں پر عیسیٰ بن مریم کو وہ تصدیق کرتے رہے تورات کی جو آگے سے تھی اور ہم نے دی اسے انجیل جس میں ہدایت اور نور تھا۔

اورآپ نے اس کی روشنی میں فرمایا:’’ ولاحل لکم بعض الذی حرّم علیکم وجئتکم باٰیة من ربکم فاتقوا اللہ واطیعون ‘‘ (آل عمران:۵۰)

(ترجمہ) اور تاکہ میں حلال قرار دوں تم کو بعض وہ چیزیں جو تم پر پہلے حرام تھیں اور میں آیا ہوں تمہارے پاس نشان لے کر سو اللہ سے ڈرو اور میرا کہنا مانو۔

یہ آپ کے علم انجیل کا بیان ہوا لیکن آپ کو یہ تورات اور انجیل کا ہی علم ودیعت نہ ہوا ان کے علاوہ آپ کو کتاب وحکمت کا علم بھی دیا گیا۔ حضرت مریم کو جب بدوں مس بشر بچہ پیدا ہونے کی خبر دی گئی تو ساتھ ہی بتلایا گیا۔

’’ویعلّمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل ورسولاً الٰی بنی اسرائیل ‘‘ (آل عمران:۴۸، ۴۹)

(ترجمہ) اور سکھائے گا اسے (۱) کتاب (۲) حکمت (۳) تورات (۴) انجیل اور آپ رسول ہوں گے صرف بنی اسرائیل کی طرف۔

قرآن کریم میں کتاب وحکمت کے الفاظ قرآن وسنت کے معنی میں آتے ہیں حضرت عیسیٰ کو قرآن وسنت کی تعلیم اس لئے دی گئی کہ وہ دور آخر میں امت مسلمہ میں اتریں گے اور وہ اپنے اس دور میں قرآن وسنت پر عمل کریں گے۔ حضور خاتم النّبیین ﷺ کے امتی ہوکر رہیں گے۔ رسول وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے ہی تھے اس امت میں وہ رسول کی حیثیت سے کام نہ کریں گے کہ کہیں میں امتی بھی ہوں اور رسول بھی، ایسا نہ ہوگا۔ اس امت میں امتی نبی کا کوئی مفہوم قائم نہ ہوسکے گا۔

امام المفسرین حضرت امام حسن بصری (۱۱۰ھ) الکتاب کی تفسیر قرآن سے کرتے ہیں اور الحکمۃ کی سنت سے:’’حدثنا ابو صقریحی بن محمد بن قزعة بسامراء عن الحسن قوله واذ علّمتک الکتاب قال القرآن والحکمة قال السنة‘‘ (تفسیر امام حسن بصری ج۳ ص۵۴)

شیخ الاسلام بھی لکھتے ہیں:’’بندہ کے خیال میں ممکن ہے کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہو کیونکہ حضرت مسیح نزول کے بعد قرآن وسنت رسول اللہ ﷺ کے موافق حکم کریں گے اور یہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ آپ کو ان چیزوں کا علم دیا جائے۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۷۲)

معلوم ہوا مسیح موعود قرآن وسنت کا علم بھی اللہ رب العزت سے پائے گا اور اس کی اس میں لدنی شان ہوگی۔ وہ یہاں آ کر حافظوں اور قاریوں سے تعلیم نہ پائے گا نہ وہ کسی مولوی گل محمد کا شاگرد ہوگا۔ اس کی اس امت میں بھی اتباع جاری ہوگی لیکن یہ انتظامی امور میں ہوگی۔ جیسا کہ حکم کی بات مانی جاتی ہے لیکن اس کی تشریعی حیثیت نہیں ہوتی۔

۷…… اتباع عیسیٰ بن مریم گو کسی درجہ میں ہو قیامت تک رہے گی

ہر پیغمبر کی اتباع اس دور تک ہوئی جس کے لئے وہ پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ آنحضرت ﷺ کے دور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا کوئی تصور نہیں پایا جاتا۔ ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تورات دیکھ رہے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا تو آپ ﷺ کے چہرے پر ناراضگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اس دور میں موسیٰ کی اتباع کی کوئی راہ نہیں ہے وہ خود بھی اس دنیا میں ہوتے تو انہیں میری اتباع سے چارہ نہ تھا۔ معلوم ہوا کہ دور محمدی میں کسی اور پیغمبر کی اتباع نہیں ہوسکتی۔

''لوکان موسٰی حیّاً ما وسعہ الّا اتباعی رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان'' (مشکوٰۃ ص ۳۰ باب الاعتصام والسنۃ)

امام زہری روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کوئی اسرائیلی تحریر دیکھ رہی تھیں تو حضور ﷺ کے چہرے پر کچھ ناراضگی کے آثار پائے گئے اور آپ نے فرمایا: ''یوسف علیہ السلام بھی یہاں آجائیں اور تم ان کی اتباع میں لگو تو تم راہ سے بھٹکے شمار ہوگے۔''

''والذی نفسی بیدہ لواتاکم یوسف وانا فیکم فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم'' (المصنف لعبدالرزاق ج۶ ص ۱۱۴ باب مسئلۃ اھل الکتاب)

(ترجمہ) قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر یوسف خود بھی تم میں آجائیں اور میں تم میں آچکا تم ان کی پیروی کرو اور مجھے چھوڑ دو تو تم ایک گمراہی کے راستہ پر آن لگے۔

اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع قیامت تک رہنے کی خبر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آپ کی پہلی زندگی میں یہ بتادیا تھا۔

’’اذ قال اللّٰہ یاعیسٰی انّی متوفّیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ‘‘

(آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) جس وقت کہا اللہ نے اے عیسٰی میں تجھے پورا لوں گا اور اٹھا لوں گا تجھے اپنی طرف اور پاک رکھوں گا تجھے کافروں سے (ان کے ہاتھ تجھے نہ چھو سکیں گے) اور رکھوں گا تیری اتباع میں رہنے والوں کو تیرا انکار کرنے والوں پر غالب قیامت تک پھر میری طرف تم سب کا آنا ہوگا (تمہیں بھی وفات دی جائے گی اور ان کو بھی) پھر فیصلہ کروں گا تم میں جن باتوں میں تم اختلاف کرتے تھے۔

یہاں اس وقت ہم لفظ توفی یا رفع سے بحث نہیں کر رہے یہ تفصیل آگے اپنے مقام پر آئے گی۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ حضرت مسیح کی اتباع قیامت تک قائم رہنے کی اس آیت میں خبر دی گئی ہے اور اتباع سے بھی یہاں وہ اتباع مراد نہیں جو آپ کی پولوس کے ذریعہ جاری ہوئی بلکہ وہ جو صحیح معنوں میں آپ کی پیروی ہو اس کے قیامت تک رہنے کی خبر دی گئی ہے۔ حالانکہ اور کسی نبی کی اتباع قیامت تک باقی رہنے کا کہیں نشان نہیں ملتا۔

حضرت مسیح کے ماننے والوں کا یہ غلبہ موعود اس وقت سے تعلق رکھتا ہے جو قیام قیامت سے متصل ہو ورنہ آپ کی اتباع کرنے والوں کو آپ کے منکرین پر غلبہ تو آپ کے اس دنیا سے جانے کے جلد بعد ہی دے دیا گیا تھا۔ اس وقت تک آپ کے دین کو مسخ نہ کیا گیا تھا۔ آپ کی اصل اتباع قائم تھی۔

قرآن کریم میں ہے: ’’یاایھا الذین اٰمنوا کونوا انصار اللّٰہ کما قال عیسی بن مریم للحواریّین من انصاری الی اللّٰہ قال الحواریّون نحن انصار اللّٰہ فاٰمنت طائفۃ من بنی اسرائیل وکفرت طائفۃ فایدنا الذین اٰمنوا علٰی عدوّھم فاصبحوا ظاھرین‘‘ (الصّف:۱۴)

(ترجمہ) اے ایمان والو تم ہو جاؤ مددگار اللہ کے جیسے کہا تھا عیسٰی بن مریم نے حواریوں کو۔ کون ہے کہ مدد کرے میری اللہ کی راہ میں۔ پس بولے حواری ہم ہیں مددگار اللہ کے اس کی راہ میں۔ پھر ایمان لایا ایک فرقہ بنی اسرائیل میں سے اور ایک فرقہ منکر ہوا پھر قوت دی ہم نے ان کو جو ایمان لائے تھے۔ ان کے دشمنوں پر سو وہ رہے ان پر غالب۔

حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ’’بنی اسرائیل میں دو فرقے ہوگئے ایک ایمان پر قائم ہوا دوسرے نے انکار کیا پھر حضرت مسیح کے بعد آپس میں دست وگریباں رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اس بحث ومناظرہ اور خانہ جنگیوں میں مؤمنین کو منکرین پر غالب کیا۔ حضرت مسیح کے نام لیوا (نصاریٰ) یہود پر غالب رہے اور نصاریٰ میں سے ان کی عام گمراہی کے بعد جو بچے کھچے افراد صحیح عقیدہ پر قائم رہ گئے تھے ان کو حق تعالیٰ نے نبی آخرالزمان کے ذریعہ دوسروں پر غلبہ عنایت فرمایا۔ صحبت وبرہان کے اعتبار سے بھی اور قوت وسلطنت کی حیثیت سے بھی۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۷۳۳)

اب پھر قرآن کریم کے ان لفظوں پر غور کرو۔ ’’وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ‘‘ (آل عمران:۵۵)

قرآن کریم نے یہاں آپ کی اتباع کی خبر قیامت سے جوڑی ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ دور محمدی کو پائیں گے اور آپ کے دم قدم سے ایک دن سارے عیسائی بھی صحیح ایمان پر آجائیں گے اور منکروں کی بھی ایک بڑی تعداد صحیح ایمان پر آجائے گی۔ یہ ایک قسم کا غلبہ ہوگا کہ اہل کتاب کے دونوں فریق یہود ونصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان لے آئے ہیں۔ تب قوم یہود کا خاتمہ ہوگا یہ جہاں بھی چھپیں گے وہاں کے پتھر تک بول اٹھیں گے کہ ایک مجرم یہاں چھپا ہوا ہے۔ وہ وقت آنے والا ہے اسے مستقبل کے طور پر قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً‘‘ (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور جتنے فرقے ہیں اہل کتاب کے سب حضرت عیسیٰ پر (صحیح عقیدہ کا) ایمان لے آئیں گے اس کی موت سے پہلے اور وہ ہوگا قیامت کے دن ان پر گواہ۔

آپ ان پر گواہ اسی صورت میں ہوں گے کہ یہ سب اہل کتاب آپ کے سامنے آپ پر صحیح پیرایہ میں ایمان لے آئیں۔ اس سیاق وسباق میں آپ کا قیامت سے پہلے اس دنیا میں پھر سے ہونا اور آپ کی اتباع کا (گو وہ انتظامی امور میں ہو) یہاں کسی درجے میں باقی رہنا کھلے طور پر آپ کی آمد ثانی کا پتہ دے رہا ہے۔ پھر یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حضرت عیسیٰ اپنی پہلی زندگی میں کھلی وجاہت نہ پاسکے تھے۔

۸......حضرت عیسیٰ کا دنیا میں وجاہت پانا

یہودیوں اور رومیوں نے آپ کو اتنا تنگ کیا کہ آپ پر اس دنیا میں کوئی آرام اور سکون کا وقت نہ آسکا۔ یہود نے آپ کو سولی چڑھانے کے خطرناک منصوبے بنائے۔ یہ یہودی کیا تھے؟ افعی سانپ تھے جو آپ کے گرد یہاں کی پوری زندگی گھومتے رہے آپ کو قید رکھا گیا۔ آپ کو مقام دعوت میں آکر اس دنیا میں کہیں وجاہت کی زندگی نہ مل سکی۔

اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو جب بدوں مس بشر بچے کی بشارت دی تھی تو یہ بھی بتلایا تھا کہ وہ دنیا اور آخرت (دونوں میں) وجاہت پائے گا۔

’’انّ اللہ یبشّرک بکلمة منه اسمه المسیح عیسی بن مریم وجیهاً فی الدنیا والآخرة ومن المقربین ویکلم النّاس فی المهد وکهلاً ومن الصالحین‘‘ (آل عمران:۴۵،۴۶)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ تجھے بشارت دیتے ہیں اپنی طرف سے ایک کلمہ کی۔ اس کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہوگا۔ دنیا وآخرت میں وہ مرتبہ پائے گا اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب وہ ماں کی گود میں ہوگا اور جب وہ پوری عمر کا ہوگا اور رہوگا نیک بختوں میں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی پہلی دنیوی زندگی میں کسی مرتبہ وجاہت کو نہ پہنچے کہیں انہیں حکم کی زندگی نہ ملی جہاں ان کی بات چلے لیکن خدائی وعدے غلط نہیں ہوتے ان کا بڑی عمر میں لوگوں سے ہم کلام ہونا اس بات کا نشان ہے کہ وہ اس دنیا میں پھر آئیں گے اور اس وقت ان کا لوگوں سے ان کی زبان میں ہم کلام ہونا اور ان کے لہجے میں بولنا واقعی ایک نشانی ہوگا وہ اس وقت حکم کے طور پر آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو پہلے سے خبر دے دی تھی کہ یہ بچہ دنیا میں بھی صاحب مرتبہ ہوگا اور خدا کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

اگر حضرت عیسیٰ بن مریم کا اس دنیوی زندگی میں دنیا میں پھر آنا نہ مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے پورا ہونے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی، رہی آخرت کی وجاہت تو یہ تو ہر صاحب صدق کے لئے ہے اور یہ ہر ایک کو ملے گی اور اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ سو اس پیش گوئی کو آخرت کی وجاہت پر محمول نہیں کیا جاسکتا: **’’وجیهاً فی الدنیا والآخرة‘‘** دو علیحدہ علیحدہ باتیں ہیں۔

۹......حضرت عیسیٰ کے خلاف قتل کی سازش

’’فلمّا احسّ عیسیٰ منهم الکفر قال من انصاری الی اللّٰہ قال الحواریّون نحن انصار اللّٰہ اٰمنا باللّٰہ واشهد بانّا مسلمون‘‘ (آل عمران:۵۲)

(ترجمہ) سو جب عیسیٰ بن مریم نے ان سے کفر محسوس کیا تو کہا کون ہیں مددگار میرے اللہ کی راہ میں (اللہ کے لئے) حواری بولے ہم ہیں اللہ کے مددگار ہم ایمان لائے اللہ پر آپ گواہ رہیں ہمارے اسلام پر۔

ایمان اور کفر حقائق ومعانی میں سے ہیں۔ یہ عالم حس کی چیزیں نہیں یہاں احساس کا لفظ اس سازش کا احساس ہے جو دشمنوں نے آپ کی ایذاء رسانی کے لئے تیار کی تھی (تجویز کی تھی) جب آپ کو اس قتل کی سازش کا پتہ چلا تو آپ نے عالم اسباب سے اللہ کی راہ میں مددگار مانگے حواریوں نے ہاں کردی اور اللہ پر ایمان لانے کا اعلان کیا۔

’’نحن انصار اللّٰہ اٰمنا باللّٰہ واشهد بانّا مسلمون‘‘ (آل عمران:۵۲)

یہ استعانت دراصل اللہ ہی سے استعانت کی ایک صورت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حواریوں سے جو مدد مانگی کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کی راہ میں تو یہ ظاہری استعانت ’’ایّاک نعبد وایّاک نستعین‘‘ کے خلاف نہیں ہے اگر کوئی شخص سعادت مند لوگوں سے جو اللہ کے ہاں قبولیت پائے ہوئے ہوں انہیں رحمت الٰہی میں ایک سبب سمجھ کر ان سے ظاہری استعانت کرے تو یہ استعانت دراصل اللہ ہی سے استعانت ہے۔ حضرت عیسیٰ کا حواریوں سے استعانت طلب کرنا اسی قسم کی ایک صدا تھی۔

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’اگر کسی مقبول بندہ کو (جو اللہ کی طرف سے توفیق پائے ہوئے ہو) محض واسطہ رحمت الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔ یہ اس کے پیدا کئے اسباب کے ذریعہ اس کی مدد لینا ہے اور حضرت عیسیٰ تو اسی کی راہ میں ان سے مدد لے رہے تھے۔‘‘

۱۰......حضرت عیسیٰ بن مریم کے مقربین میں رہنے کی خبر

دنیا کی زندگی میں قرآن میں صرف حضرت عیسیٰ کے مقربین میں رہنے کی خبر دی

گئی ہے اور آخرت میں تو بڑے درجے کے لوگ مقربین میں ہوں گے ان کے بعد اصحاب الیمین میں یہ دوسرے درجے کے اہل جنت ہوں گے۔

''فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنة نعیم'' (الواقعہ:۸۸،۸۹)

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف فرشتوں کے مقرب ہونے کی خبر دی ہے وہ ملأ اعلیٰ میں اللہ کے حضور مقربین کا شرف رکھتے ہیں۔ یہاں کی دنیوی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے صرف حضرت عیسیٰ بن مریم کے مقربین سے ہونے کی خبر دی ہے۔ حضرت مریم کو بشارت دی گئی تھی کہ تیرا یہ بچہ مقربین میں سے ہوگا اور یہ وہ مقام ہے جو دنیوی زندگی میں قرآن میں کسی اور پیغمبر کے لئے نہیں ملا۔ حضرت مریم سے کیا یہ وعدہ اسی صورت میں پورا ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اس دنیوی زندگی میں آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور ان کی زندگی کا ایک حصہ ان مقربین کے ساتھ گزر رہا ہے جو اس شرف میں یہاں کے انسانوں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں۔ تلک عشرة کاملة!

یہ دس آیات باہرات ہیں جن میں حضرت عیسیٰ بن مریم کو ایک امتیازی دور بخشا گیا۔ آپ ایک مدت تک فرشتوں میں رہ کر روح القدس کی وہ تاثیر پا گئے جس کی پھونک سے دجال کے پاؤں اکھڑ جائیں اور دجالی فتنوں کا خاتمہ ہو جائے یہ ان کے اگلے دور میں ہوگا جب آپ زمین پر جلالی شان سے اتریں گے۔ اپنے پہلے دور میں آپ مادرزاد اندھے کو بینا کرنے، مردوں کو زندہ کرنے اور برص والوں کو باذن الٰہی شفا دینے میں وقت کے سب اطباء وحکماء کو معجزات سے عاجز کر گئے یہ بات اس وقت صرف علم الٰہی میں تھی کہ دجال جب مردوں کو استدراج سے زندہ کرے گا تو اس کے مقابلے کے لئے وہ برگزیدہ خدا آسمان سے اترے گا جو فتنہ دجال سے صدیوں پہلے روح القدس کے تاثیر سے مردوں کو زندہ کرنے کے معجزے دکھا چکا ہے۔

حضرت عیسیٰ کے ان معجزات کا انکار کفر ہے

حضرت عیسیٰ بن مریم کے یہ معجزات ثبوتاً اور دلالۃً قطعی ہیں اور ہمارا اسلام کی ہر قطعی کہی گئی بات پر ایمان لانا ضروری ہے۔ سو جو شخص ان معجزات کا انکار کرے وہ قرآن میں کہی گئی بات کے انکار کی وجہ سے کفر کا مرتکب ہوگا۔

قرآن کریم کہتا ہے:’’ واٰتینا عیسی بن مریم البینٰت وایّدناہ بروح القدس‘‘ (البقرہ:۲۵۳)

(ترجمہ)اور دیئے ہم نے عیسیٰ بن مریم کو معجزات اور اسے تائید بخشی روح القدس سے۔

مرزا غلام احمد کا عیسیٰ بن مریم کے معجزات سے انکار

غلام احمد لکھتا ہے:’’عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا اور اس دن سے کہ آپ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد بنیں۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ص۲۹۰ حاشیہ)

یہ بات عیسائیوں کے رد میں جوابی کارروائی نہیں کہی جاسکتی۔ مرزا قادیانی نے یہ کہہ کر حق بات یہ ہے اس احتمال کو بھی قطعی طور پر روک دیا ہے۔

مرزا غلام احمد نے ایک تالاب کا بھی پتہ دیا ہے جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے۔ مرزا قادیانی کا خیال ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ ظاہر بھی ہوا ہو تو وہ آپ کا نہیں، اس تالاب کی شان اعجاز تھی۔

غلام احمد لکھتا ہے:’’آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے خیال ہوسکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ بھی ظاہر بھی ہوا ہو تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوا مکر اور فریب کے اور کچھ نہیں تھا۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص۲۹۱)

مرزا غلام احمد نے اپنے آپ کو مسیح موعود ٹھہرانے کی بنیاد براہین احمدیہ میں ہی رکھ دی تھی لیکن ظاہری طور پر وہ مسلمانوں کے عقیدہ پر ہی رہا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم زندہ ہیں اور قرب قیامت میں آسمانوں سے اتریں گے۔ اس نے اس دوران حضرت عیسیٰ بن مریم کی

شخصیت اور کردار کو بہت مجروح کیا اور یہ کارروائی اس لئے تھی کہ مرزاغلام احمد اگر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرے تو اس کا اپنا کردار حضرت عیسیٰ بن مریم کے کردار سے کچھ زیادہ مختلف دکھائی نہ دے۔

مرزاغلام احمد ایک پندرہ سالہ غیرمحرم لڑکی سے بدنی خدمت لیتا تھا اور بھی کئی غیرمحرم عورتیں رات کو اس کے گرد وپیش جمع رہتیں تھیں۔ وہ پلومر کی دکان سے منگوائی ٹانک وائن بھی استعمال کرتا تھا۔ اس لئے اسے حضرت مسیح کے بارے میں کہنا پڑا: ''کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگاوے اور زناکاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔''

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

حضرت عیسیٰ کے معجزات قطعی درجے میں

قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ بن مریم کے معجزات قطعی درجے میں بیان کئے ہیں۔ قرآن پر ایمان رکھنے والے کسی شخص سے ان کا انکار ممکن نہیں اور جو ان کا اس طرح انکار کرے جس طرح غلام احمد نے کیا ہے تو اس کے لئے اسلام میں کوئی جگہ نہیں رہ جاتی۔

حضرت عیسیٰ کے دور میں علم طب اور علم ابدان اس ترقی پر تھا کہ اﷲتعالیٰ نے ان تجرباتی علوم کا غرور توڑنے کے لئے اور انہیں خدا کو آواز دینے کا سبق دینے کے لئے ایسے معجزات سے نوازا جنہوں نے ان حکماء وقت کو ان کی مثل لانے سے عاجز کر دیا۔ اﷲتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صداقت ظاہر کرنے کے لئے ان کے ہاتھوں پر اپنی قدرت کے وہ جلوے دکھائے کہ انسانی اکتشافات اور تجرباتی ترقیات ان کے سامنے دم بخود رہ گئیں۔

ہاں! قیامت سے پہلے ایک استدراج اور دجالی قوتوں کا ظہور اس اوج ترقی پر آئے گا کہ ضرورت ہوگی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے معجزات انہیں دم بخود کریں اور اسی لئے اﷲتعالیٰ نے آپ کو اس دنیوی زندگی سے آسمان پر زندہ رکھا ہے کہ جب وہ وقت آئے اﷲتعالیٰ آپ کو پھر اس زمین پر اتار دے۔ اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی زندگی کے دوسرے دور میں ملائکہ مقربین کے ساتھ آسمان میں زندہ موجود ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی زندگی کا دوسرا دور

ہم اسے ان شاء اللہ العزیز! رفع عیسیٰ بن مریم کے عنوان سے آگے بیان کریں گے۔ اسلامی عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان پر گئے اور وہاں اب تک آپ بحالت حیات ہیں جس طرح آدم اور حواء آسمانوں پر اپنے اپنی ابدان عنصری سے زندہ رہے تھے۔ قادیانی عقیدے میں آپ کی زندگی کا دوسرا دور کشمیر میں بسر ہوا۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''حضرت مسیح خدا تعالیٰ کا حکم پا کر جیسا کہ کنز الاعمال کی حدیث میں ہے اس ملک سے نکل گئے۔ وہ تاریخی ثبوت جو ہمیں ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیبین سے ہوتے ہوئے پشاور کی راہ سے پنجاب میں پہنچے اور چونکہ سرد ملک کے باشندے تھے اس لئے اس ملک کی شدت گرمی کا تحمل نہ کر سکے۔ لہٰذا کشمیر میں پہنچ گئے اور سری نگر کو اپنے وجود باجود سے شرف بخشا اور کیا تعجب کہ انہی کے زمانہ میں یہ شہر آباد بھی ہوا۔ بہر حال سری نگر کی زمین مسیح کے قدم رکھنے کی جگہ ہے غرض مسیح تو سیاحت کرتے کرتے کشمیر پہنچ گئے۔''

''ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے اور مسیح نے بھی اپنی ہجرت کی طرف انجیل میں اشارہ فرمایا ہے کہ نبی بے عزت نہیں...... مگر اپنے وطن میں۔''

(تحفہ گولڑویہ ص۱۲،۱۳ و حاشیہ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۱۰۶)

حضرت مسیح کا یہ دور زندگی غلام احمد کے نزدیک اس سرزمین میں ۷۵ سال رہا اور وہ وہیں وفات پا کر شہر سری نگر میں دفن ہوئے۔ مرزا غلام احمد کے لئے آپ کا کشمیر جانا تو ہجرت کی ایک منزل تھی مگر اسے یہ خیال نہ آیا کہ آپ کا آسمان پر جانا بھی تو ایک ہجرت تھی جس کے ذریعہ آپ کو دشمنوں سے بچایا گیا اور ان کے ناپاک ہاتھ آپ کے پاک بدن کو نہ چھو سکے۔ اس ہجرت کا یقین کرتے ہوئے اسے کون سی چیز مانع تھی۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کی زندگی کا تیسرا دور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا زمین پر دوسرا دور (جوان کی زندگی کا تیسرا دور ہوگا) حدیث میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے: ''عن عبداللہ بن عمرو قال قال رسول

اللہﷺ ینزل المسیح بن مریم فاذا راہ الدجال ذاب کما تذوب الشحمة قال فیقتل الدجال ویفرّق عنه الیهود فیقتلون حتی ان الحجر یقول یا عبداللہ المسلم هٰذا یهودی فتعال فاقتله‘‘

(المصنف لابن ابی شیبة ج۷ ص۴۹۶، کنزالعمال ج۷ ص۲۹۸ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام)

(ترجمہ) آنحضرتﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم اتریں گے جب انہیں دجال پائے گا اس طرح پگھلنے لگے گا جس طرح چربی پگھلتی ہے۔ فرمایا کہ آپ دجال کو قتل کریں گے اور یہودی اس سے ہٹ جائیں گے وہ قتل ہوں گے یہاں تک کہ پتھر بھی بولے گا اے اللہ کے بندے مسلمان! یہ یہودی (میرے پیچھے چھپا) ہے آگے بڑھ اور اسے مار ڈال۔

اس کی پوری بحث ان شاء اللہ العزیز! نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے تحت آئے گی۔ واللہ هو المؤفق!

قادیانیوں کے ہاں بھی اس تیسرے دور کا امکان

قادیانی گو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم وفات پاچکے تاہم اسے وہ بھی ممکن سمجھتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ قرب قیامت میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر احادیث کے الفاظ ظاہراً بھی منطبق ہوسکیں۔

مرزاغلام احمد نے اس امکان کو اس طرح بیان کیا ہے: ’’ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

مرزاغلام احمد نے یہ ایک مسیح کی امید کیوں باندھی

مرزاغلام احمد اس بات سے بہت پریشان تھا کہ میں کیسا مسیح موعود ہوں کہ ظاہراً احادیث مجھ پر پوری نہیں اترتیں اور مجھے ہر جگہ استعارہ کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اس پریشانی میں اسے خیال آیا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے یہ گزارش کرے کہ وہ اسے ابھی بھیج دے جس پر احادیث کے لفظ ظاہراً منطبق ہوسکیں اور یہ اس کے حق میں دستبردار ہوجائے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’بعض دفعہ میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ میں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے۔‘‘ (اربعین ج۳ ص۱۳، خزائن ج۱۷ ص۳۹۹)

مرزا غلام احمد کا یہ کہنا بعض دفعہ میرے خیال میں آیا بتلاتا ہے کہ مرزا کو یہ خیال ایک دفعہ نہ آیا تھا کئی دفعہ آیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ ان آسمانی عہدوں کے لئے پہلے سے دل میں منصوبہ بندی کرتا رہا ہو۔ مرزا غلام احمد کی بہت خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ یہ خدمت اس کے دوست مولوی محمد حسین کے سپرد کردے لیکن جب یہ نوبت نہ آئی اور مولوی صاحب موصوف نے الاقتصاد بھی شائع کردیا۔ تب مرزا قادیانی اس کے خلاف ہوگئے کہ یہ کام میری معرفت کیوں نہیں کیا گیا۔ تاہم مرزا پھر بھی پرامید رہا کہ بہت ممکن ہے کہ کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر احادیث کے ظاہر الفاظ صادق اتر سکیں اور وہ جلالی شان کے ساتھ آئے، غلامانہ ذہن کے ساتھ نہ آئے۔

سائنسی کمالات کی انتہاء تک حضرت عیسیٰ بن مریم زندہ رہیں گے

نامناسب ہوگا کہ ہم دور عیسیٰ بن مریم کی اس بحث میں ان کے آخری دور کی بحث نہ کریں۔ سائنس اپنی ترقی میں انسان کے لئے اتنی فائدہ مند نہیں ہوئی جتنی تباہ ناک ہوئی ہے۔ ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے انسان کو کیا فائدہ ملا۔ یہ کسی سے مخفی نہیں۔ ٹیوب بچوں کی پیدائش نے بنی نوع انسان کو کیا دیا، ان تجرباتی اکتشافات نے انسان کو کس طرح موت کے دروازے پر لاکھڑا کیا ہے اسے ڈاکٹر اقبال سے پوچھیں:

وہ فکر گستاخ جس نے عریاں کیا ہے فطرت کی طاقتوں کو\
اسی کی بے تاب بجلیوں سے خطر میں ہے اس کا آشیانہ

ایک وقت آئے گا کہ مادیت کے یہ دجالی فتنے سب ایک فرد میں مرتکز ہوجائیں گے وہ دجال اکبر ہوگا جب تک وہ وقت نہیں آجاتا ضرور ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم جنہوں

نے پہلے اسباب طبیعت سے آگے نکلنے والے معجزات دکھائے، اس وقت تک موجود رہیں جب تک تمام دجالی فتنوں کو دم بخود نہیں کردیا جاتا۔ ان دجالی فتنوں کو اگر ڈر ہے تو حضرت عیسیٰ بن مریم کا دجال اکبرانہیں دیکھتے ہی پگھلنے لگے گا یہ وہ وقت ہوگا کہ کفر دم توڑ جائے گا اوراس وقت صرف ایک ہی ملت باقی رہے گی اور وہ ملت اسلام ہوگی۔ آنحضرت ﷺ پہلے سے فرماگئے تھے: ’’انا آخر الانبیاء وانتم آخر الامم او کما قال النّبی ﷺ‘‘

سائنسی انکشاف کا یہ سارا دور ایک پہلو سے دور عیسوی میں شمار ہے۔ یہ دجالی فتنوں کوتوڑنے کے پہلو سے ہے۔ رہا اس دور کا نور ہدایت، وہ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی شریعت ہےاوراس پہلو سے یہ دور محمدی ﷺ ہے۔

سوعنوان ’’دور عیسیٰ بن مریم‘‘ جس طرح اس دور کو شامل ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریم کی بلاباپ پیدائش سے چلا وہ سائنسی انکشافات اور مادی تجربات کے پہلو سے اب بھی باقی ہےاور جتنے دجالی فتنے اس دور میں ظہور کریں گےان کے سدباب کے لئے اور قتل دجال کے لئے حضرت عیسیٰ بن مریم بھی موجود رہیں گے (آسمان پر) اور آپ کے نزول تک حق وباطل کے زمینی معرکہ میں حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی امت ہی ہر باطل سے نبرد آزما رہی ہےاور رہے گی۔

ستیزہ کار رہا ازل سے تا امروز　　چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

حضرت عیسیٰ بن مریم آپ ﷺ کی امت سے ہوکر ہی تشریف لائیں گے جس طرح ’’ہرفرعونے راموسیٰ‘‘ کہا گیا ہےاسی طرح ’’ہردجالے راعیسیٰ‘‘ بھی بلاکسی اختلاف کے تسلیم کیا گیا ہے۔اگراس دنیامیں دجال کے کچھ معرکے باقی ہیں تو کیاان کے سدباب کے لئےعیسیٰ بن مریم کی ضرورت نہیں؟ جب دجال خود ہی ایک آفت کاملہ ہوگا اس وقت پتہ چلے گا کہ عیسیٰ بن مریم کا وجود کتنی بڑی رحمت ہے جواس وقت دجال کو پوری طرح دبا پائے گا اور وہ بھی اس اعلان کے ساتھ کہ میں حضور اکرم ﷺ کا امتی ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے سالہا سال آسمانوں میں فرشتوں کے ماحول میں رکھا تا وہ دجال کے جملہ استدراجات کا آسمانی جواب ہو۔

ولادت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الکلام الفصیح فی ولادۃ المسیح

الحمد ﷲ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفی خصوصاً علٰی سیدالرسل وخاتم الانبیاء امّا بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم بدیع السموات والارض واذا قضٰی امراً فانما یقول لہ کن فیکون!

تمام انسان ایک عام قاعدہ ولادت سے پیدا ہوئے

’’انّا خلقنا الانسان من نطفۃ امشاج نبتیلہ فجعلناہ سمیعاً بصیراً‘‘ (الدھر:۲)

(ترجمہ) ہم نے پیدا کیا انسان کو ایک ملے جلے نطفہ سے۔ ہم اس کو پلٹتے رہے پھر کر دیا ہم نے اسے ایک سننے والا دیکھنے والا۔

اس عام قاعدہ فطرت سے صرف دو فرد مستثنیٰ رکھے گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر کسی تسلسل کے نئے سرے سے پیدا کیا۔ اللہ رب العزت کی یہ شان قرآن کریم میں اس طرح مذکور ہے:’’بدیع السمٰوٰت والارض واذا قضٰی امراً فانما یقول لہ کن فیکون‘‘ (البقرہ:۱۱۷)

(ترجمہ) آسمانوں اور زمین کو نئے سرے سے وجود دینے والا جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرلے تو’’کن‘‘ فرماتا ہے اور وہ چیز پیدا ہو جاتی ہے۔

دو پیغمبروں کی ولادت نئے سرے سے ہوئی (۱) حضرت آدم اور (۲) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام۔

قرآن کریم میں ہے:’’انّ مثل عیسٰی عنداللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون‘‘ (آل عمران:۵۹)

(ترجمہ) بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے ہاں ایسی ہے جیسے آدم تھے انہیں مٹی سے پیدا کیا پھر اس کو کہا کہ ہو جا (کلمہ کن کہا) اور وہ موجود ہو گئے۔

جو شخص اس عام قاعدہ فطرت کے خلاف پیدا ہوا وہ اپنی فطرت میں فرشتوں کے قریب ہوگا۔ سو آدم علیہ السلام پہلے فرشتوں میں رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو بغیر باپ پیدا ہوئے، وہ بھی ایک مدت تک فرشتوں میں رکھے گئے وہ قرب قیامت میں اس طرح زمین پر اتریں گے جیسے آدم علیہ السلام آسمان سے کرہ زمین پر اترے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں بھی اللہ تعالیٰ کی صفت بدیع کا ظہور ہوا۔ یہ ایک نئے سرے کی کارروائی تھی۔ بدیع نئے سرے سے کارروائی کرنے والے کو کہتے ہیں جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا ٹھہرایا ان کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بدیع ہونے سے استدلال فرمایا ہے۔

’’وقالوا اتخذاللہ ولداً سبحانہ بل لہ ما فی السمٰوات والارض کل لہ قانتون. بدیع السمٰوات والارض واذا قضٰی امراً فانّما یقول لہ کن فیکون‘‘ (البقرہ:۱۱۶،۱۱۷)

بدیع نئے سرے سے پیدا کرنے والے کا نام ہے اس سے یہی سمجھ میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نئے سرے سے تخلیق کیا کسی باپ سے آپ وجود میں نہیں آئے۔

اولاد آدم کی ارواح سے ربوبیت باری کا اقرار

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو تمام اولاد آدم سے اپنی ربوبیت کا اقرار لیا تمام اولاد آدم حضرت آدم کی پشت سے پشت در پشت باہر لائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا ’’الست بربکم‘‘ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ سب نے کہا کیوں نہیں؟

’’واذ اخذ ربک من بنی آدم من ظھورھم ذریّتھم واشھدھم علٰی انفسھم الست بربکم قالوا بلٰی شھدنا ان تقولوا یوم القیامۃ انّا کنا عن ھٰذا غافلین‘‘ (الاعراف:۱۷۲)

(ترجمہ) اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا ان سے ان کی جانوں پر کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب؟ بولے ہاں ہے ہم اقرار کرتے ہیں، کبھی کہنے لگے قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی۔

حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۰ھ) لکھتے ہیں: ’’اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد کو اور ان سے ان کی اولاد کو نکالا اور سب سے اقرار کروایا اور اپنی خدائی کا اور پھر انہیں آدم کی پشت میں داخل کیا اس سے مدعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے۔‘‘

جب تمام روحیں واپس پشت آدم میں گئیں تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو اپنے ہاں روک لیا اور اس پر ایک مدت گزری پھر ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل کو وہ روح دی اور کہا کہ اسے مریم میں پھونک دو وہ اس نفخہ جبرائیلیہ سے حاملہ ہوئیں اور انہوں نے حضرت عیسیٰ کو جنم دیا۔ بس وہ آپ کے بیٹے تھے اور ان کا کوئی باپ نہ تھا۔ اب جہاں کہیں آپ کا ذکر کیا جائے گا آپ کو عیسیٰ بن مریم کہہ کر ذکر کیا جائے گا۔ کیونکہ آپ کا کوئی باپ نہ تھا۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ قرآن پڑھنے والے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: **’’خلق اللہ ارواح بنی آدم لما اخذ علیہم المیثاق ثم ردّھا الٰی صلب آدم وامسک عندہ روح عیسٰی علیہ السلام فلمّا اراد خلقہ ارسل ذٰلک الروح الٰی مریم فکان منہ عیسٰی علیہ السلام فلھذا قال وروح منہ‘‘**

(تفسیر قرطبی ج۶ ص۲۲، تفسیر النساء:۱۷۱)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کی روحیں پیدا کیں اس طرح ان سے عہد لیا پھر ان سب کو آدم کی پشت میں لوٹایا اور اپنے ہاں عیسیٰ علیہ السلام کی روح روک لی۔ پھر جب اس نے اس کے پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس روح کو مریم کی طرف بھیجا اور اس سے حضرت عیسیٰ پیدا ہوئے سو آپ اللہ کی طرف سے ایک خاص روح ٹھہرے۔

قرآن کے الفاظ ’’وروح منہ‘‘ بتلاتے ہیں کہ وہ روح اللہ کے پاس رہی تھی اور وہیں سے اسے لے کر حضرت جبریل آئے اور اسے حضرت مریم میں اتار دیا اگر وہ روح دوسرے ارواح بنی آدم کی طرح آباء کی پشتوں میں رہی ہوتی تو قرآن کریم اسے ’’وروح منہ‘‘ نہ کہتا۔ حضرت جبریل نے روح عیسوی بطور ہدیہ حضرت مریم کے سپرد کی سو حضرت عیسیٰ کی فطرت فرشتوں کی سی رہی۔ فرشتے زمین میں گھر نہیں بناتے۔ حضرت عیسیٰ نے بھی

زمین پر اپنا گھر نہ بنایا، نہ شادی کی۔ اب جب وہ زمین پر اتریں گے تو حضرت آدم کی طرح زمین پر سکونت اختیار کریں گے ان کی ولادت بے شک ایک بدیع پیرایہ میں رہی اور ولادت رفیع بہ طور بدیع واقع ہوئی۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں اللہ رب العزت کی صفت بدیع کا ظہور ہوا۔ یہ ایک نئے سرے کی کارروائی تھی۔ بدیع نئے سرے سے کارروائی کرنے والے کو ہی کہتے ہیں۔

''بدیع السمٰوات والارض انّٰی یکون له ولد ولم تکن له صاحبة وخلق کل شئ وهو بکلّ شئ علیهم'' (الانعام:۱۰۱)

حضرت عیسیٰ کی پیدائش (اللہ کی قدرت کا ایک نشان ٹھہری)

اللہ تعالیٰ نے اس پیدائش میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت مریم کو اپنی قدرت کا ایک نشان بتایا ہے۔ دونوں خدا کی قدرت کے دو نشان نہ تھے۔ دونوں مل کر خدا کی قدرت کا ایک نشان بنے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ حضرت مریم سے بچے کی پیدائش خدا کی قدرت کا نشان ہو۔ یہ دونوں کا ایک نشان ہونا بتلا رہا ہے کہ آپ کی پیدائش بدوں باپ کے ہوئی ورنہ دونوں میں خدا کی قدرت کا ایک نشان کس امر موہوم کو کہا جاسکتا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:''وجعلنا ابن مریم وامّه آیة'' (المؤمنون:۵۰)

(ترجمہ) اور بنایا ہم نے ابن مریم کو اور اس کی ماں کو (اپنی قدرت کا) ایک نشان۔

شیخ اکبر ابن عربی (۶۳۸ھ) بھی لکھتے ہیں:''وفی هٰذا رد علٰی من یقول لا یوجد مولوداً الّا من ابوین'' (مواقع النجوم لابن عربی ص۱۰۹ طبع بیروت)

(ترجمہ) اس میں ان لوگوں کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ کوئی بچہ ماں باپ کے سوا پایا نہیں جاسکتا۔ یہ قدرت کا ایک نشان کیا رہا اسے لسان العرب میں دیکھئے۔

''وقال ابو منصور لانّ الآیة فیهما معاً آیة واحدة وهی الولادة دون الفحل'' (لسان العرب ج۱۸ ص۶۶ فصل الألف)

(ترجمہ) دونوں آیتوں میں نشان ایک بتلایا گیا ہے اور وہ بغیر مرد کے بچے کی پیدائش ہے۔

حضور ﷺ نے اس آیت: ’’انّ مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم ‘‘ سے کیا سمجھا؟ یہی نا کہ آپ کا کوئی باپ نہیں تھا۔

حضور ﷺ نے جب یہ کہا تو وفد نجران نے آپ سے کہا: ’’یا محمد لما سلمت انہ لا اب لہ من البشر وجب ان یکون ابوہ ھو اللہ تعالیٰ ‘‘

(تفسیر کبیر ج۸ص۶۶، تفسیر آیت آل عمران:۵۹)

(ترجمہ) اے محمد جب آپ نے مان لیا کہ کوئی انسان دنیا کا آپ کا باپ نہیں تو ضروری ہوا کہ آپ کا باپ اللہ تعالیٰ ہو۔

آنحضرت ﷺ نے وفد نجران سے گفتگو فرماتے ہوئے اس تالی سے انکار کیا لیکن مقدم سے انکار نہ فرمایا۔ یعنی اس بات سے انکار کیا کہ اگر کوئی بشر آپ کا باپ نہ ہو تو واجب ہے کہ خدا اس کا باپ ہو (معاذ اللہ) کیا اس کی کوئی اور صورت نہ ہوسکتی تھی (مثلاً یہ کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی قدرت کاملہ سے نئے سرے سے ولادت بخشے) جب یہ ہوسکتا ہے تا یہ لزوم کیسا؟ تاہم یہ صحیح ہے کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی انسان باپ نہ تھا۔

محاورہ شریعت میں باپ سے بھی نیکی کرنے کا حکم ہے

شریعت نے جہاں والدہ سے نیکی کرنے کا حکم دیا والد کو بھی ساتھ رکھا۔

’’لاتعبدون الّا اللہ وبالوالدین احساناً‘‘ (البقرہ:۸۳)

’’ووصینا الانسان بوالدیہ...... ان اشکرلی ولوالدیک‘‘ (لقمان:۱۴)

’’کان تقیّاً وبرّاً بوالدیہ‘‘ (مریم:۱۳، ۱۴)

’’ربّنا اغفرلی والوالدی ولمن دخل بیتی مؤمنا وّللمؤمنین‘‘ (نوح:۲۸)

حدیث میں بھی ہی پیرایہ ملحوظ رکھا گیا آنحضرت ﷺ نے گناہ کبیرہ میں حقوق الوالدین کا ذکر فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ کو صرف ماں سے نیکی کرنے کا حکم

ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس عام محاورہ شریعت کے خلاف صرف یہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ نے کہا: ’’وبرّاً بوالدتی ولم یجعلنی جباراً شقیّاً‘‘ (مریم:۳۲)

(ترجمہ) اور نیک سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت۔

اس کی وجہ صرف یہی ہوسکتی ہے کہ کوئی انسان آپ کا باپ نہ تھا جس کے لئے آپ کسی نیکی کے مامور ہوتے۔

علامہ قرطبی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: ''(وبرّاً بوالدتی) ولم یقل لوالدی. علم انه شئ من جهة الله تعالٰی''

(الجامع لاحکام القرآن ج۱۱ ص۱۰۳، تفسیر سورۃ مریم:۳۲)

(ترجمہ) اور نیکی کرنے والا اپنی ماں سے اور یہ نہیں کہا اپنے والدین سے اس سے معلوم ہوا کہ آپ ایک چیز تھے خدا کی طرف سے یعنی آپ کی پیدائش بن باپ ہوئی۔

حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے کے قرآنی شواہد

۱...... حضرت مریم کا تعجب کہ بغیر مس بشر بیٹا کیسے ہوگا: ''قالت انّٰی یکون لی غلام ولم یمسسنی بشر ولم اک بغیاً قال کذالک قال ربّک هو علیّ هیّن ولنجعله آیة للناس ورحمة منّا وکان امراً مقضیاً. فحملته فانتبذت به مکاناً قصیّاً'' (مریم:۲۰تا۲۲)

(ترجمہ) مریم نے کہا کیسے میرے ہاں بیٹا ہوگا مجھے تو کسی بشر نے نہیں چھوا اور نہ میں کوئی بدکار رہی۔ اس نے کہا یوں ہی فرمادیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کے لئے نشانی اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا پھر پیٹ میں لیا اس کو مریم نے پھر یکسو ہوئی اس کو لے کر ایک دور کے مکان میں۔

۲...... قرآن کریم میں بار بار آپ کو ابن مریم کہا گیا ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ آپ کا کوئی باپ نہ تھا۔ بیٹے ہمیشہ باپ کی طرف منسوب ہوتے ہیں ماں کی طرف نہیں۔ آپ کو بار بار عیسیٰ بن مریم کہہ کر ذکر کرنا اس بات کی قوی شہادت ہے کہ کوئی انسان آپ کا باپ نہ تھا۔

قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی لکھتے ہیں: ''وانّما قال ابن مریم والخطاب لها تنبیهاً علٰی انه یولد من غیر اب اذا لاولاد ینسب الٰی الاباء ولا ینسب الی الام الّا اذا فقد الاب'' (تفسیر مظہری ج۲ ص۵۰، تفسیر سورۂ آل عمران:۴۷)

(ترجمہ) حضرت مریم کو بیٹے کی خوشخبری دیتے اسے عیسیٰ بن مریم کہا گیا۔ حالانکہ خطاب اسی سے (مریم سے) تھا۔ یہ اس بات پر متنبہ کرنے کے لئے تھا کہ وہ بیٹا بغیر باپ کے پیدا ہوگا۔ بیٹے ہمیشہ باپوں کی طرف منسوب ہوتے ماؤں کی طرف نہیں مگر یہ کہ جب باپ نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو بار بار ابن مریم کہہ کر ذکر کیا تو اگر آپ کا کوئی باپ ہوتا تو آپ کو ابن مریم کہنا اور بار بار کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ خود ہی ایک قانون مقرر کرے اور خود ہی اس کے خلاف کرے۔ قرآن کریم اسے ضابطہ بناتا ہے کہ بیٹوں کو ان کے باپ کی نسبت دو۔

’’ادعوهم لآبائهم هو اقسط عندالله فان لم تعلموا آبائهم فاخوانكم فى الدين ومواليكم وليس عليكم جناح فيما اخطأتم به ولكن ما تعمدت قلوبكم‘‘ (الاحزاب:۵)

(ترجمہ) پکارو پالکوں کو ان کے باپ کی طرف نسبت کر کے یہی پورا انصاف ہے اللہ کے یہاں پھر اگر نہ جانتے ہو ان کے باپ کو تو تمہارے بھائی ہیں دین میں اور رفیق ہیں اور گناہ نہیں تم پر جس چیز میں چوک جاؤ پر وہ جو دل سے ارادہ کرو۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: **’’الانبياء ينسبون الى الآباء لا الى الامهات فلما نسبه اللّٰه تعالىٰ الى الام دون الاب كان ذالك اعلاماً لها بانه محدث بغير الاب‘‘** (تفسیر کبیر ج۸ ص۴۴، تفسیر آل عمران:۴۵)

(ترجمہ) انبیاء باپوں کی طرف منسوب ہوتے ہیں نہ کہ ماؤں کی طرف سو جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماں کی طرف نسبت دی باپ سے نہیں تو یہ خدا کی طرف سے بتلانا ہے کہ آپ بلا باپ پیدا ہوئے۔

حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) بھی ابن مریم پر لکھتے ہیں: **’’مع كون الخطاب لها تنبيها على انه يولد من غير اب ولو كان له اب لنسب اليه‘‘**

(روح المعانی ج۲ ص۱۵۵، تفسیر آل عمران:۳۸ تا ۴۷ شاملہ)

سو اس میں کوئی شک نہیں رہتا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم بلا باپ پیدا ہوئے اور کوئی شخص آپ کا باپ نہ تھا۔ عیسائیوں کا یہ کہنا کہ پھر خدا ان کا باپ تھا، یہ ایک شاعری ہے جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔

۳...... حضرت مسیح کا نسب نامہ نانا کے نام سے چلا: تمام انسان بنوآدم ہیں۔ اس پہلو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آدمی تھے اور وہ آولاد آدم میں شمار ہوں گے ان کا نسب نامہ ان کے نانا کے نام سے چلے گا اور آل عمران، آل ابراہیم سے سمجھے جائیں گے۔ عمران حضرت عیسیٰ کے نانا کا نام تھا۔ آل عمران اسی طرح آل ابراہیم میں سے ہوں گے جس طرح آل ابراہیم آل نوح سے ہیں۔ سورۃ آل عمران بیشتر اس خاندان کی تاریخ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان خاندانوں کو دنیا کی قوموں پر چن لیا۔

''انّ اللہ اصطفٰی آدم ونوحاً وآل ابراھیم وآل عمران علی العالمین. ذریة بعضها من بعض واللہ سمیع علیم'' (آل عمران:۳۳، ۳۴)

(ترجمہ) بے شک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہاں سے جو اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

اس سے بھی واضح ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اپنے نانا کے واسطہ سے اولاد آدم میں شمار ہوئے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ آپ کا کوئی باپ نہ ہو ورنہ اس طرح خاندانی نسبتیں قائم کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

۴...... حضرت عیسیٰ کو خدا کے حکم ''کن'' کا ایک نشان بتلایا گیا: یہ تبھی ہوا کہ ان کی پیدائش صرف ماں سے بدوں باپ کے ہوئی۔ حضرت مریم کو جب بتایا گیا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا ہوگا تو اسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک نشان ٹھہرایا۔ وہ نشان یہ کہ پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ ''ولنجعله اٰیة للناس ورحمةً منّا وکان امراً مقضیاً'' (مریم:۲۱)

(ترجمہ) اور ہم اس کو کیا چاہتے ہیں لوگوں کے لئے نشانی اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام مقرر ہو چکا۔

اور پھر فرمایا: ''ذٰلک عیسٰی بن مریم قول الحق الذی فیه یمترون ما کان للہ ان یتخذ من ولد سبحٰنه اذا قضٰی امرً فانّما یقول له کن فیکون''

(مریم:۳۴، ۳۵)

(ترجمہ) یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں اللہ ایسا نہیں کہ بنائے اولاد۔ وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا سو یہی کہتا ہے کہ اس کو کہ ہو پس وہ ہو جاتا ہے۔

یہ جو کہا کہ لوگ جس شک میں مبتلا تھے بتلاتا ہے کہ واقعی کوئی ایسی چیز واقع ہوئی جو عام لوگوں سے معرض خفا میں تھی اور وہ یہی ہے کہ ایک کنواری نے بیٹا جنا۔ یہ پس منظر پکار کر کہہ رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہ تھا۔ رہا خدا کو آپ کا باپ ٹھہرانا تو فرمایا اللہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ رہا حضرت عیسیٰ کو مریم سے بدوں مس بشر کے جنم دینا تو یہ اس کے لئے کوئی مشکل نہیں جو ''کن'' کہہ کر جہاں بنادے۔

یہ خدا کا کلمہ کیا تھا جو مریم کی طرف اتارا گیا؟ یہ اس کا کلام ''کن'' تھا ایک روح اس کا محور تھی جو چیز اس طرح ''کن'' کہنے سے بنے اس کی پیدائش تدریج سے نہیں۔ اسباب سے نہیں ایک نشان قدرت بن کر سامنے آتی ہے۔ ''کن'' سے اللہ تعالیٰ نے ہزارہا چیزوں کو تخلیق بخشی لیکن یہ امر ''کن'' حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر اس طرح منطبق ہوا کہ ''کلمۃ اللہ'' پوری کائنات میں صرف عیسیٰ بن مریم کا ہی لقب ٹھہرا۔ روح اللہ بھی آپ کو ہی کہا گیا یا اللہ رب العزت نے اپنی روح آدم میں پھونکی تھی یا اس کی پیدا کردہ یہ خاص روح عیسیٰ بن مریم میں جلوہ گر ہوئی۔ مالک ارض وسماء نے فرشتوں کو حکم دیا تھا: ''فاذا سوّیتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ ساجدین'' (الحجر:۲۹)

(ترجمہ) بس جب میں اسے برابر کرلوں اور اس میں اپنی روح پھونکوں تو تم سب اس کے آگے سجدے میں پڑ جانا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے روح مریم کی طرف بھیجی روح حضرت عیسیٰ کا لقب اسی طرح رہا۔ اللہ رب العزت نے سچ فرمایا: ''انّ مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل آدم'' اور اس سے سچی بات اور کس کی ہوسکتی ہے ''ومن اصدق من اللہ قیلاً'' حضرت عیسیٰ کو ''کلمۃ القاھا الیٰ مریم وروح منہ'' فرمایا اور حضرت آدم میں بھی اس نے اپنی روح پھونکی تھی ''ونفخت فیہ من روحی'' سو یہ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں خدا کی قدرت کاملہ کا نشان ٹھہرے۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۴ھ) لکھتے ہیں: ''بعث اللہ المسیح عیسیٰ بن مریم ...... وامہ اٰیۃ للناس حیث خلقہ من غیر اب اظہاراً لکمال قدرتہ وشمول کلمۃ حیث قسم النوع الانسانی الاقسام الاربعۃ''

(۱)’’فجعل آدم من غیر ذکر ولا انثٰی ‘‘(۲)’’وخلق زوجه حواء من ذکر بلا انثی ‘‘(۳)’’وخلق المسیح بن مریم من انثٰی بلا ذکر ‘‘(۴) ’’وخلق سائرهم من الزوجین الذکر والانثٰی ‘‘ (فتاویٰ ابن تیمیہ ج۲۸ص۶۰۶)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مسیح عیسٰی بن مریم اوران کی والدہ کولوگوں کے لئے ایک نشان کیا آپ کوبغیر باپ پیدا کیا تاکہ اس کے کمال قدرت اوراس کے کلمہ کے اثر کاظہور ہو اس نے نوع انسانی کوچاراقسام میں رکھا:

(۱) آدم کوبغیر مرداورعورت کے پیدا کیا۔ (۲) آدم کی زوجہ حواء کومرد سے بلا عورت پیدا کیا۔ (۳) حضرت عیسٰی کو فقط عورت سے بدوں مرد پیدا کیا۔ (۴) باقی سب لوگوں کومرداورعورت سے پیدا کیا۔

سواس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسٰی بن مریم کو بلا باپ پیدائش واقعی اللہ کی قدرت کاملہ کا ایک نشان تھی جس سے یہ کلمۃ اللہ وجود میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے مریم کی طرف القاء کیا اور وہ روح پاک اولاد آدم کی پشتوں میں نہیں خود اللہ رب العزت کے حضور رہی تھی اس لئے اسے روح اللہ کہا گیا۔’’وصرّح به القرطبی ‘‘

شیخ الاسلام’’ولنجعله اٰیة للناس ورحمة منّا ‘‘کے تحت لکھتے ہیں:’’ہماری حکمت اسی کومقتضی ہے کہ بدون مس بشر کے محض عورت کے وجود سے بچہ پیدا کیا جائے اوروہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے ہماری قدرت عظیمہ کی ایک نشانی ہو کیونکہ تمام انسان مرد وعورت کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں (۲) آدم علیہ السلام دونوں کے بدوں پیدا ہوئے اور (۳) حوا کوصرف مرد کے وجود سے پیدا کیا (۴) چوتھی صورت یہ کہ جومسیح میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدوں صرف عورت کے وجود سے ان کا وجود ہوا۔ اس طرح پیدائش کی چاروں صورتیں واقع ہوگئیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود قدرت الٰہیہ کا ایک نشان اورحق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔‘‘ (تفسیر عثانی ص۴۰۹، تفسیر سورۃ مریم:۲۱)

ان چارقرآنی شواہد کے بعد ہم کلمۃ اللہ پرایک مستقل عنوان سے بحث کرتے ہیں۔

کلمۃ القاھا الٰی مریم ورح منہ

الحمد ﷲ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی

محدث عبدالرزاق (۲۱۰ھ) اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ’’**کلمۃ القاھا الٰی مریم قال ھو قولہ کن**‘‘ (تفسیر عبدالرزاق ج۱ص۱۷۷)

(ترجمہ) وہ کلمہ جو مریم میں اتارا گیا وہ خدا کا کلام ’’کن‘‘ تھا۔

اسی نے پھر ایک انسان کی صورت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ ہی پھر یہ بھی فرمایا کہ خدا اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔

’’**ولا تقولوا ثلٰثہ انتھوا خیراً لکم انما اللہ الٰہ واحدٌ سبحانہ ان یکون لہ ولد**‘‘ (النساء:۱۷۱)

(ترجمہ) اور یہ نہ کہو خدا تین ہیں اس سے رک جاؤ اسی میں تمہاری بہتری ہے معبود صرف ایک اللہ ہے وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔

یہ جس پیرایہ میں حضرت عیسیٰ سے خدا کی ابنیت کی نفی کی گئی ہے اس سے یہی پایا جاتا ہے کہ کوئی شخص آپ کا باپ نہ تھا نہ آپ کی پیدائش کسی انسان کے مریم کو چھونے سے ہوئی۔ اگر کوئی ایسی صورت ہوتی تو اس کا ذکر آپ سے ابن اللہ ہونے کی نفی میں انتہائی مقام بلاغت میں تھا اس کا ذکر نہ کرنے سے قرآن اس مقام پر مقتضائے حال کے مطابق نہیں رہتا اور مقام بلاغت سے گر جاتا ہے۔ **معاذاللہ ثم معاذاللہ!**

پیٹ میں بچے کا آغاز کس طرح ہوا؟

قرآن کریم میں اس کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ ’’کن‘‘ حضرت مریم کی طرف ڈالا اس میں جوہر حیات تھا۔ حضرت آدم کی پشت سے جب اولاد آدم نکالی گئی اور عہد الست بندھ گیا تو باقی سب ارواح تو واپس پشت آدم میں لوٹا دی گئیں لیکن یہ روح خاص اللہ کے پاس رہی اسے ہی اللہ رب العزت نے بنفخہ جرائیلیہ حضرت مریم میں اتار دیا اور حضرت مریم کے پیٹ میں بچے کا آغاز ہوگیا۔ مس بشری سے حضرت مریم پوری حفاظت میں رہیں۔

قرآن کریم میں ہے:’’والتی احصنت فرجها فنفخنا فيها من روحنا وجعلناها وابنها اٰية للعالمين‘‘ (الانبیاء:۹۱)

(ترجمہ) اور وہ عورت جس نے قابو میں رکھی اپنی شہوت پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں اپنی روح اور کیا اس کو اور اس کے بیٹے کو نشانی جہان والوں کے واسطے۔

آپ رسول تو صرف بنی اسرائیل کے لئے تھے یہ کل جہانوں کے لئے نشان کیسے بن گئے؟ یہ اس لئے کہ آپ نے عالمی نبوت (نبوت حضرت خاتم النّبیین) کا دور بھی پانا تھا۔ سو بایں طور پر آپ پورے عالم کے لئے خدا کی قدرت کا نشان ٹھہرے۔

’’ومريم بنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا وصدّقت بكلمات ربها وكتبه وكانت من القانتين‘‘ (التحریم:۱۲)

(ترجمہ) اور مریم بیٹی عمران کی جس نے روکے رکھا اپنی شہوت کی جگہ کو پھر ہم نے پھونک دی اس میں ایک اپنی طرف سے جان اور سچا جانا اس نے اپنے رب کی باتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور وہ تھی بندگی کرنے والوں میں۔

یہ احصان فرج کے ساتھ اس نفخ روح کا ذکر واضح طور پر بتلاتا ہے کہ قرآن حضرت عیسیٰ بن مریم کی پیدائش دوسرے عام انسانوں کی طرح ہرگز تسلیم نہیں کرتا ورنہ ان دو باتوں میں کیا کھلا جوڑ تھا؟

قرآن نے تصریح کی ہے کہ اللہ رب العزت نے اس کلمہ کو مریم کی طرف ڈالا (نہ کہ یوسف نجار نے یا اور کسی نے)’’کن‘‘ صیغہ امر ہے اور اس کا معنی ہے’’ہوجا‘‘ اس کا مخاطب کون ہے اسے ساتھ رکھیں تو’’کن انت‘‘ صرف کلمہ نہ رہے گا کلام ہو جائے گا۔ اصطلاح میں کلمہ صرف ایک لفظ کو کہتے ہیں جو کسی معنی مفرد کے لئے وضع کیا گیا ہو۔ سو’’کن‘‘ کلمہ تھا اور’’کن انت‘‘ کلام ہوا۔

یوحنا انجیل کی ابتداء اس طرح ہے:’’ابتداء میں کلام تھا اور کلام خدا کے ساتھ تھا۔‘‘

اولاد آدم کی تمام روحیں عہد الست کے بعد واپس پشت آدم میں جا چکی تھیں اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی روح خدا کے ساتھ ساتھ رہی اور وہیں سے اس کا القاء حضرت مریم کی طرف ہوا۔ انجیل نے اسے کلام کہا ہے اور قرآن نے اسے کلمہ کہا ہے۔

’’انما المسیح عیسی بن مریم رسول اللّٰہ وکلمتہ القاھا الیٰ مریم وروح منہ فاٰمنوا باللّٰہ ورسلہ ولا تقولوا ثلٰثہ‘‘ (النساء: ۱۷۱)

(ترجمہ) بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں۔

آپ کی تکوین کلمہ ’’کن‘‘ سے ہوئی اور اسی نے آگے بشریت کا لباس پہنا۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ’’ھو مکوّن بکمتہ کن فکان بشراً من غیر اب‘‘

(تفسیر قرطبی ج۶ ص ۲۲، تفسیر النساء: ۱۷۱)

اور یہ بھی فرمایا: ’’فکذالک عیسٰی حولہ من حال الٰی حال ثم جعلہ بشراً من غیر اب‘‘ (تفسیر قرطبی ج۴ ص۱۰۳، تفسیر آل عمران: ۶۱)

تفسیر فتح المنان میں ہے: ’’کلمۃ القاھا الٰی مریم‘‘ کے یہی معنی ہیں کہ خدا نے اس کلمہ کو مریم کی طرف ڈالا نہ یوسف نجار نے یا کسی اور نے۔ اس سے زیادہ اس کی کیا صراحت ہوگی کہ حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں تھا۔ (فتح المنان المشہور تفسیر حقانی ج۳ ص۲۸۰ حاشیہ مطبوعہ دہلی)

تفسیر ماجدی میں ہے: ’’نفخ روح تو ہر انسان کے لئے ہوتا ہے یہ نفخ روح ایک خاص طریقہ پر معمول عام سے الگ بواسطہ جبریل کیا گیا اس کی تفصیلی کیفیت نہ معلوم ہوسکتی ہے۔‘‘ (تفسیر ماجدی ص۶۷۲)

تاہم علامہ ابوحیان الاندلسی (۶۸۴ھ) لکھتے ہیں: ’’وذکروا ان جبریل علیہ السلام نفخ فی جیب درعھا او فیہ او کمھا والظاھر ان المسند الیہ لنفخ ھو اللّٰہ تعالٰی لقولہ فنفخنا‘‘ (البحر المحیط ج۶ ص ۱۸۱)

(ترجمہ) اور علماء نے کہا ہے کہ حضرت جبریل نے آپ کی چادر کے دامن میں پھونک لگائی یا آپ کی آستین میں اور یہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں نفخ کی نسبت اللہ کی طرف سے کی گئی ہے ’’نفخنا‘‘ کے الفاظ میں۔ یہ ’’نفخنا‘‘ کی تصریح آپ (الانبیاء: ۹۱ اور التحریم: ۱۲) میں بھی دیکھ آئے ہیں سو اس میں کچھ شک نہیں کہ نفخ الٰہی نفخ جبریل سے اس

طرح ہوا جس طرح موسیٰ علیہ السلام کے لئے اللہ کا نور جلال ایک درخت پر اترا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی: ’’انی انا ربک فاخلع نعلیک‘‘ (طٰہٰ:۱۲)

تاہم یہ صحیح ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم میں والدہ کی طرف سے فطرت بشری ودیعت ٹھہری نفخ جبریل سے آپ میں فطرت ملکی بھی اتری، بشری فطرت سے آپ زمین پر بھی رہے اور ملکی فطرت سے آپ کا کچھ عرصہ آسمانوں پر قرار رہا۔ یہ نسبت جبریلی تھی جس نے آپ کو ہمہ وقت حضرت جبریل کے ساتھ رکھا۔ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ پر خاص کرم کا اظہار اس طرح بھی فرمائیں گے کہ میں نے روح الامین کو تیرے ساتھ کر رکھا تھا۔

’’اذ ایّدتک بروح القدس تکلم النّاس فی المھد وکھلاً‘‘ (المائدہ:۱۱۰)

(ترجمہ) جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں۔

امام فخرالدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: ’’انّما ولد عیسٰی علیہ السلام بنفخۃ جبریل وھو الذی ربّاہ فی جمیع الاھوال وکان یسیر معہ حیث سار وکان معہ حین صعد الی السمآء‘‘ (تفسیر کبیر ج۳ ص۱۶۲)

(ترجمہ) سوائے اس کے نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نفخ جبریل سے پیدا ہوئے اور اس نے آپ کی تمام حالات میں تربیت کی آپ (حضرت جبریل) ان کے ساتھ چلتے جہاں کہیں وہ جاتے اور آپ اس وقت بھی حضرت عیسیٰ کے ساتھ تھے، جب آپ آسمان پر گئے۔

شیخ محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) بھی لکھتے ہیں: ’’ما کان فیہ من قوۃ الاحیاء والابراء فمن جھۃ نفخ جبریل علیہ السلام‘‘ (فصوص الحکم ص۲۵۴)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ) لکھتے ہیں: ’’فصلحت فی جبلتہ ملکۃ راسخۃ شبیھۃ بجبریل وھٰذا معنی تائید اللہ لہ بروح القدس‘‘ (تاویلات الاحادیث ص۵۹)

(ترجمہ) آپ کی فطرت میں وہ ملکہ راسخ ہوگیا جو جبریلی فطرت سے ملتا تھا اللہ تعالیٰ نے جو روح القدس سے تائید فرمائی اس کے یہی معنی ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ''نفخنا'' کے لفظ پر لکھتے ہیں: ''نفخ کی نسبت (اللہ تعالیٰ نے) اپنی طرف کی اس لئے کہ فاعل حقیقی اور مؤثر علی الاطلاق وہی ہے آخر ہر عورت کے رحم میں جو بچہ بنتا ہے اس کا بنانے والا اس کے سوا کون ہے؟ بعض محققین نے یہاں فرج کے معنی چاک گریباں کے لئے ہیں اس وقت ''احصنت فرجها'' کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی کا ہاتھ اپنے گریبان تک پہنچنے نہیں دیا اور یہ نہایت بلیغ کنایہ ان کی عفت وعصمت سے ہوگا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ فلاں عورت بہت پاکدامن ہے اور عرب میں کہا جاتا ہے ''نقی الحبیب طاهر الذیل'' اس سے عفیف النفس ہونا مراد ہوتا ہے، کپڑے کا دامن مراد نہیں ہوتا۔ اس تقدیر پر ''فنفخنا فيه'' میں ضمیر لفظ فرج کی طرف اس کے لغوی معنی کے اعتبار سے راجع ہوگی۔'' (تفسیر عثمانی ص۷۴۴، سورۃ التحریم)

یہ سب تفاصیل اس حقیقت کے گرد گھومتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم بنی نوع انسان کے عام معتاد طریق پر پیدا نہ ہوئے بلکہ ایک کلمہ سے ان کا نقطہ آغاز ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بواسطہ جبریل اسے حضرت مریم کے گریبان میں اتارا کلمہ اپنی لطافت سے حضرت مریم کے اندر اتر گیا اور وہ بدوں مس بشر حاملہ ہوگئیں۔ ان کا بیٹا پھر بشری اداؤں میں بھی رہا اور ملکی اداؤں میں بھی۔ زمین پر بھی رہا اور آسمانوں پر بھی۔ آپ کلمۃ اللہ تھے جس نے آسمان پر جاتے ہوئے پرواز کی اور پھر اسی ادا میں وہ زمین پر اتریں گے۔

کلمہ کی فطرت ہے کہ وہ اوپر اٹھے، نیچے نہ گرے۔ ہم جب آپس میں باتیں کرتے ہیں تو ہمارے کلمات بھی زمین پر نہیں پڑتے ہوا کے تموج سے دوسروں کے کانوں تک پہنچتے ہیں۔ کلمہ کی اس وضع اور اس کے اس رفع کو قرآن کریم نے صعود سے بھی تعبیر کیا ہے۔

پاک کلمہ اوپر اٹھتے ہیں، گرنے نہیں پاتے

طیب کلمات کی صفت ہے کہ اوپر اٹھتے ہیں اور اعمال صالحہ انہیں اوپر اٹھاتے ہیں۔

''اليه يصعد الكلم الطيب والعمل الصالح يرفعه'' (الفاطر:۱۰)

(ترجمہ) پاک کلمہ اوپر چڑھتا ہے (اللہ تعالیٰ اسے گرنے نہیں دیتے) اور نیک عمل اسے اٹھاتے ہیں ستھرے کلام کا ذاتی اقتضاء ہے اوپر چڑھنا۔ اس کے ساتھ دوسرے

اعمال صالح ہوں تو وہ اس کو سہارا دے کر اور زیادہ ابھارتے اور بلند کرتے ہیں۔ اچھے کلام کو بدوں اچھے کاموں کے پوری شان رفعت حاصل نہیں ہوتی۔ (تفسیر ص۵۸۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مخالفوں کی سختیوں میں گھرے تو ان میں کلمہ کی یہ صفت بیدار ہوئی۔ روح الامین ہمیشہ آپ کے ساتھ رہتے۔ جب آپ نے آسمان پر صعود فرمایا تو حضرت جبریل ساتھ تھے۔ حضرت عیسیٰ نے انجیل کی جو منادی کی تھی ان کا یہ عمل صالح انہیں اس پرواز میں پورا سنبھال رہا تھا۔ جبریل آپ کے سامنے اپنے پر پھیلائے ہوئے تھے۔ ان باتوں پر ہم ان شاء اللہ رفع عیسیٰ بن مریم کے زیر عنوان بحث کریں گے۔ یہاں اصل موضوع حضرت عیسیٰ کی ولادت بدوں باپ ہے۔

امام زہری (۱۲۴ھ) کہتے ہیں حضرت عمر کے ایک بیٹے نے اپنی کنیت ابوعیسیٰ رکھی آپ نے اسے اس سے روکا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے کہا: ''ان عیسیٰ لا اب له'' عیسیٰ کا تو کوئی باپ نہ تھا۔ (المصنف لعبد الرزاق ج۱۱ ص۴۲)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ (۴۵۸ھ) ''باب من تکنی بابی عیسیٰ'' کے تحت لکھتے ہیں کہ آپ نے اسے زدوکوب بھی کیا۔

''انّ عمر بن الخطاب ضرب ابناً له یکنی بابی عیسیٰ''

(سنن کبریٰ ج۹ ص ۳۱۰)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ حضرت موسیٰ کے تلبیہ سے مختلف تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کا تلبیہ یہ تھا ''لبیک عبدک وابن عبدک'' اور حضرت عیسیٰ کا تلبیہ یہ تھا ''لبیک عبدک وابن امتک'' (مسند بزار ج۳ ص۲۲۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ رب العزت کے حضور اپنی حاضری اس طرح پیش کرتے:

''اے اللہ تیرا بندہ اور تیرے بندے کا بیٹا تیرے حضور حاضر ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تلبیہ کیا تھا؟'' اے اللہ تیرا بندہ اور تیری باندی (مریم) کا بیٹا تیرے حضور حاضر ہے۔

یہ فرق کیوں؟ یہ اس لئے کہ کوئی شخص حضرت عیسیٰ کا باپ نہ تھا اور یہ بھی ملحوظ رہے کہ یہ بیان کون کررہا ہے۔ ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور اس پر کسی دوسرے صحابیؓ کا انکار منقول نہیں ہے۔ سو اس پر سب صحابہ کا اجماع رہا کہ حضرت عیسیٰ کی پیدائش واقعی بدوں باپ ہوئی اور آپ ہمیشہ عیسیٰ بن مریم سے ہی موسوم رہے۔

پوری تاریخ اسلام میں کسی محدث، مفسر، متکلم اور فقیہ سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بلا باپ پیدائش کا انکار نہیں ملتا۔ حدیث کی آخری سب سے بڑی کتاب امام بیہقی (۴۵۸ھ) کی سنن کبریٰ ہے، اس میں آپ پڑھ آئے ہیں حضرت عمرؓ کی روایت کہ آپ نے اپنے ایک بیٹے کو ابوعیسیٰ کی کنیت رکھنے پر زدوکوب کیا تھا۔ دیکھئے (ج۹ص۳۱۰) سو یہ بات متواترات اسلام میں سے ہے جس کا کسی طرح انکار ممکن نہیں۔

علامہ ابوالسعود (۹۸۲ھ) لکھتے ہیں: ’’کان اختصاصه علیہ السلام وامتیازه عن سائر البشر الولادة من غیر اب والعلم بالمغیبات والرفع الی السماء عطف علٰی عدم استنکافه عن عبودیة تعالٰی عدم استنکاف من هو اعلٰی درجته منه‘‘ (تفسیر ابی السعود)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ کا دوسرے سب انسانوں سے اختصاص وامتیاز ان باتوں میں رہا (۱) آپ کی پیدائش بلاباپ ہوئی (۲) آپ کو مخفی باتوں کا علم دیا گیا اور (۳) آپ کو آسمان کی طرف اٹھایا گیا۔ اس کا عطف آپ کے عدم استنکاف (آپ اللہ کے بندہ ہونے سے ہرگز کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے) پر ڈالا گیا۔ یہ اس سے عدم استنکاف ہے کہ کوئی درجہ میں آپ سے اوپر ہو۔ خدا کا بندہ ہونا آپ کے لئے ایک عزت ہے نہ کہ کوئی کمزوری اور اس میں کوئی وجہ انکار نہیں کہ اللہ رب العزت کا درجہ حضرت مسیح سے بہت بالا ہے۔

قرآن کریم کی وہ آیت جس کا حوالہ علامہ ابوالسعود نے دیا ہے، یہ ہے: ’’لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً لله ولا الملٰئکة المقرّبون ومن یستنکف عن عبادته ویستکبر فسیحشرهم الیه جمیعاً‘‘ (النساء:۱۷۲)

قارئین کرام! اس موضوع پر ہم نے یہ دس صدیوں کا سرمایہ آپ کے سامنے لاکر رکھ

دیا ہے اب سوائے تحریف معنوی کے اور کسی طرح ہمارے ان مدلولات کا انکار ممکن نہیں۔ مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی کے اس بیان پر ہم اس بحث کو ختم کرتے ہیں اس کے بعد ہم اس اسلامی عقیدے کے مقابل اس موضوع کے قادیانی عقیدہ پیش کریں گے پھر یہ فیصلہ آپ کریں کہ اس متواتر اور قطعی عقیدہ اسلام کے انکار سے کوئی شخص مسلمان رہ سکتا ہے یا نہیں؟

حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’جن تاویل پرستوں نے حضرت مسیح کی بن باپ پیدائش سے متعلق آیات کے جملوں کو جدا جدا کر کے غلط احتمالات پیدا کئے ہیں وہ اس لئے باطل ہیں کہ جب اس واقعہ سے متعلق آیات کو یکجا کر کے مطالعہ کیا جائے تو ایک لمحہ کے لئے بھی ان آیات کے معانی میں بن باپ پیدائش کے معنی کے سوا دوسرے کسی بھی احتمال کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مگر یہ کہ عربی الفاظ کے معین مدلولات اور اطلاقات میں تحریف معنوی کی جائے۔‘‘ (قصص القرآن ج۴ ص۷۳)

نیز بقول مولانا ابوالکلام جن اصحاب نے بغیر باپ کے پیدائش سے متعلق آیات میں تاویل باطل کی ہے ان کی دلیل کا مدار صرف اس بات پر ہے کہ حضرت مریم کا نکاح اگرچہ یوسف سے ہو چکا تھا مگر رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی۔ ایسی صورت میں میاں بیوی کے درمیان مقاربت گو شریعت موسوی کے خلاف نہیں تھی تاہم وقت کے رسم ورواج کے قطعاً خلاف تھی اس لئے حضرت مسیح کی پیدائش لوگوں پر گراں گزری لیکن اوّل تو اس واقعہ کا ثبوت بھی موجود نہیں، سب بے سند بات ہے۔ دوسرے یہودیوں نے حضرت مریم پر جو بہتان لگایا تھا انسائیکلوپیڈیا آف بائبل میں تصریح ہے کہ اس بہتان کی نسبت ایک شخص پینتھر اٹالے کی جانب تھی نہ کہ یوسف نجار کی جانب۔ اس لئے تاویل کی یہ بنیاد ہی سرے سے غلط ہے۔‘‘

(ایضاً طبع مکتبہ مدنیہ لاہور)

حضرت عیسیٰ بن مریم کے بلا باپ پیدا ہونے سے انکار

ہندوستان میں انگریزی عہد میں سب سے پہلے نیچری لوگ معجزات کے انکار کے درپے ہوئے اسی تسلسل میں انہوں نے حضرت عیسیٰ کی بن باپ پیدائش کا انکار کیا۔ سرسید احمد خان اور مولوی چراغ علی خاں ان میں سرفہرست تھے۔ یہ ہندوستان کے پہلے غیر مقلدین

ہیں جو حدیث کی حمایت میں نہیں، عقل کی بے جا حمایت میں اٹھے اور جس چیز کو بھی خلاف عقل پایا اس کا انکار کر دیا اور یہ نہ سوچا کہ خود ان کی عقل بیمار ہے جو خلاف عقل اور بالائے عقل میں فرق نہیں کر رہی۔ تاہم یہ لوگ باقاعدہ ایک تنظیم کے طور پر آگے نہ آسکے۔ یہ صرف قادیانی ہیں جو ایک باقاعدہ تنظیم کے ساتھ اس عقیدہ کے علمبردار ہوئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی پیدائش بلا باپ نہ ہوئی تھی اور ان کی نسبت ماں کی طرف صرف اس لئے رہی کہ ان کے باپ کا پتہ نہ چلتا تھا۔ ہم ان سے پوچھتے رہے کہ کیا خدا کو بھی ان کے باپ کا پتہ نہ چل سکا تھا اور وہ ہمیشہ انہیں عیسیٰ بن مریم کہتا رہا۔ کچھ تو عقل اور سمجھ سے کام لیجئے۔

مرزا غلام احمد کی تحریرات میں اس کے دونوں قول ملتے ہیں:

۱...... ’’وما کان له اب من بنی اسرائیل الّا امه و کذالک خلقه الله من غیر اب‘‘ (خطبہ الہامیہ ص۴۳، خزائن ج۱۶ ص۸۰)

(ترجمہ) آپ کا بنی اسرائیل میں سے کوئی باپ نہ تھا اس طرح آپ کو اللہ تعالیٰ نے بغیر باپ تخلیق بخشی۔

وہ یہ بھی لکھتا ہے: ’’ایسا شخص جو باقرار فریقین کسی اسرائیلی مرد کے نطفہ میں سے نہیں ہے اور نہ اسماعیلی مرد کے نطفہ سے وہ کسی طرح بنی اسرائیل کا بھائی نہیں کہلا سکتا اور نہ حسب ادّعائے عیسائیاں وہ موسیٰ کی مانند ہے کیونکہ وہ تو ان کے نزدیک خدا ہے اور موسیٰ تو خدا نہیں اور ہمارے نزدیک بھی وہ موسیٰ کی مانند نہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۱۲۰، خزائن ج۱۷ ص۲۹۹)

’’حضرت مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا بھی امور نادرہ میں سے ہے، خلاف قانون قدرت نہیں ہے کیونکہ یونانی مصری ہندی طبیبوں نے اس امر کی بہت سی نظیریں لکھی ہیں کہ کبھی بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۶۸ حاشیہ، خزائن ج۱۷ ص۲۰۲)

۲...... دادی باپ ہونے سے ہو سکتی ہے بدوں اس کے نہیں:

مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ بن مریم کے لئے صرف ایک دادی نہیں، تین دادیاں ثابت کرتا ہے۔ لکھتا ہے: ’’آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

مرزا غلام احمد کے دو ساتھیوں حکیم نورالدین بھیروی اور مولوی محمد علی لاہوری کا بھی یہی عقیدہ تھا اور اس کے دونوں بیٹے بشیرالدین محمود اور بشیر احمد ایم اے بھی اسی عقیدہ پر ڈٹے۔ حکیم نورالدین لکھتا ہے: ’’میں پہلے حضرت عیسیٰ کو بلا باپ مانتا تھا مگر اب میں اس کا قائل نہیں رہا۔‘‘ (نورالدین ص۱۵۹ طبع قادیان)

محمد علی لاہوری لکھتا ہے: ’’حضرت مسیح کی بن باپ پیدائش اسلامی عقائد میں داخل نہیں۔‘‘ (تفسیر بیان القرآن ج۱ ص۲۱۳ قدیم)

پھر انجیل کے حوالے سے لکھتا ہے: ’’اناجیل سے ثابت ہے کہ حضرت مریم کے ساتھ یوسف کا تعلق زوجیت کا تھا اور اسی تعلق سے آپ کے ہاں بہت سی اولاد بھی ہوئی۔‘‘

(تفسیر بیان القرآن ج۱ ص۲۱۳،۲۱۴)

اور یہ بھی لکھتا ہے: ’’یہ انجیلی شہادت صاف بتلاتی ہے کہ حضرت مریم کا تعلق زوجیت یوسف کے ساتھ ضرور ہوا اور اسی تعلق سے اولاد بھی پیدا ہوئی اور اگر ایک طرف ’’لم یمسسنی بشر‘‘ اس وقت کے بعد کے مس بشر سے مانع نہیں تو دوسری طرف تاریخی ثبوت کھلا کھلا موجود ہے کہ واقعی میاں بیوی کے تعلقات حضرت مریم اور آپ کے شوہر میں رہے۔‘‘ (بیان القرآن ج۱ ص۲۱۴)

اہل حدیث (باصطلاح جدید) قادیانیوں کے نقش قدم پر

نہایت افسوس ہے کہ بعض علماء اہل حدیث بھی اس مسئلہ میں قادیانیوں کے ہمنوا ہوگئے۔ ان میں وزیرآباد کے حافظ عنایت اللہ اثری نے اس موضوع پر ایک رسالہ ’’عیون زمزم فی میلاد عیسیٰ بن مریم‘‘ لکھا۔

آپ اس میں لکھتے ہیں: ’’افسوس ہے کہ مریم بے چاری کے ساتھ بہت بڑا ظلم ہوا ہے کہ دوسروں کے لئے تو نکاح کے بعد بھی چھ ماہ تک کوئی کرامت قبول نہ کی گئی اور اس کے لئے نکاح کے بغیر ہی خلاف شرف کراماً بچہ پیدا کرالیا گیا۔ کیا خوب ہے۔‘‘

(عیون زمزم ص۱۹ طبع قدیم ص۱۰۴ طبع جدید)

اس سے زیادہ ایک اور استہزائی استدلال ملاحظہ ہو: ’’صدیوں بعد لوگوں نے انہیں (حضرت عیسیٰ کو) بے پدر اور آپ کی والدہ کو بے شوہر بتایا۔ کیا خوب ہے۔‘‘

(ایضاً ص۴۰ طبع قدیم، ص۱۲۱ طبع جدید)

اگر یہ علماء اہل حدیث جیسے مولوی حکیم نورالدین اہل حدیث، مولوی محمد احسن امروہی اہل حدیث، مولوی مبارک علی سیالکوٹی اہل حدیث اور مولوی عنایت اللہ گجراتی اپنے سربراہ مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے اس مشورہ پر عمل کرتے تو یقیناً الحاد وزندقہ کے اس گڑھے میں نہ گرتے۔ مولوی محمد حسین صاحب کو مرزا غلام احمد کا جو تجربہ ہوا اس پر آپ چونکے اور اپنی قوم کو کہا: ’’پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر وارتداد وفسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے لئے بے دین ہوجانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے۔ گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہوکر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں، وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خودمختار ہوتے جاتے ہیں۔‘‘ (اشاعت السنۃ ج۱۱ نمبر۲، ۱۸۸۸ء)

مشہور اہل حدیث عالم قاضی عبدالواحد خانپوری جو اہل حدیث مولوی نورالدین بھیروی کے شاگرد تھے اور انہوں نے اپنے سامنے مولوی نورالدین کو مرزا غلام احمد کے ساتھ ملتے دیکھا تھا وہ لکھتے ہیں۔

پس اس زمانہ کے جھوٹے اہل حدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ’’ماجاء الرسول‘‘ سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ وروافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر ونفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ وزنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ ومنافقین کے بعینہٖ مثل اہل تشیع کے (الیٰ ان قال) مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کر کے حضرت علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کر کے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دے دیں اور پھر جس قدر الحاد وزندقہ پھیلائیں۔ کچھ پرواہ نہیں اسی طرح ان جہال بدعتی کاذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے مثل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت

کے ساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بداعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بجبین بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہاء اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں ہرگز نہیں سنتے۔ **سبحان اللہ ما اشبہ اللیلۃ بالبارحۃ** اور سراس کا یہ ہے کہ وہ مذہب وعقائد اہل السنّت والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف ومتکبر ہوگئے ہیں۔ **فافہم وتدبّر انتہیٰ!** (کتاب التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ ص۲۶۲)

پھر آپ یہ بھی لکھتے ہیں: ’’گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہوکر ترک تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوئے جاتے ہیں۔‘‘ (ایضاً)

تاہم خدا کا شکر ہے کہ اہل حدیث (باصطلاح جدید) کی اکثریت حضرت عیسیٰ بن مریم کی بلا پدر پیدائش کے عقیدہ پر لوٹ آئی ہے لیکن ان میں ایسے لوگ بھی رہے جو اس قطعی عقیدہ اسلام کے انکار کرنے والوں کی تکفیر نہیں کرتے۔ ہم تو اس عقیدہ کے منکرین کو صف اسلام میں نہیں دیکھتے۔ یاد رکھئے حضرت عیسیٰ بن مریم کی بلا باپ پیدائش ایمانیات میں سے ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کی بن باپ پیدائش ایمانیات میں سے

حضرت مریم طاہرہ نے بدوں مس بشر ایک بچہ جنا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کا ایک نشان ٹھہرایا۔ قرآن پاک کے کسی مسلمان مفسر نے اس کا انکار نہیں کیا۔ اس کا انکار قرآن کا انکار ہے۔ سو آپ کی بلا باپ پیدائش کا عقیدہ قطعیات اسلام میں سے ہے۔ امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: ’’**فلمّا اخبر العباد عن وقعہ وجب الجزم بہ والقطع بصحتہ**‘‘ (تفسیر کبیر ج۱ ص۵۲، سورۃ آل عمران:۴۵،۴۶)

(ترجمہ) پس جب اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اس کے واقعہ ہونے کی خبر کردی تو اس پر یقین لازم ہوگیا اور اس کا صحیح ہونا قطعی ٹھہرا۔

سو سال بعد پھر وہی آواز سنئے: علامہ قرطبی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: ’’**اعتقاد ابنیّۃ عیسیٰ علیہ السلام لا اب لہ واجب فاذا تکرر اسمہ منسوباً لام استشعرت القلوب ما یجب علیہا اعتقادہ من نفی الاب عنہ**‘‘

(تفسیر ج۶ ص۲۲، سورۃ النساء: ۱۷۱)

(ترجمہ) یہ اعتقاد کرنا واجب ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلا باپ پیدا ہوئے۔ جب یہ بات طے ہوئی کہ آپ کا نام ماں کی طرف نسبت پائے تو دلوں میں شعور ٹھہرا کہ آپ سے باپ کی نفی کو عقیدہ اسلام ٹھہرایا جائے۔

اگلی صدی میں پھر وہی آواز لگ رہی ہے۔ شہرۂ آفاق مفسر علامہ علاء الدین الخازن (۷۴۱ھ) لکھتے ہیں: ''انما المسیح ھو عیسٰی بن مریم لیس له نسب غیر ھذا وانه رسول الله فمن زعم غیر ھٰذا فقد کفر واشرک بالله العظیم'' (تفسیر خازن ، سورۃ النساء: ۱۷۱)

(ترجمہ) سوائے اس کے نہیں کہ مسیح وہی عیسیٰ بن مریم ہیں جن کا ابن مریم ہونے کا سوا اور کوئی نسب نہیں اور یہ کہ آپ اللہ کے رسول ہیں جس نے اس کے سوائے کچھ اور گمان کیا اس نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی بات میں اپنی بات ملائی شرک کا ارتکاب کیا۔

جلالین کے حاشیہ جمل میں بھی آپ پڑھ آئے ہیں: ''ان من لم یقربان الله خلق عیسٰی من غیر اب مع اعترافه بخلق آدم بغیر اب وام خارج عن طور العقلاء'' (الجمل علی الجلالین الموسوم بہ الفتوحات الٰہیہ ص ۴۲۸ ج۱ تفسیر آل عمران:۵۹ طبع بیروت)

(ترجمہ) جو شخص یہ نہ مانے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر باپ کے تخلیق بخشی اور یہ مانے کہ حضرت آدم بلا باپ اور ماں پیدا ہوئے تھے وہ شخص عقل وفکر سے فارغ ہو چکا ہے۔

مفتی محمد عبدہ المصری لکھتے ہیں کہ صرف کافر لوگ ہی حضرت عیسیٰ کے بن باپ پیدا ہونے کا انکار کر سکتے ہیں، یہ کام کسی مسلمان کا نہیں ہوسکتا۔

''اعلم انّ الکافرین بآیات الله ینکرون الحمل بعیسی من غیر اب جموداً علی العادات وذھولاً عن کیفیة ابتداء خلق جمیع المخلوقات'' (المنار ج۳ ص ۳۰۸ سورۃ آل عمران: ۴۵،۴۶)

(ترجمہ) جان لو کہ آیات الٰہیہ کے منکرین حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بغیر باپ پیدائش کا انکار کرتے ہیں یہ زمانے کی عام عادت پر جمود کے باعث ہے اور اس بات کو بھولنے سے ہے کہ تمام مخلوقات کی تخلیق ابتدا میں کیسے (بلا اسباب) ہوئی تھی جو خدا حضرت آدم کو بدوں ماں باپ پیدا کرنے پر قادر تھا کیا وہ حضرت عیسیٰ کو بدوں باپ پیدا کرنے پر قادر نہ تھا۔

دعوت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو بیٹے کی خبر دی اور بتلایا کہ وہ بنی اسرائیل کے لئے رسول ہوگا۔ چند احکام کے استثناء کے ساتھ وہ شریعت تورات کے احکام ہی بتائے گا اور اسے تورات سکھلائی جائے گی۔

’’ویعلمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل‘‘ (آل عمران:۴۸)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ اسے کتاب وسنت کی بھی تعلیم دے گا اور تورات وانجیل کی بھی اور وہ رسول ہوگا صرف بنی اسرائیل کی طرف۔

بنواسرئیل کے لئے شریعت تورات تھی بعد کے آنے والے سب اسرائیلی پیغمبر اس کے مطابق فیصلے دیتے تھے۔

’’انّا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النّبیّون الذین اسلموا الّذین ھادوا والرّبانیّون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللّٰہ وکانوا علیہ شھداء‘‘ (المائدہ:۴۴)

(ترجمہ) بے شک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت تھی اور نور تھا آئندہ کے نبی اس کے مطابق حکم کرتے رہے جو حکم بردار تھے اللہ کے یہود کے لئے اور اس کے مطابق حکم کرتے رہے درویش اور عالم جو اللہ کی کتاب (تورات) پر نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اور اس پر وہ گواہ تھے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم آل عمران میں سے تھے اور اس جہت سے آپ بھی اسرائیلی تھے آپ نے بھی شریعت تورات کو باقی رکھا آپ صرف چند مسائل میں نئی شریعت لائے۔ آپ نے فرمایا: ’’ومصدقاً لما بین یدیّ من التوراۃ ولاحل لکم بعض الذی حرّم علیکم‘‘ (آل عمران:۵۰)

(ترجمہ) اور میں اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کا مصدق ہوں اور حلال ٹھہراتا ہوں صرف چند چیزیں جو پہلے تم پر حرام ٹھہرائی گئی تھیں۔

اس وقت تک پوری دنیا کے لئے وحدت رسالت نہ تھی عرب میں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل کا نام چلتا تھا تورات وانجیل صرف بنواسرائیل کے لئے تھی۔ عربوں کے لئے نہ تھی یہ لوگ امّیین کہلاتے تھے اور تورات وانجیل کے ماننے والے اہل کتاب سمجھے جاتے تھے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کی دعوت قرآن کی رو سے کیا تھی

’’انّ اللہ ربّی وربّکم فاعبدوہ ھٰذا صراط مستقیم‘‘

(آل عمران:۵۱، مریم:۳۶)

(ترجمہ) بے شک ایک اللہ میرا رب ہے اور تمہارا رب تم سب اس کی عبادت کرو یہی ایک سیدھی راہ ہے۔

(انجیل یوحنا باب ۱۷ درس۳) کی رو سے حضرت عیسیٰ کی دعوت یہ تھی: ’’اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے مانیں۔‘‘

یہ توحید ورسالت کا اقرار ہے اسلامی عقیدہ کی بنا بھی یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور مسیح خدا کا بھیجا ہوا ایک رسول ہے۔ جسے بھیجا جائے اسے رسول کہتے ہیں آپ اپنی طرف سے کچھ نہ کہتے تھے خدا کی بات ہی آگے پہنچاتے تھے۔

آپ نے فرمایا: ’’میں اپنے آپ سے کچھ نہیں کرسکتا جیسا سنتا ہوں عدالت کرتا ہوں اور میری عدالت درست ہے کیونکہ میں اپنی مرضی نہیں بلکہ اپنے بھیجنے والے کی مرضی چاہتا ہوں۔‘‘ (انجیل یوحنا باب ۵ درس۳۰)

یہودیوں نے خفیہ مکروتدبیر سے رومیوں کو آپ کے خلاف کردیا اور آپ کو سولی دینے کی خطرناک سازش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی جوابی کارروائی سے ان کے مکر کو توڑ دیا اور ایک ایسی تدبیر کی کہ وہ سمجھ نہ پائے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔

’’ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین‘‘ (آل عمران:۵۴)

(ترجمہ) اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر رہا۔

وہ تدبیر الٰہی؟ ’’انّی متوفّیک ورافعک الیّ‘‘ خدا کا ایک عمل تھا۔ وہ کیا تھا؟ آپ کو ان کے نرغے سے پورے کا پورا نکال لینا اور اپنے ہاں اٹھالینا یہ وہ کارروائی تھی جسے وہ سمجھ نہ سکے۔ اس عمل کی ابتداء توفی تھی اور انتہاء رفع تھا۔ عمل ایک ہی تھا یہودیوں سے پورا نکال لینا۔ توفی تھی اور آپ کا اللہ کے ہاں پہنچنا یہ آپ کا رفع تھا۔ اس عمل کی تفسیر اگلے حصے میں اس طرح کی گئی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ان کے ہاتھوں سے نکال لیں گے، ان کے ناپاک ہاتھوں سے عیسیٰ بن مریم کی تطہیر رہے گی۔ وہ آپ کو سولی پر چڑھانا تو درکنار چھو بھی نہ سکیں گے۔ یہ خدا کی تطہیر ہے اس میں کون رکاوٹ بن سکتا ہے؟ کوئی نہیں۔ سو یہ تینوں الفاظ ایک ہی عمل کی تین جہات سے مختلف تعبیریں ہیں۔

’’یا عیسیٰ انّی متوفّیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا‘‘ (آل عمران:۵۵)

اب آپ کا مقر مقربین میں ہے (فرشتوں میں) جو ہر وقت قرب الٰہی میں حضوری پائے ہوئے ہیں اور وہاں آپ کی غذا بھی وہی ہے جو اہل سماء کی ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اس زمین پر تھے تو بھی پکے ہوئے کھانے نہ کھاتے تھے، تازہ سبزی پسند کرتے اور ان کی زیادہ خوراک باقلاء تھی۔ یہ شروع سے ہی آپ کی فطری تربیت رہی کیونکہ آپ کو زندگی کا ایک بڑا حصہ ملاء اعلیٰ میں گزارنا تھا جہاں پکے کھانے نہیں ہوتے۔ حضرت آدم بھی جب جنت میں تھے تو ان کی خوراک وہاں کے درختوں کے پھل تھے۔ حضرت عیسیٰ کی دنیا میں یہ خوراک بتلاتی ہے کہ اللہ رب العزت نے انہیں شروع سے ہی نہ پکے کھانوں کا شوق دے رکھا تھا۔

آسمان کی اس زندگی میں آپ کے ذمہ کوئی دعوت کا کام نہیں۔ قرب قیامت میں جب آپ اتریں گے تو آپ ایک ایسے دور میں داخل ہوں گے جس میں پوری دنیا کے لئے بس ایک ہی رسالت ہوگی۔ بنواسرائیل، بنواسماعیل اور کل مجوس اور ہندو اور بدھ سب ایک حکم میں حضرت خاتم النّبیین ﷺ کی امت دعوت ہوں گے جو خوش قسمت آپ کا کلمہ پڑھتے جائیں گے وہ آپ کی امت اجابت بنتے جائیں گے اور کل دنیا آپ پر ایمان لانے کی مکلف

ہوگی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم بھی اس دور میں اترنے کی وجہ سے آپ کی امت میں داخل ہوں گے۔ جس طرح اپنے پہلے دور میں آپ شریعت تورات کے ماتحت رہے اب آپ اس دور میں شریعت محمدی کے تابع ہوں گے اور آپ کی زمین پر پہلی نماز اس امت کے ایک فرد حضرت محمد مہدی کے پیچھے ہوگی۔

حضرت جابرؓ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**فینزل عیسی بن مریم علیہ السلام فیقول امیرھم تعال صلّ لنا فیقول لا انّ بعضکم علٰی بعض امرآء تکرمۃ اللہ ھٰذہ الامۃ**‘‘ (صحیح مسلم ج۱ص۸۷ باب نزول عیسیٰ بن مریم)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ بن مریم نزول فرمائیں گے مسلمانوں کے امیر انہیں کہیں گے آگے بڑھیں اور انہیں نماز پڑھائیں۔ آپ کہیں گے نہیں تم آپس میں ایک دوسرے پر امیر ہو یہ عزت اللہ نے اس امت کو دی ہے۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ’’**کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم**‘‘ (صحیح بخاری ج۱ص۴۹۰ باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

(ترجمہ) کیا حال ہوگا تمہارا اس وقت جب مریم کا بیٹا تم میں اترے گا اور اس وقت تمہارا امام تم (بنی اسماعیل) میں سے ہوگا۔

اب آپ جو کام بھی کریں گے شریعت محمدی کے مطابق کریں گے آپ پر اگر کوئی وحی آئے تو وہ انتظامی درجے کی ہوگی شرعی اور قانونی درجے کی نہیں کہ اس پر ایمان لانا دوسرے سب انسانوں کے لئے لازم ٹھہرے اس انتظامی وحی کا تحمل بھی آپ محض اس لئے کر سکیں گے کہ آپ سے رسالت سلب نہیں کی گئی اس کی قوت آپ میں موجود ہے صرف اس کا حکم روک دیا گیا ہے اب یہ دور محمدی ہے اور اس میں رسالت محمدی ہی چلے گی۔ ہم اس کی تفصیل ان شاءاللہ! ذرا آگے چل کر کریں گے۔

واقعہ صلیب پر حضرت مسیح کے بارے میں چار قوموں کے چار نظریات

۱...... یہودی سمجھتے رہے کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کو قتل کر دیا ہے لیکن یہ بات بھی وہ پورے یقین سے نہ کہتے تھے کیونکہ ایک شخص آپ کے حواریوں میں سے غائب تھا اور گمان ہو سکتا ہے

کہ شاید وہ سولی دیا گیا ہو۔ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ جو سولی دیا جائے وہ لعنت کی موت مرتا ہے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ خدا کا رسول ہو اور نبی ہو۔ اسی خیال میں وہ اس بات کے پیچھے پڑے رہے اور کوئی بات وہ یقین سے نہ کہہ سکتے تھے۔

۲...... عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ نے سولی پر موت پائی اور اس کے بعد وہ پھر زندہ ہوئے آپ کو لوگوں نے دیکھا اور پھر آپ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور قرب قیامت میں آپ پورے جلال کے ساتھ زمین پر اتریں گے۔ آپ کا سولی چڑھنا آپ کے پیروؤں کے گناہوں کے کفارہ کے طور پر تھا انسان بوجہ آدم پیدائشی طور پر گناہ گار ہے مسیح کا خون اس گناہ کو دھونے کے لئے تھا۔

۳...... مسلمان کہتے ہیں کہ یہودیوں کی اس سازش (قتل عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) کو ناکام کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی جس نے ان کی تدبیر توڑ دی اور اللہ کا داؤ ہی کامیاب رہا۔ وہ تدبیر الٰہی کیا تھی؟ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو چپکے سے اپنی طرف اٹھالیا اور ایک شخص جو مسیح کو پکڑوانے میں پیش پیش تھا، اس پر آپ کی شبیہ ڈال دی گئی۔ اس غلط فہمی میں انہوں نے اسے سولی دیا اور آپ (عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) آسمانوں پر اٹھا لئے گئے۔ اب آپ قرب قیامت میں تشریف لائیں گے اور پھر کہیں آپ پر موت آئے گی۔

۴...... قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح دشمنوں کے ہاتھ لگے اور انہوں نے آپ کو پکڑا اور سولی پر چڑھایا لیکن آپ سولی پر مرے نہیں۔ وہ ہفتہ کی رات تھی اور اس رات وہ کسی مجرم کو سولی پر لٹکا نہ رہنے دیتے تھے۔ اسی گمان میں کہ آپ مر چکے ہیں انہوں نے آپ کو سولی سے اتار لیا لیکن آپ مرے نہ تھے۔ اس کے ۷۵ سال بعد آپ طبعی موت سے کسی دور دراز کی جگہ میں مرے۔ سولی چڑھنے کے پچھتر سال بعد آپ کا رفع روحانی ہوا ان کے ہاں یہ معنی اس آیت کے ہیں: ’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ‘‘ (النساء: ۱۵۷، ۱۵۸)

(ترجمہ) اور انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا بلکہ (اس کے پچھتر سال بعد) اللہ نے آپ کو عزت کی موت دی۔

دونوں عملوں کے مابین یہ بھی فاصلہ ملاحظہ فرمائیں اور قادیانیوں کی کج فہمی اور

بلادت کی داد دیں۔ پہلی تینوں قوموں کے نزدیک واقعہ صلیب اور آپ کے رفع میں وقت کا کوئی فاصلہ نہیں۔ ’’بل رفعه الله‘‘ اس عمل کے مقابل ہے جس کے وہ مدعی تھے یہ اس کے (یعنی آپ کے قتل کے) متصل واقع ہوا اور اسی کو ناکام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا رفع فرمایا اور آپ کو اپنی طرف اٹھالیا اور قادیانیوں کے نزدیک آپ کسی دور دراز کی جگہ میں جا چھپے کہ کہیں پھر پکڑے نہ جائیں اور ۸۷ سال کے بعد آپ پر موت آئی تب کہیں جا کر آپ کو عزت ملی۔

قادیانی عقیدہ کے یہ ۸۷ سال کہاں سے آگئے؟

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زندگی کے یہ ۸۷ سال کہاں گزرے جن کے بعد اللہ نے آپ کو عزت کی موت دی؟ قادیانی کہتے ہیں آپ کشمیر میں آگئے یہیں وفات ہوئی اور آپ سری نگر میں دفن ہوئے۔ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی اس ۸۷ سال کی زندگی کا ذکر قرآن اور حدیث میں کہاں ہے؟ ایک صدی ہونے کو ہے کہ قادیانی اس کے جواب باصواب سے کلیۃً عاجز ہیں۔ ان کے ایمان کا مدار صرف مرزا قادیانی کی تحریرات ہیں کہ واقعی آپ ۸۷ سال کشمیر میں رہے۔

یہاں پھر سوال ابھرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت ان ۸۷ سال میں کیا رہی؟ کیا آپ بے کار ادھر ادھر گھومتے رہے اور کشمیر جنت نظیر کی سیر کرتے رہے۔ قرآن کریم نے جو کہا تھا کہ آپ کی رسالت صرف بنی اسرائیل کے لئے ہے اس میں یہ اضافہ کہاں سے آگیا کہ آپ بنی اسرائیل کے علاوہ کشمیریوں کے لئے بھی مبعوث کر دیئے گئے تھے۔ آپ کی یہ بعثت ان کی طرف کب ہوئی تھی؟ عرب کا ملک بہ نسبت کشمیر شام کے قریب تھا جب آپ کی دعوت عرب کو محیط نہ ہوئی وہ لوگ امّیین ہی گنے گئے تو آپ کی دعوت رسالت ہندوستان کو کیسے محیط ہوگئی؟ مرزا غلام احمد اس کے جواب میں کہتا ہے یہ اس لئے کہ آپ ہندوستان چلے آئے تھے اور یہاں بھی بنی اسرائیل کے کچھ گمشدہ قبائل آبسے ہوئے تھے اور انہوں نے بدھ مذہب قبول کر لیا ہوا تھا۔ آپ نے ۸۷ سال یہاں آکر نبوت کی۔ مرزا غلام احمد نے ۱۸۹۹ء میں کتاب ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ لکھی۔ قادیانیوں نے اسے مرزا قادیانی کی زندگی میں نہیں، اسے آپ کی وفات کے ۹ ماہ بعد شائع کیا۔ اب اس کی چند عبارات ملاحظہ

فرمائیں اور ساتھ ساتھ استدلال کی قوت کا بھی اندازہ کرتے جائیں کہ آپ نے کس قدر مضبوط دلائل دیئے ہیں قادیانیوں کی دنیائے استدلال یہی ہے۔

دعوت عیسیٰ بن مریم ہندوستان میں

مرزا غلام احمد کی ان عبارتوں کا غور سے مطالعہ فرمائیں:

۱...... ’’واضح ہو کہ اکثر مسلمانوں اور عیسائیوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ چلے گئے اور یہ دونوں فرقے ایک مدت سے ہی گمان کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور کسی وقت آخری زمانہ میں پھر زمین پر نازل ہوں گے۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں ص۳، خزائن ج۱۵ص۵)

۲...... ’’حضرت مسیح مصلوب نہیں ہوئے اور نہ آسمان پر گئے اور نہ کبھی امید رکھنی چاہئے کہ وہ پھر زمین پر آسمان سے نازل ہوں گے بلکہ وہ ایک سوبیس برس کی عمر پا کر سری نگر کشمیر میں فوت ہوگئے اور سری نگر محلہ خان یار میں ان کی قبر ہے۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۱۲، خزائن ج۱۵ص۱۴)

۳...... ’’مسیح زمین کے پیٹ (قبر جہاں صلیب کے بعد اسے ڈال دیا گیا تھا) میں سے نکل کر اپنی ان قوموں کی طرف گیا جو کشمیر اور تبت وغیرہ مشرقی ممالک میں سکونت رکھتی ہیں۔‘‘ (ایضاً ص۱۵، خزائن ج۱۵ص۱۷)

۴...... ’’واقعی اور سچی بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے اس بدبخت قوم کے ہاتھ سے نجات پا کر جب ملک پنجاب کو اپنی تشریف آوری سے فخر بخشا تو اس ملک میں خداتعالیٰ نے ان کو بہت عزت دی اور بنی اسرائیل کی وہ دس قومیں جو گم تھیں اس جگہ آ کر ان کو مل گئیں...... اکثر ان میں سے بدھ مذہب میں داخل ہوگئے تھے...... وہ دس فرقے جو اس ملک میں آ کر افغان اور کشمیری کہلائے آخرکار سب کے سب مسلمان ہوگئے۔ غرض اس ملک میں حضرت مسیح کو بڑی وجاہت پیدا ہوئی اور حال میں سکہ ملا ہے جو اسی ملک پنجاب میں سے برآمد ہوا ہے اس پر حضرت عیسیٰ کا نام پالی تحریر میں درج ہے۔‘‘ (ایضاً ص۵۱، خزائن ج۱۵ص۵۳)

۵...... ’’حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف

آئے اور اس ارادہ سے کہ پنجاب اور ہندوستان دیکھتے ہوئے پھر کشمیر کی طرف قدم اٹھاویں...... قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اور اخیر مارچ یا اپریل کی ابتداء میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا...... کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔‘‘

(ایضاً ص۶۷،۶۸، خزائن ج۱۵ ص۶۹،۷۰)

مرزا غلام احمد کی یہ ’’ہوں گے، ہوں گے‘‘ کی گردان قابل غور بھی ہے اور لائق تحسین بھی۔ کیا زور استدلال ہے؟

افغانستان اور ہندوستان میں آپ کی دعوت

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا حضرت مسیح نے ان بلاد میں اپنے آپ کو عیسیٰ بن مریم کے نام سے متعارف کرایا؟ (۲) کیا آپ نے یہاں انجیل کی منادی کی اور اس کے ساتھ کیا آپ نے شریعت تورات بھی پیش کی؟ (۳) کیا آپ نے ان علاقوں میں یہ بھی بتایا کہ آپ کی پہلی بعثت ملک شام میں ہوئی تھی۔ (۴) آپ نے جس طرح شام میں یا بنی اسرائیل کہہ کر انہیں اپنے بعد آنے والے احمد نامی رسول کی بشارت دی کیا آپ نے افغانستان اور کشمیر اور بدھوں میں بھی اس آنے والے پیغمبر کی بشارت دی؟ (۵) کیا آپ نے ہندوستان اور پنجاب میں آکر ہندوؤں کو کبھی اپنے دین کی دعوت دی؟ اگر دی تو اس صورت میں آپ کیا صرف بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے رسول رہے یا آپ نے اپنے پیغام رسالت میں اپنے دائرہ دعوت کو کچھ اور وسعت دی؟

مرزا قادیانی کنز العمال کے حوالہ سے لکھتا ہے: ’’اوحی اللّٰہ تعالٰی الٰی عیسٰی ان یا عیسٰی انتقل من مکان الٰی مکان لئلا تعرف فتوذیٰ‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۵۴، خزائن ج۱۵ ص۵۶)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی اے عیسیٰ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتا رہ تاکہ نہ کوئی تجھے پہچانے نہ تو (اس طرح) کسی سے اذیت پائے۔

ان سوالوں کا جواب غلام احمد نے تو کہیں نہیں دیا ہوسکتا ہے کہ مرزا ناصر اس کی کمی کو پورا کریں تاہم حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے کشمیر آجانے اور ان علاقوں میں ۷۵ سال گزارنے سے یہ بات اور واضح ہوگئی کہ واقعہ صلیب کے بعد آپ کی توفی بصورت موت نہ ہوئی تھی یہ بایں صورت واقع ہوئی کہ آپ کو پورے کا پورا ''اخذ الشئ وافیاً'' لے کر کشمیر پہنچا دیا گیا۔ موت آپ پر ۷۵ سال بعد واقع ہوئی۔ سو توفی کے معنی موت کے نہ ہوئے، یہ آپ کے پورا اٹھائے جانے سے ہوئی جب آپ کشمیر لے جائے گئے۔

جن لوگوں نے آپ کو خدا کا بیٹا کہا پلاطوس کے وہ پیرو تو اس علاقے کے رہنے والے تھے اور ان سے آپ کی توفی بایں طور ہوئی کہ آپ کو پورے کا پورا لے کر کشمیر پہنچا دیا گیا اور آپ حشر میں اپنے اسی حال کا حوالہ دیں گے۔

''کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیب علیهم'' (المائدہ:۱۱۷)

(ترجمہ) میں ان پر اس وقت تک نگران رہا جب تک میں ان میں تھا پھر جب تو نے مجھے (کشمیر پہنچا کر) توفی دی (مجھے پورے کا پورا روح مع الجسد وہاں پہنچا دیا) تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ یہاں لفظ توفی ہے۔ باب تفعل ہے۔ فاعل خدا ہے مفعول ذی روح انسان ہے اور معنی پورا اٹھانے کے ہیں جو لغت میں ہیں (اخذالشئ وافیاً کے طور پر مذکور ہیں) یہاں توفی موت کے معنی میں نہیں ہیں۔ مرزا قادیانی کی یہ کتاب حسب اشاعت ان کی آخری کتاب ہے جو ان کی وفات (۲۶؍مئی ۱۹۰۸ء) کے بعد ۲۰؍نومبر ۱۹۰۸ء) کو پہلی بار شائع ہوئی۔ سو آپ کے اس بیان نے ان کی پچھلی تمام تحریرات پر جو آپ نے خلاف لغت خلاف محاورہ قرآن اور خلاف مفسرین کرام توفی کے بارے میں لکھی تھیں ان پر پانی پھیر دیا اور توفی کا جو استعمال آپ دوسروں سے مانگتے تھے آپ نے اپنے علم سے اس پر خود یہ آیت پیش کر دی۔

حضرت مسیح علیہ السلام کی عدم مصلوبیت

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا تو یہودیوں نے آپ کے خلاف آپ کو سولی پر چڑھانے کی سازش کی۔ ان کے ہاں توریت میں یہ عقیدہ چلا آرہا تھا کہ جو صلیب پر کھینچا جائے وہ لعنت کی موت مرتا ہے۔ اس کے خلاف عیسائیوں نے یہ عقیدہ بنایا کہ صلیب پانے والا اگر دوسروں کے گناہوں کو دھونے کے لئے صلیب پائے تو یہ لعنت کی موت نہیں، یہ کفارہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جو صلیب پر جان دی وہ عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ تھا۔ صلیب کی موت کی یہ دو مختلف اغراض ہیں جن میں ایک نظریہ یہود کا ہے اور دوسرا نصاریٰ کا۔ یہودی اسے لعنت کی موت کہتے ہیں اور عیسائی اسے ایک بڑی قربانی قرار دیتے ہیں۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''مسیح کے مصلوب ہونے سے دو مختلف فرقے یعنی یہود اور عیسائی دو مختلف نتیجے اپنی اپنی اغراض کی تائید میں نکالتے تھے۔ یہودی کہتے تھے کہ مصلوب ہوگیا اور توریت کی رو سے مصلوب لعنتی ہوتا ہے۔ یعنی قرب الٰہی سے مہجور اور رفع کی عزت سے بےنصیب رہتا ہے اور شان نبوت اس حالت ذلت سے برتر واعلیٰ ہے اور عیسائیوں نے یہودیوں کی لعن وطعن سے گھبرا کر یہ جواب بنالیا تھا کہ مسیح کا مصلوب ہونا اس کے لئے مضر نہیں بلکہ یہ لعنت اس نے اس لئے اپنے ذمہ لی ہے کہ تا گناہ گاروں کو لعنت سے چھڑادے۔'' (ازالہ اوہام ص۳۷۵، خزائن ج۳ص۲۹۳)

یہ دونوں فریق اس پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی گو اس کی علت اور وجہ ان کے ہاں مختلف رہی۔ ان کے خلاف قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح سولی پر چڑھائے گئے لیکن صلیب پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی محض اس گمان پر کہ وہ مر گئے ہیں، انہیں صلیب سے اتارلیا گیا مگر اندر سے وہ زندہ تھے۔ جب ان کا جسم زمین پر رکھا گیا تو کچھ عرصہ بعد انہیں ہوش آگیا اور وہ کسی غیر معلوم مقام کی طرف نکل گئے تا کہ یہودیوں کو ان کا پتہ نہ چلے۔

مرزا غلام احمد کے ہاں مصلوب ہونا اور صلیب پر مرنا دو مختلف حقیقتیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سولی پر چڑھائے ضرور گئے مگر سولی پر ان کی موت واقع نہ ہوئی سو وہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے مصلوب ہونے کے قائل ہوئے، مقتول کے قائل نہیں۔ مگر مسلمان کہتے ہیں کہ نہ آپ مصلوب ہوئے نہ صلیب پر مرے (قتل نہ ہو پائے) مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''مسلمانوں کے مذکورہ بالا فرقے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب نہیں ہوئے اور نہ صلیب پر مرے بلکہ اس وقت جب کہ یہودیوں نے ان کو مصلوب کرنے کے لئے گرفتار کیا، خدا کا فرشتہ ان کو مع جسم عنصری آسمانوں پر لے گیا اور اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مقام ان کا دوسرا آسمان ہے جہاں حضرت یحییٰ نبی یعنی یوحنا ہیں۔ نیز مسلمان یہ بھی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام خدا کا بزرگ نبی ہے مگر نہ خدا ہے اور نہ خدا کا بیٹا اور اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں دو فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے منارہ کے قریب یا کسی اور جگہ اتریں گے۔'' (مسیح ہندوستان میں ص۴، خزائن ج۱۵ ص۶)

اس عبارت سے مرزا قادیانی کے یہ دو الفاظ واضح اور فیصلہ کن ہیں۔ ان پر پھر سے غور کیجئے۔ آپ لکھتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۱) مصلوب نہیں ہوئے اور (۲) نہ صلیب پر مرے۔

پہلے الفاظ میں صلیب کی اہمیت ہے اور وہی موضوع ذکر ہے اور دوسرے الفاظ میں موت موضوع ذکر ہے، صلیب کا ذکر ضمنی ہے۔ یہودی جو آپ کو سولی چڑھانے کے لئے آگے آگے تھے وہ صرف آپ کے قتل ہونے کے مدعی رہے، صلیب کا ذکر ساتھ ضروری نہ سمجھا گیا، صلیب کی موت میں بھی غرض موت ہی تھی۔ اب یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ مسلمانوں اور قادیانیوں کا اصل اختلاف کیا ہے؟ مسلمان کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب نہیں دی گئی نہ وہ صلیب پر آئے (مصلوب نہ ہوئے) اور قادیانی کہتے ہیں کہ وہ مصلوب تو ہوئے مگر مقتول نہ ہوئے۔ (وہاں مرے نہیں صلیب پر ان کی موت نہ ہوئی)

(۱) حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی پہلی دلیل

آیئے! اس موضوع کو قرآن کریم کی روشنی میں دیکھیں۔ قرآن کریم آپ کے مقتول ہونے اور مصلوب ہونے دونوں کی نفی کرتا ہے۔ مصلوب ہونے کا عقیدہ صرف

قادیانیوں کا ہے اور صلیب پر مقتول ہونے کا عقیدہ یہود ونصاریٰ دونوں کا ہے اور مسلمان نہ قتل کے قائل ہوئے نہ صلیب کے۔ قرآن کریم بھی آپ کے مصلوب نہ ہونے کا ایک دفعہ ذکر کرتا ہے اور مقتول نہ ہونے کا دو دفعہ اور اس میں یہود ونصاریٰ دونوں کا رد ہے۔

’’وبکفرهم وقولهم علٰی مریم بهتاناً عظیماً وقولهم انّا قتلنا المسیح عیسٰی بن مریم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبّه لهم وانّ الذین اختلفوا فیه لفی شک منه. مالهم به من علم الّا اتباع الظن وما قتلوه یقیناً بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزاً حکیماً‘‘ (النساء:۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸)

(ترجمہ) اور ان کے کفر کے باعث اور مریم پر ایک بڑا بہتان باندھنے کے باعث اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم کو قتل کیا حالانکہ وہ نہ تو انہیں قتل کر پائے نہ انہوں نے اسے سولی پر لٹکایا بلکہ ان کے لئے اس کی (عیسیٰ کی) ایک شبیہ بنادی گئی۔

اور بے شک عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے بارے میں ایک شک میں ہیں انہیں اس صورت عمل کا کوئی یقین نہیں بجز تخمینی باتوں کے اتنا یقین ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

یہاں یہ چھ نمبر خاص طور پر قابل غور ہیں:

۱…… اس میں ’’**وما قتلوه**‘‘ دو دفعہ ہے اور ’’**وما صلبوه**‘‘ ایک دفعہ۔ قرآن کی شان اعجاز دیکھئے نزول قرآن کے وقت کوئی فرقہ مسیح کے صرف مصلوب ہونے کا قائل نہ تھا کہ اس پر موت مرتب نہ ہوئی ہو جو مصلوب ہونے کے قائل تھے (جیسے یہود ونصاریٰ) وہ ان کے مقتول ہونے کے بھی ساتھ ہی قائل تھے۔ یہ نیا عقیدہ کہ آپ صرف مصلوب ہوئے لیکن وہاں مرے نہیں چودھویں صدی میں وضع کیا گیا مگر قرآن کریم اس وقت سے ہی آپ کے مصلوب ہونے اور مقتول ہونے دونوں کی علیحدہ علیحدہ نفی کر رہا ہے۔ یہ قرآن کی شان اعجاز ہے کہ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر فتنے کا اس میں رد مل جاتا ہے۔

ہم قادیانیوں سے سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر مصلوب ہونے سے مراد یہ ہے کہ صلیب پر موت بھی آئے، صرف صلیب پر لٹکایا جانا مراد نہ ہو تو آپ کو صلیب دیئے جانے اور قتل کئے جانے کی دو مستقل عنوانوں سے تردید کیوں کی گئی۔

۲...... یہود کا یہ دعویٰ کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر موت دی ہے۔ ان لفظوں سے منقول ہے: ’’انّا قتلنا المسیح عیسٰی بن مریم ‘‘ معلوم ہوا جب نوبت آپ کے قتل تک جا پہنچی اور یہود اس میں کامیاب ہوگئے تو صلیب کا ذکر ایک ضمنی بات ہوکر رہ گئی تھی اور جن کے ہاں آپ کی موت صلیب پر نہ ہوئی وہ صرف صلیب کے مدعی رہے۔ قتل کے مدعی نہیں ہوئے وہ یہی کہیں گے کہ آپ صلیب پر نہیں مرے۔

۳...... صلیب پر ایک شخص یقیناً کھینچا گیا اور اس کی وہیں موت ہوئی۔ وہ کون تھا؟ اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں لیکن یہ صحیح ہے کہ وہ مسیح عیسیٰ بن مریم نہ تھا ورنہ قرآن کے الفاظ: ’’ولٰکن شبہ لھم ‘‘ (اور لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے) کا کوئی محل نہیں رہتا۔ سو جب وہ صلیب کی موت پا گیا تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دونوں سے بچے رہے نہ صلیب چڑھائے گئے اور نہ صلیب پر مرے اور الفاظ کا یہ فرق خود مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔

۴...... یہاں مسیح کے لئے صلیب اور قتل سے بچنے کی جو صورت بتائی گئی ہے وہ رفع ہے۔ یہ رفع کوئی معنی چیز نہیں جس طرح صلیب اور قتل ایک حسّی واقعہ ہے اس طرح رفع بھی ایک حسّی حقیقت ہونی چاہئے۔ کیونکہ یہ صلیب دینے اور قتل کرنے کے بدل میں واقع ہوا۔ یہ کوئی اندھیرے کی کارروائی نہیں۔ یہ بات بے شک اندھیرے میں رہی کہ وہ جو مصلوب ہوا اور موت کو پہنچا وہ کون تھا لیکن یہ بات ہرگز کسی اندھیرے میں نہیں کہ جس کا رفع ہوا وہ یقیناً مسیح عیسیٰ بن مریم تھے۔ اس بات کا قادیانی بھی انکار نہیں کرسکتے۔ سو وہ رفع کے معنی بدلنے کے درپے ہوئے کہ یہ کوئی حسّی صورت نہ تھی، محض ان کے درجات کی بلندی ہوئی تھی جو اللہ نے چپکے چپکے کردی۔

۵...... قرآن کریم کے الفاظ: ’’وما قتلوہ وما صلبوہ ‘‘ کے ترجمہ پر بھی ذرا غور فرمالیں۔

(۱) بارہویں صدی کے مجدد حضرت امام شاہ ولی اللہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ’’نہ کشتند اورا و بردار نہ کردند اورا‘‘

(۲) اب حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی کا ترجمہ دیکھیں: ’’اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔‘‘

(۳) حضرت مولانا فتح محمد جالندھری کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ’’اور انہوں نے عیسیٰ کو قتل نہیں کیا اور نہ انہیں سولی پر چڑھایا بلکہ ان کو ان کی سی صورت معلوم ہوئی۔‘‘

(۴) اب حضرت شیخ الہند کا ترجمہ ملاحظہ ہو: ’’اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا ولیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔‘‘

(۵) حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو: ’’حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا لیکن ان کو اشتباہ ہوگیا۔‘‘

(۶) مفسر کبیر حضرت مولانا امیر علی مترجم ہدایہ وفتاویٰ عالمگیری کا ترجمہ ملاحظہ کریں: ’’اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا اور لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔‘‘

(۷) مشہور ماہر تعلیم جناب غلام وارث آفیسر انچارج کالجیٹ ایجوکیشن لاہور: ’’اور انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ وہ شبہ میں ڈال دیئے گئے۔‘‘ (بتیان القرآن)

(۸) مشہور اہل حدیث عالم مولانا محمد جونا گڑھی کا ترجمہ یہ ہے: ’’حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لئے ان کا شبیہ بنا دیا گیا تھا۔

(۹) حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ: ’’حالانکہ فی الواقع انہوں نے نہ اس کو قتل کیا نہ صلیب پر چڑھایا بلکہ معاملہ ان کے لئے مشتبہ کر دیا گیا۔‘‘

(۱۰) مفسر جلیل حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی برنی مقیم مدینہ منورہ نے یہ ترجمہ کیا ہے: ’’حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن ان کو شبہ میں ڈال دیا گیا۔‘‘

۶ ...... اس آیت میں لفظ یقیناً پر بھی غور فرمائیں وما قتلوہ یقیناً وہ اس کے قتل پر یقین نہ رکھتے تھے جسے انہوں نے صلیب پر کھینچا تھا۔ غور کریں یہ بے یقینی انہیں کہاں سے آئی یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ یہاں مصلوب ہونے اور قتل ہونے کا مصداق ایک ہی فرد تھا اور وہ حضرت عیسیٰ بن مریم نہ تھے، ان کی شبیہ میں کوئی اور شخص تھا’’ولٰکن شبہ لھم‘‘ کے دسوں مترجم کہہ رہے ہیں کہ آپ کو صلیب پر چڑھایا نہیں گیا جس کو چڑھایا گیا وہ کوئی اور تھا اور اسے آپ کی صورت دے دی گئی تھی۔ پھر جب انہیں وہ شخص نہ ملا جو حضرت مسیح کو جیل کی کوٹھڑی سے لینے گیا تھا تو وہ شک میں پڑ گئے۔ پھر یہ سوال ابھرتا تھا کہ اگر وہ قتل ہوا تو پھر عیسیٰ بن مریم کدھر گئے۔ قرآن نے اس صورت حال کو اس طرح بیان کیا ہے۔ جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں: ’’وانّ الذین اختلفوا فیہ لفی شک منہ مالھم بہ من علم الّا اتباع الظن وما قتلوہ یقینا بل رفعہ اللہ الیہ‘‘ (النساء:۱۵۷،۱۵۸)

(ترجمہ) بے شک عیسیٰ کے بارے میں اختلاف کرنے والے اس کے بارے میں ایک شک میں ہیں انہیں کسی صورت حال کا یقین نہیں صرف تخمینی باتیں کررہے ہیں اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔

مگر قادیانی کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عیسیٰ کے درجات بلند ہورہے تھے (کیسی بے تکی ہانکی ہے؟) یہود نے جب کہا ہم نے مسیح بن مریم کو قتل کردیا ہے اس سے بہت پہلے ان کا رفع ہوچکا تھا۔ بل سے جب کوئی تردید کی جائے تو بل کے بعد والی حقیقت بل کے مقابل سے بہت پہلے واقع ہوچکی ہوتی ہے۔ قرآن پاک میں اس کی مثالیں دیکھئے:

۱…… ’’ام یقولون بہ جنۃ بل جاء ھم بالحق‘‘ (المؤمنون:۷۰)

۲…… ’’وقالوا اتخذالرحمن ولداً سبحٰنہ بل عبادٌ مکرمون‘‘ (الانبیاء:۲۶)

۳…… ’’ویقولون ائنّا لتارکوا آلھتنا لشاعر مجنون بل جاء بالحق‘‘ (صافات:۳۶،۳۷)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ واقعہ صلیب بعد میں ہوا اس سے بیشتر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اٹھالیا تھا اور آپ کا رفع ہوچکا تھا۔

قرآن کریم کا پہلا فارسی ترجمہ ابونصر احمد بن البخاری المعروف بشیخ زاہد (۵۴۰ھ) نے ۵۱۹ھ میں کیا ہے، پہلے اسے ملاحظہ فرمائیں: ’’مانند کردہ اند دیگرے را بوی تا بکشد ندش و بردار کردندش و پنداشتند کہ وے عیسیٰ است علیہ السلام و ہو طیطوس الیہودی خدا تعالیٰ شبہ عیسیٰ را علیہ السلام بروی افگندہ تا وی مے گفت من عیسیٰ ندم من طیطوس ام فلم یصدقوہ وقتلوہ وصلبوہ ورفع اللہ تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام الی السماء فکساہ الریش والبسہ النور وقطع عنہ لذۃ المطعم والمشرب ویطیر مع الملئکۃ حول العرش‘‘ (ج۱ص۳۳۷،۳۳۸)

قادیانی عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام مصلوب ہوئے

مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’قرآن شریف کا منشاء ’’ماصلبوہ‘‘ کے لفظ سے یہ ہرگز نہیں ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا بلکہ منشاء یہ ہے کہ جو صلیب پر چڑھانے کا اصل مدعا تھا یعنی قتل کرنا اس سے خدا تعالیٰ نے مسیح کو محفوظ رکھا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۷۸، خزائن ج۳ ص۲۹۴)

اس سے یہ معلوم ہوا کہ صلیب پر چڑھانا اور اسے اس پر مرنے دینا یہ دو عمل ہیں دوسرا عمل نہ بھی ہو پائے تو پہلا عمل پھر بھی پایا جا سکتا ہے۔

پھر آگے انجیلوں کی تائید لے کر لکھا ہے۔ یہ واقعہ اس طرح پیش آیا: ’’مسیح ان کے حوالہ کیا گیا اور اس کو تازیانے لگائے گئے اور جس قدر گالیاں سننا اور فقیہوں کے مولویوں کے اشارہ سے طمانچے کھانا اور ہنسی اور ٹھٹھے سے اڑائے جانا اس کے حق میں مقدر تھا، سب اس نے دیکھا آخر صلیب دینے کے لئے تیار ہوئے۔ یہ جمعہ کا دن تھا اور عصر کا وقت اور اتفاقاً یہودیوں کی عید فسح کا بھی دن تھا۔ اس لئے فرصت بہت کم تھی اور آگے سبت کا دن آنے والا تھا جس کی ابتداء غروب آفتاب سے ہی سمجھی جاتی تھی۔ کیونکہ یہودی لوگ مسلمانوں کی طرح پہلی رات کو اگلے دن کے ساتھ شامل کر لیتے تھے اور یہ ایک شرعی تاکید تھی کہ سبت میں کوئی لاش صلیب پر لٹکی نہ رہے۔ تب یہودیوں نے جلدی سے مسیح کو دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا تھا۔ شام سے پہلے ہی لاشیں اتاری جائیں۔ مگر اتفاق سے اسی وقت ایک سخت آندھی آ گئی جس سے سخت اندھیرا ہو گیا۔ یہودیوں کو یہ فکر پڑ گئی کہ اب اگر اندھیری میں یہ شام ہوگئی تو ہم اس جرم کے مرتکب ہو جائیں گے جس کا ابھی ذکر کیا گیا ہے۔ سو انہوں نے اس فکر کی وجہ سے تینوں مصلوبوں کو صلیب پر سے اتار لیا اور یاد رکھنا چاہئے کہ یہ بالاتفاق مان لیا گیا ہے کہ وہ صلیب اس قسم کی نہیں تھی، جیسا کہ آج کل پھانسی ہوتی ہے اور گلے میں رسہ ڈال کر ایک گھنٹہ میں کام تمام کر دیا جاتا ہے۔ بلکہ اس قسم کا کوئی رسہ گلے میں نہیں ڈالا جاتا تھا صرف بعض اعضاء میں کیلیں ٹھوکتے تھے اور پھر احتیاط کی غرض سے تین تین دن مصلوب بھوکے پیاسے صلیب پر چڑھائے رہتے تھے اور بعد میں اس کی ہڈیاں توڑی جاتی تھیں اور پھر یقین کیا جاتا تھا کہ اب مصلوب مر گیا۔

مگر خداتعالیٰ کی قدرت سے مسیح کے ساتھ ایسا نہ ہوا۔ عید فسح کی کم فرصتی اور عصر کا تھوڑا سا وقت اور آگے سبت کا خوف اور پھر آندھی کا آجانا ایسے اسباب یک دفعہ پیدا ہو گئے جس کی وجہ سے چند منٹ میں ہی مسیح کو صلیب پر سے اتار لیا گیا اور دونوں چور بھی اتارے گئے اور پھر ہڈیوں کو توڑنے کے وقت خداتعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کا یہ نمونہ دکھایا کہ بعض سپاہی پلاطوس کے جن کو در پردہ خواب کا خطرناک انجام سمجھایا گیا تھا، وہ اس وقت موجود تھے

جن کا مدعا یہی تھا کہ کسی طرح یہ بلا مسیح کے سر پر سے ٹل جائے۔ ایسا نہ ہو کہ مسیح کے قتل ہونے کی وجہ سے وہ خواب سچی ہو جائے جو پلاطوس کی عورت نے دیکھی تھی اور ایسا نہ ہو کہ پلاطوس کسی بلاء میں پڑے۔ سو پہلے انہوں نے چوروں کی ہڈیاں توڑائیں اور چونکہ سخت آندھی تھی اور تاریکی ہوگئی تھی اور ہوا تیز چل رہی تھی اس لئے لوگ گھبرائے ہوئے تھے کہ کہیں جلد گھروں کو جائیں۔ سو سپاہیوں کا اس موقع پر خوب داؤ لگا۔ جب چوروں کی کی ہڈیاں توڑ چکے اور مسیح کی نوبت آئی تو ایک سپاہی نے یوں ہی ہاتھ رکھ کر کہہ دیا کہ یہ تو مر چکا ہے کچھ ضرور نہیں کہ اس کی ہڈیاں توڑی جائیں اور ایک نے کہا کہ میں ہی اس لاش کو دفن کر دوں گا اور آندھی ایسی چلی کہ یہودیوں کو اس نے دھکے دے کر اس جگہ سے نکالا۔ پس اس طور سے مسیح زندہ بچ گیا اور پھر وہ حواریوں کو ملا اور ان سے مچھلی لے کر کھائی۔ لیکن یہودی جب گھروں میں پہنچے اور آندھی فرو ہوگئی تو اپنی ناتمام کارروائی سے شک میں پڑ گئے اور سپاہیوں کی نسبت بھی ان کے دلوں میں ظن پیدا ہوگیا۔ چنانچہ اب تک عیسائیوں اور یہودیوں کا یہی حال ہے کہ کوئی ان میں سے قسم کھا کر اور اپنے نفس کے لئے بلا اور عذاب کا وعدہ دے کر نہیں کہہ سکتا کہ مجھے درحقیقت یہی یقین ہے کہ سچ مچ مسیح قتل کیا گیا۔ یہ شکوک اسی وقت پیدا ہوگئے تھے اور پولوس نے اپنی چالاکی سے کوشش بھی کی کہ ان شکوک کو مٹا وے مگر وہ اور بھی بڑھتے گئے۔ چنانچہ پولوس کے بعض خطوط سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مسیح جب صلیب پر سے اتارا گیا تو اس کے زندہ ہونے پر ایک اور پختہ ثبوت یہ پیدا ہوگیا کہ اس کی پسلی کے چھیدنے سے فی الفور اس میں سے خون رواں ہوا۔ یہودی اپنی شتاب کاری کی وجہ سے اور عیسائی انجیل کی روئداد موجودہ کے لحاظ سے اس شک میں شریک ہیں اور کوئی عیسائی ایسا نہیں جو انجیل پر غور کرے اور پھر یقینی طور پر یہ اعتقاد رکھے کہ سچ مچ مسیح صلیب کے ذریعہ فوت ہوگیا بلکہ ان کے دل آج تک شک میں پڑے ہوئے ہیں اور جس کفارہ کو وہ لئے پھرتے ہیں اس کی ایسے ریگ کے تودہ پر بناء ہے جس کو انجیل کے بیانات نے بھی برباد کر دیا ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۸۰ تا ۳۸۳، خزائن ج۳ ص۲۹۵ تا ۲۹۷)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانی حضرت مسیح کے سولی پر چڑھائے جانے کے تو قائل ہیں لیکن اس بات کے قائل نہیں کہ صلیب پر ان کی موت واقع ہوئی۔ جیسا کہ یہودیوں

کا عقیدہ ہے قادیانی ''شبه لهم'' کا مفہوم ''مالم یسم فاعله'' حضرت مسیح کو نہیں مانتے اس واقعہ کو مانتے ہیں جو صلیب پر پیش آیا اور اس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ کوئی شخص نہ تھا جس پر حضرت مسیح کی شبیہ ڈالی گئی ہو۔ ہم ان شاء اللہ العزیز! رفع مسیح کی بحث میں اس پر کچھ اور تفصیل ذکر کریں گے۔ شبہ کی اسناد ضمیر بلاشبہ مقتول کی طرف ہے۔

یہاں اتنی بات ذہن میں ضرور رکھئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کا مصلوب نہ ہونا قرآنی نص ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔

قتل وصلب

صلب کا معنی کسی کو دار پر لٹکانا ہے، اسے موت لازم نہیں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دشمن کو قتل کر کے اسے سولی پر لٹکا دیتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ سولی پر نہیں مرا موت اس پر پہلے آئی پھر بھی اسے صلیب پر لٹکا دیتے تھے اور کہا جاتا تھا کہ وصلب۔

شیخ ولی الدین خطیب تبریزی (۷۴۰ھ) حضرت عبداللہ بن زبیر (۷۳ھ) کے ترجمہ میں لکھتے ہیں: ''**بایع رسول اللہ ﷺ وهو ابن ثمانی سنین قتله الحجاج بن یوسف بمکة وصلبه یوم الثلثاء لسبع عشرة خلت من جمادی الآخرة سنة ثلث وسبعین**'' (الاکمال فی اسماء الرجال ص ۵۳۰)

(ترجمہ) انہوں نے آٹھ سال کی عمر میں حضور ﷺ کی بیعت کی۔ حجاج بن یوسف نے انہیں مکہ میں شہید کیا اور سترہ جمادی الثانی ۷۳ھ منگل کے دن آپ کو سولی پر لٹکا دیا۔ اسے وصلبہ کہا گیا ہے۔

یہاں وصلبہ یوم الثلثاء کے الفاظ پر غور کیجئے ان کی موت سولی پر نہ ہوئی تھی انہیں تلوار سے مارا گیا تھا۔ بایں ہمہ انہیں سولی پر کرنے کو صلبہ سے ذکر کیا ہے اس سے واضح ہوتا ہے کہ صلیب کا معنی کسی کو دار پر لانا ہے قطع نظر اس سے کہ وہ سولی پر مارا جائے یا نہ۔ سو قادیانیوں کا یہ مؤقف کسی طرح صحیح نہیں کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب تو دی گئی لیکن وہ سولی پر مرے نہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کے بارے میں قتل وصلب دونوں کی نفی کی ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں قرآن کا یہ دعویٰ کہ انہوں نے آپ کو

نہ قتل کیا اور نہ انہوں نے آپ کو سولی پر چڑھایا بتلاتا ہے کہ آپ مطلقاً سولی نہ چڑھائے گئے سولی پر جان نہ دی ہو تو بھی سولی پر چڑھانے سے نہ انکار کیا جاسکے گا۔ قرآن کریم نے آپ کے قتل کی بھی نفی اور صلیب پر چڑھنے کی بھی نفی کی ہے۔ سو یہ دعویٰ کہ آپ کو سولی پر چڑھایا تو گیا تھا لیکن وہاں آپ کی موت واقع نہ ہوئی تھی۔ یہ قرآن کریم کے اعلان وما صلبوہ کے قطعاً خلاف ہے اور آپ کے دار پر کئے جانے سے ''وما صلبوہ'' کا انکار لازم آتا ہے وہ شخص بھی جو حضرت عیسیٰ بن مریم کا شبیہ بنا اس نے بھی صلیب پر جان نہ دی تھی پہلے وہ قتل کیا گیا پھر اس صلیب پر لٹکایا گیا ابن ابی حاتم کہتے ہیں: ''فاخذوا الشبہ فقتلوہ ثم صلبوہ'' (تفسیر ابن ابی حاتم ۲۳ ۲۴ تفسیر قول اللہ تعالیٰ ولکن شبہ لهم)

(۲) حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی دوسری شہادت

''فلمّا احسّ عیسیٰ منهم الکفر قال من انصاری الی اللہ قال الحواریّون نحن انصار اللہ اٰمنا باللہ واشهد بانّا مسلمون. ربنا اٰمنا بما انزلت واتبعنا الرسول فاکتبنا مع الشاهدین ومکروا ومکراللہ واللہ خیر الماکرین'' (آل عمران:۵۲تا۵۴)

(ترجمہ) جب حضرت عیسیٰ نے یہودیوں کے کفر کو محسوس کرلیا آپ نے کہا کون ہیں میرے مددگار اللہ کی راہ میں۔ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے دین کے مددگار ہم اللہ پر ایمان لاچکے تم گواہ رہو کہ ہم اپنے کو اللہ کے سپرد کے کرچکے۔ اے ہمارے پروردگار ہم اس پر جو تو نے نازل کیا ایمان لائے اور ہم نے تو رسول کی پیروی کی تو ہمیں اس سچائی کے گواہوں میں لکھ دے۔ انہوں نے بڑی تدبیر کی اور اللہ نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور اللہ کی تدبیر ہی بہتر اور غالب ہے۔

کفر سے یہاں مراد یہودیوں کا ارادہ قتل ہے۔ کفر محسوسات سے نہیں مگر قتل محسوسات سے ہے۔ سو یہاں احسّ کا لفظ بتارہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو ان کے ارادہ قتل کی اطلاع مل گئی تھی وہ آپ کے خلاف ایک خفیہ تدبیر کررہے تھے۔

جلالین میں ہے: ''احسّ عیسیٰ منهم الکفر (ارادوا قتلہ)''

(تفسیر جلالین، سورۃ آل عمران:۵۲)

امام رازی احسؔ کے تحت لکھتے ہیں: ’’**عزمھم علیٰ قتله**‘‘
(تفسیر کبیر سورۃ آل عمران:۵۲)

اور مکروا کے تحت لکھتے ہیں: ’’**اما مکرھم بعیسٰی علیہ السلام فھو انھم ھموا بقتله...... وامّا مکر اللہ تعالیٰ بھم ھو انه رفع عیسٰی علیہ السلام الی السماء...... وکان قد القی شبهه علیٰ غیره فاخذو صلب**‘‘ (تفسیر کبیر ج۸ ص۵۸، آل عمران:۵۴)

یہودیوں کی خواہش کیا تھی جس کے مطابق وہ انہیں موت دینا چاہتے تھے؟ وہ انہیں کوڑے اور تھپڑ مار کر ان کو ذلیل کرنا اور ٹھٹھے مارنے کی سفلی آرزو تھی اور بقول مرزا غلام احمد انہوں نے یہ سب کچھ مسیح کے ساتھ کیا سو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو ان کی اس چال سے نہ بچایا۔

تفسیر مظہری میں ہے: ’’**ومکروا......**‘‘ انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو قتل کر دینے کا ارادہ کیا لیکن ان کی یہ کوشش حقائق کی راہ سے نہ تھی ایک خفیہ تدبیر سے تھی۔ صفوۃ التفاسیر میں ہے ’’**وارادتھم قتله**‘‘

مدارک میں ہے: ’’**ومکروا...... ای کفار بنی اسرائیل الذین احسّ منھم الکفر حین ارادوا قتله وصلبه (ومکروا اللہ) ای جازاھم علی مکرھم بان رفع عیسٰی الی السماء والقی شبهه علی من اراد اغتیاله حتی قتل**‘‘
(تفسیر مدارک التنزیل ج۱ ص۲۲۲، آل عمران:۵۴)

ان کے ارادہ قتل سے ان کا مکر واضح ہوا۔ انہوں نے اسے پورا کرنے کے لئے کیا کیا پاپڑ بیلے۔ یہ اس کی تفصیل کا مقام نہیں لیکن یہ بات کھلی ہے کہ انہوں نے آپ کے خلاف الحاد کا مقدمہ قائم کر دیا اور اس پر سولی کی سزا کا مطالبہ کیا، اس کے لئے وہ خفیہ کیا کیا تدبیریں کرتے رہے ان کا احصاء نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جوابی طور پر کیا خفیہ تدبیر کی (۱) اوّلاً حضرت مسیح کو فرشتہ بھیج کر وہاں سے اٹھوا لیا جہاں وہ قید تھے۔ (۲) ثانیاً جو شخص انہیں وہاں پکڑوانے کے لئے گیا تھا اس پر حضرت مسیح کی شبیہ ڈال دی (۳) ثالثاً اب وہ شخص صلیب پر لایا گیا اور اس نے صلیب پر موت پائی۔ (۴) یہودیوں نے یہ منظر آنکھوں سے دیکھا اور بڑی شوخی سے دعویٰ کیا: ’’**انّا قتلنا المسیح عیسٰی بن مریم رسول اللہ**‘‘

یہ یہاں غلط فہمی میں خوش ہورہے تھے۔ ادھر حضرت عیسیٰ بن مریم بڑے آرام سے فرشتوں میں بیٹھے تھے۔ کس کی بات غالب رہی اور کس کا مکران پر الٹا پڑا۔ یہ اس طرح بیان کیا گیا۔

’’ومکروا ومکراللہ واللہ خیرالماکرین‘‘

اس واقعہ میں ایک بات ایسی ہے جس کا کوئی انکار نہیں کرتا وہ یہ کہ ایک شخص واقعی سولی دیا گیا۔ اسے سولی پر چڑھایا گیا اور سولی پر ہی اس کی موت ہوئی۔ وہ کون تھا یہ اس وقت محل بحث نہیں۔ لیکن کوئی تھا جس کی موت صلیب پر واقع ہوئی تھی اور یہودی کہہ رہے تھے کہ ہم نے اسے قتل کر دیا۔

اب اگر قادیانی عقیدہ کو کچھ بھی وزن دیا جائے کہ سولی پر حضرت مسیح کو چڑھایا گیا تھا تو سوال ابھرتا ہے کہ پھر یہودیوں کا دعویٰ ’’انّا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم‘‘ کس کے متعلق تھا۔ کوئی شخص تو سولی پر قتل ہوا اور وہ اس کے مدعی بنے کہ یہ عیسیٰ بن مریم تھا۔ اگر کوئی شخص قتل نہ ہوا تھا تو یہودیوں کا یہ اظہار مسرت کیسے عمل میں آیا۔ افسوس کہ قادیانی اتنی واضح بات سمجھ نہ پائے۔ ہم اس واقعہ کی روشنی میں اس بات پر قطعی یقین رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام قطعاً مصلوب نہیں ہوئے اور قادیانیوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مصلوب ہونے اور پھر بدوں موت سولی سے اترنے کا عقیدہ غلط ہے اور یہ بات بھی غلط ہے کہ کوئی شخص قتل نہ ہوا تھا اور یہودی یوں ہی بیوقوفی میں خوشیاں منارہے تھے۔

سوال: مکر بری تدبیر کو کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس نے بھی مکر کیا۔

الجواب: عربی میں مکر پختہ تدبیر کرنے کو کہتے ہیں۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’انہ عبارۃ عن التدبیر الکامل‘‘ پھر عرف میں یہ لفظ دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لئے خاص ہوگیا۔ یہود حضرت عیسیٰ کو نقصان پہنچانا چاہتے تھے۔ یہ ان کا مکر تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ناکامی کا نقصان پہنچایا اور حضرت مسیح کو اپنی حفاظت میں لے لیا۔ یہ ان کے ساتھ مکر تھا۔ سو مکر اپنی ذات میں کوئی بری بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر اسے سیّیٔ (بری چیز) سے موصوف کیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ خود یہ کوئی بری چیز نہیں ورنہ اسے سیّیٔ کے

ساتھ موصوف کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اسی طرح ایک جگہ اس کا مفعول سیأت بتایا اگر اس لفظ میں ہی برائی ہوتی تو آگے سیّأت کہنے کی کیا ضرورت تھی۔

۱...... ’’**ولا یحیق المکر السیئ الّا باھلہ**‘‘ (الفاطر:۱۰)

(ترجمہ) اور بری تدبیر کا وبال اس کے کرنے والوں کو ہی گھیرتا ہے۔

۲...... ’’**والذین یمکرون السیّٰات لھم عذاب شدید ومکر اولٰئک ھو یبور**‘‘ (الفاطر:۱۰)

(ترجمہ) اور جو لوگ برائیوں کی تدبیر کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کا مکر برباد ہوکر رہتا ہے۔ یہاں سیّأت (برائیاں) یمکرون کا مفعول ہے یہ تدبیر بری اس لئے کہی گئی کہ اس کا مورد برائی تھی نہ یہ کہ خفیہ تدبیر خود کوئی بری چیز ہے۔

آیئے! پہلے اس بات کو دیکھیں کہ یہودیوں کو اللہ تعالیٰ نے کس طرح مسیح سے روکے رکھا؟

(۳) حضرت عیسیٰ بن مریم کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی تیسری شہادت

قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح کو کچھ وقت کے لئے بھی یہودیوں کے قبضے میں نہیں دیا اگر قادیانیوں کے اس عقیدہ کو کہ یہودی آپ کو پکڑ کر لے گئے تھے اور بہت زدوکوب کیا تھا اور پھر صلیب پر بھی چڑھایا تھا کچھ پذیرائی دی جائے تو اس پر وہ انعام الٰہی مرتب نہیں ہوتا جس کا اظہار اللہ تعالیٰ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ بن مریم پر فرمائیں گے۔

’’**اذ قال اللہ یاعیسٰی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک اذ ایدتّک بروح القدس. تکلم النّاس فی المھد وکھلاً. واذ علمّتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھئیۃ الطیر باذنی فتنخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی. واذ تخرج الموتٰی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنٰت فقال الذین کفروا منھم ان ھٰذا الّا سحر مبین**‘‘ (المائدہ:۱۱۰)

(ترجمہ) اور جب اللہ فرمائے گا اے عیسیٰ بن مریم یاد کرو ہر انعام کو جو تجھ پر ہوا اور تیری والدہ پر جب میں نے تیری مدد کی روح القدس کے ساتھ تو لوگوں سے گود میں کلام

کرنے لگا اور بڑی عمر میں بھی تو نے ان سے باتیں کی اور جب میں نے تجھے کتاب وسنت اور تورات وانجیل کی تعلیم دی اور جب تو میرے حکم سے گارے سے ایک شکل بناتا پھر اس میں پھونک لگاتا تو وہ میرے اذن سے اڑنے لگتا اور تو اچھا کر دیتا مادرزاد اندھے کو اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب تو مردوں کو نکال کھڑا کرتا میرے حکم سے اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے روکے رکھا جب تو ان کے پاس معجزات لے کر آیا تو کافروں نے کہا یہ سوائے اس کے نہیں کہ کھلا جادو ہے۔

یہ وہ انعامات الٰہیہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو عزت دی۔ ان میں آخری دوسطروں پر پھر سے غور کریں۔

’’**واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنت فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مبین**‘‘ (المائدہ:۱۱۰)

اس میں پہلا جملہ **واذ کففت بنی اسرائیل عنک** زیادہ غور طلب ہے۔ اس میں حضرت عیسیٰ بن مریم کو بچانے کا ذکر نہیں، بنی اسرائیل کو حضرت مسیح سے روکے رکھنے کا بیان ہے۔ بنواسرائیل کو بے شک اللہ تعالیٰ نے فرعون سے بچایا تھا لیکن حضرت عیسیٰ بن مریم کو بنی اسرائیل سے نہیں بچایا بلکہ بنواسرائیل کو ہی حضرت عیسیٰ بن مریم سے ہٹائے رکھا، ان کے ہاتھ اس برگزیدہ شخصیت کو چھو نہ سکے۔

یہ اس طرح ہے جس طرح آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ سے اللہ تعالیٰ نے یہود بنونضیر کو ہٹائے رکھا۔ وہاں بھی کف کا لفظ استعمال کیا کہ ان کے ہاتھ انہیں نہیں چھو سکے۔

’’**اذکروا نعمة اللّٰہ علیکم اذ ھمّ قوم ان یبسطوا الیکم ایدیھم فکفّ ایدھم عنکم**‘‘ (المائدہ:۱۱)

(ترجمہ) یاد کرو میرے انعام کو جو میں نے تم پر کیا جب قصد کیا ایک قوم نے کہ تم پر اپنے ہاتھ چلائیں سو روک دیئے اس نے ان کے ہاتھ تم سے روکے رکھا۔

اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ سے یہود کے ہاتھوں کو روکے رکھنا، اس پر مہر کرتا ہے کہ حضرت مسیح ہرگز مصلوب نہیں ہوئے (صلیب پر چڑھائے نہیں گئے) اور مرزاغلام احمد نے بائیبل کی اس عبارت کو جو اپنی تائید میں پیش کیا ہے یہ حقیقت حال نہیں۔ حضرت عیسیٰ بن مریم یقیناً یہود کے ہاتھوں سے محفوظ رہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو ان سے روکے رکھا

اور حشر کے دن اللہ تعالیٰ اپنے اس انعام کو یاد کرائیں گے۔ مگر افسوس کہ مرزا غلام احمد قرآن کو چھوڑ کر بائیبل کی اس بات کو درست مانتا ہے اور اس کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مصلوب ہوئے لیکن صلیب پر مرے نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس انعام کو دوسری جگہ ان لفظوں سے ذکر فرمایا ہے:

’’**ومطهرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة**‘‘ (آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور میں تجھے پاک رکھوں گا ان لوگوں سے جو کافر ہوئے اور ان لوگوں کو جو تیری پیروی میں رہے انہیں جو تیرے منکر ہوئے قیامت تک غالب رکھوں گا۔

’’**کففت بنی اسرائیل عنک**‘‘ کی تفسیر ہے کہ میں تجھے ان سے پوری شان تطہیر سے بچاؤں گا ان کے ناپاک ہاتھ تجھے چھو تک نہ سکیں گے۔

جب یہود نے مغالطے میں ایک دوسرے شخص کو سولی دی اور اعلان کیا ’’**انا قتلنا المسیح عیسٰی بن مریم رسول الله**‘‘ اس سے بہت پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم اللہ تعالیٰ کے دامن حفاظت میں پہنچ چکے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے کہاں تک انہیں حضرت عیسیٰ سے دور رکھا؟ بہت دور تک یہاں **کففت** کا صلہ عن ہے جو وقوع بعد کے لئے آتا ہے کہ وہ ہرگز آپ کے قریب بھی نہ آسکے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی خفیہ تدبیر سے انہیں عیسیٰ بن مریم کے قریب تک نہ آنے دیا، انہیں دور ہی روکے رکھا۔ ’’**کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتهم بالبیّنات**‘‘ میں اسی کا بیان ہے۔

حضرت مسیح کو نہایت صفائی سے ان کے مکر سے نکال لیا گیا

قرآن کریم کے اس بیان پر جملہ جلیل القدر مفسرین نے شہادت دی ہے۔

امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: ’’**قصد الیهود قتله فخصله الله تعالیٰ منهم حیث رفعه الی السماء**‘‘ (تفسیر کبیر المائدہ:۱۱۰)

(ترجمہ) یہودیوں نے آپ کے قتل کا قصد کیا سو اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے بچائے رکھا اور انہیں اٹھالیا آسمان کی طرف۔

اب اگلی صدی میں چلیں علامہ نسفیؒ (۷۰۱ھ) لکھتے ہیں: ’’(مطهرک من الذین کفروا) من سوء جوارهم وخبث صحبتهم‘‘
(مدارک التنزیل ج۱ ص۲۲۲، تفسیر آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور تجھے پاک رکھوں گا ان لوگوں سے جو کافر ہوئے ان کے برے جوار سے (وہ تیرے قریب بھی نہ آسکیں گے) اور ان کی خبیث مجلس سے۔

ان بدبختوں کی صحبت بھی عیسیٰ بن مریم سے نہ ہو پائی وہ آپ کو دیکھ بھی نہ پائے۔

اگلی صدی کے مفسر کبیر حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: ’’وسعوا فی قتلک وصلبک فنجّیتک منهم ورافعتک الیّ وطهّرتک من دنسهم وکفیتک شرّهم‘‘ (تفسیر ابن کثیر المائدہ:۱۱۰)

(ترجمہ) انہوں نے تیرے قتل کی کوشش کی اور تجھے صلیب دینے کی۔ سو میں نے بچایا تجھے ان سے اور اٹھایا تجھے میں نے اپنی طرف اور ان کی ناپاکی سے تمہیں پاک رکھا اور تجھے ان کے شر سے بچانے میں تجھے میں کافی ہوا۔

فتح البیان میں لکھتے ہیں: ’’قصد الیهود قتله فخلصه الله منهم ورفعه الی السماء‘‘ (فتح البیان المائدہ:۱۱۰)

(ترجمہ) یہود نے آپ کے قتل کا قصد کیا بس اللہ نے آپ کو ان سے بچا نکالا اور آسمان کی طرف اٹھالیا۔

قرآن کریم میں ’’والله خیر الماکرین‘‘ کی ایک دوسری مثال

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نہایت صفائی سے کافروں کے مکر سے نکال لیا اس سے بھی واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح کفار کے مکر کو ناکام کرتے ہیں اور کس طرح مکر الٰہی پھر ان کے مکر پر غالب آتا ہے اس کی ایک مثال حضور ﷺ کے ان کے مکر سے بچ نکلنے کی بھی ہے۔ مشرکین مکہ نے تدبیر کی تھی کہ مختلف خاندانوں اور قبائل کے لوگ سب مل کر حضور ﷺ پر اقدام قتل کریں تاکہ پھر کوئی قدم ان کے خلاف نہ اٹھ سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی حضور ﷺ کو خبر دے دی۔ آپ اس مجمع کی آنکھوں میں (جو آپ کو شہید کرنے کے لئے جمع ہوا تھا) خاک جھونکتے ہوئے نکلنے میں کامیاب ہوئے۔ ان کی تدبیر ناکام ہوئی اور اللہ رب العزت نے

آپ کو نہایت لطیف پیرایہ میں بچالیا۔ وہ دیکھتے رہ گئے مگر ان کے ہاتھ حضورﷺ تک نہ پہنچ سکے۔ اس طرح یہود کے ناپاک ہاتھ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تک نہ پہنچ پائے تھے۔ یہ غلط ہے کہ انہوں نے آپ کو پکڑا طمانچے لگائے اور صلیب پر چڑھا دیا۔ بچاؤ صرف یہ رہا کہ آپ صلیب پر مرے نہیں کیا یہ بچاؤ ہوسکتا ہے اور وہ بھی اللہ کا، یہ کتنی پست سوچ ہے۔

اللہ تعالیٰ آنحضرتﷺ کو یاددلاتے ہیں: ’’واذ یمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکراللہ واللہ خیر الماکرین‘‘ (الانفال:۳۰)

(ترجمہ) اور جب کافر لوگ آپ کی نسبت سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کرلیں یا قتل کرڈالیں آپ کو یا آپ کو اپنے وطن سے باہر نکال دیں اور وہ اپنی تدبیریں کررہے تھے اور اللہ اپنی تدبیر کررہا تھا اور وہ مستحکم تدبیر والا ہے۔

اس واقعہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے کو خیر الماکرین کہا ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے مذکورہ واقعہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو خیر الماکرین فرمایا۔ دونوں واقعات میں بہت قریب کی مماثلت ہے۔ سو جس طرح حضورﷺ پر کفار ومشرکین کا غالب آنا کسی درجے میں نہیں مانا جاسکتا، ہم حضرت عیسیٰ کے بارے میں بھی پورے یقین سے کہتے ہیں کہ وہ ہرگز مصلوب نہیں ہوئے۔ یہودیوں اور قادیانیوں کا ان کو صلیب پر چڑھانے کا اعتقاد بالکل غلط اور باطل ہے اور یہ اللہ کے بچاؤ سے ایک کھلا مذاق ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہود کے پورے شر سے بچایا یہ نہیں کہ صرف موت نہیں آنے دی۔

(۴) حضرت مسیح کے مصلوب نہ ہونے پر قرآن کی چوتھی شہادت

’’ومطھرک من الذین کفروا‘‘ (آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) میں تجھے ان کافروں (یہودیوں) کی پکڑ میں نہ جانے دوں گا۔ ان کے ہاتھوں کو تجھ سے دور رکھوں گا۔ تمہیں ان سے بچاؤں گا۔

اس آیت پر پہلے ہم کچھ بحث کر آئے ہیں یہاں ہم اسے ایک اور پہلو سے پیش کرتے ہیں۔

قادیانی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو یہودیوں سے نہ بچایا وہ

انہیں تھپڑ لگاتے بے عزت کرتے صلیب تک لے گئے۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو صلیب پر چڑھا دیا اور اپنے زعم میں انہیں موت کے منہ میں دے دیا اور وہ ’’انّا قتلنا المسیح عیسٰی بن مریم‘‘ کہتے پھولے نہ سماتے تھے۔

قادیانیوں کے اس عقیدے کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو یہودیوں سے نہ بچایا صرف انہیں موت سے بچایا اور وہ بھی اس طرح کہ یہودیوں کو پتہ نہ چلے اس سے اس کے سوا کیا سمجھا جاسکتا ہے کہ وہ یہودی اپنے آپ کو اپنی تدبیر میں پورا کامیاب سمجھتے تھے اور خدا نے اپنے آپ کو پھر کس لئے خیر الماکرین کہا آپ کو یہودیوں سے کچھ نہ بچایا۔ (معاذ اللہ)

مطھرک میں لفظ تطہیر پر توجہ کیجئے

تطہیر موت سے بچانے کو نہیں ناپاکی سے بچانے کو کہتے ہیں۔ حدیث اور فقہ کی کتابوں میں کتاب الطھارۃ میں وضو، غسل، تیمّم، حیض اور ناپاکی کے جملہ مسائل بیان ہوتے ہیں۔

قرآن کریم میں ناپاکی دور کرنے کو ہی تطہیر کہا گیا اللہ تعالیٰ نے اہل بیت کو مخاطب کر کے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ تم سے ہر قسم کے رجس کو دور کر کے تمہاری تطہیر چاہتا ہے تمہیں پاک رکھنا چاہتا ہے۔ ’’انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا‘‘ (الاحزاب:۳۳)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے ناپاکی اے نبی کے گھر والوں اور وہ تم کو تطہیر میں رکھنا چاہتا ہے۔

یہاں طہارت رجس (ناپاکی) سے دور رکھنے کو کہا گیا ہے، خود حضور ﷺ کو بھی ارشاد ہوا: ’’یا ایھا المدثر قم فانذر. وربّک فکبّر وثیابک فطھّر والرجز فاھجر‘‘ (المدثر:۱-۵)

(ترجمہ) اے لحاف میں لپٹنے والے! کھڑا ہو، پھر ڈرا اور اپنے رب کی بڑائی بیان کر اور اپنے کپڑوں کی تطہیر کر اس طرح کہ تو ناپاکی سے دور رہے۔

سو اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم کی رو سے تطہیر ناپاکی سے بچانے کو کہتے ہیں موت سے بچانے کو کہیں تطہیر نہیں کہا گیا موت کوئی ناپاکی نہیں کہ اس سے بچنے کو تطہیر کہا جائے ورنہ یہ پیغمبروں پر کبھی وارد نہ کی جاتی۔ ’’انک میت وانھم میتون‘‘ (زمر:۳۰)

سو اللہ نے جب عیسیٰ بن مریم کو یہودیوں سے بچایا تو ان کی گرفت سے بچایا۔ یہ نہیں کہ آپ کو صرف موت سے بچایا گیا۔ پھر موت تو وہ چیز ہے جس نے پھر بھی آنا ہی ہے۔ گو کسی وقت آئے موت سے کسی مخلوق کو مفر نہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ ایک وقت وہ حضرت عیسیٰ بن مریم پر بھی آئے گی۔

صلیب پر انسان کسی طرح پاک نہیں رہ پاتا

جسے صلیب پر چڑھایا جاتا تھا پھر اس کے بازوؤں اور ٹانگوں پر میخیں بھی ٹھوکتے تھے اس کا خون بہتا اور وہ پھر اسی حالت میں دم توڑتا۔ خون ناپاک چیز ہے کسی شخص کو اس حالت میں لایا جائے اسے کسی کے ہاں پاک کرنا نہیں کہتے اور نہ یہ کسی درجے میں شان تطہیر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا: ’’ومطھرک من الذین کفروا‘‘ میں تجھے ان یہودیوں سے پاک رکھوں گا۔ اس کا یہ معنی نہیں کہ تو صلیب پر خون آلود ہوگا پھر تیرے زخموں کے لئے مرہم بھی تیار کی جائے گی اس ناپاکی میں گھرنے کو پاک کرنا کسی طرح نہیں کہہ سکتے۔ سو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ میں تجھے ان کافروں سے بچاؤں گا اس کا معنی یہی ہے کہ ان کے ناپاک ہاتھ تجھے چھو نہیں پائیں گے اور اگر آپ واقعی ان کافروں کے ہاتھوں میں آگئے تھے اور انہوں نے آپ کو صلیب پر بھی لٹکا دیا اور خدا نے اپنی ایک خفیہ تدبیر سے انہیں موت سے بچایا تو پھر اللہ تعالیٰ حشر کے دن آپ کو یہ احسان کیسے جتلائیں گے کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے روکے رکھا کہ وہ تجھے موت نہ دے سکے۔ احسان کیسا؟ جب کہ موت نے پھر بھی ان پر کسی وقت آنا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حشر کے دن آپ پر اپنے احسانات کو اور اس واقعہ کو جس پیرائے میں نقل کیا ہے اس سے یہ یقین کئے بغیر چارہ نہیں کہ آپ ہرگز صلیب پر لٹکائے نہیں گئے اور یہود آپ کو ہرگز چھو نہیں پائے اور آپ کی کسی طرح وہ بے عزتی نہ کر سکے۔

رفع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امّا بعد!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں سے بچ نکلنے کے بعد کدھر گئے اس سوال نے مختلف قوموں کو مختلف نظریات پر لا رکھا ہے۔ یہود یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ صلیب پر قتل ہوئے، عیسائی واقعہ صلیب پر تو ان کے ساتھ نہ تھے کہ انہوں نے صلیب پر موت پائی۔ انجیل برنباس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں واقعہ صلیب سے پہلے چار فرشتے اٹھا لئے گئے تھے لیکن جب پولوس نے عیسائی عقائد کو ایک دوسری شکل دی اور الوہیت مسیح کا عقیدہ بنایا تو مسئلہ صلیب میں وہ بھی یہودیوں کے ساتھ آملے اور واقعہ صلیب کو اولاد آدم کے گناہوں کا کفارہ بنایا اور اپنا یہ عقیدہ ترتیب دیا کہ حضرت مسیح صلیب پر موت پا کر پھر زندہ ہوئے اور پھر وہ آسمانوں پر لے جائے گئے اور قیامت سے پہلے وہ پھر اس دنیا میں ایک جلالی شان سے اتریں گے۔

مسلمانوں کا اس مسئلہ میں یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ سولی چڑھے اور نہ انہیں کہیں موت آئی وہ یہود کی انہیں صلیب دینے کی سازش سے پہلے زندہ اوپر اٹھا لئے گئے اور قیامت سے پہلے وہ ایک دفعہ پھر زمین پر آئیں گے اور پھر یہاں وہ طبعی وفات سے فوت ہوں گے۔ قادیانیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مصلوب ہوئے، سولی پر چڑھائے گئے ان پر موت نہ آئی تھی کہ ہفتہ کی رات ہونے کے باعث وہ صلیب سے اتار لئے گئے پھر حضرت مریم خفیہ طور پر ان کے زخموں کا علاج کرتی رہیں۔ وہ مرہم عیسیٰ سے تندرست ہوئے اور پھر وہ خفیہ طور پر ہندوستان کی طرف چلے گئے اور کشمیر میں آکر فوت ہوئے۔ وہ مدتوں کشمیر میں رہے۔

چار قوموں کے یہ چار نظریئے ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ قرآن کریم میں یہود اس مسئلہ کے پہلے فریق کے طور پر پیش کئے گئے ہیں۔ انہوں نے کہا: ’’**انا قتلنا المسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ**‘‘

پھر ان کے جواب میں قرآن نے مسلمانوں کی بات کہی کہ وہ ہرگز قتل نہیں ہوئے بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ عیسائی اس سے پہلے ان کے بعد وفات آسمانوں میں اٹھائے جانے کا عقیدہ اپنائے ہوئے تھے۔ یوں سمجھئے حضرت مسیح کے رفع الی السماء پر دونوں قومیں کچھ ابتدائی اختلاف کے ساتھ جمع ہوگئیں، صرف یہودی تھے جو قتل عیسیٰ بن

مریم علیہا السلام کے عقیدہ پر رہے اوران کے اوپر اٹھائے جانے سے منکر رہے۔ پھر قادیانی آئے اور انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مصلوب ہونے کا عقیدہ رکھا لیکن ان کے اوپر اٹھائے جانے کا انکار کیا۔ گویا یہ چار قومیں دو محاذوں پر آ گئیں یہود اور قادیانی ایک طرف اور مسلمان اور عیسائی دوسری طرف۔ گو ان دونوں کا آپس میں بھی کچھ اختلاف رہا۔ قادیانی حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے کے قائل ہوئے مگر ان کی موت کے نہیں اور مسلمان ان کے اوپر اٹھائے جانے کے قائل ہوئے مگر ان کی موت کے نہیں۔ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام موت کا ذائقہ چکھے بغیر زندہ بجسدہ العنصری آسمانوں پر اٹھا لئے گئے اور وہاں وہ اس طرح رہ رہے ہیں جس طرح حضرت آدم علیہ السلام زمین پر آنے سے پہلے جنت میں رہتے تھے۔ **انّ مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم** کی رو سے حضرت عیسیٰ کو حضرت آدم سے خاصی مناسبت ہے۔

(۱) رفع مسیح پر قرآن کی پہلی شہادت

’’**وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ**‘‘ (النساء:۱۵۷،۱۵۸)

یہاں سے رفع مسیح کا مسئلہ پیدا ہوا۔ اس وقت ہمارا روئے سخن یہود و نصاریٰ سے نہیں ہم قادیانیوں کے پیدا کردہ ایک الجھاؤ کو مسلمانوں کے ذہن سے اتار رہے ہیں قادیانی بظاہر قرآن کا انکار نہیں کرتے گو وہ اسے آخری وحی نہیں مانتے اور حضرت جبریل کا زمین پر بہ پیرایہ وحی آنا ختم نہیں سمجھتے، اسے جاری بیان کرتے ہیں یہاں آپ اس امر پر ترتیب سے غور فرمائیں۔

۱...... لفظ رفع قرآن پاک میں مطلق ہے یا کسی لفظ کے بالمقابل

قرآن پاک میں لفظ رفـــع مطلق نہیں ہے اسے بہ مقابلہ قتل لایا گیا ہے اور اس کا لفظ بل سے پہلی بات سے اضراب کیا گیا ہے۔ اس سے پہلی بات کی نفی کی گئی ہے۔

’’**وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ**‘‘ (النساء:۱۵۷،۱۵۸)

(ترجمہ) اور انہوں نے آپ کو قتل نہیں کیا از راہ یقین۔ بلکہ اللہ نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا ہے۔ سو جب یہ لفظ (رفع) قتل کے بالمقابل ہے تو جو قتل کا مورد ہوگا وہی رفع کا مورد ہوگا قتل بدن پر وارد ہوتا ہے سو یہ رفع بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بدن کا ہوا اس کے بغیر اس کی ماقبل سے کوئی مناسب نہیں رہتی۔ بـــل ابطالیہ آنے پر بـــل کا ماقبل اور مابعد

نا قابل جمع ہوتے ہیں۔

قادیانیوں کے اختیار کردہ معنی

قادیانی کہتے ہیں کہ یہودی حضرت عیسیٰؑ کو صلیب پر چڑھا کر ان کے بدن پر میخیں ٹھونکتے رہے اور حضرت عیسیٰؑ کے درجات بڑھتے رہے۔ اس شدت تکلیف سے وہ روحانی رفعت پاتے رہے۔ یہ آپ کا رفعت روحانی ہے قادیانی صرف آپ کے رفع روحانی کو مانتے ہیں مگر وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ لفظ بل نے ان دونوں باتوں کو نا قابل جمع بنا رکھا ہے اور انہیں ایک دوسرے سے جدا کر رکھا ہے سو ان کی یہ توجیہہ صحیح نہیں۔ بل ابطالیہ کے ہوتے ماقبل بل اور مابعد بل جمع نہیں ہو پاتے ان میں نسبت تضاد ہوتی ہے۔ درجات کی بلندی تو قتل کے ساتھ ممکن الجمع ہے یہ قتل کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ کیا شہداء جو قتل ہوتے ہیں رفع روحانی نہیں پاتے سو رفع روحانی قتل کے مغائر نہیں۔ قادیانی اگر اس بات کو ہی سمجھ لیں تو وہ ان شاء اللہ! مسلمان ہو سکتے ہیں۔ ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ ’’بل رفعه الله ‘‘ نے جہاں ابطال قتل کیا وہاں ابطال مصلوبیت بھی اس کے ساتھ ہی ہو گیا ہے۔

پھر یہ بات بھی ملحوظ رہے کہ ’’بل رفعه الله ‘‘ میں (کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا) مفعول اسم ضمیر ہے اور اس سے پہلے ’’وما قتلوه وما صلبوه ‘‘ اور ’’وما قتلوه يقينا ‘‘ میں بھی مفعول بہ یہ ضمائر منصوبہ ہیں اور ان سب کا مرجع ایک ہے جو ’’انا قتلنا المسيح عيسىٰ بن مريم ‘‘ میں اسم ظاہر کے مفعول کے طور پر واقع ہوا ہے۔ یہ سب ضمیریں اتحاد مرجع سے اس ایک مرجع کی طرف لوٹ رہی ہیں اور وہ عیسیٰؑ بن مریم ہیں۔ اب یہ کیسے مانا جائے کہ پہلی تین چار ضمیروں کا مرجع تو روح مع الجسد ہو (وما قتلوه وما صلبوه) کیونکہ قتل یا صلب بغیر جسم کے ہو نہیں سکتا اور آخری ضمیر (بل رفعه الله اليه) کا مرجع صرف روح ہو یا اس لئے کہ قادیانیوں کے لئے یہاں رفع جسمانی مراد لینا مشکل ہے۔ پورے کلام عرب میں اس کی کوئی نظیر نہ ملے گی کہ مرجع پہلی سب ضمیروں کا ایک ہو اور صرف ایک جگہ پورا مرجع (روح مع الجسد) مراد نہ ہو اس کا صرف ایک جزو مراد لیا گیا ہو جیسے صرف روح یا صرف جسد۔

اب ایک اور سوال پر توجہ دیں:

۲......لفظ رفع قرآن پاک میں مطلق ہے یا اس کا کوئی صلہ بھی ساتھ ہے؟

قرآن پاک میں حضرت مسیح کا رفع دو جگہوں پر مذکور ہے اور دونوں جگہ اس کے ساتھ الیٰ کا صلہ موجود ہے:

۱...... ’’یاعیسیٰ انّی متوفیک ورافعک الیّ‘‘ (آل عمران:۵۵)

۲...... ’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ‘‘ (النساء:۱۵۷، ۱۵۸)

اب ایک اس سوال پر بھی توجہ دیں۔

۳......اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اس سے آسمان کی طرف اٹھایا جانا کیسے نکلا؟

حضرت عیسیٰ کے رفع ونزول میں آسمان کی طرف جانا اور آسمان سے ہی اترنا مراد ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم کی حدیث میں حضرت عیسیٰ کے آسمان سے اترنے کے الفاظ نہ تھے مگر مرزا قادیانی نے اسے اس طرح لکھا: ’’صحیح مسلم کی حدیث میں جو یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۸۱، خزائن ج۳ ص۱۴۲)

اس سے پتہ چلا کہ نزول مسیح میں حضرت عیسیٰ بن مریم کا آسمان سے اترنا ہی مراد لیا جائے گا سو جب نزول آسمان سے ہوگا تو اس سے پہلے آپ کا رفع بھی آسمان کی طرف ہی سمجھا جائے گا۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ نزول تو آسمان سے ہو اور اس سے پہلے آپ کا رفع ادھر نہ ہوا ہو۔ قادیانی اس میں تو ہم سے بحث کرتے ہیں کہ رفع عیسیٰ بن مریم کا ہوا یا صرف ان کی روح کا ہوا لیکن اس میں فریقین کا کوئی اختلاف نہیں رہا کہ یہ رفع آسمان کی طرف ہی ہوا نہ کسی اور طرف، خود مرزا قادیانی یہ کیوں لکھتے ہیں: ’’صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے۔‘‘ (ایضاً)

آسمان مقر ملائکہ ہیں وہیں لوح محفوظ ہے، امر الٰہی وہاں براہ راست اترتا ہے اس لئے فطرت ہمیشہ خدا کو اوپر طرف مانتی آئی ہے خدا کو اوپر کی طرف ماننا اسے جہت میں لانا نہیں اوپر دیکھیں تو آسمان ہر طرف پھیلا نظر آتا ہے زمین اتنی پھیلی دکھائی نہیں دیتی جتنا پھیلاؤ آسمان کا ملتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ کو بلندی کی طرف ماننے سے اس کا بلندی میں ہونا لازم نہیں آتا۔ پہلی صورت میں اس کے لئے کسی جہت کا اقرار نہیں اور اسے آسمان کے عین وسط میں لانا اس کے لئے جہت ثابت کرنا ہے جو جائز نہیں۔ آسمان قبلہ دعا ہے جس طرح کعبہ قبلہ

نماز ہے۔حضور ﷺ بھی دعا میں اوپر کی طرف دیکھتے تھے۔

’’قد نریٰ تقلب وجھک فی السماء فلنولّینّک قبلة ترضاھا‘‘

(البقرہ:۱۴۴)

(ترجمہ) ہم تیرے چہرے کا آسمان کی طرف پھرنا دیکھتے ہیں سو ہم تجھے اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جسے تو چاہتا ہے۔

خدا کے اوپر کی طرف ہونے سے اس کے لئے جہت لازم نہیں آتی آسمان جب ہر طرف پھیلا ہے تو اس کے لئے جہت کہاں رہی افق کی طرف دیکھیں تو آسمان زمین سے نیچے اترتا چاروں طرف سے دکھائی دیتا ہے۔

خدا کے آسمان پر ہونے سے اسے مکانی ماننا یا کسی مکان سے خاص کرنا لازم نہیں آتا تاہم فطرت ہمیشہ خدا تعالیٰ کو بلا جہت خاص اوپر کی طرف مانتی آئی ہے اور اللہ بے شک ساری مخلوق سے بلند وبالا ہے۔

قرآن کریم میں ہے:’’أامنتم من فی السماء‘‘ (الملک:۱۶)

(ترجمہ) کیا تم اس سے بے خوف ہوگئے جو آسمان میں ہے۔

سو حضرت مسیح کا آسمان کی طرف اٹھایا جانا اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں جا پہنچے اللہ تعالیٰ نے جو انہیں اپنی طرف اٹھایا اس کا معنی یہ سمجھا جائے گا کہ آسمان کی طرف اٹھایا وہ بے شک مقرب ملائکہ میں دوسرے آسمان پر رہتے ہیں۔معراج کی رات حضور اکرم ﷺ انہیں دوسرے آسمان پر ملے۔پھر حضور ﷺ تو آگے سدرۃ المنتہیٰ تک گئے مگر حضرت عیسیٰ کا آپ کے ساتھ آگے جانا کہیں نہیں ملتا۔اس تفصیل کے پیش نظر حضرت عیسیٰ بن مریم کے اللہ کی طرف اٹھائے جانے کا مطلب یہی لیا جانا درست ہوگا کہ آپ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

قادیانی مبلغین خواہ مخواہ سے (رفعہ اللہ الیہ میں الیہ کے معنی کو) زیر بحث لے آتے ہیں اور اس میں ان کا مقصود نکتہ زیر بحث سے جان چھڑانے کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ مرزا قادیانی جب خود الیہ سے الی السماء مراد لیتے ہیں تو یہاں اس فضول بحث سے کیا فائدہ۔جب نزول سے مراد آسمان سے اترنا ہے تو رفع بھی آسمانوں کی طرف ہی ماننا جائے گا۔بغیر جانے کے وہاں سے آنا چہ معنی دارد؟

(۲) رفع مسیح پر قرآن کی دوسری شہادت

’’یا عیسٰی انّی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا‘‘ (آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اے عیسیٰ! میں تجھے پورا لوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا اور تجھے کافروں سے پاک رکھوں گا۔

امام المفسرین حضرت امام حسن بصری (۱۱۰ھ) کی تفسیر ملاحظہ ہو: ’’حدثنی محمد بن سنان قال حدثنی ابوبکر الحنفی عن عباد عن الحسن قوله یا عیسٰی انّی متوفیک ورافعک الیّ الایة کلّھا قال رفعه الله الیه فھو عنده فی السمآء‘‘ (تفسیر امام حسن بصری ج۲ص۲۲۹، آل عمران:۵۵ طبع کراچی)

(ترجمہ) حضرت حسن نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھا لیا سو آپ اللہ کے ہاں (دوسرے) آسمان میں ہیں۔

یہ پہلی صدی کی شہادت آپ نے سن لی صحابہ وتابعین میں سے کسی نے اس سے انکار نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کا حضرت عیسیٰ کو اپنی طرف اٹھانا اس سے مراد نہیں آسمانوں پر لے جانا ہی ہے۔ آیئے اب آپ کو ہم پانچویں صدی میں لے جائیں شیخ ابونصر احمد بن الحسن البخاری (۵۴۰ھ) لکھتے ہیں: ’’بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزاً حکیماً‘‘

’’خدا عزوجل غالب است جدا کرد بیان قوم وبیان عیسیٰ حکیم است حکم برفعه حیاً الی السماء۔‘‘

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ عزیز ہے غالب ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو ان کی قوم سے جدا کیا لے لیا ہے اور وہ حکیم بھی ہے کہ اس نے اسے زندہ ہونے کی حالت میں آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔

سو اٹھائے جانے سے مراد آپ کا آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا ہی ہے۔

’’ورفع الله تعالیٰ عیسٰی الی السماء فکساه الریش والبسه النور وقطع عنه لذة المطعم والشراب ویطیر مع الملٰئکة حول العرش‘‘

(تفسیر زاہدی تحریر ۵۱۹ھ ج۱ص۳۳۸ طبع کراچی)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو آسمان کی طرف اٹھایا آپ کو پر پہنا دیئے نور کی چادر دے دی اور آپ سے دنیوی کھانے پینے کے ذائقے روک لئے اور آپ فرشتوں کے ساتھ عرش کے گرد اڑتے رہے۔

(۳) رفع مسیح پر قرآن کی تیسری شہادت

اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم کو جب بدوں مس بشر بیٹے کی بشارت دی تو اس وقت ہی کہہ دیا تھا کہ یہ بچہ مقربین میں ہوگا۔

''انّ اللہ یبشرک بکلمۃ منہ...... ومن المقربین'' (آل عمران:۴۵)

(ترجمہ) بے شک اللہ تعالیٰ تجھے اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتے ہیں......اور وہ مقربین میں ہوگا (ان میں رہے گا)

پھر مسیح کے بارے میں جب کہا گیا کہ وہ اللہ کا بندہ کہلانے میں ہرگز کوئی عار نہ سمجھے گا تو ساتھ فرشتوں کے ایک خاص طبقے ملائکہ مقربین کی خبر بھی دی گئی جو اس عبدیت میں کوئی عار نہیں سمجھتے۔ مقربین اللہ کے فرشتوں کا ایک خاص تحفہ ہے جو خاص قرب سے نوازے گئے ہیں۔

''لن یستنکف المسیح ان یکون عبداً للہ ولاالملئکۃ المقربون''

(النساء:۱۷۲)

(ترجمہ) مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو جو مقربین الٰہی ہیں۔

یہاں فرشتوں کو مقربین کہا اور مسیح کو ان کے ساتھ ملایا حضرت مریم علیہا السلام کو بتایا گیا کہ یہ تیرا ہونے والا بچہ مقربین میں بھی رہے گا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مسیح کو دنیوی زندگی میں ملائکہ مقربین کی ہم نشینی بھی نصیب ہوگی اور وہ ان میں سے ہوکر رہیں گے۔ دیگر مؤمنین کو تو یہ درجہ قرب آخرت میں ملے گا جیسے فرمایا ''**اولٓئک المقربون فی جنت النعیم**'' (الواقعہ:۵۶)

مگر مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اپنی پہلی زندگی میں ہی مقربین میں سے ہوں گے۔ انہیں ایک ساتھ رہنے کا موقع ملے گا۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ آپ زمین سے اوپر اٹھائے گئے ہوں اور مقر ملائکہ میں انہیں رہنے کا موقع دیا گیا ہو۔

تفسیر کشاف میں ہے:’’ وکونہ من المقربین رفعہ الی السماء وصحبتہ للملئکۃ‘‘ (تفسیر کشاف آل عمران:۴۴تا۵۱)

(ترجمہ) آپ کے مقربین میں سے ہونے کا مطلب آپ کا آسمان کی طرف محل ملائکہ میں اٹھایا جانا ہے اور ان میں رہنا ہے۔

حضرت مسیح کی پیدائش نفحہ جبرائیلیہ سے خدا کے حکم ’’کن‘‘ سے ہوئی تھی۔سو حضرت جبرئیل آپ کے لئے ایک جہت بمنزلہ باپ کے تھے۔اس قربت اور تعلق کے باعث آپ کا حضرت جبرئیل کے مقر(آسمانوں) میں جانا اور کچھ وقت کے لئے وہاں رہنا حکمت الٰہی کے عین مطابق ہے۔جب آپ دنیا میں تھے اس وقت بھی روح القدس کا فیض آپ کے شامل حال تھا۔’’واٰتینا عیسی بن مریم البیّنٰت وایّدناہ بروح القدس‘‘ (البقرہ:۲۵۳)

(۴) رفع مسیح پر قرآن کی چوتھی شہادت

’’ومکروا ومکراللہ واللہ خیرالماکرین. اذ قال اللہ یا عیسٰی انّی متوفّیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ ثم الیّ مرجعکم‘‘ (آل عمران:۵۴،۵۵)

(ترجمہ) اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ بہتر ہے تدبیر کرنے والوں میں۔جس وقت کہا اللہ نے، اے عیسٰی میں تجھے پورا لےلوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا اور پاک رکھوں گا تجھے ان کافروں سے اور کروں گا ان لوگوں کو جو تیرے پیرو رہے منکروں پر تا قیامت غالب پھر تم سب نے میری طرف آنا ہے اور میں فیصلہ کروں گا تمہارے اختلاف میں۔رفع مسیح کی دوسری قرآنی شہادت میں آپ پہلے بھی یہ آیت ملاحظہ کر چکے ہیں۔اس آیت سے پہلے قرآن پاک میں یہودیوں کی ایک خفیہ تدبیر کا ذکر آتا ہے جسے خدا کی تدبیر نے یکسر اوندھا کر دیا تھا۔

اب ہم چوتھی شہادت پیش کرر رہے ہیں:’’ومکروا ومکراللہ واللہ خیرالماکرین‘‘ (آل عمران:۵۴)

(ترجمہ) اورانہوں نے ایک خفیہ تدبیر کی اور اللہ نے بھی ایک خفیہ تدبیر کی اور وہ بہتر ہے تدبیر کرنے والوں میں۔

اس پہلی آیت کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک محکم تدبیر کی خبر دی ہے جو یہود کے اس مکر کے خلاف اللہ تعالیٰ نے صادر فرمائی۔ یہ جوابی تدبیر بھی ایک نہایت خفیہ عمل تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو یہودیوں کے قبضہ سے پورا لے کر اسے روح وجسد کے ساتھ اپنی طرف اٹھانے کی خبر دی تھی جہاں انہوں نے حضرت مسیح کو قید رکھا تھا وہاں سے انہیں پورا اٹھالینا (توفی) اس تدبیر الٰہی کا مبداء تھا اور آسمانوں میں اٹھالینا (رفع) اس تدبیر کا منتہیٰ تھا۔ پھر ''مطھرک من الذین کفروا'' (آل عمران:۵۵) میں آپ کو اس طرح لینے کا بیان ہے کہ ان کے ناپاک ہاتھ آپ کو چھو بھی نہ سکیں گے سولی پر چڑھانا تو بڑی بات ہے۔

اس میں ان لوگوں کے عقیدے کا رد ہے جو کسی آئندہ وقت میں کہیں کہ حضرت مسیح یہود کی گرفت میں آئے تھے انہوں نے آپ کو بہت زدوکوب کیا اور پھر آپ کو بہت بے دردی سے سولی پر چڑھایا اور میخیں ٹھونک دیں۔ یہ ان کے ہاتھوں آپ کا پاک طریقے سے نکلنا نہ ہوا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان لوگوں سے پاک رکھنے کی بشارت دی تھی۔

آپ کے قیامت سے پہلے ایک دفعہ پھر آنے کی خبر

اللہ تعالیٰ نے یہود کے بالمقابل جو خفیہ تدبیر اختیار فرمائی اس کے آخر میں یہ وعدہ بھی فرمایا تھا کہ آپ کی اتباع قیامت تک رہے گی۔ (میں آپ کو پھر زمین پر اتاروں گا اور) آپ کی اتباع انتظامی صورت میں پھر سے قائم ہوگی۔ آپ وقت کے حاکم ہوں گے اور اس صورت میں آپ کی اتباع پھر سے جاری ہوگی آپ کے ماننے والے آپ کے منکروں پر قیامت تک غالب رہیں گے۔

کیا حضرت عیسیٰ کے ساتھ کسی اور چیز کا بھی رفع ہوا؟

یہ سمجھنے کے لئے کہ یہاں حسّی رفع کے سوا کسی معنوی رفع کا بھی کوئی احتمال ہے یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ کیا حضرت عیسیٰ بن مریم کے ساتھ کوئی اور چیز بھی اٹھائی گئی تھی؟ پھر سوچئے کہ کیا مادی چیزوں میں بھی کوئی روحانی رفع جگہ پاتا ہے؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں

ہوگا۔ سو یاد رکھئے حضرت عیسیٰ کے ساتھ اس گدڑی کا بھی رفع ہوا تھا جو آپ پہنے رہتے تھے اب ظاہر ہے کہ گدڑی کسی طرح کسی روحانی رفع کا محل نہیں ہے روحانی ترقی یہاں صرف انسان کو ہی شامل ہے رفع کا لفظ جس طرح یہاں حضرت عیسی علیہ السلام کو شامل رہا وہ اس گدڑی کے لئے بھی اسی طرح پایا گیا ہے معلوم ہوا کہ جس طرح وہ گدڑی اپنے وجود عنصری سے اٹھائی گئی تھی حضرت عیسیٰ بن مریم بھی اپنے جسد عنصری سے اٹھائے گئے ہیں۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۵ھ) لکھتے ہیں: ''در آثار صحیح وارد است کہ عیسیٰ بن مریم مرقعہ داشت کہ وے را با آسمان بردند۔''

(کشف المحجوب ص۶۱ گنج مطلوب ترجمہ کشف المحجوب ص۱۰۰ مترجم پروفیسر عبدالمجید طابع ناشران قرآن لاہور)

(ترجمہ) صحیح آثار میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے۔ اسے بھی آپ آسمان پر لے گئے (ایضاً ص۴۲) اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹ آر سی سمن آباد۔

گدڑی کسی پیرایہ میں روحانی رفع کا محل نہ تھی

علامہ عبدالجواد الحسینی البحرانی (۱۱۰۹ھ) البرہان میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''**عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال رفع عیسٰی بن مریم بمدرعة صوف من غزل مریم ومن نسج مریم ومن خیاطة مریم فلما انتھیٰ الی السماء نودی ان یا عیسٰی الق عنک زینة الدنیا**'' (البرہان فی تفسیر القرآن ج۱ ص۲۸۵)

(ترجمہ) امام جعفر سے مروی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اس گدڑی کے ساتھ اٹھائے گئے جس کا صوف حضرت مریم نے کاتا تھا اسے بنا بھی تھا اور اسے سیا بھی تھا جب آپ آسمان پر پہنچے تو آپ نے غیبی آواز سنی اے عیسیٰ! اے عیسیٰ! اس دنیا کی زینت کو اپنے سے اتار پھینک۔

اس سے واضح ہوا کہ وہ گدڑی ہرگز کسی روحانی رفع کا مورد نہ ہوئی تھی۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام واحد پیغمبر ہیں جن کی اتباع حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ مل کر دور قیامت پائے گی۔ ''**وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیٰمة**'' (آل عمران:۵۵) اس پر نص ہے۔

ان چار وعدوں میں دوسرا وعدہ ''**ورافعک الیّ**'' (اور تجھے میں اپنی طرف

اٹھالوں گا) ہے جو رفع مسیح پر قرآن پاک کی نص ہے اس کھلی نص کا منکر بھی اگر قرآن کا منکر نہیں تو پھر قرآن کا منکر جہاں بھر میں کوئی نہ ہوگا۔

لفظ توفی پر غور کرنے کی ایک آسان راہ

متوفیک میں لفظ توفی باب تفعل میں ہے اس کے اصل معنی معلوم کرنے کے لئے اس کے مادہ کو دیکھنا ضروری ہے اس کا مادہ وفی ہے۔ وفا کرنا پورا کرنے کے معنی میں آتا ہے۔ کہتے ہیں وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہوگیا۔ علم صرف کی رو سے مادہ کے معنی اس کی جملہ تصریفات اور اس کے جملہ صیغوں میں پائے جاتے ہیں۔ پھر آگے اس کے مجازی معنی (جن کے لئے اس لفظ کی وضع نہیں ہوئی) بھی چل نکلتے ہیں اور ان اصلی معنوں میں اور مجازی معنوں میں بھی کوئی علاقہ یا مناسبت ضرور ہوتی ہے سو اس طرح لفظ اپنے اصل معنی سے کہیں خالی نہیں ہوتا۔ اس کا استعمال اپنے حقیقی معنوں میں بھی باقی رہتا ہے۔ مجازی معنی حقیقی معنی کو دوسرے مواقع میں آنے سے نہیں روکتے۔

یہاں یہ جانئے کہ اس لفظ (متوفیک) کے حقیقی معنی کیا ہیں اور پھر کس مجازی معنی نے اس سے فروغ پایا۔ اس کے حقیقی معنی ہیں کسی چیز کو پورا پورا لینا۔ وفا اس کی اصل ہے۔ اخذ الشیٔ وافیاً پھر یہ لفظ عمر کے پورا ہونے پر بھی بولا جاتا ہے جب کوئی فوت ہوجائے کہتے ہیں پورا ہوگیا۔ متوفی فوت شدہ کو اس جہت سے کہتے ہیں کہ وہ پورا ہوگیا پھر یہ لفظ جملہ جو اس کے ختم ہونے پر بھی بولا گیا ہے جسے نیند کہتے ہیں۔ اسے بھی توفی سے تعبیر کیا گیا یوں سمجھئے کہ یہ لفظ توفی ایک جنس ہے جس کے تحت کئی انواع ہیں تاہم یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ لفظ اتنے معانی پانے کے بعد اپنے اصل معنی سے کلیۃً ختم ہوجائے۔ مجازی معنی حقیقی معنی کو دوسرے مواقع پر استعمال ہونے سے ختم نہیں کرتے۔ چھٹی صدی ہجری کے امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) لفظ توفی پر لکھتے ہیں: ’’ھو جنس تحته انواع بعضها بالموت وبعضها بالاصعاد الی السماء‘‘ (تفسیر کبیر ج۸ص۶۰، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) توفی ایک جنس کے تحت کئی انواع ہیں ان میں موت بھی ہے اور آسمان کی طرف پورا اٹھایا جانا بھی اس کی ایک قسم ہے۔

اسے یوں سمجھئے:

توفی جس طرح موت کے معنی دیتا ہے اس طرح اس کے ایک معنی اوپر اٹھائے جانے کے ہیں۔(۱)الموت اور(۲)الاصعاد الی السماء۔

پھر تفسیر بیضاوی میں بھی دیکھئے:’’التوفی اخذالشیٔ وافیاً والموت نوع منه‘‘ (بیضاوی المائدہ:۱۱۷)

(ترجمہ) توفی کسی چیز کو پورا پورا لینا ہے اور موت اس کی ایک قسم ہے۔(موت اس کا اپنا معنی نہیں)

قاضی بیضاوی نے توفی کے اسم جنس ہونے پر یہ آیت پیش کی ہے اس میں توفی کا لفظ نیند پر بھی وارد ہے۔

’’الله یتوفی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فیمسک الّتی قضٰی علیها الموت ویرسل الاخریٰ الٰی اجل مسمّیٰ انّ فی ذالک لآیات لقوم یتفکّرون‘‘ (الزمر:۴۲)

(ترجمہ) اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا اور جو نہیں مریں ان کو کھینچتا ہے ان کی نیند میں پھر (ان کی جانیں) رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا اور بھیج دیتا ہے دوسری جانوں کو (ان ابدان میں) ایک وقت مقرر تک۔ اس بات میں پتے ہیں ان لوگوں کے لئے جو دھیان کریں۔

اسے یوں سمجھئے:

توفی کی یہ دو صورتیں ہیں۔(۱) موت اور (۲) نیند

پانچویں صدی تک علمائے عربیت اس بات پر متفق رہے کہ کوئی ایک اختلاف بھی سننے میں نہیں آیا کہ توفی کی دو قسمیں ہیں (۱) توفی موت اور (۲) توفی نیند۔

حافظ ابن حزم اندلسی (۴۵۷ھ) لکھتے ہیں:’’انّ عیسٰی علیہ السلام لم یقتل ولم یصلب ولکن توفاه الله عزوجل ثم رفعه الله الیه...... الله یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فالوفاة قسمان نوم وموت فقط‘‘

(المحلیٰ ج ۱ ص ۱۰۱ باب مسئلة نبی الله عیسٰی لم یقتل)

(ترجمہ) بے شک عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے نہ صلیب پر کھینچے گئے لیکن اللہ عزوجل نے انہیں توفی (نیند) دی پھر انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔ اللہ جانوں کو توفی دیتا ہے موت پر بھی

اور موت کے بغیر نیند کی بھی۔ سو وفات کی دو قسمیں وفات نوم اور وفات موت۔

صلیب پر اگر موت بھی آجائے تو اسے قتل کہیں گے صلیب سے آگے کا عمل (موت) واقع ہو چکا صلیب اس وقت تک ہے جب تک موت نہ ہو موت واقع ہو جائے پر آئندہ اسے قتل ہی کہیں گے جو بذریعہ صلیب واقع ہوا۔ یہودی جب آپ کو صلیب پر کھینچ چکے اور اپنے زعم میں سمجھے کہ آپ پر موت واقع ہوگئی تو دعویٰ قتل کیا نہ کہ دعویٰ صلیب گو انہیں علم تھا کہ ان کی موت صلیب کی راہ سے واقع ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا:''انّا قتلنا المسیح عیسٰی بن مریم رسول اللّٰہ''

(النساء:۱۵۷)

اس میں دونوں باتیں لپٹی تھیں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی نفی کردی ''ما قتلوہ وما صلبوہ''

مرزا قادیانی بھی لکھتے ہیں:''لغت کی رو سے موت کے معنی نیند اور ہر قسم کی بے ہوشی بھی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۹۴۲ حاشیہ،خزائن ج۳ص۶۲۰)

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ توفی نیند کو بھی کہتے ہیں سو جن لوگوں کے ہاں ''یا عیسٰی انّی متوفّیک ورافعک الیّ ''(آل عمران:۵۵) میں ایک ترتیب ہے ان کے ہاں یہاں توفی نیند ہے نہ کہ توفی موت اور جو اسے توفی موت کے معنی میں لیں ان کے ہاں یہاں واؤ ترتیب کے لئے نہیں مطلق جمع کے لئے ہے۔

ان تمام اقسام پر اس کا حقیقی معنی اپنی جگہ قائم ہے اور وہ ہے: اخذ الشئ وافیاً کسی چیز کو پورا لینا بدن اور روح کو پورا اٹھانا ہے۔ موت میں عمر کو پورا کرنا ہے اور نیند میں حواس کو یکسر ختم کردینا ہے۔ سو توفی کا معنی موت کرنے کو اس کا مجازی معنی کہنا چاہئے۔

امام ادب ولغت علامہ زمخشری (۸۱۵ھ) لکھتے ہیں:''ومن المجاز ...... توفی فلان وتوفاہ اللّٰہ وادرکتہ الوفاۃ'' (اساس البلاغہ باب و،ف،ز)

(ترجمہ) فلاں پورا ہوگیا اور اسے اللہ نے وفات دی اور اسے وفات نے آلیا...... یہ معنی مجاز کے ہیں۔ کسی لفظ کے مجازی معنی یہ تقاضا نہیں کرتے کہ اب اسے اس کے اصل معنی میں استعمال کرنا درست نہیں رہا۔

توفی کا معنی لازماً موت کا ہوتا تو موت کو کبھی فعل توفی کا فاعل نہ بنایا جاتا۔ فعل اور

فاعل میں تغائر ضروری ہے۔

قرآن کریم میں ہے: ’’حتی یتوفٰھنّ الموت او یجعل اللہ لھن سبیلاً‘‘ (النساء:۱۵)

(ترجمہ) یہاں تک کہ موت انہیں پورا لے لے یا مقرر کردے اللہ ان کے لئے کوئی اور راہ۔

یہاں توفی فعل ہے اور موت اس کا فاعل ہے فعل اور فاعل میں تغائر ہوتا ہے سو توفی اور موت میں تغائر ہے اور یہ آیت اس پر کھلی دلیل ہے کہ توفی کے اصل معنی موت کے نہیں ہیں۔

لسان العرب میں ہے: ’’الوفاء ضدّ الغدر یقال وفٰی بعھدہ‘‘ (اس نے اپنا عہد پورا کیا) ’’واوفٰی بعھد‘‘ (اس نے عہد کو پورا کیا) (دونوں ایک معنی میں ہیں) (لسان العرب ج۲۰ فصل الواؤ)

توفی کا معنی موت کس لئے کہا گیا؟

’’توفی المیت استیفاء مدتہ التی وفیت لہ وعدد ایامہ وشھورہ واعوامہ فی الدنیا‘‘ (ایضاً فصل الواؤ)

تاج العروس شرح قاموس میں بھی توفی کے موت کے معنی کو مجاز کہا گیا ہے:

’’ومن المجاز ادرکتہ الوفاۃ ای الموت والمیتۃ وتوفی فلان اذا مات وتوفاہ اللہ عزوجل اذا قبض روحہ‘‘ (تاج العروس باب مادہ وفی)

علامہ ابوالبقاء (۶۱۶ھ) بھی لکھتے ہیں کہ اہل بلاغت اسے کبھی اپنے اصل معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ عام اختیار کردہ مجازی معنوں سے اس کا حقیقی استعمال چھوڑا نہیں جاسکتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ توفی اور استیفاء اہل بلاغت کے ہاں پورا لینے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور عام لوگوں کے ہاں اسے صرف موت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

’’التوفی الاماتۃ وقبض الروح وعلیہ استعمال لعامۃ اوالاسیتفاء واخذ الحق وعلیہ استعمال البلغاء‘‘ (کلیات ابی البقاء فصل التاء)

توفی کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لئے استعمال ہوتا ہے لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا۔ جب بلیغ معنی لئے جاسکیں تو عوام کی سطح پر آنا ہرگز بلاغت نہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''موت پر بھی توفی کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کر لی جاتی ہے۔اب اگر فرض کرو اللہ تعالیٰ کسی کی جان بدن سمیت لے لے تو اسے بطریق اولیٰ توفی کہا جائے گا۔جن اہل لغت نے توفی کے معنی قبض روح لکھے ہیں انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبض روح مع البدن کو توفی نہیں کہتے۔'' (فوائد القرآن ص۷۴ آل عمران)

سو لغت کے اعتبار سے توفی اور استیفاء ایک معنی میں ہے۔علامہ فیومی لکھتے ہیں:

''توفیته واستوفیته بمعنیً'' (مصباح المنیر باب مادہ وفی)

(ترجمہ) توفی اور استیفاء دونوں ایک معنی میں آتے ہیں۔

مرزا غلام احمد ایک جگہ اپنے لئے استوفانی لکھتے اس کا فاعل خدا کو بتاتا ہے:

''اخذنی ربی واستوفانی واکدّ الاستیفاء حتی کنت من الفانین ووجدت قدرته وقوته تفور فی نفسی والوهیته تتموج فی روحی''

(آئینہ کمالات ص۵۶۴، خزائن ج۵ ص ایضاً)

(ترجمہ) مجھے میرے رب نے پکڑا اور مجھے پورا پورا لے لیا اور اس لینے کو اور مؤکد کیا حتی کہ میں (اپنی جہت میں) فانی ہوگیا اور میں نے اس کی قدرت اور طاقت کو اپنے جی میں پایا اور اس کی شان الوہیت میری روح میں اچھل رہی تھی۔

یہاں فاعل خدا ہے مفعول انسان ہے اور فعل استیفاء ہے جو اہل عربیت کے ہاں توفی کے معنی میں ہے لفظ توفی کی اس تفصیل کے بعد آپ اس آیت ''انّی متوفّیک ورافعک الیّ'' پر پھر سے غور فرمائیں اور پھر امت عامہ کے مفسرین کو دیکھیں وہ کس طرح اس آیت کی تفصیل کرتے ہیں ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اس کا معنی نیند لیا ہے اور وہ بھی ہیں جنہوں نے اسے اس کے اصل میں لیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورا پورا اٹھا لیا اور ایسے بھی ہیں جنہوں نے اس کا معنی موت لیا ہے۔سو یہ کوئی ایسا لفظ نہیں جو ایک معنی پر بند ہو۔

آیت زیر بحث کو پھر سے پڑھئے: ''یٰعیسٰی انّی متوفیک ورافعک الیّ ومطهّرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامة'' (آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اے عیسیٰ میں تجھے پورا لوں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا اور تجھے

کافروں کے ہاتھوں سے پاکیزگی میں رکھوں گا اور ان لوگوں کو جو تیرے تابعدار ہوں گے تیرے مخالفوں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

چھٹی صدی کے امام رازی متوفیک پر لکھتے ہیں: ''فلمّا قال بعدہ ورافعک الیّ کان ھٰذا تعییناً للنّوع ولم یکن تکراراً''

(تفسیر کبیر ج۸ ص۶۰، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) جب اللہ تعالیٰ نے متوفیک کے بعد رافعک فرمایا تو یہ توفی کی دو قسموں میں سے ایک کی تعیین ہوگئی۔ یہ تکرار نہیں، تعیین ہے۔

ساتویں صدی کے علامہ نسفی (۷۰۱ھ) لکھتے ہیں: ''او متوفی نفسک بالنّوم ورافعک وانت نائم حتی لا یلحقک خوف وتستقیظ وانت فی السماء اٰمن مقرب'' (مدارک ج۱ ص۲۲۳، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) یا معنی یہ ہوں گے میں تجھے نیند کے ساتھ اپنے ہاتھ لے لوں گا، تجھے اس طرح اٹھاؤں گا کہ آپ سوئے ہوئے ہوں گے تاکہ تجھے کسی قسم کا خوف نہ اترے جب آپ جاگیں تو اپنے آپ کو آسمان میں پائیں۔ امن اور قرب الٰہی میں۔

اب آیئے اگلی صدی میں چلیں۔

آٹھویں صدی کے علامہ خازن (۷۴۱ھ) لکھتے ہیں: ''فجعل النوم وفاۃً وکان عیسٰی قد نام فرفعہ اللہ وھو نائم لئلّا یلحقہ خوف'' (تفسیر خازن آل عمران:۵۵)

اور اگر توفی کو اپنے اصل معنی پر رکھا جائے تو پھر ''ورافعک الیّ'' اور ''مطھّرک من الذین کفروا'' دونوں جملے متوفیک کی تفسیر ہو جائیں گے اور ان تینوں باتوں میں عطف تفسیری ہوگا نہ کہ تغایر کا۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اسے اس طرح بیان کرتے ہیں: ''انّ التوفی اخذ الشیٔ وافیاً ولماعلم اللہ ان من الناس من یخطر بباله انّ الذین رفعہ اللہ ھو روحہ لاجسدہ ذکر ھذاالکلام لیدل علٰی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام رفع بتمامہ الی السماء بروحہ وبجسدہٖ'' (تفسیر کبیر ج۸ ص۶۰، آل عمران:۵۵)

''ویدلّ علٰی صحۃ ھٰذا التاویل قولہ تعالٰی وما یضرّونک من شیٔ'' (النساء:۱۱۳)

ایک تیسری تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے متوفیک

کے مجازی معنی اختیار کئے ہیں اور ایک سند کے اعتبار سے اس کی تفسیر ’’ممیتک‘‘ سے کی ہے۔ اس صورت میں ’’متوفیک‘‘ اور ’’رافعک الیّ‘‘ میں تغائر لازم آتا ہے کہ پہلے آپ آسمان پر اٹھائے گئے اور وفات پھر بعد نزول کے زمین پر واقع ہوگی۔ یہ معنی گو راجح نہیں تاہم اسالیب عرب کے یہ بھی مطابق ہیں۔ عربی میں واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہوتی ہاں غور کیا جائے تو اس میں بھی کوئی نہ کوئی حکمت ضرور ہوتی ہے۔

تقدیم وتاخیر میں ادبی حکمت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں دو قومیں غلطی کا شکار تھیں ایک وہ جنہوں نے آپ کو خدا یا خدا کا بیٹا کہا اور دوسرے وہ جنہوں نے آپ کو مفتری علی اللہ (جھوٹا نبی) کہا اور آپ کے نسب میں طعن کیا۔ دونوں قوموں کے دو جرموں میں پہلا جرم زیادہ شدید ہے۔ ایک عاجز بندے کو خدا بنانا یہ کوئی معمولی بات نہیں۔ یہ شرک کا ارتکاب ہے اور دوسرا جرم گو ایک پیغمبر کا انکار ہے اور وہ بھی کفر ہے۔ تاہم یہ ایک دوسرے درجے کا جرم ہے اور پہلے سے اخف ہے۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے مجرموں (نصاریٰ) کی پہلے تردید فرمائی کہ مسیح کو خدا کی خدائی میں شریک کرنے والو! مسیح پر ایک دن وفات ضرور آئے گی اور ظاہر ہے کہ وفات پانے والا کبھی خدا نہیں ہوسکتا اور دوسرے درجہ کے مجرموں کو (یعنی یہود) دوسرے درجے میں رکھا کہ میں اسے (عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو) اپنی طرف اٹھاؤں گا اور اسے اپنے محل کرامت اور مستقر ملائکہ میں جگہ دوں گا اور وہ ایک مدت تک آسمانوں پر رہے گا۔ سو یہ تقدیم وتاخیر عقائد کی برائی پر ان کے جرموں کے بڑا چھوٹا ہونے کی بناء پر ہے نہ یہ کہ یہ دو واقعات توفی اور رفع اس ترتیب سے واقع ہوئے اور ہوں گے۔

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ توفی موت کے معنی میں بھی آتا ہے گو یہ ایک مجازی معنی ہوگا اور یہ معنی کسی جہت سے ہمارے عقائد کے خلاف نہیں اور عربی میں واؤ مطلق جمع کے لئے ہوتی ہے ترتیب کے لئے نہیں اور اس کی شہادت قرآن کریم میں بھی بہ کثرت موجود ہیں۔

۱...... قرآن کریم میں منکرین قیامت کا ایک استدلال اس طرح دیا گیا ہے: ’’نموت ونحی وما نحن بمبعوثین‘‘ (المؤمنون:۳۷)

(ترجمہ) ہم مرتے ہیں اور زندگی پاتے ہیں اور ہم (مرنے کے بعد) اٹھائے نہیں جائیں گے۔

دنیا جانتی ہے زندہ رہنا پہلے ہوتا ہے اور موت بعد میں آتی ہے۔ سو یہاں واؤ ترتیب کے لئے زیر بحث بعثت ہے اور وہ انہوں نے آخر میں رکھی۔ یہ دوسری واؤ بھی اپنی ترتیب پر نہیں ہے۔

۲...... حضرت مریم کو اللہ کے حضور جھکنے اور نیازمندی بجالانے کا حکم دیا گیا: ''**یامریم اقتنی لربّک واسجدی وارکعی مع الراکعین**'' (آل عمران:۴۳)

(ترجمہ) اے مریم! تو بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر رکوع کرنے والوں کے ساتھ ظاہر ہے کہ سجدہ رکوع کے بعد ہوتا ہے اور رکوع اس سے پہلے کیا جاتا ہے۔

۳...... اللہ تعالیٰ نے بنواسرائیل کو حکم دیا تھا: ''**وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة نغفرلکم خطایا کم وسنزید المحسنین**'' (البقرہ:۵۸)

(ترجمہ) اور تم سجدہ کرتے ہوئے داخلہ لو اور کہو درگزر کئے جاؤ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے اور محسنین کو اور زیادہ دیں گے۔

اور اس حکم کو اس طرح بھی بیان فرمایا: ''**وقولوا حطة وادخلوا الباب سجداً نغفرلکم خطیئتکم وسنزید المحسنین**'' (الاعراف:۱۶۱)

اور تم حطہ کہو اور دروازے میں داخل ہو سجدہ کرتے ہوئے ہم تمہاری خطا معاف کر دیں گے۔

اس وقت اس سے بحث نہیں کہ جب یہ حکم دیا گیا تھا تو ''**خطایا کم**'' کہا گیا تھا یا ''**خطئیتکم**'' یہاں ہم صرف ترتیب پر بات کر رہے ہیں۔

ظاہر ہے کہ قرآن کریم کا یہ حکم یا اس ترتیب سے ملا ہوگا جو البقرہ میں ملتی ہے یا اس ترتیب سے جو الاعراف میں پائی جاتی ہے تو اگر عملاً ان دونوں کاموں میں ترتیب لازم ہوتی تو کیا اس سے کلام الٰہی میں تناقض لازم نہیں آتا۔ (**استغفر اللہ العظیم**)

علامہ رضی لکھتے ہیں: ''**ولو کانت للترتیب لناقض قوله تعالیٰ وادخلوا الباب سجداً وقولوا حطة قوله فی موضع اخریٰ اذاالقصة واحدة**''

(شرح کافیہ ص۵۰۳)

(ترجمہ) اگر واؤ ترتیب کے لئے ہوتی تو دو آیتوں میں کھلا تعارض لازم آتا کیونکہ واقعہ تو ایک ہی ہے۔

بچے کے کان، آنکھیں اور دوسرے سب اعضاء ماں کے پیٹ میں بنتے ہیں اور پھر بچے کی پیدائش ہوتی ہے مگر قرآن پاک میں اسے اس ترتیب سے بیان کیا گیا ہے:

’’واللہ اخرجکم من بطون امھاتکم لاتعلمون شیأً وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ لعلکم تشکرون‘‘ (النحل:۷۸)

(ترجمہ) اور اللہ نے تمہیں تمہاری ماؤں کے بطن سے اس حال میں نکالا کہ تم کچھ نہ جانتے تھے اور اس نے تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم شکر بجالاؤ اور بتایئے کہ پہلے کان، آنکھ اور دل بنے تھے یا پہلے ماں کے بطن سے پیدائش ہوئی تھی۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کی آسمانی حیات پر قادیانی مغالطے

پہلا مغالطہ

عنصری حیات، عنصری غذا پر مرتب ہوتی ہے اس کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی یہ کیسے باور کرلیا جائے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم اتنے طویل عرصہ سے یہاں کی غذا کھائے بغیر آسمانوں پر یہاں کی دنیوی حیات کا تسلسل قائم رکھے ہوئے ہیں۔

الجواب

۱...... آسمانوں پر عناصر کا یہ کھیل نہیں جو ہم یہاں محسوس کرتے ہیں پھر ہم یہ بھی جانتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت بشری مٹی اور پانی سے ہوئی تھی اور وہ اس حیات عنصری سے ایک عرصہ تک جنت میں مقیم رہے۔ اگر یہاں کے جسد عنصری سے وہ فرشتوں میں زندہ رہ سکتے تھے تو حضرت عیسیٰ بن مریم کو فرشتوں میں یہ زندگی کیوں نہیں میسر آسکتی ...... ’’انّ مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم‘‘ (آل عمران:۵۹) میں کیسے شبہ ہوسکتا ہے...... دونوں میں بعض امور میں ایک جیسا معاملہ ہے یہ کوئی امر مستبعد نہیں۔

۲...... اصحاب کہف اس زمین میں ایک غار میں تین سو سال تک بغیر یہاں کی عنصری غذا کے زندہ رہے اور ان کا دوران خون اتنا طویل عنصری غذا نہ ملنے سے بند نہ ہوا تو حضرت عیسیٰ

بن مریم علیہما السلام اس زمین سے بالا ملاء اعلیٰ میں بغیر عنصری غذا کے اتنا طویل عرصہ کیوں زندہ نہیں رہ سکتے؟ اصحاب کہف ان دنوں میں اپنی عام زندگی میں نہ رہے تو اس خاص زندگی میں حضرت عیسیٰ سے خاص معاملہ کیوں راہ نہیں پا سکتا؟

۳...... اللہ تعالیٰ نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنو اسرائیل سے لیا تو پورا لیا اور اس کے لئے لفظ توفی استعمال فرمایا جو اصلاً پورا لینے کے لئے آتا ہے تو پورا لینا کا مطلب یہ بھی آتا ہے کہ اب آپ انسانوں کے تمام آداب زندگی سے بھی فارغ کر لئے گئے ہوں نہ آپ کی ان جیسی بھوک پیاس رہی اور نہ ان جیسا احساس سردی وگرمی رہا...... نہ آپ کے بدن پر ان کے موافق بڑھاپے کے تغیرات لاحق ہوئے نہ بال اور ناخن بڑھتے اور کٹتے رہے۔ یہ بات اب ہم ہی نہیں کہہ رہے ہم سے صدیوں پہلے علماء اسلام یہ تصریح فرما چکے ہیں۔ علامہ زاہدی (۵۴۰ھ) کا حوالہ ہم پیچھے دے آئے ہیں۔

حضرت علامہ قرطبی (۶۷۱ھ) بھی لکھتے ہیں: ''واما المسیح فکساہ اللہ الریش والبسہ النور وقطع عنہ لذۃ المطعم والمشرب فطار مع الملٰئکۃ''

(تفسیر قرطبی ج۴ص۱۰۰، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ بن مریم کو اللہ تعالیٰ نے پر لگا دیئے اور آپ کو نور کے لباس میں ڈالا اور آپ سے کھانے اور پینے کی لذتیں اٹھالیں اور آپ فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے گئے۔

حافظ ابن تیمیہ (۷۲۴ھ) کہتے ہیں کہ آپ وہاں فرشتوں کی سی غذا کھاتے ہیں:

''لیست حالہ کحال اہل الارض فی الاکل والشرب واللباس والنوم والغائط والبول'' (الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ج۴ ص ۲۸۰ فصل نقض دعواھم ان القرآن اثبت فی المسیح الّاھوت والناسوت)

علامہ علی بن احمد المہائمی (۸۳۵ھ) بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی توفی (پورا لئے جانے) یہی معنی کرتے ہیں۔

''انّی اخذ بکلیّتک والا ادع لک شھوۃ طعام ولا شراب فتحتاج الٰی مساکنۃ الارض لانی رافعک الی ای الٰی سمائی''

(تفسیر رحمانی ص ۱۱۳ تبصیر الرحمن وتیسیر المنان)

اللہ تعالیٰ نے آپ سے کہا میں تجھے پورے کا پورا لوں گا تو میں کھانے اور پینے کی خواہش نہ رہنے دوں گا کہ تو زمین پر آنے کا محتاج ہو کیونکہ میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں یعنی اپنے آسمان کی طرف۔ سلف جس طرح قرآن کو سمجھے ہم اسی روشنی میں قرآن کو سمجھتے رہیں گے۔ آپ کی توفی اس شان کی ہے کہ آپ کی اس آسمانی زندگی میں اس دنیا کے لوازم حیات آپ کے ساتھ ہرگز نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سب سے آپ کو پورا اٹھالیا توفی کے معنی ہیں ''اخذ الشئ وافیاً'' (کسی کو پورے کا پورا لے لینا) ہاں جب یہ لفظ بصورت مجاز ہو تو اس کے معنی کبھی نیند کے ہیں اور کبھی موت کے بھی کئے جاسکتے ہیں لیکن یہاں آپ (حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) کے لئے یہ لفظ ان معنوں میں نہیں یہاں اصل معنی ہی مراد لئے گئے ہیں۔ مجازی معنی مراد نہیں ہیں۔

دوسرا مغالطہ

حضور ﷺ کا قرار تو زمین پر ہو آپ اپنے روضہ اطہر میں زمین میں مدفون ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر تو اس سے حضور ﷺ کی شان میں کمی لازم آتی ہے۔ سو ایسا عقیدہ کیوں رکھا جائے۔

الجواب

۱...... ہوائی جہازوں میں بیٹھے غیر مسلم کیا ان نمازیوں سے افضل ہو جاتے ہیں جو اس وقت زمین پر کھڑے صف باندھے مصروف نماز ہوتے ہیں۔ بایں وجہ کہ وہ اوپر فضا میں ہیں اور یہ نیچے زمین پر کھڑے ہیں؟ کوے اور طوطے جو اوپر اڑتے ہیں کیا وہ ان اولیاء ومشائخ سے افضل ہیں جو اپنی خانقاہوں میں بیٹھے ذکر واذکار میں ہمہ تن مصروف ہیں؟ اگر یہ دلیل فضیلت نہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر ہونا مکین گنبد خضریٰ سے افضل ہونے کی بھی دلیل نہیں ہے۔ بلبلے کا اوپر آنا اسے ان موتیوں سے نہیں بڑھا سکتا جو تہہ دریا میں ہوتے ہیں اوران کی قیمت اس وقت نکھرتی ہے جب وہ باہر آتے ہیں۔

۲...... حضور ﷺ کا روضہ اطہر اس زمین کا حصہ نہیں یہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے جو حضور کریم ﷺ کے منبر اور آپ کی قبر کے مابین ہے اسے **ریاض الجنۃ** بھی کہتے ہیں۔ یہ جس جنت کا حصہ ہے وہ اس آسمان سے بہت بالا ہے جس میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام فروکش

ہیں۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح حجر اسود جنت کا ایک پتھر کعبہ میں نصب کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ جس جگہ دفن ہیں وہ جگہ تمام آسمانوں سے بلکہ عرش وکرسی سے بھی افضل ہے۔

۳...... حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بے شک مقرب فرشتوں کے ساتھ آسمانوں میں فروکش ہیں لیکن آپ کے مراتب کی انتہا وہاں نہیں ہوگی۔ آپ پر مراتب کی انتہاء اس وقت ہوگی جب آپ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ پھر یہاں آپ پر طبعی وفات آئے گی اور پھر آپ کو حضور ﷺ کے اس روضہ مبارکہ میں دفن ہونے کا موقع ملے گا یہ آپ کی آخری آرام گاہ وہ درجہ رکھتی ہے کہ ہفت آسمان اس کی برابری نہیں کر سکتے:

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ مے آید جنید وبایزید اینجا

یہ آسمان کے نیچے ایک ایسا مقام ادب ہے کہ عرش کی نزاکت بھی اسے چھونہیں پاتی یہاں حضرت جنید بغدادی اور حضرت بایزید بسطامی جیسے اولیاء کرام بھی سانس بند کر کے چلتے ہیں کہ کہیں ہمارے اندر کی ہوا پاک فضا کو آلودہ نہ کر پائے۔

تیسرا مغالطہ

قرآن پاک میں اولاد آدم کے زندہ رہنے مرنے اور پھر سے اٹھنے کو اس زمین سے وابستہ کیا گیا ہے: ’’قال فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون‘‘ (الاعراف:۲۵)

(ترجمہ) اس نے کہا تم اس زمین میں زندہ رہو گے اس میں تم پر موت آئے گی اور تم اس سے پھر اٹھائے جاؤ گے۔

سو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمانوں میں اتنی مدت سے زندہ بیٹھے ہوں اور آپ کی یہ عنصری زندگی ہی وہاں چل رہی ہو؟

الجواب

۱...... جب پہلا خلا باز چاند میں اترا اور اس نے زمین والوں سے رابطہ قائم کیا اور بتایا کہ میں بخیریت چائے پی رہا ہوں تو اس وقت بھی بعض لوگوں نے کہا تھا کہ یہ جھوٹ بول رہا ہے چاند میں کوئی کیسے رہ سکتا ہے۔ قرآن کریم نے تو صرف زمین کو اولاد آدم کے زندہ رہنے کی جگہ بتایا ہے یہ چاند میں کیسے زندہ ہے اور چائے پی رہا ہے۔ پھر جب انہیں بتایا گیا کہ چاند

بھی کسی وقت زمین کا ایک حصہ تھا۔ سو وہاں کی زندگی اس زمین کی زندگی کا غیر نہیں اس پر وہ خاموش ہوگئے۔

۲...... روس کا ایک خلاباز راکٹ میں مرگیا اس پر قادیانی عام پراپیگنڈہ کرتے پائے گئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی راکٹ میں یا خلا میں مرے، مرنے کی جگہ تو خدا نے زمین بتائی ہے: ’’فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون‘‘ (الاعراف:۲۵)

واقعات نے بتایا کہ واقعی وہ وہاں مرا تھا سو یہ بات قرآن کے خلاف نہ سمجھی جائے گی۔

۳...... قرآن کریم نے اس پیرایہ میں یہ بھی کہا ہے: ’’منها خلقناکم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة اخریٰ‘‘ (طٰہٰ:۵۵)

(ترجمہ) ہم نے تمہیں اسی مٹی سے تخلیق بخشی اسی میں ہم تمہیں لے جائیں گے اور اسی سے تم ایک بار پھر اٹھائے جاؤ گے۔

اب ایک شخص اگر کسی فضائی حادثے میں مارا گیا اور وہیں ریزہ ریزہ ہوکر اڑ گیا اور وہ زمین میں کہیں دفن نہ ہوسکا تو اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ کہ ہم تمہیں زمین میں پھر لائیں گے اس پر کیسے پورا ہوگا؟ اور یہ فرمایا کہ ہم پھر تمہیں زمین سے نکالیں گے تو وہ جو زمین میں دفن ہونا نہ پاسکا وہ زمین سے کہاں سے نکالا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے عام ضابطے کلیات نہیں ہوتے۔ اب مذکورہ ضابطے کا حاصل یہ ہے کہ تمہارا عام رہنا اور مرنا یہیں ہوگا یہ نہیں کہ اس کے خلاف کبھی ہو ہی نہ پائے۔

قرآن کریم کی ان چار شہادتوں کی روشنی میں یہ سمجھنا آسان ہوجاتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا اور پھر انہیں وہ بعد نزول وفات دے تو اسے اس طرح بھی کہا جاسکتا ہے: ’’یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطهّرک من الذین کفروا‘‘ (آل عمران:۵۵) اے عیسیٰ تجھے وفات میں دوں گا۔ تیری موت دشمن کے ہاتھ نہ آئے گی اور میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا کہ ان کے ہاتھ تجھے چھو نہ سکیں گے۔ تمہیں ان کے پورے تصرف سے پاک رکھوں گا۔ ’’مطهرک من الذین کفروا‘‘

توفی اور رفع میں بحث

یہ سب بحث لفظ توفی میں تھی کہ یہاں اس کے معنی (۱) نیند کے ہیں یا (۲) پورا لینے کے یا (۳) موت کے۔ ہم نے ان تینوں مواقف کے رو سے لفظ ’’متوفیک‘‘ پر بحث

کردی۔ توفی میں اس بحث کی بے شک گنجائش تھی لیکن لفظ رفع میں ایسا کوئی اختلاف نہیں۔ قادیانی بھی اس بات کے قائل ہیں کہ رفع یہاں واقعی اوپر اٹھانے کے معنی میں ہے وہ روح کا ہو یا جسد کا۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ موت کے بعد روح آسمانوں کی طرف اٹھائی جاتی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ لفظ رفع واقعی اٹھائے جانے کے معنوں میں ہے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے والدین کو تخت پر اٹھایا: ’’**ورفع ابویه علی العرش وخرّوله سجّداً**‘‘ (یوسف:۱۰۰)

(ترجمہ) اور یوسف نے اونچا اٹھایا اپنے والدین کو تخت پر اور سب گر پڑے اس کے آگے سجدہ میں۔

یہ واقعہ حضرت یعقوب علیہ السلام کا حسّی طور پر واقعہ ہوا اور ان لوگوں نے اسے ایک واقعہ کے طور پر دیکھا جیسے فرمایا: ’’**ورفعنا فوقکم الطور خذوا ما اٰتینکم بقوّة**‘‘ (البقرہ:۶۳)

(ترجمہ) اور اٹھایا ہم نے تمہارے اوپر کوہ طور کو کہ پکڑو اس کتاب کو جو ہم نے تمہیں دی ہے پوری قوت سے رفع کے حقیقی معنی یہی ہیں اوپر اٹھانا وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے والدین کو اٹھانا ہو یا کوہ طور کو یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو (**بجسده وروحه**) یا صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح کو۔ اٹھانا اٹھانے کے معنی میں ہی ہے یہ کسی مجازی معنی میں نہیں۔

مرزا غلام احمد کا عقیدہ تھا کہ روح مرنے پر واقعی اوپر اٹھائی جاتی ہے وہ کسی کی بھی ہو۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’ہر ایک مومن کی روح مرنے کے بعد آسمان کی طرف اٹھائی جاتی ہے تو اس سے صاف کھل گیا کہ **رافعک الیّ** کے یہی معنی ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ فوت ہوچکے تو ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی بلاشبہ ہر ایک شخص کا نور قلب اور کانشنس بلا تردد اس بات کو سمجھ لیتا اور قبول کر لیتا ہے کہ ایک شخص مومن کی موت کے بعد شرعی اور طبعی طور پر یہی ضروری امر ہے کہ اس کی روح آسمان کی طرف اٹھائی جائے اور اس طریق کا انکار کرنا گویا امہات مسائل دین کا انکار ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۶۶، خزائن ج۳ ص۲۳۴، ۲۳۵)

مسلمان حضرت عیسیٰ کے **رفع الی السماء** میں لفظ رفع کو حقیقی معنی میں لیتے ہیں اور قادیانی بھی اس اصول کے مطابق روح عیسیٰ بن مریم کے آسمانوں کی طرف اٹھائے جانے

کے عقیدہ میں رفع کو حقیقی معنی میں لے رہے ہیں۔ رفع کے معنی درجات کی بلندی ایک مجازی معنی ہے۔ جب یہ لفظ بلندی درجات کے معنی میں آتا ہے تو اس کی وضاحت ساتھ کردی جاتی ہے یا اس پر کوئی قرینہ شہادت دیتا ہے کہ یہاں اس کے مجازی معنی مراد لئے جارہے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے: ''**یرفع اللہ الذین اٰمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجات**'' (المجادلہ:۱۱)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے جو تم میں سے ایمان لائے اور جو علم پاگئے درجات بلند کرے گا۔

یہاں درجات کا لفظ صاف لکھا دیکھ لیجئے۔ یہ حضرت مسیح کا رفع بھی صرف روحانی نہ تھا رفع حقیقی معنی میں تھا اور پھر یہ بھی سمجھئے کہ وہ رفع پورے وجود کا ہو یا صرف روح کا دونوں صورتوں میں یہ آسمان کی طرف لے جایا جانا ہی سمجھا جائے گا۔ افسوس کہ قادیانی رفع روحی اور رفع روحانی میں فرق سمجھ نہ پائے۔

رفع روحی میں رفع اپنے حقیقی معنی میں ہے اور رفع روحانی میں اس کے مجازی معنی لئے جاتے ہیں۔

رفع کے حقیقی اور مجازی معنی میں لفظ بل کا فیصلہ کن عمل

سورہ آل عمران کی آیت: ''**ورافعک الیّ**'' میں لفظ رفع کسی عمل کے بالمقابل واقع نہیں ہوا لیکن سورہ نساء میں یہ لفظ رفع بڑے فیصلہ کن پیرائے میں واقع ہوا ہے اور وہ ہے لفظ بل کا استعمال۔ اس میں لفظ رفع حضرت عیسیٰ کے قتل وصلب کی نفی کے بالمقابل لفظ بل کے ساتھ واقع ہوا ہے۔ یعنی حضرت عیسیٰ قتل وصلب کے مورد نہیں ہوئے بلکہ ان کا رفع ہوا۔ سو اگر رفع روحانی مراد لیا جائے جو رفع کے مجازی معنی ہیں تو یہ معنی قتل وصلب کے ساتھ ہی جمع ہوسکتے ہیں اور لفظ **بل** تقاضا کرتا ہے کہ اس کے اطراف ناقابل اجتماع ہوں اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ رفع کے حقیقی معنی مراد لئے جائیں کہ **بل رفعہ اللہ الیہ** کا معنی یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو روح مع الجسد آسمانوں کی طرف اٹھالیا۔ رفع اس معنی کے ساتھ کسی صورت میں قتل وصلب کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتا۔ ان لفظوں پر غور کریں اور بار بار غور کریں۔ ''**وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ**'' (النساء:۱۵۷)

رفع روحی کے عقیدہ میں قادیانی یہود کے ساتھ

قادیانی اگر رفع روحانی کے عقیدہ سے رفع روحی کے عقیدہ پر آ جائیں تو وہ اس رفع میں یہود کے ساتھ ہم عقیدہ ہو جاتے ہیں۔ یہودی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی روح صلیب کے بعد اوپر لے جائے گئی اور قادیانی بھی کہتے ہیں آپ کی روح کشمیر سے آسمانوں کی طرف لے جائے گی۔ موت کے بعد روح ہر ایک کی اوپر لے جائی جاتی ہے اور علیّیین یا سجّین میں اس کا اندراج ہوتا ہے سو روح کے بدن سے جدا ہونے میں قادیانی اور یہودی آپس میں ایک ہو جاتے ہیں۔ مرزا غلام احمد خود بھی کہتا ہے: ’’صریح اور بدیہی طور پر سیاق وسباق قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۶۳،۲۶۴، خزائن ج۳ ص۲۳۳)

قادیانیوں نے پھر اس مخمصے سے نکلنے کے لئے رفع روحی کی بجائے رفع روحانی کا مؤقف اختیار کیا اور وہ یہ نہ سمجھ پائے کہ روحانی رفع ارواح مجردہ کا نہیں ہوتا انہیں کا ہوتا ہے جو ارواح جسد کے ساتھ ہوں۔ نمازی جب اللہ کے حضور دعا کرتا ہے تو اپنی رفعت مانگتا ہے نہ کہ صرف روح کی۔

’’رب اغفرلی وارحمنی واجبرنی وارفعنی وارزقنی اهدنی‘‘

(سنن کبریٰ للبیہقی ج۲ ص۱۲۳)

تو کیا اس کا رفع روحانی اس کے جسد کو شامل نہیں ہوتا اب تک جتنے اہل اللہ نے روحانی ترقیات پائیں کیا ان کی یہ ترقیات ان کے اجسام کو شامل نہ تھیں۔ حضرت مریم علیہا السلام کو اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی خدمت کے لئے قبول کئے جانے کی جو روحانی شان دی اور انہیں خلاف موسم جنت کے میوے فراہم کئے اور ان کے جسد کو امتیازی نشوونما عطا فرمائی۔ انہیں حضرت زکریا علیہ السلام کی کفالت دی تو ان کی یہ روحانی ترقیات کیا ان کے پورے وجود کی (مع الجسد) ترقیات نہ تھیں۔

’’فتقبّلها ربّها بقبول حسن وانبتها نباتاً حسنا وكفّلها زكريا‘‘

(آل عمران:۳۷)

جب یہ معلوم ہوا کہ روحانی ترقی بدن کو بھی شامل رہتی ہے تو سوال اٹھتا ہے کہ قادیانی پھر اس آیت کا کیا معنی کریں گے۔

’’وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ ‘‘(النساء:۱۵۷)انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے ان کے روح وجسد کو عزت دی۔

اس ترجمہ میں رفعہ کی ضمیر کا مرجع پہلی ضمیروں کے اتحاد مرجع میں بے شک روح مع الجسد ہی ہے لیکن اب قادیانی رفع کے مجازی معنی پر آ گئے کیونکہ اب رفع کے حقیقی معنی لینے میں انہیں اسلام کے اس عقیدہ پر آنا پڑتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو روح وجسد کے ساتھ اپنی طرف اٹھالیا اور وہ اس عقیدے کو چھوڑ چکے تھے۔قادیانی یہاں عجیب قابل رحم حالت میں ہیں کہ رفع کو حقیقی معنی میں لیں تو رفعہ کی ضمیر منصوب کو اتحاد مرجع (عیسیٰ بن مریم روح مع الجسد) سے نکالنا پڑتا ہے اور اگر وہ ضمیروں کو اپنے تسلسل میں رکھیں تو پھر رفع کے معنی مجازی لینے پڑتے ہیں اور یہاں لفظ بل ان کے بل نکال دیتا ہے کہ بل ابطالیہ کے اطراف ناقابل جمع ہوتے ہیں۔

امید ہے کہ رفع مسیح کے ان مختلف مباحث سے اصل مسئلہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کس طرح قتل وصلب سے بچائے گئے اور آسمانوں پر اٹھائے گئے،قارئین کرام پر کھل چکا ہوگا۔

رفع عیسیٰ بن پر اجماع امت

قرآن پاک نے جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے رفع آسمانی کو واضح طور پر بیان کیا ہے کہ یہ بمقابلہ قتل وصلب ان کی حقیقت حال ہے اس پر مزید کسی شہادت کی ضرورت نہیں رہتی اس پر تمام مفسرین قرآن اور مؤرخین متفق ہیں کہ آپ بدن عنصری سے بحالت حیات اوپر اٹھائے گئے۔حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے اور ان کے کسی معاصر نے اس سے اختلاف نہیں کیا بلکہ اگلے چار سو سال تک ہم اس میں کوئی اختلاف نہیں سنتے اس سے زیادہ اس پر کوئی قطعیّت پیش نہیں کی جاسکتی۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:’’واما رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علیٰ انہ رفع ببدنہ حیاً‘‘ (التلخیص الحبیر ج۳ ص ۴۳۱ کتاب الطلاق)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ کے رفع پر تمام محدثین اور مفسرین کا اتفاق ہے کہ وہ اپنے بدن کے ساتھ زندہ اٹھائے گئے۔

اس میں تو کچھ اختلاف ہوا کہ آپ کو اٹھائے جانے سے پہلے نیند کی بے ہوشی دی گئی یا کچھ وقت کے لئے آپ کو موت دی گئی لیکن اس پر سب کا اتفاق رہا کہ آسمانوں پر بدن عنصری کے ساتھ زندہ پہنچے۔ حافظ ابن حجر نے ان دونوں صورتوں میں سے پہلے صورت کو صحیح کہا ہے کہ آپ کا رفع بدوں موت ہوا۔ نیند آپ پر اس لئے ڈال دی گئی کہ آپ اس میں گھبراہٹ محسوس نہ کریں۔

''لانّ عیسٰی علیہ السلام ایضاً قد رفع وھو حیّ علی الصحیح''

(فتح الباری ج۱۳ص۱۱۳باب ذکرادریس)

سو نیند والی کیفیت اس سے منطبق ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ امام رازی، علامہ نسفی اور علامہ خازن کی رائے ہے عارضی موت کی نہیں جس کا قائل صرف وہب ہے۔ **والنادر کالمعدوم!** رفع عیسٰی بن مریم علیہما السلام پر ہم ان شاء اللہ! آگے چل کرامت کا صدی وار اجماع نقل کریں گے یہ اجماع حضرت عیسٰی کے اس جہاں سے اوپر کے جہان میں جانے پر ہوا اگر یہاں آپ کی موت واقع ہوئی ہوتی اور پھر یہاں کے علماء محققین اور محدثین ومفسرین کی یہ تصریحات ہوتیں تو اسے ایک اتفاقی مؤقف کیسے کہا جاسکتا تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پوری امت اسلامیہ میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات پا جانے کے تصور سلف کے کسی دور میں نہ تھا۔

مرزا غلام احمد خود بھی لکھتا ہے: ''بلکہ سچ تو یہ ہے کہ اس بات پر تمام خلف وسلف کا اجماع معلوم ہوتا ہے کہ مسیح اس عالم کو چھوڑ کر دوسرے عالم کے لوگوں میں جاملا اور بلاکم وبیش انہیں کی زندگی کے موافق اس کی زندگی ہے۔'' (ازالہ اوہام ص۵۵۷، خزائن ج۳ص۵۰۷)

رفع مسیح کہاں سے ہوا اور کس عمر میں ہوا

رفع مسیح کہاں سے ہوا؟ شام سے۔ وہیں آپ کو دوران مقدمہ قید رکھا گیا تھا۔ وہاں سے آپ بیت المقدس لائے گئے اور جبل زیتا سے آپ کا رفع ہوا۔ آپ نزول بھی یہیں فرمائیں گے جس طرح حضور اکرم ﷺ نے مکہ سے ہجرت فرمائی پھر وہیں حکم ہوکر پہنچے۔ حضرت مسیح بھی وہیں نازل ہوں گے جہاں سے آپ اٹھائے گئے تھے لیکن اب آپ حکم ہوکر اتریں گے۔ امّ المؤمنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا جب مسجد اقصیٰ جاتیں تو وہاں نماز پڑھ کر آپ جبل زیتا پر آتیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ لکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: ’’ھو الذی رفع منه عیسٰی بن مریم الی السماء‘‘ (تفسیر فتح العزیز ص۳۷۳، تفسیر سورۃ تین مترجم)

یہ واقعہ رفع کس طرح واقع ہوا، اسے ہم انجیل برنباس سے نقل کرتے ہیں۔ قرآن کے انگریز مترجم جارج سیل اسے آیت: ’’ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین‘‘ (آل عمران:۵۴) کے تحت اس طرح لکھتے ہیں: ’’اس سے جس طرح یہ پتہ چلا کہ حضرت مسیح کا رفع زندہ ہونے کی حالت میں ہوا یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ کے مصلوب ہونے پر تمام عیسائیوں کا اتفاق نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم جب اٹھائے گئے تو ان کی عمر ۸۰ برس تھی آپ کی حیات ارضی آئندہ چالیس سال اور ہوگی۔ آپ کی کل زمینی عمر ایک سو بیس سال ہوگی جو حضور ﷺ کی دنیوی زندگی سے تقریباً دوگنی ہے۔‘‘

یہودیوں کی حضرت عیسیٰ بن مریم کو سولی دینے کی سکیم کس طرح ناکام ہوئی اسے ہم ایک تسلسل کے ساتھ مفسر حقانی کے الفاظ میں یہاں نقل کرتے ہیں۔ اس پر ہم ان شاء اللہ العزیز! رفع مسیح کی اس بحث کو ختم کریں گے۔

’’ملک شام میں اس وقت یہود کی سلطنت نہ تھی بلکہ رومیوں کی سلطنت تھی اور قیصر روم کی طرف سے وہاں ایک حاکم رہتا تھا جس کو ہیرودیس کہتے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریوں کے ساتھ ملک شام کے شہروں میں جاتے، معجزے دکھاتے اور وعظ فرماتے تھے۔ ہر شہر میں سینکڑوں مرد وعورت حضرت کے دین میں آئے۔ اس پر یہود کو اور حسد ہوتا تھا۔ جب یہود کی دشمنی بڑھ گئی وہ حضرت کے قتل کا موقع تلاش کرنے لگے...... آخرالامر سب لوگ ان کو پلاطوس حاکم کے پاس لے گئے کہ یہ لوگوں کو قیصر کے محصول دینے سے منع کرتا ہے اور اپنے آپ کو مسیح بادشاہ کہتا ہے۔ حضرت نے انکار کیا اس نے کہا میرے نزدیک اس کا کوئی جرم مستوجب قتل نہیں۔ پلاطوس نے حضرت عیسیٰ کو اسی حالت میں ہیرودیس کے پاس بھیج دیا۔ اس نے پھر اس کے پاس بھیجا اور چھوڑنا چاہا تو یہود نے غل مچادیا کہ ایسا نہ کرنا۔ تب اس نے کہا کہ تمہارے کہنے سے میں اس کو سولی دیتا ہوں مگر اس کا گناہ تم پر اور تمہاری اولاد پر۔ یہود نے کہا منظور۔ حضرت کے حواری سب بھاگ گئے۔ اس وقت حضرت پر ایک عجیب حالت طاری تھی جس میں خدا نے حضرت مسیح سے خطاب کر کے یہ جملہ فرمائیے جو ان آیات میں مذکور ہیں کہ اسے عیسیٰ کچھ غم نہ کرو میں تم کو آسمان کی طرف اٹھا لیتا ہوں اور جو کچھ یہ لوگ

تم پر بہتان لگاتے ہیں کہ تو نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور خدا کا بیٹا بنا ہے اس سے میں نبی اخیر کی معرفت تم کو پاک کردوں گا۔ انجیل برنباس سے ثابت ہے: ’’اور اب جو مخالفین کی جماعت تم کو غالب دکھائی دیتی ہے۔ میں ان کو قیامت تک تمہارے ماننے والوں کے ماتحت کردوں گا۔ یہ دنیا کی سزا ہے اور آخرت میں تو ہر شخص ہماری طرف رجوع کرتا ہے۔ ہم نیکوں کو پورا بدلہ نیک دیں گے اور بدوں کو سخت عذاب دیں گے۔ آخرکار خدا نے ایک شخص مفسد شمعون افراینی کو حضرت عیسیٰ کی صورت میں کردیا۔ لوگوں نے اسی کو عیسیٰ سمجھ کر اس پر صلیب دھر کر شہر کے باہر لے گئے اور سولی دی اور حضرت عیسیٰ کو ملائکہ آسمان پر اٹھا کر لے گئے۔ عیسائی کہتے ہیں بلکہ خود حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچا اور انہوں نے چیخ چیخ کر جان دی اور پھر ایک شخص یوسف نامی پلاطوس سے حضرت کی لاش مانگ کر لے گیا اور اس نے قبر میں دفنایا اور اوپر پتھر کی چٹان دھر دی۔ یہ جمعہ کی شام کا واقعہ تھا۔ اتوار کو حضرت مسیح زندہ ہوکر لوگوں کو دکھائی دیئے اور آسمان پر چڑھ گئے اور پھر آنے کا وعدہ کر گئے۔ اس واقعہ کے وقت ان کی عمر ۳۳ برس کی تھی۔ احادیث صحیح سے بھی قرب قیامت میں عیسیٰ علیہ السلام کا آنا ثابت ہوتا ہے اس مسئلہ کی ہم ابھی تحقیق کرتے ہیں...... کہ حق کس کی جانب ہے اور یہ تحقیق ان چند ابحاث کے ضمن میں آتی ہے۔‘‘ **اذ قال اللہ یاعیسیٰ انی متوفیک...... الخ!** ’’توفی کے معنی لغت میں کسی چیز کا پورا کردینا ہے اور چونکہ مردہ اپنی حیات کا پورا حصہ پالیتا ہے۔ اس لئے اس کو بھی متوفی کہتے ہیں اور انہیں اعتبارات سے اس کے معنی قبض کرنے کے بھی آتے ہیں اور کبھی متوفی بمعنی مستوفی بھی آتا ہے۔ اگر یہاں اس سے مراد موت لی جائے تو پھر اس آیت میں (**وما قتلوہ وما صلبوہ ولکن شبہ لھم**) نہ انہوں نے عیسیٰ کو قتل کیا نہ سولی دیا بلکہ ان پر اشتباہ پڑ گیا) بظاہر اختلاف سا معلوم ہوتا ہے چنانچہ بعض پادریوں نے یہ اعتراض بھی کیا ہے (ہدایت المسلمین ص ۳۵۵) اس کا جواب بہت سہل ہے۔ (۱) یوں کہ یہاں متوفی بمعنی مستوفی ہے جس کے معنی یہ ہوئے کہ میں تیری اجل کو پورا کروں گا کہ تجھ کو ان کے قتل سے بچا کر آسمان پر چڑھالوں گا پھر تو اپنے وقت معہود پر مرے گا (بیضاوی) اب دونوں آیتوں میں کچھ بھی اختلاف نہیں (۲) یوں کہ اس کے معنی قبض کے ہیں جس سے آیت کے یہ معنی ہوئے کہ میں تجھ کو زمین سے اپنے قبضہ میں لاکر آسمان پر پہنچادیتا ہوں (بیضاوی) اب بھی کچھ اختلاف باقی نہ رہا (۳) وفات سے مراد قویٰ بہیمہ اور آثار جسمانیہ سے ہلکا کردینا

ہے جو آسمان کی طرف عروج کو مانع ہیں۔ خلاصہ یہ کہ میں تیرے آثار جسمانیہ کو پست کر کے تیری روحانیت کو غلبہ دے کر تجھے آسمان پر چڑھا دیتا ہوں۔ (۴) وہب کہتے ہیں کہ تین ساعت وفات رہی پھر خدا نے ان کو زندہ کر کے آسمان کی طرف اٹھالیا جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ مگر یہ وفات یہود کی سولی دینے سے واقع نہ ہوئی تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ''**وماقتلوہ وما صلبوہ**'' بلکہ آثار جسمانیہ کے ہلکا کرنے کے لئے خدا نے وفات دی ہوگی اور یہود نے جس کو قتل کیا اور سولی دی وہ شمعون افرایني یا کوئی شخص ان کا شبیہ تھا جس سے ان کو اشتباہ واقع ہوا (تفسیر کبیر) اس تقدیر پر بھی دونوں آیتوں میں کچھ تعارض باقی نہ رہا۔ خلاصہ یہ کہ آیت: ''**وما قتلوہ**'' میں جو نفی ہے تو یہود کے قتل کرنے کی نفی ہے اب رہی یہ بحث کہ آیا دراصل یہود نے مسیح کے ہمشکل کو سولی دی اور مسیح کو نہیں۔ جیسا کہ آیت: ''**وما قتلوہ الخ**'' سے پایا جاتا ہے۔ سو اس کی تحقیق یوں ہے کہ گو دوسری صدی بلکہ پہلی صدی ہی سے عیسائیوں بالخصوص پولوس کے مریدوں میں یہ بات مشہور ہوگئی تھی کہ یہود نے حضرت عیسیٰ کو سولی دی اور وہ تیسرے روز زندہ ہوکر لوگوں کو دکھائی دیئے پھر آسمان پر چڑھ گئے اور اسی قصہ پر ان کا کفارہ جو اصول مذہب ہے مبنی ہے۔ مگر تاریخی واقعات پر بہ نظر انصاف غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس وقت حضرت عیسیٰ کو سولی دینے لے چلے تھے، اس وقت ان کے حواری اور دیگر مرید لوگ اس خوف سے کہ مبادا ہم پکڑے نہ جائیں سب تر بھر (تتر بتر) ہوگئے تھے کوئی بھی ساتھ نہ تھا۔ جیسا کہ لارڈ ولیم میں تاریخ کلیسا سے مستفاد ہوتا ہے۔ پھر اب جو حواریوں نے یا اور مریدوں نے سنا ہوگا تو خاص انہیں یہود یا پلاطوس کے نوکروں سے سنا ہوگا جن کی نسبت خیال ہوسکتا ہے کہ انہوں نے اپنی ناکامیابی چھپانے کے لئے مشہور کر دیا ہو کہ ہم نے عیسیٰ مسیح کو قتل کر ڈالا، سولی دے دی۔ اس کے علاوہ ہم کو صحیح طور پر یہ بھی معلوم نہیں کہ ان لوگوں کا اس امر میں کیا بیان تھا؟ نہ کوئی یہودی تاریخ اس کی خبر دیتی ہے اور نہ کوئی حواری اپنا مشاہدہ بیان کرتا ہے۔ اناجیل اربعہ میں سے لوقا اور مرقس تو پولوس کے شاگرد ہیں جو اس واقعہ میں شریک ہی نہ تھے۔ سو یہ ظاہر ہے کہ وہ سنی سنائی باتیں کہتے ہیں۔ رہے یوحنا اور متی وہ بھی وہاں نہ تھے صرف چند عورتیں دور سے دیکھتی تھیں اور کچھ عجب نہیں کہ یہودیوں کو وہاں شک پڑا ہوا کہ وہ فلاں شخص ہیں اور فلاں کہاں ہے؟ مگر ان کا یہ شبہ اور تردد ہم تک کیونکر منقول ہوسکتا تھا جس میں ان کی سبکی تھی۔ برخلاف اس کے خود

عیسائیوں میں دو گواہ قومی شہادت دے رہے ہیں۔ اوّل برنباس حواری کی انجیل ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے صدہا سال پیشتر عیسائیوں میں مشہور ومعروف تھی۔

جس کی عبارت یہ ہے: ’’تب فرشتوں نے باکرہ سے کہا کیونکر یہودا عیسیٰ کی شکل میں مبدل ہوگیا...... الخ! تب عیسیٰ نے جواب دیا اے برنباس میری بات یقین کر کہ ہر ایک گناہ کی خدا سزا دیتا ہے چونکہ میری ماں اور میرے ایمان دار شاگرد مجھے زمینی محبت کے اختلاط کے سبب پیار کرتے تھے خدائے صادق انہیں اس محبت پر سزا دینے پر راضی ہوا تاکہ بعد ازاں دوزخ کے شعلوں میں عذاب نہ پائیں اور میں گرچہ دنیا میں بے عیب زندگی بسر کرتا رہا تاہم چونکہ لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا کہتے تھے خدا نے عدالت کے دن مجھے شیاطین کے ٹھٹھوں سے محفوظ رکھنے کے لئے چاہا کہ میں اسی دنیا میں یہودا (جس نے گرفتار کروایا تھا) کی موت سے ندامت اٹھاؤں اور سب لوگوں کو یقین ہوا تھا کہ حقیقتاً میں سولی دیا گیا۔ پس یہ ملامت محمد کے آنے تک رہے گی جو دنیا میں آکر سب کو خدا کی شریعت پر ایمان لانے میں غلطی سے بچائے گا۔ انتہیٰ‘‘ (جونس) اس عبارت میں صاف اقرار ہے کہ حضرت عیسیٰ سولی نہیں دیئے گئے بلکہ کوئی اور شخص سولی دیا گیا۔ چنانچہ اس غلطی سے عالم کو حضرت محمد ﷺ نے آگاہ کردیا۔ عیسائی اس گواہ پر یہ جرح کرتے ہیں:

۱...... انجیل برنباس ہمارے نزدیک الہامی کتاب نہیں بلکہ ایسی ہے جیسی کہ محمدیوں میں حدیث کی کتابیں۔

۲...... یہ عبارت اس میں کسی محمدی نے یا کسی ملحد نے محمدیوں سے مل کر ملادی ہے۔

۳...... مسیح کا مصلوب ہونا الہامی کتابوں میں چشم دید گواہوں کی معرفت قلمبند ہوا پھر اس کے برخلاف کسی بات کو کیونکر تسلیم کیا جائے۔

۴...... یوسیفس یہودی مؤرخ جو اسی زمانہ میں ہوا ہے وہ بھی یہی کہہ رہا ہے۔

جواب

۱...... انجیل برنباس کو الہامی نہ کہنا جو حواری تھا اور بیچارے لوقا کی تاریخ کو الہامی کہنا اگر تقلید قوم نہیں تو اور کیا ہے مانا کہ بمنزلہ کتب حدیث ہے تو پھر کیا ہم ان سے استدلال نہیں کرتے؟

۲...... اگر کسی محمدی نے یہ عبارت اس میں ملادی تو بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک شخص

نے اس کتاب میں ہر کتب خانہ میں جا کر الحاق کر دیا ورنہ کوئی اصل نسخہ دکھلاؤ کہ جس میں یہ عبارت نہ ہو اور وہ محمدی اور وہ ملحد بھی کہاں کا کرامتی تھا کہ جس نے آنحضرت ﷺ سے پہلے آپ کا نام لکھ دیا اور پھر روئے زمین کے نسخوں پر اس کا قابو چل گیا۔

۳...... مسیح کا مصلوب ہونا چشم دید گواہوں سے کہیں بھی قلمبند نہیں ہوا ہاں سنی سنائی بات پولوس کے مریدوں میں چلی آتی ہے۔

۴...... یوسیفس نے ہرگز اس کی گواہی نہیں دی ہے۔ محققین نصاریٰ خود مقر ہیں کہ یہ عبارت اصل نسخہ یوسیفس میں نہیں ہے بلکہ یہ پادری صاحبان کی چالاکی ہے۔

دوسرا گواہ لوقا اور متی اور مرقس کی انجیل ہے اس میں لکھا ہے کہ وہ مسیح کی صلیب شمعون قرینی پر رکھ کر صلیب دینے کے لئے چلے تھے اور یہ دستور تھا کہ جو شخص صلیب دیا جاتا تھا وہ اپنی صلیب آپ اٹھاتا تھا (تفسیر سکاٹ ۲۷متی ۳۲) گرچہ انہیں مؤرخوں نے اسی تقلید سے یہ بھی کہہ دیا کہ مسیح کو صلیب پر کھینچا۔ مگر ان کی یہ تحریر اصل واقعہ کی طرف صاف اشارہ کر رہی ہے۔ انہیں وجوہ سے خود عیسائیوں کے چند فرقے جو اسلام سے پیشتر تھے، مسیح کے سولی دیئے جانے کا انکار کرتے تھے جیسا کہ فرقہ ماسلیدی، سرنتی، کارپوکرانی، دوسیٹی، گناستی، ناصری، پوئی۔ ان کی تشریح جس کو منظور ہو وہ تاریخ کلیسا دیکھے۔ اس پر بعض پادریوں کا یہ کہنا کہ مسیح کا مصلوب ہونا اور زندہ ہونا اسی وقت سے عیسائیوں میں مسلم الکل ہو گیا تھا، دعویٰ بلا دلیل ہے۔

۱...... ''انّی متوفّیک'' وہ الٰہی خفیہ تدبیر ہے جو خدا نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بچانے کے لئے اختیار کی اور رافعک وہ الٰہی عمل ہے جو بواسطہ جبریل حرکت میں آیا۔ اس میں خدا کے لئے جہت کا ثابت کرنا محض اصل موضوع سے نکلنے کے لئے ہے۔

۲...... خدا اگرچہ جہت اور مکان سے پاک ہے مگر ''ورافعک الیّ'' میں اس نے جہت علوی کو اپنی طرف منسوب کیا ہے اب جس طرح آسمانوں کو اس کا مکان قرار دینا غلط ہے اسی طرح نیچریوں کا آسمان کی طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اٹھائے جانے سے انکار کرنا لغو ہے اور تاویلات رکیکہ ہیں جن کا کوئی اہل مذہب بھی اعتبار نہیں کر سکتا۔ یا صرف روح کی رفعت مراد لینا اور یہ کہنا کہ: ''ماقتلوہ وما صلبوہ'' میں بھی روح مراد ہے محض بیکار تاویل ہے اس لئے کہ کوئی بھی کسی کی روح کو قتل نہیں کر سکتا نہ یہود کو اس کا دعویٰ تھا نہ فخر پھر روحانی رفعت میں حضرت عیسیٰ کی کیا خصوصیت ہے وہ تو سب پیغمبروں کو حاصل ہے۔

۳...... ’’وجاعل الذین اتبعوک...... الخ!‘‘ حضرت عیسیٰ کے ماننے والے اوّل تو حواری اور ان کے تلامذہ تھے پھر جملہ عیسائی اور جملہ مسلمانان ہیں سو یہ خدا کی بشارت پوری ہوئی اس دن سے اب تک اور قیامت تک محمدی اور عیسائی حضرت عیسیٰ کے منکرین یہود پر غالب رہے اور رہیں گے۔ ان شاء اللہ!

حضرت عیسیٰ کے تخمیناً چالیس برس بعد طیطوس رومی بادشاہ یہود پر چڑھ آیا اور شہر یروشلم کو ڈھا کر تباہ کر دیا اور بیت المقدس کو بھی مسمار کر دیا اور لاکھوں بنی اسرائیل کو قتل کر دیا اور ہزاروں کو پکڑ کر لے گیا اور غلام بنایا۔ جو کچھ عیسیٰ علیہ السلام نے خبر دی تھی کہ یہ کچھ پیش آوے گا وہی پیش آیا۔ اس دن سے اور بھی رہی سہی یہود کی عزت وشوکت خاک میں مل گئی اور پھر اس دن سے لے آج تک وہی حال ہے کہ ان کی حکومت اور سلطنت نہیں۔‘‘

(تفسیر فتح المنان المشور بہ تفسیر حقانی زیر آیت:۵۵، آل عمران ج۳ ص۱۴۸ تا ۱۵۱، مکتبہ الفیصل لاہور)

اور اب اگر یہ ایک ملک اسرائیل بنائے ہوئے ہیں تو کوئی مؤرخ اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ یہ وہ اپنے بل بوتے کہیں بنا نہیں پائے یہ انگریزوں کی عربوں سے ایک انتقامی کارروائی تھی کہ انہوں نے جبراً فلسطین مسلمانوں سے خالی کرایا اور عرب ممالک میں ایک یہودی سلطنت بنا ڈالی۔

سو جس قرآن نے یہ کہا تھا کہ ان پر ہمیشہ کی ذلت اور مسکنت لاد دی گئی اس میں ایک استثناء رکھا گیا کہ یہ کسی دوسری قوم کے سہارے کوئی قوت پا جائیں تو اس سے ہمارے دعویٰ پر کوئی زد نہیں پڑتی کہ یہ اپنی قوت سے کبھی کہیں نہ اٹھ سکیں گے۔

’’ضربت علیهم الذلة این ما ثقفوا الّا بحبل من الله وحبل من الناس‘‘ (آل عمران:۱۱۲)

(ترجمہ) ماری گئی ان پر ذلت جہاں بھی یہ دیکھے جائیں۔ ماسوائے اللہ کی طاقت کے اور کسی دوسری قوم کی طاقت کے۔

۴...... یہ حقیقت ہے کہ آج بھی ان کی آزاد حکومت جو اپنے پاؤں پر قائم ہو کہیں نہیں۔ جب تک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان میں پناہ گزیں ہیں۔ یہود سے ان کے ظلم کا بارجو انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر کیا کبھی نہ اترے گا۔ اس پر ہم رفع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

مقدمہ

حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد!

جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اپنی پیدائش میں اپنی مثال آپ ہیں اپنے طول حیاۃ میں بھی ایک ہی انسان ہیں جو صرف انسانوں میں نہیں فرشتوں میں بھی ایک طویل عرصہ اپنے اسی دنیا والے جسد عنصری سے زندہ رہے۔ ان کی بھی وہاں خوراک اہل سماء کی سی ہے جس سے ان کے جسد عنصری میں جان ہے۔ یہ مسلمانوں میں عقیدہ حیات مسیح کہلاتا ہے اور تمام مسلمان اس پر متفق ہیں یہاں تک کہ اب جو لوگ اس کے درپے انکار ہوئے وہ بھی پہلے مدتوں اسی عقیدہ پر رہے۔

عقیدہ حیات مسیح کو سمجھنے کے لئے اسے واقعہ صلیب سے جاننے کی ضرورت ہے اس سے پہلے آپ کی زندگی اس دنیا میں تھی اور آپ کی اس حیات میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ واقعہ صلیب سے اس اختلافات نے راہ پائی ان میں آج چار قومیں چار مختلف نظریات رکھتی ہیں۔

واقعہ صلیب پر اٹھنے والے اختلافات

یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کی سازش کی اور اس کے لئے رومی حکومت کو پوری طرح آمادہ کر لیا۔ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان سے پوری طرح بچا لیا۔ انہیں ان سے پاک رکھا (ان کے ہاتھ بھی انہیں چھو نہ پائے) اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف آسمانوں میں اٹھا لیا۔ آپ اس وقت وہاں زندہ موجود ہیں اور یہ آپ کی پہلی زندگی ہی ہے۔ ابھی آپ نے موت کے پل کو عبور نہیں کیا۔

عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ آپ نے صلیب پر جان دی اور آپ مر کر پھر جی اٹھے۔ لوگوں کو دکھائی بھی دیئے اور پھر زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے۔ آپ قیامت سے پہلے پھر زمین پر تشریف لائیں گے اور اب کی بار آپ اپنے پورے جلال سے اتریں گے۔

آپ کی اس دوسری آمد کے دونوں قائل ہیں۔ مسلمان بھی اور عیسائی بھی لیکن عیسائی آپ کی دنیوی حیات کے قائل نہیں۔ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صلیب پر آپ کی موت ہوچکی اور اب آپ ہمیشہ کی زندگی پائے ہوئے ہیں اور قرب قیامت میں آسمان سے اتریں گے۔

بعض علماء کا آپ کی عارضی وفات کا نظریہ

بعض علماء کا گمان ہے کہ جب آپ اوپر اٹھائے گئے تو آپ کو عارضی طور پر وفات دے دی گئی تھی یا آپ کو نیند میں رکھا گیا تھا تاکہ آسمانوں پر جانے میں آپ کو گھبراہٹ محسوس نہ ہو۔ تاہم ان کی یہ عارضی وفات وہ موت نہ تھی۔ جس سے انسان عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے۔ یہ عارضی وفات آپ پر ایک بے ہوشی کے درجہ میں ڈالی گئی اور یہ وہ صورت نہیں جسے وفات مسیح کہا جاسکے۔ حضرت عزیز علیہ السلام کو جو سو سال بحالت موت رکھا گیا تھا یہ وہ موت نہ تھی جس سے انسان برزخ میں داخل ہوتا ہے۔

مگر محققین کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ پر وفات کا یہ عارضی ورود بھی نہ ہوا تھا اور آپ کا آسمانوں پر جانا بغیر موت اور نیند کے ہوا اور آپ کی اس وقت کی عنصری حیات اسلام کے مجمع علیہ مسائل میں سے ہے اور جن لوگوں نے آپ کی اس عارضی وفات کا نظریہ رکھا وہ بھی اب آسمانوں میں آپ کی اس عنصری حیات کا عقیدہ رکھتے ہیں جو پوری امت کا ہے اور وہ بھی آپ کے قیامت سے پہلے یہاں (زمین پر) دوبارہ آنے کے قائل ہیں۔ ان میں ایک بھی نہیں جو آپ کے عالم برزخ میں جانے کا عقیدہ رکھتا ہو۔ آپ جہاں بھی ہیں اپنی اسی پہلی حیات میں ہیں اور وہ موت جو یہاں ہر فرد بشر کے لئے موعود ہے، وہ آپ پر آپ کی یہاں تشریف آوری کے بعد آئے گی۔ آپ نے ابھی تک موت کا پل عبور نہیں کیا۔ یہ عقیدہ مسلمانوں میں پورے تواتر سے چلا آرہا ہے اور اس پر پوری امت متفق ہے۔

اسلام کے کسی اجماعی عقیدے کا انکار مسلمان سے ممکن نہیں

کسی مسلمان سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اسلام کے کسی اجماعی عقیدے کا انکار کرے اس امت کا اجماع کبھی باطل پر نہیں ہوسکتا۔ جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام فرداً فرداً معصوم ہیں، یہ امت اپنے اجماع میں معصوم ہے جو بات یہ اجماعاً کہیں وہ یقیناً معروف ہے اور جس سے

اجماعاً روکیں وہ یقیناً منکر ہے۔ ’’خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنکر‘‘ (آل عمران:۱۱۰)

(حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں: ’’فلم یتفق اهل السنة علیٰ ضلالة اصلاً‘‘ (منہاج السنۃ ج۳ ص۴۰۹ فصل کلام الرافعی علی قول اہل السنۃ بالقیاس الشاملہ)

سو جس پر سب جمع ہو جائیں اس کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوسکتا اب اسے یقین درجے میں حق کہا جائے گا۔

اصول فقہ کے جلیل القدر امام علامہ سرخسی (۴۸۳ھ) لکھتے ہیں: ’’جس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کریں تو وہ بمنزلہ کتاب اللہ سمجھی جائے گی۔ ما اجمع علیه الصحابة فهو بمنزلة الثابت باالکتاب‘‘ (اصول سرخسی ج۱ ص۳۱۸)

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جس طرح کتاب اللہ ہر غلطی سے معصوم ہے اس امت کا اجماع بھی معصوم ہے۔ عصمت کے اسی سائے میں قرآن جمع ہوا جو یہاں مسلمانوں کی پہلی علمی دستاویز ہے۔ اس میں قطعیت اسی عصمت سے آئی ہے اور یہی قطعیت اس امت کے اجماع کو حاصل ہے۔

توفی کا لفظ کبھی نیند کے معنی میں بھی آتا ہے

عام مسلمان توفی کی علمی بحث کو نہیں سمجھتے۔ یہ لفظ وفا سے ہے جس کے معنی پورا کرنا کے ہیں۔ ہر ایک جانتا ہے اسے مجازاً موت پر بھی بول دیتے ہیں۔ لیکن اس کے حقیقی معنی پورا لینے کے ہی رہتے ہیں۔ مجازی معنی میں بھی یہ ایک جنس ہے اور اس کی مختلف انواع ہیں۔ نیند بھی اس کی ایک قسم ہے۔ قرآن پاک میں (۱) سلا دینے اور (۲) موت دینے پر اس کا اطلاق ہوا ہے اور یہ سب مجازی استعمال کے مختلف پیرائے ہیں۔

’’اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتها والّتی لم تمت فی منامها فیمسک التی قضٰی علیها الموت ویرسل الاخریٰ الیٰ اجل مسمّی‘‘ (الزمر:۴۲)

(ترجمہ) اللہ جانوں کو وفات دیتا ہے ان کی موت کے وقت اور جو نہ مرے انہیں ان کی نیند میں۔ پھر جس پر موت کا حکم فرما دیا اسے (اس کی روح کو) روک رکھتا ہے اور دوسری ایک مقررہ مدت تک اسے (پھر اس بدن کی طرف) لاتا رہتا ہے۔

سو توفی کے معنی موت کے ہوں یا نیند کے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ توفی ان دونوں معنوں میں اپنے مجازی معنوں میں ہے۔ ان مجازی معنوں نے اس کے حقیقی معنی پورا لینے کو ختم نہیں کیا کہ اس کا عام استعمال ایک ہی ہو جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم اپنی پیدائش میں اپنی نوع میں ایک ہی فرد ہیں۔ وہ اپنی توفی میں (کہ یہاں لفظ توفی اپنے اصل معنی میں رہے) بھی ایک ہی فرد ہیں موت پر اس کا اطلاق ایک مجازی معنی ہے۔

علامہ زمخشری (۵۱۸ھ) لکھتے ہیں: ''ومن المجاز...... توفی فلان وتوفّاه الله وادرکته الوفاة'' (اساس البلاغۃ ج۲ص۳۴۸)

(ترجمہ) یہ مجاز میں سے ہے کہتے ہیں کہ فلاں فوت ہوگیا اور اللہ نے اسے وفات دی اور وفات نے اسے آلیا (وفا کے یہ معنی مجازی ہیں) اس سے پتہ چلا کہ توفی مجازاً موت کے معنی بھی دیتا ہے نہ یہ کہ اس لفظ کی وضع ہی موت کے لئے ہوئی ہے، یہ بات درست نہیں۔ مجازی معنی تبھی چلتے ہیں کہ حقیقی معنی بھی اپنی جگہ موجود ہوں۔ مجاز کا دائرہ بہت وسیع کرتے جائیں لیکن مجاز کبھی کسی کو قطعی اور یقینی سرحدوں تک نہیں لے جاتا۔

لغت میں اجتہاد نہیں ہوتا

کسی لفظ کے اصل معنی وہی ہوتے ہیں جن کے لئے اس کی وضع ہوئی لغت میں اجتہاد نہیں ہوتا ہاں کسی مناسبت سے اسے کسی دوسرے معنی میں لے آنا یہ اجتہاد ہے، اس سے مجاز کا دروازہ کھلتا ہے۔ مرزاغلام احمد کو بھی اعتراف تھا کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے نہیں یہ اس کے اجتہادی معنی ہیں۔ غور کیجئے مجاز اور کس کو کہتے ہیں۔

مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ''توفی کے معنی وفات دینے کے صرف اجتہادی طور پر ہم نے معلوم نہیں کئے بلکہ مشکوٰۃ کے باب الحشر میں بخاری اور مسلم کی حدیث جو ابن عباس سے ہے...... الخ!'' (ازالہ اوہام ص۷۶۴، خزائن ج۳ص۵۰۳)

مرزاغلام احمد نے توفی کے اپنے اختیار کردہ معنوں کو اپنے اجتہادی معنی کہا ہے سو یہ اس لفظ کے لغوی معنی نہ ہوئے ہاں یہ اس نے صحیح نہیں کہا کہ یہ صرف اس کا ہی اجتہاد نہیں محدثین نے بھی اسے ان معنی میں لیا ہے ہم اس کے دوسرے دعوے سے اتفاق نہیں کرتے

البتہ یہ بات اس میں واضح ہوگئی کہ توفی کے معنی موت لغت کے نہیں اجتہاد کے ہیں۔ سوان مجازی معنوں پر کسی عقیدے کی بنیاد نہیں رکھی جاسکتی۔

ہم یہاں اس سے بحث نہیں کررہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے لئے یہ لفظ کسی معنی میں استعمال ہوا۔ یہ بحث آپ رفع مسیح کے عنوان میں پڑھ آئے ہیں۔ یہاں ہم صرف کہنا چاہتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے پہلے ان پر نیند یا موت کا عارضی دور مانا ہے ان کے نزدیک ان کی اس سے وہ موت ہرگز مراد نہ تھی جو انسان کو عالم برزخ میں داخل کردیتی ہے وہ یہاں وفات کو بے ہوشی یا نیند کے معنی میں لیتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی توفی میں نہ موت ہوئی نہ نیند

علماء و محققین نے حضرت عیسیٰ بن مریم سے رفع کی حالت میں نیند اور موت دونوں کی نفی کی ہے۔ حضرت امام حسن بصری ابن زید اور محدث طبری نے حضرت عبداللہ بن عباس سے اس طرح نقل کیا ہے۔

علامہ ابوالسعود (۹۸۳ھ) لکھتے ہیں: ’’والصحیح انّ اللہ تعالٰی رفعہ من غیروفاۃ ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھوالصحیح عن ابن عباس‘‘ (تفسیر ابوالسعود ج۲ص۴۳ سورۃ آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور صحیح بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات اور نیند کے بغیر اوپر اٹھایا۔

(ترجمہ) حسن بصری ابن زید اور علامہ طبری کا قول مختار یہی ہے اور یہی بات حضرت عبداللہ بن عباس سے صحیح طور پر مروی ہے۔

موت کا معنی کرنے والوں کی اس سے کیا مراد رہی

آٹھویں صدی کے مشہور مفسر علامہ خازن (۷۴۱ھ) نے کہا ہے کہ اگر کہیں حضرت عیسیٰ بن مریم کے لئے اس حالت رفع میں توفی کا لفظ بھی ملے تو اسے نیند کے معنی میں لیا جائے گا کیونکہ نیند بھی توفی کی ایک قسم ہے اور اس سے آدمی عالم برزخ میں داخل نہیں ہوتا۔ آپ لکھتے ہیں: ’’المراد بالتوفی النوم ومنہ قولہ تعالٰی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والّتی لم تمت فی منامھا فجعل النّوم وفاۃً کان عیسٰی قد نام فرفعہ اللہ وھو نائم لئلا یلحقہ خوف......‘‘ (تفسیر خازن ج۱ص۲۵۱، تفسیر آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) سو آپ کی وفات بصورت نیند ہوئی آپ سو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس حالت میں اوپر اٹھا لیا تاکہ آپ کو اس پرواز میں کوئی ڈر نہ محسوس ہو۔

یہاں بھی موت کا لفظ آپ سے دور رکھا گیا توفی کا لفظ اختیار کیا گیا جو اپنے استعمال میں نیند اور موت دونوں کو شامل ہے اور اس کے حقیقی معنی پورا لینے کے ہی ہیں یہ نیند اور موت اس کے مجازی معنی ہیں اسے یوں سمجھئے:

توفی (مادہ وفا اپنے حقیقی معنوں میں)	توفی (اپنے مجازی معنی میں)
پورا لینا حقیقی معنی ہے	(۱) نیند اور (۲) موت
اس میں پورا اٹھانا ہے	اس میں صرف روح نکلتی ہے

علامہ خازن (۷۴۱ھ) سے پہلے حضرت امام فخر الدین الرازی (۶۰۶ھ) بھی یہی بات پہلے کہہ آئے ہیں: ’’**التوفی وھو جنس تحتہ انواع بعضھا باالموت وبعضھا بالاصعاد الی السماء فلمّا قال بعدہ ورافعک الیّ کان ھذا تعییناً للنّوع ولم یکن تکراراً**‘‘ (تفسیر کبیر آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) لفظ توفی وفا سے ہے اور وہ ایک جنس ہے جس کے تحت کئی انواع ہیں یعنی (توفی کی مختلف اقسام ہیں) ان میں موت بھی ہے (نیند بھی ہے) اور پورا لے جایا جانا بھی ہے (یہ اس کے حقیقی معنی ہیں) یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے آسمان کی طرف لے جایا جانا ہے۔ اس کے بعد آپ کو **رافعک الیّ** کہا گیا یہ توفی کے ایک معنی (**الاصعاد الی السماء**) کی تعیین ہے (یعنی میں تجھے پورا اپنی طرف لینے والا ہوں) سو **متوفیک** اور **رافعک** ایک ہی بات کی دو تعبیریں ہیں لیکن دوسرا بیان بطور تعیین ہے نہ کہ بطور تکرار۔

حضرت عیسیٰ کو ان لوگوں سے نکالنا یہ ان کی توفی تھی اور انہیں اپنی طرف لانا یہ ان کا رفع تھا سو یہ توفی اور رفع ایک ہی عمل کے دو پہلو رہے۔ ایک اس عمل کی ابتداء ہے اور ایک انتہاء۔

موضوع کی نزاکت اور قرآن کی فصاحت

حیاۃ کا تقابل موت سے ہے وفات کا لفظ بھی گو موت کے معنی میں مجازاً آجاتا ہے مگر قرآن کریم میں اسے کبھی حیاۃ کے مقابل نہیں لایا گیا قرآن کریم میں حیات کا لفظ

عام آیا ہے اور وفات کا بھی عام...... لیکن پورے قرآن میں کہیں حیات اور وفات کو ایک دوسرے کے مقابل ذکر نہیں کیا گیا یہ قرآن کی فصاحت ہے تا کہ لفظ وفات یا توفی کو کوئی شخص موت کے حقیقی معنی میں نہ لے سکے۔ وفات کے معنی جہاں موت کے ہوں گے انہیں ایک مجازی معنی سمجھا جائے۔

قرآن کریم میں حیات کے مقابل جب بھی کوئی لفظ آیا ہے تو وہ موت ہے موت اور حیات میں حقیقی تنافی ہے اور حیات اور وفات میں حقیقی تنافی نہیں۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی توفی میں حیات بھی برابر ساتھ رہی اور توفی بھی اور آپ زندہ آسمانوں پر لے جائے گئے۔ یہ آپ کی توفی تھی جس کا آپ کو پہلے سے وعدہ دیا گیا تھا۔

قرآن کریم میں حیات کا مقابلہ موت ہے

قرآن کریم میں آپ کو ''خلق الموت والحیاۃ'' (الملک:۲) کے الفاظ تو ملیں گے ''خلق الوفاۃ والحیاۃ'' کے الفاظ کہیں نہ ملیں گے۔ حیات کے مقابلہ میں موت ہے وفات نہیں۔

''ربّی الذی یحیی ویمیت'' (البقرہ:۲۵۸)

''یمیتکم ثم یحییکم'' (البقرہ:۲۸)

''ھو امات و احییٰ'' (النجم:۴۴)

''لایملکون موتاً ولا حیٰوۃ'' (الفرقان:۳)

''انّٰی یحیی ھذہ اللہ بعد موتھا'' (البقرہ:۲۵۹)

''انّا نحن نحی الموت'' (یٰسین:۱۲)

''اموات بل احیاء'' (البقرہ:۱۵۴)

''لایموت فیھا ولا یحییٰ'' (الاعلیٰ:۱۳)

''کفاتاً احیاء وامواتا'' (المرسلات:۲۵،۲۶)

''وانّا لنحن نحی ونمیت'' (الحجر:۲۳)

''ارنی کیف تحی الموتیٰ'' (البقرہ:۲۶۰)

''انا احی و امیت'' (البقرہ:۲۵۸)

''احیی الموتٰی باذن اللہ'' (آل عمران:۴۹)

''یخرج الحیی من المیت'' (الروم:۱۹)

''احیاکم ثم یمیتکم'' (الحج:۶۶)

''یحیی الارض بعد موتھا'' (الحدید:۱۷)

''فاحیینا بہ الارض بعد موتھا'' (فاطر:۹)

''وتوکل علی الحیی الذی لا یموت'' (الفرقان:۵۸)

''ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء''(البقرہ:۱۵۴)

''اذاً لاذقناک ضعف الحیاۃ وضعف المماۃ'' (الاسراء:۷۵)

''محیای ومماتی للہ رب العالمین'' (الانعام:۱۶۲)

''ان ذالک لمحیی الموتٰی'' (الروم:۵۰)

قرآن پاک میں آپ ایک مقام پر بھی حیات کا مقابل وفات نہ پائیں گے کیونکہ وفات کا حقیقی معنی موت کا نہیں ہے۔ موت اس کا ایک مجازی معنی ہے نہ یہ کہ لغت میں اس لفظ کی وضع موت کے لئے ہوئی۔ توفی کا مادہ ہی لفظ وفات ہے سو اس کا لازمی معنی موت کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کے برعکس توفی اور موت فعل اور فاعل کی صورت میں ملیں گے۔ توفی فعل کی صورت میں ہے اور موت اس کا فاعل ہے۔ ''حتی یتوفّٰھن الموت'' (نساء:۱۵)

اب کہئے توفی کو کیسے لغۃً موت کے معنی میں رکھا جاسکتا ہے۔

حضرت مسیح کو قرآن نے ہر جگہ لفظ موت سے دور رکھا

قرآن کریم کی شان فصاحت دیکھئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ہر جگہ لفظ موت سے دور رکھا گیا۔ احادیث وآثار میں کہیں بھی آپ کے لئے لفظ موت بصورت فعل ماضی نہ ملے گا جس طرح ابتداء میں آپ کو متوفیک میں رکھا گیا آپ نے مقام حشر میں بھی اس لفظ توفی کا اعادہ کیا۔ فلمّا توفیتنی کہا۔ توفی کو لفظ موت سے نہ بدلا۔ ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ توفی کے حقیقی معنی موت کے بھی ہیں۔ ایسا ہوتا تو قرآن میں کہیں تو یہ دو لفظ حیات اور وفاۃ ایک دوسرے کے مقابل ذکر ہوتے۔

قرآن کے الفاظ میں اتنی احتیاط آخر کس لئے اختیار کی گئی؟ اگر توفی اور موت میں کوئی فرق نہ تھا تو آپ کے لئے اس لفظ کا اس طرح التزام کیوں کیا گیا اس کو کہیں تو لفظ موت سے بدلا ہوتا۔ یہ التزام صرف اس لئے کیا گیا کہ کوئی شخص لفظ توفی سے مغالطہ میں کہیں آپ کی موت ہو چکنے کا عقیدہ اختیار نہ کر لے۔ حضرت امام حسن بصری، امام ابن زید اور محدث الطبری کی یہ تصریح آپ دیکھ آئے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی توفی لفظ موت سے کنارے پر ہی رہی ہے۔

قادیانیوں کے واقع کردہ سات مغالطے

قادیانی جب اصل حقائق کا سامنا نہیں کر پاتے تو ناواقف حال مسلمانوں کو چند عامۃ الورو مغالطوں میں گھیرتے ہیں۔ نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں ان کے ان چند مغالطوں کا بھی رد کرتے جائیں جن کے بل بوتے یہ براہ دجل ہمارے بے علم بھائیوں کو اس عقیدہ میں متزلزل کرتے ہیں۔

پہلا مغالطہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس زمین کو انسانی زندگی اور موت کا محل بتایا ہے انسان یہیں زندہ رہتے ہیں یہیں مرتے ہیں اور یہیں سے وہ قبروں سے حشر کے دن اٹھائے جائیں گے۔ ’’**ولکم فی الارض مستقر ومتاع الٰی حین قال فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون**‘‘ (الاعراف:۲۴،۲۵)

(ترجمہ) اور تمہیں زمین میں ہی ٹھہرنا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک۔ فرمایا تک اسی میں زندہ رہو گے اور اسی میں مرو گے اور اسی جگہ سے تم اٹھائے جاؤ گے۔

اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ اس عنصری بدن سے آسمان پر زندہ موجود بیٹھے ہوں۔

الجواب: اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کی جگہ عام پیرائے میں بے شک یہی بتائی ہے لیکن اگر وہ خرق عادت کے طور پر کسی کو کہیں اور جگہ بھی رہنے دے تو کوئی اسے روکنے والا نہیں۔ آخر آدم علیہ السلام بھی تو کچھ عرصہ اوپر ملاء اعلیٰ میں رہے تو اگر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بھی کچھ عرصہ وہاں رہیں تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ’’یعنی عموماً تمہارا مسکن اصلی ومعتاد یہی زمین ہے اگر خرق عادت کے طور پر کوئی شخص کسی وقت ایک معین مدت کے لئے اس سے اوپر اٹھا لیا جائے مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیا جو شخص چند روز یا چند گھنٹے کے لئے زمین سے جدا ہوکر ہوائی جہاز میں مقیم ہو یا فرض کیجئے وہیں مرجائے وہ ’’فیھا تحیون وفیھا تموتون‘‘ کے خلاف ہوگا کیونکہ وہ اس وقت زمین پر نہیں ہے۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۲۰۴)

دوسرا مغالطہ

اوپر کا جہاں پاک ہے وہاں ناپاکی کے لئے کوئی جدا خطہ نہیں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو وہاں پیشاب کا تقاضا ہو تو وہ قضائے حاجت کے لئے کہاں جاتے ہوں گے روحانی زندگی کے یہ تقاضے نہیں لیکن عنصری حیات تو ان سے بالا نہیں سمجھی جاسکتی۔

الجواب: وہاں کی غذا مادی نہیں جس سے اجسام کا تغذیہ وتنمیہ ہو وہاں کی غذا محض روحانی ہے۔ جس طرح وہاں کی زندگی میں بڑھاپے کے آثار نہیں آتے اس طرح وہاں کے رہنے والوں کو اس قسم کے تقاضے نہیں ہوتے جو یہاں کی مادی خوراک کھانے والوں کو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی جس قدرت سے انہیں وہاں جگہ دی ہے اس کی اسی قدرت سے ان پر یہ تقاضے روک لئے گئے ہیں۔

تیسرا مغالطہ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں سب سے زیادہ بزرگی حضور اکرم ﷺ کو دی ہے اور آپ کے روضہ اطہر کو سب سے زیادہ انوار وبرکات کا محل بنایا ہے فرشتے ہر وقت وہاں تبلیغ صلوٰۃ وسلام کے لئے حاضر رہتے ہیں۔

اب اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر رہنے کی عزت دی گئی تو اس سے ان کی حضور اکرم ﷺ پر فضیلت لازم آتی ہے۔

غیرت کی جا ہے عیسیٰ زندہ ہو آسمان پر   مدفون ہو زمین میں شاہ جہاں ہمارا

الجواب: ملاء اعلیٰ میں کسی کی مادی زندگی نہیں روحانی زندگی کا تقابل روحی زندگی سے اور مادی زندگی کا مادی زندگی سے ہوسکتا ہے۔ ملاء اعلیٰ میں جو ہزاروں فرشتے ہیں کیا وہ درجۃً جملہ اولاد آدم سے افضل ہیں؟ نہیں انبیاء کرام علیہم السلام اس زمین پر چلتے بھی فرشتوں سے

بزرگ و برتر رہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو یہ بزرگی دی کہ انہیں یہودیوں کی پکڑ سے نکال کر بالآخر حضور ﷺ کے روضہ میں جگہ دی جو خیر بقاع الارض ہے رستے میں ان کا کچھ وقت کے لئے اوپر ٹھہرنا ایک جبریلی نسبت کے تقاضے کے طور پر رہا۔ بالآخران کا مستقر روضہ آنحضرت ﷺ ہی رہا جو جنت کا ایک باغ ہے۔’’روضة من ریاض الجنة‘‘اپنے اشعار کی اس طرح تصحیح کرلیں:

عزت کی جا ہے عیسیٰ اس ہی زمیں میں اتریں   مدفون ہے جہاں پہ شاہ جہاں ہمارا

چوتھا مغالطہ

معراج کی رات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس میں ان پیغمبروں میں دیکھا گیا جو عالم برزخ کے لوگ تھے اور پھر انہیں آسمانوں میں بھی ان انبیاء میں دیکھا گیا جو یہاں موت کا پل عبور کر چکے۔ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کوئی ایسا شخص جس پر ابھی موت نہ آئی ہو وہ عالم برزخ کے رہنے والوں سے اس طرح بے تکلف ملے۔

الجواب:۱...... آنحضرت ﷺ جب معراج پر گئے تو آپ اپنی دینوی زندگی میں تھے اور مسجد اقصیٰ میں آپ عالم برزخ کے مسافروں سے ملے اوران سے ہمکلام بھی ہوئے اس سے معلوم ہوا عالم دنیا کے لوگوں اور عالم برزخ والوں کا آپس میں ملنا محالات میں سے نہیں ہے۔ یہ اللہ کی قدرت کا ایک نشان تھا جو اللہ تعالیٰ نے حضور کو دکھانا چاہا۔’’لنریه من اٰیاتنا انّه هوالسمیع البصیر‘‘(الاسراء:۱) میں اس طرف اشارہ ہے۔

۲...... یہ ملنا کسی خواب یا کشف کی بات نہیں جس طرح آپ کا انہیں ملنا حقیقی ملنا تھا اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا عالم برزخ کے ان مسافروں سے ملنا کیوں حقیقی پیرائے میں نہیں ہوسکتا؟ حضور ﷺ کا اس رات حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ملنا حقیقی طور پر ملنا تھا جس میں کسی شک اور تردد کو کوئی راہ نہیں مل سکتی۔

قرآن کریم میں ہے:’’ولقد اٰتینا موسٰی الکتاب فلا تکن فی مریة من لقائه‘‘ (السجدہ:۲۳)

(ترجمہ)اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب سو مت رہ کسی شک میں ان کے ملنے سے۔

یعنی تم جو موسیٰ سے شب معراج میں ملے تھے وہ سچی حقیقت ہے کوئی دھوکہ یا نظر بندی نہ تھی۔

۳...... حضورﷺ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معراج کی رات فوت شدہ انبیاء میں دیکھنا یہ ابہام پیدا نہیں کرتا کہ آپ بھی لازماً فوت ہوچکے ہوں۔ خصوصاً حضرت عیسیٰ نے اپنی اس ملاقات میں اپنا پھر سے زمین میں آنا کھلے طور پر آپ سے بیان بھی کردیا ہو۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں: ''**لمّا کانت لیلة اسری برسول اللہ ﷺ لقی ابراھیم وموسٰی وعیسٰی فتذاکروا الساعة فبدء وا بابراھیم فسألوہ عنھا فلم یکن عندہ منھا علم ثم سألوا موسٰی فلم یکن عندہ منھا علم فردّ الحدیث الٰی عیسٰی بن مریم فقال قد عھد الی فیما دون وجبتھا فامّا وجبتھا فلا یعلمھا الا اللہ فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتلہ**''

(سنن ابن ماجہ ص۲۹۹ قرطبی ج۱۶ص۱۰۵، تفسیر سورۃ زخرف:۶۱)

(ترجمہ) جب وہ رات آئی جس میں رسول اللہ ﷺ کو اوپر کی سیر کرائی گئی۔ آپ حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملے اور ان سب پیغمبروں کی قیامت پر گفتگو چلی۔ حضرت ابراہیم سے بات شروع ہوئی آپ سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا لیکن آپ کو اس کے وقت کا (کہ یہ کب واقع ہوگی) کوئی علم نہ تھا پھر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا آپ کو بھی اس کا کوئی علم نہ تھا پھر بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آئی آپ نے فرمایا ہاں! اللہ تعالیٰ نے اس کے واقع کے ہونے سے پہلے مجھ سے ایک عہد لیا ہوا ہے۔ (میرا زمین پر پھر جانا ہوگا) البتہ قیامت کے واقع ہونے کی گھڑی کو ایک اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا پھر آپ نے خروج دجال کا بھی ذکر کیا اور فرمایا پھر میں زمین پر اتروں گا اور اسے (دجال کو) قتل کروں گا۔

پانچواں مغالطہ

۱...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر زکوٰۃ اور نماز فرض تھی۔ انہوں نے خود کہا: ''**واوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ ما دمت حیّاً**'' (مریم:۳۱)

سوال یہ ہے کہ آپ آسمانوں پر اپنے ان فرائض کو کیسے ادا کرتے ہوں گے؟ وضو کہاں کرتے ہوں گے اور بیت المقدس کی طرف منہ کیسے کرتے ہوں گے۔ کیا وہ فرشتوں کو زکوٰۃ دیتے ہوں گے؟ کیا فرشتے غریب ہیں اور ان پر زکوٰۃ لگ سکتی ہے؟

الجواب: ۱…… حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نماز اور زکوٰۃ فرض کی ہے تو اس سے ان کی مراد اس زمینی زندگی کی نماز وزکوٰۃ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم تکلیف بنایا ہے جہان بدل جائے تو انسان مکلّف نہیں رہتا جب آپ آسمانوں پر لے جائے گئے تو ظاہر ہے کہ آپ پر دنیا کے احکام باقی نہ رہیں گے۔ نماز روزے کے ان احکام کے ساتھ ہی ہے۔ ''وبراً بوالدتی'' (کہ میں اپنی والدہ کے ساتھ نیکی کرتا رہوں) بھی تو ہے کیا اس حکم کا یہ بھی تقاضا ہے کہ آپ کی والدہ بھی ساتھ ہی آسمانوں پر لے جائی جائیں تاکہ آپ وہاں اپنی والدہ سے حسن سلوک کرتے رہیں؟ پھر کیا آپ اس کا یقین کر سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ماں کی گود میں ہی نماز فرض ہوگئی تھی؟ کیونکہ یہ جملہ آپ نے اسی وقت کہا تھا یا یہ کہ آپ اسی وقت بالغ ہوگئے تھے؟ سو یہ نماز وزکوٰۃ کا حکم اسی وقت کے لئے جب آپ بالغ ہوں۔

۲…… جب آپ کا اس آسمانی زندگی میں تغذیہ وتنمیہ نہیں ہو رہا نہ آپ کے بدن پر مرور ایام کے آثار آرہے ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ فرشتوں کی سی زندگی گزار رہے ہیں اور آپ کی غذا بھی وہی ہے جو اہل سماء کی ہے۔ سو اس صورت میں آپ کی نماز فرشتوں کی سی ہوگی اور آپ کا قبلہ بیت المقدس نہیں بیت المعمور ہوگا فرشتوں کی نماز کے لئے وضو کا حکم نہیں وہ ہر وقت وضو میں ہوتے ہیں ان کا وضو ٹوٹتا ہی نہیں نہ کبھی ان کا خون بہا کہ خون بہنے سے وضو ٹوٹ جائے۔

۳…… ہم پر نماز کب فرض ہوتی ہے جب سورج طلوع وغروب اور دلوک کی منزلوں سے گزرتا ہے جب آسمانوں پر طلوع وغروب نہیں تو حضرت عیسیٰ پر یہاں کی نمازیں لازم نہ ہوں گی آپ وہاں اہل سماء کی سی نمازیں ادا کریں تو اس حکم الٰہی ''اوصانی بالصلوٰۃ والزکٰوۃ ما دمت حیاً'' (مریم:۳۱) کا تقاضا پورا ہو جاتا ہے۔ زکوٰۃ ہر مسلمان پر اعتقاداً فرض ہے عملاً اس وقت فرض ہوتی ہے جب کوئی صاحب نصاب ہو۔ آنحضرت ﷺ کبھی صاحب نصاب نہ ہوئے مگر زکوٰۃ کی فرضیت کا ہمیشہ اعلان فرماتے رہتے۔

۴...... نبی کے مال پر زکوٰۃ اس لئے بھی نہیں ہوتی کہ زکوٰۃ مال کو پاک کرتی ہے اور نبی کا مال پہلے سے ہی پاک ہوتا ہے۔ ناپاکی اس کے قریب نہیں پھٹکتی سو نبی کی طرف جب زکوٰۃ دینے کی نسبت ہو تو اس سے امر بالزکوٰۃ بھی مراد ہوسکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت اسماعیل کے بارے میں فرمایا: ''وکان یأمر اھله بالصلوٰۃ والزکوٰۃ وکان عند ربه مرضیاً'' (مریم:۵۵)

۵...... تفسیر میں اس آیت ''اوصانی بالصلوٰۃ والزکوٰۃ'' میں اس وسعت عمل کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

یعنی جب تک میں زندہ رہوں جس وقت اور جگہ کے مناسب جس قسم کی صلوٰۃ وزکوٰۃ کا حکم ہو اس کی شروط وحقوق کی رعایت کے ساتھ برابر ادا کرتا رہوں۔ جیسے دوسری جگہ مؤمنین کی نسبت فرمایا: ''الذین ھم علیٰ صلاتھم دائمون'' (المعارج:۲۳) اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر آن اور ہر وقت نمازیں پڑھتے رہتے ہیں بلکہ یہ مراد ہے کہ جس وقت جس طرح کی نماز کا حکم ہو ہمیشہ پابندی سے تعمیل حکم کرتے ہیں اور اس کی برکات وانوار ہمہ وقت ان کو محیط رہتی ہیں۔ کوئی شخص یہ کہے کہ ہم جب تک زندہ ہیں نماز زکوٰۃ روزہ اور حج وغیرہ کے مامور ہیں تو کیا اس کا یہ مطلب لیا جائے گا کہ ہر ایک مسلمان مامور رہے کہ ہر وقت نماز پڑھتا رہے ہر وقت زکوٰۃ دیتا رہے۔ (خواہ نصاب کا مالک ہو یا نہ ہو) ہر وقت روزے رکھتا رہے اور ہر وقت حج کرتا رہے۔ حضرت مسیح کے متعلق بھی ''مادمت حیاً'' کا ایسا ہی مطلب سمجھنا چاہئے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ''یاد رہے کہ لفظ صلوٰۃ کچھ اصطلاحی نماز کے ساتھ مخصوص نہیں۔ قرآن نے ملائکہ اور بشر سے گزر کر تمام جہاں کی طرف صلوٰۃ کی نسبت کی ہے۔''

''الم تر انّ الله یسبح له من فی السمٰوات والارض والطیر صافات کل قد علم صلوٰته وتسبیحه والله علیم بما یفعلون'' (النور:۴۱)

(ترجمہ) کیا تم نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین کی ہر مخلوق اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے اور پر باندھے ہوئے پرندے بھی۔ ہر ایک نوع مخلوق اپنے ہاں کی نماز اور تسبیح جانتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان سب کے کاموں کو خوب جاننے والے ہیں۔

’’یہ بھی بتادیا کہ ہر چیز کی تسبیح وصلوٰۃ کا حال اللہ ہی جانتا ہے کہ کس کی صلوٰۃ وتسبیح کس رنگ کی ہے۔اسی طرح زکوٰۃ کے معنی بھی اصل میں طہارت نماء برکت اور مدح کے ہیں جن میں سے ہر ایک معنی کا استعمال قرآن وحدیث میں اپنے اپنے موقع پر ہوا ہے۔‘‘
(تفسیر عثمانی ص۴۱۰،تفسیر سورۃ مریم:۳۱)

چھٹا مغالطہ

آسمانوں کا کوئی حسی وجود نہیں یہ حدنگاہ ہے جو خلا میں ہمیں نظر آتی ہے یہ سمندر کا عکس ہے جس نے اس حدنگاہ کو نیلا بنارکھا ہے۔جب آسمانوں کا اپنا کوئی وجود نہیں تو اس میں حضرت عیسیٰ بن مریم کیسے رہ رہے ہوں گے۔سائنس کی دنیا کہتی ہے کہ آسمانوں کا کوئی حسّی وجود نہیں یہ خلا ہے جس میں ایک نہیں کئی سیارے بیک وقت تیر رہے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:’’کلّ فی فلک یسبحون‘‘ (الانبیاء:۳۳)

الجواب: ’’حدیث میں آیا ہے کہ ایک آسمان کے اودر دوسرا آسمان ہے، دوسرے پر تیسرا۔اسی طرح سات آسمان اوپر نیچے ہیں اور ہر ایک آسمان سے دوسرے تک پانچ سو برس کی مسافت ہے۔نصوص میں یہ تصریح نہیں کی گئی کہ اوپر جو نیلگونی چیز ہم کو نظر آتی ہے وہ ہی آسمان ہے ہوسکتا ہے کہ ساتوّں آسمان اس کے اوپر ہوں اور یہ نیلگونی چیز آسمان کی چھت گیری کا کام دیتی ہو۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۷۴۵،تفسیر سورۃ ملک:۳)

قرآن کریم کی ان نصوص سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ تعالیٰ نے واقعی آسمانوں کی تخلیق کی ہے اور ان کا ایک حسّی وجود ہے۔’’اللہ الذی خلق سبع سمٰوات ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھم لتعلموا انّ اللہ علیٰ کل شئ قدیر وان اللہ قد احاط بکل شئ علما‘‘ (الطلاق:۱۲)

(ترجمہ) اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان (ان کی تخلیق کی) اور زمین بھی اتنی ہی۔اترتا ہے اس کا حکم ان کے اندر تاکہ تم جانو کہ اللہ ہر چیز کرسکتا ہے اور اللہ کے علم میں سمائی ہے ہر چیز کی۔

’’زمینیں بھی سات پیدا کیں جیسا کہ ترمذی وغیرہ کی احادیث میں ہے، ان میں

احتمال ہے کہ نظر نہ آتی ہوں اور احتمال ہے کہ نظر آتی ہوں مگر لوگ ان کو کواکب سمجھتے ہوں۔ جیسا کہ مریخ وغیرہ کی نسبت آج کل حکماء یورپ کا گمان ہے کہ اس میں پہاڑ، دریا اور آبادیاں ہیں۔ باقی حدیث میں جو ان زمینوں کا اس زمین کے تحت ہونا وارد ہے وہ شاید باعتبار بعض حالات کے ہو اور بعض حالات میں وہ زمینیں اس سے فوق ہو جاتی ہوں۔

(تفسیر عثمانی ص۷۴۲، سورۃ الطلاق:۱۲)

(نوٹ) ہم شیخ الاسلام کے ان حوالوں سے آسمانوں کے وجود پر استدلال نہیں کررہے ہیں۔ مغالطہ دینے والوں کے مذکورہ استدلال میں ایک اور احتمال سامنے لارہے ہیں اس احتمال کے سامنے آنے سے ان کا استدلال باقی نہیں رہتا۔ ’’اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ‘‘اس نکتہ میں مخالف مدعی ہیں اور ہم نے بطور مدعیٰ علیہ اس میں احتمال لاکر مدعی کے دعوے کو توڑ دیا ہے۔

ساتواں مغالطہ

چاند سے آگے جائیں تو کرہ نار کو عبور کرنا پڑتا ہے یہاں تپش ہی تپش ہے کسی زندہ وجود کا وہاں سے گزرنا ناممکن ہے پھر آگے کرہ زمہریر ہے جس میں ٹھنڈک ہی ٹھنڈک ہے اس میں کوئی ذی روح زندہ نہیں رہ سکتا سو کسی ذی روح کا آسمانوں پر جانا ان کروں کو عبور کئے بغیر کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا۔ سو آسمان ان اجرام فلکیہ سے آگے کہیں ہوں بھی تو یہ بات تسلیم نہیں کی جاسکتی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وہاں کسی طرح جا پہنچے۔

الجواب: آگ اور ٹھنڈک سے گزرنا اور ہے اور وہاں ڈیرے لگانا اور ہے۔ کسی ذی روح کا انتہائی سرعت رفتار سے ان سے گزر جانا ناممکن نہیں۔ کیا آگ کے اونچے شعلوں سے ایک عام آدمی بھی سرعت رفتار سے اپنا ہاتھ نہیں گزار سکتا؟ جب یہ ممکن ہے تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بھی اگر اس پیرائے میں وہاں سے گزرے ہوں بالخصوص جب کہ حضرت جبریل امین بھی ساتھ ہوں، یہ کس طرح ناممکن نہیں۔ حضرت آدم اور حضرت حواء علیہما السلام انہیں کروں کو عبور کرکے زمین پر پہنچے۔ اگر حضرت آدم آسمانوں سے ان کروں کو عبور کرتے ہوئے زمین پر آسکتے ہیں تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بھی ان کروں کو عبور کرکے زمین سے آسمانوں پر جاسکتے ہیں۔ ’’انّ مثل عیسیٰ عنداللہ کمثل آدم‘‘ (آل عمران:۵۹)

کیا یہ بات حقیقت نہیں کہ حضرت خاتم النّبیین ﷺ معراج میں ان تمام کروں اوراجرام فلکی کوعبور کر کے آسمانوں سے کہیں آگے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچے اوراپنی انہی عنصری آنکھوں سے اس عالم کو دیکھا اورآپ کی آنکھ مبارک ذرا بھی کسی غلطی کا شکار نہ ہوئی۔

’’اذ یغشی السدرة ما یغشی ما زاغ البصر وما طغی لقد رأی من آیات ربه الکبریٰ‘‘ (النجم:۱۶تا۱۸)

(ترجمہ) جب چھا رہا تھا سدرۃ المنتہیٰ پر جو چھایا ہوا تھا نہ بہکی نگاہ اور نہ حد سے آگے گئی بے شک دیکھے آپ نے اپنے رب کے بڑے بڑے نمونے۔

یہ بات کہ آنکھ مبارک اس جہاں کی جلوہ ریزیوں کو سہہ گئی ذرا نہ چندھیائی بتلا رہی ہے کہ آنکھیں اس عالم عنصری کی تھیں اور وہ جہاں بہت اوپر کا تھا۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ آپ معراج میں اپنے اس جسد عنصری سے ان تمام اجرام فلکی کو عبور کرتے ہوئے اس بلندی پر پہنچے تھے اورحضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھایا تھا اوراس کی آپ کو پہلے سے خبر دے دی تھی ’’ورافعک الیّ‘‘ سو یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کرہ ناریہ اورکرہ زمہریر سے گزر نہ سکتے تھے اور یہ بنا بر سرعت رفتار یا فعل خداوندی ممکن نہ تھا۔

ہم نے ان کے ان عامۃ الورودسات مغالطّوں کو یہاں اس لئے نقل کیا ہے کہ کوئی مسلمان منکرین کی اس قسم کی سطحی باتوں سے متاثر ہوکر کتاب وسنت کے قطعی مسائل میں کسی شک اور تردد کو راہ نہ دے۔ اب ہم براہ راست حیاۃ مسیح کا موضوع شروع کرتے ہیں۔ اس موضوع میں ہم رفع عیسیٰ بن مریم اور نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جیسے مباحث کو نہیں لارہے انہیں ہم نے اپنے اپنے موضوع میں علیحدہ بیان کیا ہے۔ یہاں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ جس طرح عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام متواترات اسلام میں سے ہے اس طرح عقیدہ حیات مسیح بھی کتاب وسنت اور صحابہ وتابعین کے تسلسل سے پوری امت میں اجماع اور تواتر کے ساتھ منقول ہوا ہے۔

حیات مسیح علیہ السلام

الحمد ﷲ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امابعد!

یوں تو حیات مسیح کے موضوع پر بیسیوں کتابیں لکھی گئیں لیکن بیشتر میں توفی اوررفع ونزول کے مباحث علمی معرکے بن گئے اورعوام کے لئے سیدھے سادھے لفظوں میں آپ کی آسمانی حیات یا یہاں آپ کے مرگ ناآشنا ہونے کا عقیدہ پوری طرح واضح نہ ہوسکا۔ہم نے کوشش کی ہے کہ یہاں توفی اوررفع ونزول کے مباحث سے بچ کر براہ راست حیات مسیح عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر کچھ لکھا جائے۔آپ سے کھلے طور پر موت کی نفی کی جائے اورآپ کے لئے کھلے بندوں یہاں کی حیات عنصری کا اقرار کیا جائے۔ **وماذالک علی اللہ بعزیز!**

۱...... حیات مسیح پر قرآن کی پہلی دلیل

قرآن نے حضرت عیسیٰ بن مریم سے الوہیت کی نفی کئی پیرایوں میں کی ہے۔سورہ المائدہ آیت:۱۷ میں آپ سے الوہیت کی نفی آپ کے محل موت ہونے سے کی گئی کہ جس پر موت اتر سکے وہ لائق عبادت نہیں ہوسکتا۔معبود ہونے کے لائق وہی ہے جس پر کبھی موت نہ آئے اورنہ وہ کبھی موت کا مورد بنے۔حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام تو موت کا مورد ہیں ان پر وفات آئے گی گوکسی وقت آئے سووہ عبادت کے لائق نہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوررسالت میں الوہیت مسیح کا عقیدہ وضع نہ ہوا تھاان کے رفع الی السماء کے بعد پولوس نے مسیحی دین کوایک نئی شکل دی اوراس میں الوہیت مسیح کا عقیدہ داخل کیا گیا۔آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری کے وقت عیسائی عام طور پراسی عقیدہ پر تھے۔نجران کے نصاریٰ جوحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا بھی یہی اعتقاد تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے دور کے عیسائیوں کوکہا کہ اگر اللہ تعالیٰ حضرت مسیح پر بلکہ پوری دنیا کے انسانوں پرموت وارد کرے توتم حضرت مسیح اللہ تعالیٰ کا کیا بگاڑ سکتے ہو۔اسے اس سے کیسے روک سکیں گے۔لازماً تمہیں اس کے فیصلے کے آگے جھکنا ہوگا کہ عبادت کے لائق وہی ایک ہے جس پرکبھی موت واردنہ ہوپائے۔تم خودسوچوکہ اس صورت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کس طرح شان الوہیت رکھنے والے ہوسکتے ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ کہنا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان پر موت وارد کرے تو وہ خدا کا کیا بگاڑ سکیں گے بتلاتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت تک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر موت نہ آئی تھی تبھی تو موت کو یہاں ایک مفروضہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ہاں! نزول قرآن کے بعد اگر آپ پر اس کا ورود ہوا تو جو اس کا مدعی بنے گا بار ثبوت اسی کے ذمہ ہوگا۔ قرآن تو یہی کہے گا کہ خدا نے ابھی تک آپ کو مرگ آشنا نہیں کیا۔ ہاں وہ اس پر قادر ضرور ہے۔

ماضی سے جو یقین حاصل ہوتا ہے وہ امکان سے نفی الوہیت کے لئے یہ کہنا کہ آپ پر موت آچکی زیادہ بلیغ ہے۔ بایں طور کہنے سے کہ آپ پر آئندہ موت آسکتی ہے اور سے کوئی نہ روک سکے گا۔ اگر آپ پر موت ہو چکی ہوتی تو قرآن یہ پیرایہ استدلال اختیار نہ کرتا کہ موت آپ پر آسکتی ہے۔ اس سے قرآن مقام بلاغت سے گرتا ہے۔ بلاغت اس میں ہے کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو۔

الوہیت کی نفی حضرت مسیح سے کس طرح کی گئی

حضرت مسیح جب آسمان پر اٹھائے گئے تو ان کی والدہ حضرت مریم زندہ تھیں۔ اس کے چھ سال بعد ان کی وفات ہوئی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انہیں زمین پر زندہ چھوڑ کر گئے تھے انہیں وہاں اپنی والدہ کی وفات کا پتہ دیا گیا ہو، اس کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔ سو وہ اپنی والدہ کے بارے میں اسی مؤقف پر ہوں گے جس پر کہ وہ انہیں چھوڑ کر گئے تھے کہ جہاں دنیا کے اور لوگ ہیں وہیں ان کی والدہ بھی ہوں گی۔ سو آپ سے الوہیت کی نفی آپ کے اسی حال کے مطابق کی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ آپ پر آپ کی والدہ پر اور اس جہان کے دوسرے لوگوں پر موت وارد کرے تو حضرت مسیح اس میں کیا کر سکیں گے۔ سب کو حکم الٰہی کے آگے جھکنا ہوگا۔ سو حکم الٰہی کے آگے جھکنے پر مجبور ہو وہ کبھی الٰہ (لائق الوہیت) نہیں ہوسکتا۔ آپ کی والدہ پر گو موت آچکی ہو لیکن آپ سے الوہیت کی نفی اسی صورت میں کی جارہی ہے کہ جب آپ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اس وقت تک حضرت مریم کی وفات نہ ہوئی تھی۔ اس مکمل صورتحال کو سامنے لاکر آپ سے الوہیت کی نفی کی جائے۔ کلام وہی بلیغ ہے جو مقتضائے حال

کے مطابق ہو اور حال کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کی والدہ کو بھی اس فہرست میں رکھا جائے جن پر ابھی حضرت عیسیٰ بن مریم کے زعم میں موت نہیں آئی۔

اب سورۃ المائدہ کی اس آیت پر غور فرمائیں کہ یہ کس واضح پیرایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے موت وارد ہو چکنے کی نفی کر رہی ہے۔

’’لقد کفر الذین قالوا انّ اللہ ھو المسیح بن مریم قل فمن یملک من اللہ شیئاً ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم وامّہ ومن فی الارض جمیعاً‘‘ (المائدہ:۱۷)

(ترجمہ) بے شک کافر ہوئے وہ لوگ جنہوں نے کہا خدا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہی ہے۔ آپ انہیں کہہ دیں اللہ کے ہاں کون کوئی اختیار رکھتا ہے اگر وہ مسیح کو، اس کی والدہ کو اور روئے زمین کے تمام لوگوں کو فنا کی گھاٹی پر اتار دے۔

اس سے پتہ چلا کہ ابھی تک حضرت عیسیٰ بن مریم پر ہلاکت (موت کی گھڑی) نہیں آئی اگر آ چکی ہوتی تو اس دوسرے پیرایہ میں آپ سے الوہیت کی نفی اس سے زیادہ بلیغ تھی۔

ایک سوال: قرآن کے اس استدلال کے مقابل عیسائی کہہ سکتے ہیں کہ اگر باپ بیٹے پر موت وارد کرے تو ممکن ہے بیٹا باپ کو روک لے ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ اگر باپ بیٹے پر موت وارد کرے تو بیٹا کیا کر لے گا۔ یہ اسی وقت دیکھا جائے گا جب خدا ایسا کرے۔

مسلمان اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ گو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو علم نہیں کہ ان کی والدہ فوت ہو چکی مگر تمہیں تو (عیسائیوں کو) علم ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ جب خدا نے حضرت مریم پر موت وارد کی تھی اس وقت کسی نے خدا کا کیا کر لیا تھا۔ حضرت مسیح اگر خدا کی خدائی میں حصہ دار تھے تو انہیں بھی اس کا پتہ چلا ہو گا وہ بھی خدا کو اس سے نہ روک سکے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ خدائی فیصلے کے آگے نہ حضرت مسیح علیہ السلام کوئی دم مار سکتے ہیں نہ اور کوئی اور اس کے سوا کوئی ہرگز لائق الوہیت نہیں۔ اس دوسری صورت میں اس آیت میں ماں کا لفظ (وامّہ) محل استشہاد میں ہو گا کہ اس دعوے پر عہد گزشتہ کی ایک شہادت بھی پیش کر دی گئی ہے۔ بایں صورت وامہ سے پہلے ’’وقد اھلک‘‘ محذوف مانا جائے گا اور یہاں ماں کا ذکر استشہاداً مانا جائے گا۔

سپین کے مایہ ناز عالم علامہ قرطبی مالکی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: ’’**فاعلم اللّٰہ تعالیٰ انّ المسیح لو کان الٰھاً لقدر علیٰ دفع ما ینزل بہ او بغیرہ وقد امات امہ ولم یتمکن من دفع الموت عنھا**‘‘ (تفسیر قرطبی ج۶ ص۱۱۹، المائدہ:۱۷)

(ترجمہ) سو اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ اگر مسیح خدا کی طاقت رکھتے تو آپ پر یا کسی دوسرے کوئی افتاد آئے تو آپ اس کے دور کرنے پر قادر ہوتے اور اللہ تعالیٰ نے تو آپ کی والدہ پر موت وارد کی اور آپ اپنے والدہ سے موت کو نہ روک سکے۔

علامہ ابوالسعود (۹۸۴ھ) بھی یہاں ماں کے ذکر کو استشہاد مانتے ہیں، آپ لکھتے ہیں: ’’**وتخصیص امہ بالذکر مع اندراجھا فی ضمن من فی الارض بزیادۃ تاکید عجز المسیح ولعل نظمھا فی سلک من فرض ارادۃ اھلاکھم مع تحقیق ھلاکھا قبل ذالک لتاکید التبکیت ...... کانہ قیل قل فمن یملک من اللّٰہ شیئاً ان اراد ان یھلک المسیح بن مریم وامہ ومن فی الارض وقد اھلک امہ فھل مانعہ احد فکذا حال من عداھا من الموجودین**‘‘ (تفسیر ابوالسعود ج۳ ص۲۰، المائدہ:۱۷)

(ترجمہ) والدہ کا ذکر علیحدہ خاص طور پر کیا گیا حالانکہ وہ (حضرت مسیح کے خیال میں) ’’**من فی الارض حیاً**‘‘ میں بھی تو شامل تھی۔ یہ مسیح کے عاجز ہونے کی زیادہ تاکید کے طور پر ہے اور ترتیب میں باوجودیکہ اس پر موت متحقق ہوچکی اسے ان لوگوں کے ساتھ لانا جن پر ابھی موت نہیں آئی، مسیح کی زیادہ بے بسی کے لئے ہے۔ بات گویا یوں رہی ’’آپ کہہ دیں کہ اللہ کے مقابل کون یہ اختیار رکھتا ہے کہ اگر وہ مسیح اور دوسرے لوگوں کو جو اس وقت زمین پر زندہ موجود ہیں، موت دے تو کون ہے جو اسے روک سکے؟ اور وہ اس سے پہلے اس کی والدہ کو وفات دے بھی چکا ہے سو کیا کوئی اسے روکنے والا ہوا اور یہی حال ان کا ہے جو ان کے والدہ کے بعد اب موجود ہیں۔‘‘ (یعنی مسیح اور روئے زمین کے سب زندہ افراد ہوں یا کوئی اور زندہ مخلوق۔ کوئی نہیں جو اسے روک سکے)

یہ ساتویں صدی کے بعد دسویں صدی ہجری کی شہادت ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ابھی مرگ آشنا نہیں ہوئے گو ان کی والدہ فوت ہوچکی اور دیگر ہزاروں انسان

اب بھی زمین پر زندہ موجود ہیں۔ دسویں صدی میں یا اس کے بعد کسی معروف مفسر نے اس کی تردید نہیں کی اب تیرہویں صدی میں پھر اس کی تائید سنئے۔

علامہ محمود آلوسی (۱۲۹۱ھ) روح المعانی میں لکھتے ہیں: ''**ولعلّ نظمها فی سلک من فرض اهلاکهم مع تحقق هلاکها قبل لتاکید التبکیت وزیادہ تقریر مضمون الکلام بجعل مالها انموذجالحال بقیة من فرض اهلاکه**''

(تفسیر روح المعانی ج۶ ص۹۹، المائدہ:۱۷)

(ترجمہ) حضرت مریم کو اس لڑی میں رکھنا جن کی موت ابھی (واقع نہیں ہوئی صرف) فرض کی جارہی ہے باوجودیکہ ان پر موت آچکی اس لئے ہے کہ اس کی عاجزی اور زیادہ واضح ہو جسے اللہ کے مقابل لایا جارہا ہے۔ اس صورت میں مضمون زیادہ پختہ ہوتا ہے کہ حضرت مریم کے حال کو نمونہ کے طور پر سامنے لایا جائے ان کے لئے جن کی موت ابھی فرض کی جارہی ہے۔

والدہ کا ذکر ساتھ لانے میں اس کی حکمت

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ ان کی والدہ کا ذکر اور روئے زمین کے تمام انسانوں کا ذکر اس لئے ہے کہ یہ سب ایک جنس کے ہیں۔ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جب رحم مادر میں رہے تو وہ دیگر بشری کمزوریوں سے کس طرح دور رہ سکتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ ان سب کو موت دینا چاہے تو کون اس کے منہ آسکتا ہے۔

حضرت علامہ نسفی (۷۰۱ھ) لکھتے ہیں: ''**والمعنی ان من اشتمل علیه رحم الامویة حتی یفارقه نقص البشریة ومن لاحت علیه شواهد الحدثیة انٰی یلیق به نعت الربوبیة ولو قطع البقاء عن جمیع ما اوجد لم یعد نقص الٰی الصمدیة**''

(مدارک التنزیل ج۱ ص۳۸۸، المائدہ:۱۷)

(ترجمہ) اس کا معنی یہ ہے کہ رحم مادر جس کے شامل رہا ہو بشری کمزوری اس سے کیسے اٹھ سکتی ہے اور جس پر حادث ہونے کے اتنے شواہد روشن ہوں وہ کیسے معبود ہونے کے لائق ہوسکتا ہے اور اگر ہر اس چیز سے جو اس نے پیدا کی بقا اٹھا لے تو اس کی شان صمدیت میں کچھ بھی نقص لازم نہ آئے گا۔

معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے ساتھ آپ کی والدہ کا ذکر قطع نظر اس کے کہ وہ اس وقت فوت ہو چکی ہیں یا نہ بیٹے کو ماں کے ساتھ شریک جنس بتانے کے لئے ہے۔

قرآن کا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے لئے یہ عنوان اختیار کرنا کہ موت ان پر آسکتی ہے بتلاتا ہے کہ ابھی موت ان پر نہیں آئی تاہم وہ مورد موت ہیں اور کبھی ان پر موت آسکتی ہے۔ یہ حیاۃ مسیح پر قرآن کی کھلی دلیل ہے۔

ماں کا ذکر تاکید تبکیت کے لئے ہے

دو شخص آپس میں لڑ رہے تھے ایک نے طیش میں آکر دوسرے کو کہا تو سامنے آ تجھے دیکھتا ہوں اور اپنے باپ کو بھی بلالے اب کوئی تمہیں میری گرفت سے نہ نکال سکے گا۔ وہ اس طرح اپنی قوت اور قدرت کا رعب ڈال رہا تھا۔

اسے معلوم تھا کہ اس کا باپ بیس سال پہلے کا مر چکا ہوا ہے لیکن اس شخص کا مطلب صرف اس پر رعب ڈالنا تھا اور اس پر اپنی قوت جتلانا تھا، اس کے والد کو زندہ ثابت کرنا نہ تھا اسے عاجز کرنے کے لئے تھا کہ اگر وہ بھی آجائے تو اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ اس تاکید تبکیت کے لئے حضرت مسیح کے ساتھ ان کی والدہ کو بھی زندوں کی فہرست میں پیش کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی پر موت ڈالنا چاہے تو کوئی اس کے ہاتھ کو نہ روک سکے گا۔

اس آیت میں اختلاف معمولین

اس آیت میں فعل ان یہلک کے دو مفعول ہیں (۱) عیسیٰ بن مریم اور (۲) ان کی والدہ۔ یہاں دوسرے معمول کے لئے ایک فعل مقدر مانا جائے گا جیسے ماں کے لئے یہاں فعل وقد اھلک امہ مانا گیا ہے۔

بعض مقامات پر دو معمول ایک فعل کے تحت آجاتے ہیں لیکن فعل کا تعلق ایک معمول سے ہوتا ہے اسے اختلاف معمولین کہتے ہیں۔ اس صورت میں دوسرے معمول کا فعل مقدر مانا جاتا ہے۔

ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اپنی گائے کو بھوسہ اور پانی دیا وہ کہتا ہے: ’’علفتها تبناً وماء بارداً ‘‘ (میں نے اسے بھوسہ کھلایا اور ٹھنڈا پانی) پانی کھلانے کی چیز نہیں پلانے کی ہے سو اصل فقرہ یہ تھا: ’’علّفتها تبناً واشربتها ماءً بارداً‘‘

(ترجمہ) میں نے اس سواری کو بھوسہ کھلایا اور اسے ٹھنڈا پانی پلایا۔

ایک فعل کے ساتھ دو مختلف معمولوں کو لانا ترکیب کے لحاظ سے گو وقت طلب ہے لیکن محاورہ اور بلاغت کے لحاظ سے اس کا ایک اپنا مقام ہے۔

قرآن کریم میں ہے:

۱...... ’’وله ما سكن فى الليل والنهار‘‘ (الانعام:۱۳)

سکون رات کو ہوتا ہے دن کو نہیں اصل عبارت یہ ہے کہ: ’’وله ماسكن فى الليل ونشر فى النهار‘‘ دوسرے معمول کے لئے دوسرا فعل نکالنا پڑے گا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مورد موت ہونے کے ساتھ آپ کی والدہ کا ذکر اشتہاداً ہوگا اور اس کے لئے دوسرا فعل لانا ہوگا۔ اس صورت میں تقدیر عبارت یوں ہوگی۔

’’ان اراد ان يهلك المسيح ابن مريم وامّه ومن فى الارض وقد اهلك امّه‘‘ (تفسیر ابی السعود ج۳ص۲۰، المائدہ:۱۷)

اس صورت میں ’’من فى الارض جميعاً‘‘ کا عطف ’’مسيح بن مريم وامّه‘‘ پر ہوگا صرف وامّه پر نہیں۔

مدارک میں ہے: ’’وعطف من فى الارض جميعاً على المسيح وامّه ابانة انهما من جنسهم لا تفاوت بينها وبينهم‘‘ (مدارک التنزیل المائدہ:۱۷)

سو یہاں ماں کے ذکر سے حیات مسیح پر کسی قسم کا شک نہ کیا جانا چاہئے۔ قرآن سے واضح ہے کہ ابھی خدا نے ان کی موت کا ارادہ نہیں کیا۔ مسلمان اس عقیدہ کو قرآن سے لیتے ہیں کہ ابھی تک عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر موت نہیں آئی اور وہ زمین کی دوسری زندہ مخلوق کی طرح (آسمانوں میں) زندہ ہیں۔

مفعول معہ کی ایک مثال

قرآن کریم میں: ’’ان اراد ان يهلك المسيح ابن مريم وامّه‘‘ مفعول معہ ہے۔ ایک شخص کہتا ہے: ’’میں نے نیل کے کنارے کنارے سیر کی۔‘‘ اسے عربی میں یوں کہیں گے۔ ’’سرت والنّيل‘‘ یہاں والنّیل مفعول معہ ہے۔ پانی کا کام سیر کرنا نہیں چلنا ہے۔ یہ کہنا ہو کہ: ’’میں اور نیل اکھٹے چلے‘‘ تو یہ کہنا پڑے گا۔ ’’سرت وجرى النّيل‘‘ واؤ عاطفہ جمع کے لئے ہوگی۔ مفعول معہ اپنے مقابل کے ساتھ فعل میں شریک نہیں۔ حضرت عیسیٰ

بن مریم کے ساتھ وامّہ بطور مفعول معہ ہے ضروری نہیں کہ وہ ’’ان یھلک ‘‘ کے تحت ہو اس کے لئے ایک دوسرا فعل مقدر مانا جائے گا اور تقدیر عبارت یوں ہوگی ’’وقد اھلک امّہ‘‘

ایک سوال: یہاں حضرت عیسیٰ پر ہلاکت آنے کی نفی ہے موت کی نفی نہیں اس لئے اسے حیاۃ مسیح کی دلیل نہیں مانا جاسکتا۔

الجواب: عربی میں ہلاکت مطلق فنا کے معنی میں بھی آتا ہے۔ضروری نہیں کہ اس سے بری طرح کی موت ہی مراد ہو۔

علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’المراد بالاھلاک الاماتۃ والاعدام مطلقا لا عن سخط وغضب‘‘ (روح المعانی ج۶ ص۹۹، المائدہ:۱۷)

(ترجمہ) اہلاک سے مراد مطلق موت دینا ہے اور مطلق نفی کرنا اہلاک سے ناراضگی اور غصے کی موت مراد نہیں۔

قرآن کریم میں قانون وراثت میں مرحوم کے لئے مات کی بجائے ھلک وارد ہوا ہے اب کون کہہ سکتا ہے کہ اہلاک غصے اور ناراضگی کی موت کو کہتے ہیں۔

’’ان امروء ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد‘‘ (النساء:۱۷۶)

سو یہ کہنا صحیح نہیں کہ سورہ المائدہ کی آیت حضرت مسیح بن مریم سے ہلاکت کی نفی کررہی ہے موت کی نہیں۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا کہنا کہ اگر میں چاہوں کہ مسیح عیسیٰ علیہ السلام کو ہلاک کردوں بتلاتا ہے کہ جب قرآن کی یہ آیت اتری اس وقت تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے موت کے پل کو عبور نہ کیا تھا۔ یہ کسی آئندہ وقت میں آنے والی موت کا وعدہ تھا۔ ہم نے اس آیت کو عقیدہ حیات مسیح میں پہلے اس لئے پیش کیا ہے کہ اس میں واضح پیرایہ میں آپ سے موت کی نفی کی گئی ہے اور وہ بھی لفظ ہلاکت (موت) سے۔ سو یہ لفظ نص قرآن سے حضرت عیسیٰ پر موت وارد ہوچکنے کی نفی ہے۔

۲...... حیات مسیح پر قرآن کی دوسری دلیل

پیشتر اس کے کہ ہم حیات مسیح پر اور آیت پیش کریں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے دو ضروری باتیں گزارش کردی جائیں جن کے سمجھنے سے اس آیت کا سمجھنا بہت آسان ہوجائے گا جو ہم یہاں پیش کرنا چاہتے ہیں۔

۱...... اس وقت سب اہل کتاب حضرت مسیح پر ایمان لائے ہوئے نہیں یہودی تو پہلے سے ہی آپ کے خلاف ہیں، عیسائیوں نے بھی آپ پر بہت حد تک اپنے یقین کو کھو دیا ہے اور پیشتر دہریت میں گم ہوگئے ہیں جو انہیں مانتے ہیں ان کا ایمان بھی آپ پر صحیح پیرایہ میں نہیں ہے۔

۲...... لوگوں نے خاص طور پر ڈاکٹروں نے کئی یہودیوں کو ہسپتالوں میں مرتے دیکھا کبھی کسی نے نہیں بتایا کہ اس نے کسی کے منہ سے آخری وقت مسیحی کلمہ سنا ہو یا کسی نے کہا ہو کہ میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لاتا ہوں۔ سو قادیانیوں کا یہ کہنا کہ ہر یہودی مرنے سے پہلے ضروری طور پر حضرت مسیح پر ایمان لاتا ہے، یہ صحیح نہیں اور وہ لوگ جو لمبی بے ہوشی کے بعد بے ہوشی میں ہی مرتے ہیں وہ کیسے مرتے وقت کسی خاص عقیدے پر آتے ہوں گے۔ کیا یہودیوں میں ایسے کیس کبھی نہ ہوئے ہوں گے کہ مرنے سے پہلے وہ کسی لمبی بے ہوشی میں چلا جائے کہتے ہیں وہ کومہ میں چلا گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ بے ہوش ہونے سے پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے ہوں گے یا مرنے کے بعد لائے ہوں گے۔

آیئے! اب قرآن کریم کی اس پیش گوئی پر غور کریں کہ ایک وقت آئے گا کہ تمام اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئیں گے اور یہ ایمان لانا بھی کوئی ڈھکا چھپا نہیں ہوگا۔ حضرت عیسیٰ کے ہاتھ پر ہوگا اور آپ قیامت کے دن ان ایمان لانے والوں پر ان کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ قرآن کریم کے چھٹے پارے کی سورہ النساء میں یہ پیش گوئی موجود ہے۔

’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً‘‘ (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور نہ ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر یہ کہ وہ ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسیٰ بن مریم پر ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے (کہ یہ سب آپ پر ایمان لائے تھے) اب جب کہ جملہ اہل کتاب خصوصاً یہودی آپ پر ایمان نہیں لائے ہوئے۔ معلوم ہوا ابھی تک حضرت عیسیٰ پر موت نہیں آئی۔ اس آیت کی رو سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی موت سے پہلے پہلے جملہ اہل کتاب کا ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے جملہ ادیان وملل ایک ہو جائیں گے اور سوائے ملت اسلام کے اور کوئی دین باقی نہ رہے گا۔

پھر یہ بھی ہے کہ یہاں ایک آئندہ دور کی خبر دی جارہی ہے یہ نہیں کہا جارہا ہے کہ اس وقت جو یہودی مرتا ہے وہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لاکر مرتا ہے۔ گو اسے اس ایمان کا آخرت میں کوئی فائدہ نہ ہو۔ ایسی بے فائدہ بات اتنے بڑے اہتمام سے اور نون ثقیلہ کی تاکید سے نہیں کہی جاسکتی خصوصاً اس وقت جب کہ عام مشاہدہ انسانی کھلے پیرایہ میں اس کا انکار کررہا ہے۔

مرزا غلام احمد ان دونوں باتوں میں دو غلطیوں کا شکار ہے (۱) آیت کے آخری الفاظ ’’**قبل موتہ**‘‘ میں وہ ضمیر کو حضرت عیسیٰ کی طرف راجع تسلیم نہیں کرتا۔ (۲) وہ اس آیت کو کسی آئندہ دور کی خبر نہیں مانتا، اسے حال گردانتا ہے کہ یہ اب ہورہا ہے کہ ہر یہودی مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لاتا ہے گو اس کا پتہ کسی کو نہ چلے۔

یہ دوسری بات کہنے کی اسے اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اگر اس آیت کو کسی آئندہ دور (عہد قیامت) کی خبر مانا جائے کہ ہر کتابی اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام لے آئے گا اور جملہ ملتیں ایک ہو جائیں گی تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا اس دور میں پھر سے موجود ہونا ماننا پڑتا ہے اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ وہ اب بھی زندہ کہیں موجود ہوں اور قیامت سے پہلے یہاں دوبارہ آئیں۔

اب ہم ان دونوں باتوں پر اس ترتیب سے بحث کرتے ہیں۔ پہلا سوال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جن میں قرآن کریم اترا اور وہ سب سے زیادہ قرآن کو سمجھنے والے تھے وہ **قبل موتہ** میں ضمیر کو کدھر لوٹاتے ہیں۔ پھر یہ دیکھا جائے گا کہ ان کے مقتدر شاگردوں نے اس ضمیر کو کدھر راجع مانا ہے۔

’’**لیؤمنن بہ قبل موتہ**‘‘ میں دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ کی طرف لوٹتی ہیں۔

۱...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی خبر دی اور اسے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آگے روایت کیا تو آپ نے اس پر قرآن کریم کی یہ آیت استشہاداً پڑھی۔

صحیح بخاری میں ہے: ’’**ثم یقول ابوھریرۃ فاقرؤا ان شئتم من القرآن وان من اھل الکتاب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ**‘‘ (صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۰ باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

(ترجمہ) اس پر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے چاہو تو اس پر قرآن کی یہ آیت پڑھ لو کہ اہل کتاب میں سے کوئی باقی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آئے، ان کی موت سے پہلے (حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے)

اس پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں: ''**ففیہ دلالۃ ظاھرۃ علیٰ ان مذھب ابی ھریرۃ فی الآیۃ ان الضمیر فی موتہ یعود الیٰ عیسیٰ علیہ السلام**''

(شرح صحیح مسلم ج۱ص۸۷ باب نزول عیسیٰ بن مریم حاکما)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے یہ کہنے سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا مذہب یہی ہے کہ **فی موتہ** میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے یعنی ان کے ہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ضروری ہے کہ جملہ اہل کتاب آپ پر ایمان لا چکے ہوں۔

جب ابھی تک ایسا نہیں ہوا کہ سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں، ثابت ہوا ابھی تک حضرت عیسیٰ پر موت نہیں آئی۔ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مجتہد درجے کے صاحب علم تھے اور آپ فن تفسیر میں صاحب مذہب تھے۔ امام نووی کی شہادت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ساتویں صدی تک اونچے علماء تک مذہب کی نسبت ہرگز کوئی عیب نہ سمجھی جاتی تھی نہ اسلام میں مختلف مذاہب مسلمانوں کے لئے کسی تفرقے کی علامت سمجھے جاتے تھے مذہب سے مراد ان کا علمی مؤقف ہوتا تھا۔

غلام احمد کا دعویٰ کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر غلط سمجھی

اگر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسے معنی کہے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقامات پر محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت سے متعلق ہیں۔ اکثر ابوہریرہ ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ص۲۳۴، خزائن ج۲۱ص۴۱۰)

۲...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی شہادت

ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جب حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت سنی تو فرمایا: ''**ان کان ما یقول ابوھریرۃ حقاً فھو عیسیٰ یقول اللہ وانہ لعلم للساعۃ**'' (تفسیر محدث عبدالرزاق ج۲ص۱۹۹، الزخرف:۶۱)

(ترجمہ) ابوہریرہ جو روایت کررہے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے مراد حضرت

عیسیٰ علیہ السلام ہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو قیامت کی ایک علامت ٹھہرایا ہے۔

علامہ قرطبی (۶۷۱ھ) حضرت ابن عباس کا مذہب ان الفاظ میں نقل کرتے ہیں:

’’والصحیح انّ اللہ تعالیٰ رفعه الی السماء من غیر وفاة ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ‘‘

(تفسیر قرطبی ج۴ص۱۰۰، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بغیر موت اور نیند کے آسمان میں اٹھالیا حضرت حسن اور ابن زید نے ایسا کہا ہے ابن جریر طبری نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی صحیح طور پر یہی منقول ہے۔

علامہ قسطلانی (۹۲۳ھ) شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں: **’’وان من اھل الکتاب احداً الّا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی وھم اھل الکتاب الذین یکونون فی زمانه فتکون الملة واحدة وھی ملة الاسلام وبھٰذا جزم ابن عباس فیما رواہ ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح‘‘**

(ارشاد الساری ج۵ص۴۱۹ باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

(ترجمہ) اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ ضرور ایمان لے آئے گا حضرت عیسیٰ پر حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو آپ کے اس زمانے میں ہوں گے اور تمام مذاہب ایک ہوجائیں گے اور وہ ایک ملت اسلام ہوگی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بات بڑے جزم سے کہی ہے۔ جیسا کہ ابن جریر نے حضرت سعید بن جبیر کے واسطے سے سند صحیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ہم نے اس آیت کی تفسیر کہ **قبل موته** میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے دو جلیل القدر صحابہ سے نقل کردی ہے کسی صحابی سے اس کے خلاف منقول نہیں یہی حضرات ہیں جو قرآن کریم کو بہتر سمجھنے والے تھے۔

دو جلیل القدر صحابہ کے بعد دو جلیل تابعی حضرات کی شہادت

۱...... حضرت حسن بصری (۱۱۰ھ) اس آیت کی اس طرح تفسیر کرتے ہیں: **’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته قال لا یموت احد منھم حتی یومن بعیسٰی قبل ان یموت‘‘** (تفسیر امام حسن بصری ج۲ص۳۷۹ و تفسیر عبدالرزاق ج۱ص۱۷۷، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) آپ نے فرمایا اہل کتاب سے کوئی نہ مرے گا جب تک کہ وہ عیسیٰ پر ایمان نہ لے آئے وفات سے پہلے پہلے۔

’’قال قبل موت عیسیٰ واللہ انہ الآن لحیّ عنداللہ ولکن اذا نزل اٰمنوا بہ اجمعون‘‘ (تفسیر الحسن بصری ص۳۷۸، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ایسا ہوگا۔ بخدا آپ اس وقت اللہ کے ہاں زندہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ جب آپ اترے تو اس وقت تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

سو امام حسن بصری کے ہاں ’’**الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ**‘‘ سے یہی مراد ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک مرے نہیں۔

’’عن الحسن (الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ) قال عیسیٰ لم یمت بعد‘‘ (تفسیر الحسن بصری ص۳۷۸)

۲...... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ (۱۱۸ھ) نے اسے اور زیادہ واضح کر دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۰ھ) اپنی تفسیر میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ (۱۱۸ھ) سے نقل کرتے ہیں: ’’**عن قتادۃ فی قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسیٰ اذا نزل اٰمنت بہ الادیان کلہا**‘‘ (تفسیر عبدالرزاق ج۱ ص۱۷۷، تفسیر ابن جریر ج۶ ص۱۴، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں **قبل موتہ** سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے آپ جب نازل ہوں گے سب ادیان آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

سو یہ ایمان لانا اس وقت کی بات ہے جب آپ زمین پر اتریں گے۔

اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں جو سب اہل کتاب کے ایمان لانے کا بیان ہے۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے قبل ہوگا۔ آپ جب اتریں گے تمام ادیان آپ پر ایمان لے آئیں گے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہم کی اس تفسیر کے بعد اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ابھی موت نہیں آئی آپ ابھی تک زندہ ہیں اور آپ پر موت نہیں آئی۔

اب اس احتمال کو بھی اگر کچھ راہ دی جائے کہ قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف لوٹتی ہے۔ تب بھی آیت کا معنی یہ ہوگا:

اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے اپنی موت سے پہلے۔

سواس صورت میں بھی یہ کسی آئندہ دور کی خبر ہی رہے گی اور یہ بات بھی قطعی ہے کہ وہ دور حضرت عیسیٰ کے نازل ہونے کے بعد کا ہوگا جب سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے۔ سو ضمیر کے کتابی کی طرف لوٹانے سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر زندہ ہونے کی نفی نہیں ہوتی۔ ہم اس پر ایک اور تابعی مفسر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۰ھ) کی شہادت پیش کرتے ہیں۔ آپ بر سبیل احتمال قبل موتہ کی ضمیر کتابی کی طرف لوٹاتے ہیں اور پھر کھلے لفظوں میں حیاۃ مسیح کا عقیدہ ان الفاظ میں پیش کرتے ہیں: ’’کل صاحب کتاب فانہ یؤمن بعیسیٰ قبل موت صاحب الکتاب‘‘ (تفسیر مجاہد النساء:۱۵۹)

’’ورفع اللہ عیسیٰ حیاً‘‘ (تفسیر مجاہد ص۱۸۱، النساء:۱۵۷)

(ترجمہ) ہر کتابی اپنی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائے گا (جب آپ زمین پر اتریں گے) اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کو زندہ اٹھایا ہوا ہے۔ پھر امام مجاہد نے تو آپ پر موت آنے کی کھلے لفظوں میں نفی بھی کر دی۔

’’رفع عیسیٰ علیہ السلام ولم یمت‘‘ (ایضاً ص۳۸۷، مریم:۵۷)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھالئے گئے اور آپ پر (ابھی تک) موت نہیں آئی۔

علامہ قرطبی (۶۷۱ھ) نے مجاہد ضحاک سدی اور قتادہ رحمہم اللہ سے حضرت عیسیٰ کے قیامت سے پہلے پھر آنے کا عقیدہ ایک سا نقل کیا ہے۔ (تفسیر قرطبی ج۱۶ ص۱۰۵، الزخرف:۶۱)

حضرت سعید بن جبیر تابعی رحمۃ اللہ علیہ (۹۴ھ) کہتے ہیں اس آیت کی صحیح تفسیر یہی ہے:

’’وان من اھل لکتاب الّا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وھم اھل الکتاب الذین یکونون فی زمانہ فتکون الملۃ واحدۃ وھی ملۃ الاسلام‘‘

(مدارک التنزیل ج۱ ص۴۱۴، النساء:۱۵۹ شاملہ)

(ترجمہ)اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ حضرت عیسیٰ پر ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے۔ یہ وہ اہل کتاب ہیں جو حضرت عیسیٰ کے دور میں ہوں گے۔اس وقت (سب ملتیں ختم ہوکر) ایک ہی ملت رہ جائے گی اور وہ ملت اسلام ہوگی۔

معلوم ہوا اس آیت میں ایمان لانے والے اہل کتاب سے مراد صرف وہ کتابی ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوسری آمد کے وقت دنیا میں موجود ہوں گے وہ سب حضرت مسیح علیہ السلام پر ایمان لائیں گے۔ یہ کہنا کہ اس وقت کے اہل کتاب بھی ان میں شامل ہیں اور وہ اپنی وفات سے پہلے برابر آپ پر ایمان لا رہے ہیں اس سے فضول بات شاید ہی تاریخ مذاہب میں کسی محقق نے کہی ہو۔

علامہ قرطبی مالکی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: ’’والمعنی لیؤمنن به من کان حیاً حین نزوله یوم القیامة قاله قتادة وابن زید وغیرهما واختاره الطبری وروی یزید بن زریع عن رجل عن الحسن فی قوله تعالٰی وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسٰی والله انه لحیّ عندالله الآن ولٰکن اذا نزل آمنوا به اجمعون ونحوه عن الضحاک‘‘(۱۰۷ھ) وسعید بن جبیر (۹۴ھ) (الجامع لاحکام القرآن ج۶ ص۱۳، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ)اور آیت کا معنی یہ ہے کہ جو اہل کتاب آپ کے قیامت کے دن نازل ہونے کے وقت زندہ ہوں گے سب آپ پر ایمان لائیں گے یہ بات مفسر قتادہ، ابن زید اور کئی دوسروں نے بھی کہی ہے۔ اسی کو ابن جریر الطبری نے اختیار کیا ہے اور یزید بن زریع نے حضرت حسن بصری سے نقل کیا ہے کہ **قبل موته** سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے خدا کی قسم آپ اب بھی اللہ کے ہاں زندہ ہیں لیکن جب آپ نازل ہوں گے سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے ایسا ہی ضحاک سے اور امام سعید بن جبیر سے مروی ہے۔

ہم اس وقت صحابہ وتابعین سے سند نہیں لا رہے ہم حضرت عیسیٰ کے زندہ ہونے پر قرآن کے الفاظ **قبل موته** سے سند لا رہے ہیں۔ ان سے یہ نفی موت ان کے لئے اس وقت حیات کی دلیل ہے۔

صحابہ اور تابعین کے یہ حوالے اس تفسیر کی تائید میں ہیں جو ہم نے اس آیت سے پیش کی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ جب حضورﷺ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کے قریب آنے کی حدیث روایت کرتے تو عام مجمعوں میں پکار پکار کر کہتے کہ یہی بات تم بے شک قرآن میں پڑھ لو اور پھر یہ آیت پڑھتے جس سے ہم حیات مسیح پر سند لا رہے ہیں۔ آپ تین دفعہ اسے دہراتے اس سے آپ کی قوت یقین کا پتہ چلتا ہے کہ آپ کے سامنے اس آیت کی تفسیر کس قطعی اور یقینی درجے میں تھی۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ دوسرے صحابہ میں سے کسی نے آپ کے ان کھلے اعلانات سے اختلاف نہیں کیا تو اس سے ہمیں اجماع صحابہؓ کی سند بھی مل جاتی ہے۔ یہ امت اب تک کسی غلط بات پر جمع نہیں ہوئی۔ اجماع صحابہؓ معصوم ہے اس پر ہم کسی دوسری جگہ بحث کر چکے ہیں۔

اب آیئے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کی تفسیر کے بعد اگلے جلیل القدر مفسرین سے اس کی تائید حاصل کریں۔

جلیل القدر مفسرین کے ہاں قبل موتہ کا مرجع

صحابہ وتابعین کی شہادت کہ **قبل موتہ** میں ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں ہم تفسیر عبدالرزاق (۲۱۰ھ) کے حوالوں سے ذکر کر آئے ہیں اب یہ بھی دیکھئے کہ کس طرح بعد کے جلیل القدر مفسرین اسی مذہب پر چلے ہیں، ان کا مذہب یہی ہے۔

۱...... تفسیر ابن جریر الطبری (۳۱۰ھ) میں بھی اسے **اولی الاقوال بالصحۃ** کہا گیا ہے کہ سب اقوال میں یہی صحت کے زیادہ قریب ہے۔

۲...... اب اگلی صدی میں چلیں علامہ ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی البصری (۴۵۰ھ) لکھتے ہیں: ’’**احدھا الّا لیؤمننّ بالمسیح قبل موت المسیح اذا نزل من السماء وھذا قول ابن عباس وابی مالک وقتادہ ابن زید**‘‘

(تفسیر الماوردی ج۱ ص۵۴۴ طبع بیروت، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) مگر یہ کہ وہ اہل کتاب حضرت عیسیٰ بن مریم پر حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے جب وہ آسمان سے اتریں گے ضرور ایمان لے آئیں گے۔ یہی قول حضرت ابن عباس کا اور ابو مالک کا اور قتادہ مفسر کا اور ابن زید کا ہے۔

۳...... اب آیئے اگلے صدی میں چلیں۔ شیخ ابونصر احمد بن الحسن البخاری (۵۱۹ھ) میں لکھتے ہیں: ''نیست از اہل کتاب ہیچ کسے کہ نہ بگر دو پیش از مرگ عیسٰی و ایں ایمان یاس بود خداوند تعالیٰ ایمان یاس نپذیرد...... و روز قیامت عیسٰی علیہ السلام بر ایشاں گواہ بود۔''

(تفسیر زاہدی ج۱ ص۳۳۸، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اہل کتاب میں کوئی نہیں کہ حضرت عیسٰی پر ان کی وفات سے پہلے ایمان نہ لے آئے یہ ایمان یاس ہے اور اللہ تعالیٰ اس وقت کے ایمان کو قبول نہیں کرتا (ایمان یاس کو) اور عیسٰی علیہ السلام ان ایمان لانے والوں پر قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔

(نوٹ) مرنے کے وقت جو ایمان لائیں صرف ان کا ایمان ایمان یاس شمار ہوگا دوسروں کا نہیں۔ اپنے اختیار اور خوشی سے ایمان لانے والے یقیناً اللہ کے ہاں قبول ہوں گے اور ان پر حضرت عیسٰی قیامت کے دن (ایمان لانے کے) گواہ ہوں گے۔

تعجب ان لوگوں پر ہے جو کہتے ہیں کہ اس وقت ہر یہودی اور عیسائی اپنے مرنے سے پہلے حضرت عیسٰی پر ایمان لاتا ہے اور وہ اپنے ایمان لانے پر حضرت عیسٰی کو گواہ بھی مانتے ہیں۔ ''بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست۔''

۴...... آیئے اب اگلی صدی میں چلیں۔ امام فخرالدین الرازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں:

''الجواب عن اصل السوال ان قوله قبل موته ای قبل موت عیسٰی والمراد انّ اهل الکتاب الذین یکونون فی زمان نزوله لا بد وان یؤمنوا به. قال بعض المتکلمین انه لا یمنع نزوله من المساء الی الدنیا...... الخ''

(تفسیر کبیر ج۱۱ ص۲۶۳، النساء:۱۵۹ شاملہ)

اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے: ''**قبل موته**'' اس سے مراد حضرت عیسٰی کی موت سے پہلے پہلے ہے۔ اس سے مراد وہ اہل کتاب ہیں جو آپ کے نزول کے وقت ہوں گے وہ ضرور آپ پر ایمان لائیں گے۔ بعض متکلمین کہتے ہیں آپ کے آسمان سے زمین پر اترنے کا ہرگز انکار نہ کیا جائے۔

حضرت علامہ نسفی (۷۰۱ھ) بھی چھٹی صدی میں یہی کہہ گئے ہیں: ''**الضمیر ان لعیسٰی یعنی وان منهم احداً الّا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی وهم اهل**

الکتاب الذین یکونون فی زمان نزوله روی انه ینزل من السماء فی آخرالزمان فلا یبقی احد من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به حتی تکون الملة واحدة وهی ملة الاسلام'' (مدارک التنزیل ج۱ ص۴۱۴، النساء:۱۵۹ شاملہ)

(ترجمہ) دونوں ضمیریں حضرت عیسیٰ کی طرف لوٹتی ہیں اہل کتاب سے وہ اہل کتاب مراد ہیں جو آپ کے نزول کے وقت ہوں گے۔ یہ بات حدیث کے مطابق ہے کہ یہ تب ہوگا جب آپ آخری دور میں آسمان سے اتریں گے۔ تب کوئی اہل کتاب میں نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ آپ پر ایمان لائے اور تمام دین ختم ہو جائیں اور ایک ہی دین باقی رہ جائے گا اور وہ ملت اسلام ہوگی۔

۵...... آٹھویں صدی کے تین مقتدر عالم یہی بات کہتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت جمہور اہل علم کی آواز یہی تھی کیونکہ کسی معروف عالم سے ان تین عالموں کے اس دور کی تردید ہم تک نہیں پہنچی۔

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) لکھتے ہیں: ''وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته والقول الصحیح الذی علیه الجمهور قبل موت المسیح'' (الجواب الصحیح ج ۱ ص ۳۲۹ مطبع المجد)

علامہ خازن (۷۴۱ھ) بھی اسی صدی کے ہیں آپ لکھتے ہیں: ''والمعنی وما من احد من اهل الکتاب الّا لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ وذالک عنه نزوله من السماء فی آخرالزمان'' (تفسیر خازن ج۲ ص۲۰۳، النساء:۱۵۹)

اب آٹھویں صدی میں پھر آیئے۔ حافظ ابن کثیر الدمشقی (۷۷۴ھ) لکھتے ہیں: ''وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به (یعنی بعیسیٰ) قبل موته یعنی قبل موت عیسیٰ یوجه ذٰلک الٰی ان جمیعهم یصدقون به اذا نزل یقتل الدجال فتصیر الملل کلها واحدة'' (تفسیر ابن کثیر ص۳ ۲۷۴، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اس آیت میں قبل موته سے مراد قبل موت عیسیٰ ہے۔ اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ نزول فرمائیں گے تو سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور سب ملتیں ایک ہو جائیں گی۔

۶…… اب اگلی صدی میں چلئے۔نویں صدی کے علامہ جلال الدین سے سنئے۔آپ نے بھی قبل موتہ میں دونوں باتیں درج کی ہیں،ضمیر کتابی کی طرف ہو یا حضرت عیسیٰ کی طرف اور پھر دوسری بات کو حدیث سے موجہ اور مؤکد بتلایا ہے۔

’’او قبل موت عیسیٰ لما ینزل قرب الساعۃ کما ورد فی حدیث‘‘ (جلالین ج۱ص۱۳۵، النساء:۱۵۹)

۷…… اب دسویں صدی میں چلیں۔ دسویں صدی کے مجدد حضرت ملا علی قاری (۱۰۱۴ھ)’’نزول عیسیٰ من السماء‘‘ کے تحت لکھتے ہیں:’’قال اللہ تعالیٰ وان من اھل الکتاب الخ ای قبل موت عیسیٰ بعد نزولہ عند قیام الساعۃ فیصیر الملل واحدۃ وھی ملۃ الاسلام الحنفیۃ‘‘ (شرح فقہ اکبر ص۱۳۶ مجتبائی)

یہاں ہمارا استدلال قبل موت عیسیٰ کے الفاظ سے ہے ہم یہاں حیات مسیح پر بحث کررہے ہیں نزول عیسیٰ یہاں ہمارا موضوع نہیں ہے۔

یہاں معلوم ہوا ضمیر کتابی کی طرف لوٹانے والوں میں بھی کوئی ایسا نہیں جو قرب قیامت میں نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا منکر ہو اور حدیث کی روشنی میں معنی قرآن بھی ہیں کہ ’’قبل موتہ‘‘ میں ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف راجع مانی جائے اور یہ اقرار کیا جائے کہ ابھی تک حضرت عیسیٰ بن مریم پر موت نہیں آئی۔

قادیانی کتنی کوشش کریں کہ یہاں ضمیر کتابی کی طرف لوٹے وہ اس سے کوئی فائدہ نہ پاسکیں گے کیونکہ پہلے لیؤمنن میں مستقبل کی خبر دی گئی ہے کہ ایسا ضرور ہوگا لیکن یہ کب ہوگا؟ جب عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں آسمان سے اتریں گے۔اس دور میں کوئی کتابی چھپ نہ سکے گا پھر بھی اس کی نشان دہی کردیں گے اس وقت بھی وہ اگر مسلمان نہ ہو تو مرتے وقت ضرور کلمہ پڑھے گا۔گو اس وقت وہ قبول نہ ہو اور وہ اس صورت میں ملت اسلام میں داخل نہ ہوسکے گا۔سو اس ترکیب سے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کا استدلال نہیں ٹوٹتا۔

قادیانیوں کا ایک اور دجل کہ لیؤمنن مستقبل کے لئے نہیں

ڈوبتا تنکے کا سہارا تو لیتا ہے لیکن ڈوبنے سے بچتا نہیں۔قادیانیوں کے پاس حیات مسیح کے اس قوی استدلال کو توڑنے کے لئے کچھ نہ رہا تو وہ اس پر آگئے کہ یہاں لیؤمنن بہ مستقبل کے لئے نہیں حال کے لئے ہے اور یہ اس وقت کے اہل کتاب کا حال ہے کہ وہ

مرتے وقت حضرت عیسیٰ پر ایمان لے آتے ہیں یہ کسی آئندہ دور کی خبر نہیں دی جارہی ہے۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس کی تفصیل میں جائیں مندرجہ ذیل آیت سے ایک نحوی قاعدہ معلوم کرلیں۔

’’الذین اٰتینھم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناء ھم وانّ فریقاً منھم لیکتمون الحق وھم یعلمون الحق من ربک فلا تکونن من الممترین‘‘ (البقرہ:۱۴۶،۱۴۷)

(ترجمہ) جن کو ہم نے کتاب دی ہے وہ حضور ﷺ کو اس طرح پہچانتے ہیں جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک فریق ان میں البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر۔ حق ہے تیرے رب کی طرف سے۔ پھر تم ہرگز نہ ہونا شک کرنے والوں میں۔

عربی میں مضارع، حال اور مستقبل دونوں کے لئے آتا ہے اس آیت میں دو مضارع کے صیغے قابل غور ہیں: (۱) **لیکتمون الحق** اور (۲) **لاتکونن**۔ پہلے پر لام داخل ہے جو مضارع کو حال کے لئے خاص کر رہا ہے۔ سو اس کا معنی ہوا۔ البتہ وہ چھپاتے ہیں حق کو اور دوسرے پر نون تاکید داخل ہوا اس نے مضارع کو مستقبل کے لئے خاص کر دیا کہ تم کبھی اس میں شک نہ کرنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ لام مضارع کو حال کے لئے خاص کرتا ہے اور نون تاکید مستقبل کے لئے۔ اس سے دو آیت پہلے بھی مضارع پر لام اس معنی میں آپ کے سامنے آچکا ہے۔

’’وان الذین اوتوا الکتاب لیعلمون انہ الحق من ربھم‘‘ (البقرہ:۱۴۴)

یہ لام حال کہلاتا ہے یہ لام حال کبھی نون استقبال کے ساتھ جمع نہیں ہوتا اگر لام کبھی نون استقبال کے ساتھ آجائے تو وہ لام حال نہ کہلائے گا لام تاکید سمجھا جائے گا اور نون تاکید کو اور مؤکد کرے گا اسے لام قسم بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: **’’وتااللہ لاکیدن اصنامکم بعد ان تولّوا مدبرین‘‘** (الانبیاء:۵۷)

(ترجمہ) اور قسم اللہ کی، میں ضرور تدبیر کروں گا تمہارے بتوں کی جب تم جاچکو گے پیٹھ پھیر کے۔

یہاں لاکیدنّ میں دونوں ہیں لام بھی اور نون ثقیلہ بھی اور بات واضح طور پر مستقبل کی کہی جارہی ہے۔ مستقبل کو اور مؤکد کرنے کے لئے کبھی لام آجاتا ہے مگر حال کو مؤکد کرنے کے لئے کبھی نون تاکید نہیں لاتے۔ حال کے لئے کبھی لام اور نون جمع نہیں ہوتے لام تاکید کے لئے آئے تو مضارع کے آخر میں نون لانا واجب ہوجاتا ہے۔ اگر مستقبل میں تاکید پیش نظر نہ ہو صرف آئندہ کی خبر دینا مقصود ہو تو اس کے لئے نون تاکید نہ آئے گا اور اگر آئے تو اس سے پہلے لام آنا ضروری ہوتا ہے۔

اب آپ ان قواعد کی روشنی میں آیت ذیل پر غور کریں کیا یہ حال کا پتہ دے رہی ہے یا مستقبل کا؟ مضارع جب حال کے لئے ہو تو کبھی لام اور نون کے ساتھ مؤکد نہیں ہوتا۔

’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً‘‘ (النساء:۱۵۹)

لیؤمنن میں لام تاکید اور نون تاکید دونوں داخل ہیں اور یہ کسی خفیہ اور بے فائدہ ایمان لانے کی خبر نہیں دی جارہی یہ وہ خبر ہے جس پر حضرت عیسیٰ قیامت کے دن گواہی دیں گے۔

نحو کی مشہور کتاب مغنی اللبیب میں ہے: **’’واما المضارع ان کان حالاً لم یؤکد بھما وان کان مستقبلاً اکدّ بھما وجوباً نحو قولہ تاللہ لاکیدنّ اصنامکم‘‘** (مغنی اللبیب ج۱ ص۴۴۴ شاملہ)

(ترجمہ) مضارع جب حال کے لئے ہو تو اس پر لام تاکید اور نون تاکید نہیں آتے مستقبل کے لئے ہو تو لام تاکید کافی ہوگا۔ وجوباً نون تاکید ساتھ لایا جائے گا۔ جیسا کہ قرآن میں ہے: **’’تاللہ لاکیدنّ اصنامکم‘‘** یہ لام، لام حال نہیں اسے لام تاکید کہا جائے گا۔

تاکید ہوتی مستقبل کے لئے حال کے لئے تاکید کی کیا ضرورت ہے، نون تاکید بتا رہا ہے کہ پیچھے لام تاکید ہے نہ کہ لام حال۔

اب ہم قرآن کریم سے چند اور مثالیں بھی پیش کرتے ہیں جہاں لام تاکید اور نون تاکید دونوں جمع ہیں اور خبر حال کی نہیں مستقبل کی دی جارہی ہے۔

حاشیہ بیضاوی میں ہے: **’’والتاکید انما یلیق بما یطلب حتی یوجد**

ویحصل فیغتنم هو بوجه ان المطلوب ولا یلیق بالخبر المحض لانه قد وجد وحصل فلا یناسبه التاکید واختص بالمستقبل لان الطلب انما یتعلق بما لم یحصل بعد لیحصل وهو المستقبل بخلاف الحال والماضی‘‘

۱...... ’’فلنسئلن الذین ارسل الیهم ولنسئلن المرسلین. فلنقصّن علیهم بعلم وما کنّا غائبین‘‘ (الاعراف:۷،۸)

۲...... ’’والذین هاجروا فی اللّٰه من بعد ما ظلموا لنبوّئنهم فی الدنیا حسنة‘‘ (النحل:۴۱)

۳...... ’’ولیبلونّکم اللّٰه بشیٔ من الصید‘‘ (المائدہ:۹۴)

۴...... ’’لتجدنّ اشد الناس عداوة للذین اٰمنوا لیهود‘‘ (المائدہ:۸۲)

۵...... ’’لتؤمنن به ولتنصرنّه‘‘ (آل عمران:۸۱)

سواس بات کے تسلیم کرنے سے چارہ نہیں کہ زیر بحث آیت میں جملہ اہل کتاب کے کسی آئندہ زمانے میں ایمان لانے کی خبر دی جارہی ہے نہ یہ کہ اس وقت ہر کتابی مرنے سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لاتا ہے وہ آئندہ زمانہ کون سا ہوگا؟ وہی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور ﷺ کے امتی ہوکر دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے۔

’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً‘‘ عربی تفسیروں میں کسی میں بھی لفظ لیؤمنن کے معنی حال کے نہیں کئے گئے۔ اب آیئے برصغیر پاک وہند کے تراجم پر نظر کریں یہ سب حضرات اسے مستقبل کی ایک خبر سمجھ رہے ہیں۔ قادیانی حضرات اس آیت کے ترجمہ میں کس قدر پریشان ہیں یہ وہی جان سکتا ہے جس نے ان کے اس ترجمہ کو کبھی ملاحظہ کیا ہو۔

مرزا غلام احمد نے اس آیت کا کیا ترجمہ کیا ہے، اسے ازالہ اوہام میں دیکھیں:

’’اور کوئی اہل کتاب میں سے ایسا نہیں جو ہمارے اس بیان مذکورہ بالا پر ایمان نہ رکھتا ہو قبل اس کے جو وہ اس حقیقت پر ایمان لائے کہ مسیح اپنی طبعی موت سے مر گیا۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۳۷۲، خزائن ج۳ ص۲۹۱)

’’ایمان نہ رکھتا ہو‘‘ یہ حال کا ترجمہ ہے یا مستقبل کا۔ یہ لیؤمنن کا ترجمہ کیا جارہا ہے۔ پھر ایمان بالمسیح سے مراد ایمان برسالۃ المسیح ہے یا ایمان بموت المسیح۔ خیال کریں مرزا غلام احمد اپنے الحاد کے بل بوتے کسی طرح قرآن اور قواعد عربی سے کھیل رہا ہے۔ یہ عربی زبان سے مذاق نہیں تو اور کیا ہے۔

اب قادیانیوں کے مولوی مبارک علی سیالکوٹی کا ترجمہ آیت ملاحظہ ہو وہ لیؤمنن کو امر کے لئے سمجھ رہا ہے۔ دیکھئے: ’’اوران اہل کتاب میں سے ہر شخص کے لئے ضروری ہے کہ اس بات کو اپنے جانے کے پیشتر ہی تسلیم کرے کہ مسیح کی ہڈی نہیں توڑی گئی۔‘‘

اس ترجمہ میں ’’تسلیم کرے‘‘ کون سا صیغہ ہے؟ یہ صیغہ امر غائب ہے۔ مولوی مبارک علی نے لیؤمنن کے لام کو بھی نہ دیکھا کہ اس پر زبر ہے یا زیر۔ صیغہ امر لام کی زیر سے بنتا ہے جیسے لِیضرب چاہے کہ وہ مارے۔ مذکور بہ زیر سے لیکن لیؤمنن بہ میں لام تاکید ہے نہ کہ لام امر۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں پاک و ہند کے کچھ پہلے تراجم کا بھی ذکر کردیں تا کہ ہمارے قارئین دیکھ سکیں کہ کس طرح سب نے لیؤمنن کو مستقبل سے متعلق کہا ہے کسی نے حال کے معنی نہیں کئے۔

۱...... ترجمہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۱۷۶ھ)

’’ونباشد ہیچ کس از اہل الکتاب البتہ ایمان آورد بعیسیٰ پیش از مردن عیسیٰ وروز قیامت باشد عیسیٰ گواہ برایشاں۔‘‘

۲...... ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۰ھ)

’’اور جتنے فرقے ہیں کتاب والوں کے حضرت عیسیٰ پر ایمان لاویں گے ان کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہوگا (وہ) ان کا بتانے والا۔‘‘

(موضح القرآن ص۹۶ طبع کشمیری بازار لاہور)

۳...... ترجمہ حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی (۱۲۳۳ھ)

’’اور نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر البتہ ایمان لاوے گا ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے اور دن قیامت کے ہوگا اوپر ان کے گواہ۔‘‘

۴...... ترجمہ مولوی امیر علی صاحب مواہب الرحمٰن (۱۳۳۷ھ)

’’اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر آں کہ وہ ضرور عیسیٰ پر ایمان لائے گا اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے روز عیسیٰ ان لوگوں پر گواہ ہوگا۔‘‘

(مواہب الرحمٰن ج۳ جزء سادس ص۱۱، النساء:۱۵۹)

۵...... ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی (۱۳۲۳ھ)

’’اور (جب قیامت کے قریب عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو) جتنے اہل کتاب ہیں ضرور ان کے مرنے سے پہلے سب کے سب ان پر (مسلمانوں کا سا) ایمان لائیں گے۔

۶...... ترجمہ مولانا ابومحمد عبدالحق دہلوی (......ھ)

’’اور اس کی موت سے پہلے ہر اہل کتاب اس پر ایمان لائے گا اور وہ قیامت کے دن پر ان گواہی دے گا۔‘‘

۷...... ترجہ مولوی محمد جونا گڑھی (......ھ)

’’اور اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ بچے گا جو حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لاچکے۔‘‘

یہ تفاسیر وتراجم ہم نے اس لئے پیش کئے ہیں تاکہ قارئین جانیں کہ ہم آیت **لیؤمنن به قبل موته** کے سمجھنے میں کسی پگڈنڈی سے اتر نہیں رہے ہم امت کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔ ہمارا اصل استدلال قرآن کریم سے ہے اور یہ وہ آیت ہے جسے حضرت ابوہریرہؓ عام مجمعوں میں پکار پکار کر پڑھتے تھے اور اس عقیدہ کا اعلان کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ابھی موت نہیں آئی۔

مرزاغلام احمد اسی وجہ سے حضرت ابوہریرہؓ کے خلاف ہوگیا تھا۔

ہم نے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں قرآن کریم کی دو آیتیں، دو جلیل القدر صحابہ اور دو جلیل القدر تابعی مفسرین کے حوالوں سے آپ کے سامنے پیش کردی ہیں فہم امت سے تسلسل رکھتے ہوئے ہم نے اسلام کے پہلے ہزار سال کا تفسیری سرمایہ بھی آپ کے سامنے رکھ دیا ہے اور اردو تراجم بھی آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں۔ آپ مسلمانوں کے چند انگریزی تراجم اور قادیانیوں کے انگریزی تراجم پر بھی ازخود ایک سرسری نظر ڈال لیں۔ آپ کو قادیانیوں کے انگریزی تراجم میں بھی ان کا وہی بوداپن ملے گا جو آپ مرزاغلام احمد،

مولوی مبارک علی سیالکوٹی اور مرزا بشیرالدین محمود کے اردو تراجم میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب ہم ان شاءاللہ العزیز! حدیث سے حیات مسیح پر دلیل پیش کریں گے۔ گو ہم جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے ہاں حدیث کو قبول کرنے کا معیار قواعد محدثین نہیں اپنی وضعی وحی ہے جو حدیث اسے اپنی وحی کے خلاف ملے وہ اسے ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتا ہے اور مسلمانوں سے علیحدہ جا کھڑا ہوتا ہے۔

یہ دور متوسط کے محدثین کی اجماعی صدا آپ کے سامنے ہے ہم نے یہاں صرف ان احادیث پر اکتفاء کی ہے جن میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر عدم موت اور عدم فنا کی تصریح بہ لسان نبوت وارد ہوئی ورنہ نزول مسیح کی روایات تو تواتر کے ساتھ لسان نبوت سے صادر ہوئیں اور پھر اس تواتر پر اجماع بھی قائم ہو چکا ہے۔ حیات مسیح پر قرآن کریم کی ان دو واضح دلالتوں کے بعد اب ہم حضور اکرم ﷺ کی دو حدیثیں بھی اپنے اس دعویٰ پر پیش کئے دیتے ہیں۔ ان میں حضور ﷺ نے صراحت سے حضرت عیسیٰ بن مریم پر موت واقع ہو چکنے کی نفی کی ہے۔

حیات مسیح پر آنحضرت ﷺ کی احادیث مبارکہ

۱…… حضرت حسن بصری (۱۱۰ھ) کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’**عن الحسن قال قال رسول اللہ ﷺ للیھود ان عیسیٰ لم یمت وانہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ**‘‘

(تفسیر امام حسن بصری ج۶ ص۳۷۶، ص۲۲۸، تفسیر ابن جریر ج۶، ابن کثیر ج۱ ص۳۶۶، آل عمران:۵۵)

حضور اکرم ﷺ نے یہودیوں سے کہا بے شک عیسیٰ فوت نہیں ہوئے اور وہ تمہاری طرف ایک دفعہ پھر آئیں گے اور ایسا قیامت سے پہلے ہوگا۔

یہ حدیث سنداً مرسل ہے اس صحابی کا نام مذکور نہیں جس نے آنحضرت ﷺ سے اسے سنا اور حضرت حسن سے روایت کیا لیکن یہ مقبول ہے۔ صحابہ چونکہ سارے کے سارے عادل، اس لئے صحابی کا نام نہ ہونے سے اس کی ثقاہت میں فرق نہیں آتا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں حدیث مرسل لائق اعتبار ہے۔

حدیث مرسل دیگر محدثین کے ہاں

امام ابوداؤد صاحب السنن (۲۷۵ھ) لکھتے ہیں: ’’**اما المراسیل فقد کان**

یحتج بھا العلماء فیما مضٰی مثل سفیان الثوری ومالک بن انس والاوزاعی‘‘ (شرح سنن ابوداؤد باب الکلام علی الحدیث المرسل وحجیتہ)

(ترجمہ) مرسل احادیث کو پہلے علماء جیسے امام سفیان الثوری (۱۶۱ھ)، امام مالک (۱۷۹ھ) اور امام اوزاعی (۱۵۷ھ) لائق احتجاج مانتے آئے ہیں۔

اسلام کا پہلا دور قبول روایت میں زیادہ تر دور اعتماد رہا ہے اور حضور ﷺ نے جن تین زمانوں کو خیر القرون کہا ہے ان میں جھوٹ عام نہ تھا اور لوگ بڑے علماء سے حضور ﷺ کی روایات عام قبول کرتے تھے یہاں تک کہ امام شافعی (۲۰۴ھ) آئے اور انہوں نے اتصال رواۃ پر زور دیا اس وقت دینی فتنے عام ہو چکے تھے۔

’’قال بعض الائمۃ الحدیث المرسل صحیح یحتج بہ وھو مذھب ابی حنیفۃ ومالک واحمد کما فی الفتح‘‘ (ج۱ص۳۶)

امام حاکم (۴۰۵ھ) معرفۃ علوم الحدیث میں لکھتے ہیں: ’’اہل مدینہ حضرت سعید بن المسیب سے، اہل مکہ، عطاء بن ابی رباح سے، اہل بصرہ امام حسن بصری سے، اہل کوفہ امام ابراہیم نخعی سے، اہل مصر سعید بن ابی ہلال سے اور اہل شام امام مکحول سے مرسل روایات برابر قبول کرتے رہے ہیں۔ امام حاکم نے ان میں سے سوائے سعید ابن ابی ہلال کے کسی میں کلام نہیں کیا۔

حافظ علی بن المدینی (۲۳۳ھ) لکھتے ہیں: ’’مرسلات الحسن البصری التی رواھا عنہ الثقات صحاح ما قل ما یسقط منھا‘‘

اور ابوزرعہ بھی کہتے ہیں: ’’کل شئ قال الحسن قال رسول اللہ ﷺ وجدت لہ اصلاً ثابتاً ما خلا اربعۃ احادیث‘‘

اور یہی بات امام یحییٰ بن سعید القطان (۱۹۸ھ) نے بھی کہی ہے: ’’ما قال الحسن فی حدیثہ قال رسول اللہ ﷺ الا وجدنا لہ اصلاً الا حدیثاً او حدیثین‘‘ (فتح الملہم ج۱ص۳۶ مکتبہ رشیدیہ کراچی)

اس بات پر نظر رہے کہ امام حسن کی جن ایک دو مرسلات کو ان حضرات نے قبول نہیں کیا یہ حدیث ان میں سے نہیں سو اس بات سے ہمیں انکار کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہو: ’’انّ عیسٰی لم یمت وانّہ راجع الیکم قبل یوم القیامۃ‘‘

۲...... آنحضرت ﷺ نے وفد نجران کے سامنے الوہیت مسیح کے ابطال میں فرمایا: ’’انّ اللّٰہ تعالٰی حیّ لا یموت وانّ عیسٰی علیہ السلام یأتی علیہ الفناء‘‘

(رواہ احمد تفسیر علامہ زاہدی ج۱ ص۲۰۹ تالیف ۵۴۰ھ طبع کراچی)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ ہمیشہ کے لئے زندہ ہے وہ کبھی نہ مرے گا اور عیسیٰ علیہ السلام پر موت آکر رہے گی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک جب حضور اکرم ﷺ وفد نجران سے یہ بات کہہ رہے تھے، حضرت عیسیٰ پر موت وارد نہ ہوئی تھی۔ یہ کب ہوگا جب آپ دنیا میں پھر سے تشریف لائیں، یہاں رہیں گے اور پھر سب کے سامنے آپ پر فنا کی یہ گھڑی آئے گی اور آپ حضور ﷺ کے روضہ میں (مقبرہ میں) دفن ہوں گے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ’’نبی کریم ﷺ کا ’’انّ عیسٰی اتٰی علیہ الفناء‘‘ کی بجائے ’’یأتی علیہ الفنا‘‘ فرمانا درآں حالیکہ پہلے الفاظ تردید الوہیت مسیح کے موقع پر زیادہ صاف اور مسکت ہوتے ظاہر کرتا ہے کہ موقع الزام میں بھی مسیح علیہ السلام پر موت سے پہلے لفظ موت کا اطلاق آپ نے پسند نہیں کیا۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۶۳)

ان واضح آیات اور واضح احادیث کے ہوتے ہوئے ہم کیسے تسلیم کرلیں کہ عقیدہ حیات مسیح ایک فروعی مسئلہ ہے۔

’’حیات ووفات سیدنا عیسیٰ خود ایک فرعی سہل اور خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں۔‘‘

(الجراز الدیانی مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج۱۵ ص۶۱۲ طبع لاہور)

پیش نظر رہے کہ خان صاحب نے اپنے اس غلط عقیدہ پر اسلام سے کوئی اصل پیش نہیں کیا شاید یہ آپ نے اپنے استاد مرزاغلام قادر کے زیر اثر ہی کہا ہو یا یہ ان کا اپنا عقیدہ نہ ہو، اجماع کے خلاف جانا کوئی آسان کام نہیں ہے۔

ہم اس پر حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی اس بحث کو ختم کرتے ہیں یہ اسلام کا ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ مرزاغلام احمد اور اس کے پیروؤں نے اس مسئلہ کو اختلافی بنانے کے لئے جن بزرگان دین کو اپنا ہمنواء بتلایا ہے۔ ہم ان شاء اللہ العزیز! ’’نزول عیسیٰ بن مریم اور بزرگان دین‘‘ کے زیر عنوان قادیانیوں کی ان تمام غلط بیانیوں کا جواب دیں گے۔ جو ان

لوگوں نے مسلمانوں کو اپنے عقیدہ سے ہٹانے کے لئے مغالطّوں کی صورت میں وضع کر رکھی ہیں۔ واللہ ھو المؤفق لما یحبہٗ ویرضٰی بہ!

اب ہم اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی اپنی شہادت بھی پیش کئے دیتے ہیں کہ علاوہ ان کی روایات کے خود ان کا اپنا عقیدہ بھی اس باب میں یہی تھا۔

قرآن کی آیت صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر کی روشنی میں

۱...... ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ان کے شاگرد حضرت سعید بن جبیر (۹۴ھ) نے نقل کیا ہے کہ آپ قرآن پاک کی آیت: ’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ‘‘ کو اس طرح بیان کرتے تھے۔

’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی‘‘

(رواہ ابن جریر عن طریق سعید بن جبیر عنہ باسناد صحیح تفسیر الطبری النساء:۱۵۹)

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس وقت حضرت عیسٰی علیہ السلام پر موت واقع ہو چکنے کے قائل نہ تھے وہ اس وقت حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی موت ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے جب تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں اور یہ ظاہر ہے کہ یہ صورت ابھی تک وجود میں نہیں آئی۔ یہ آپ کے ہاں عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے دور قبل الموت کی ایک کھلی شہادت ہے۔ (ارشاد الساری ج۵ ص۴۱۹ باب نزول عیسٰی ابن مریم)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت: ’’یا عیسٰی انی متوفیک‘‘ کے معنی ’ممیتک‘‘ کے کئے ہیں تو اس سے ان کی مراد عارضی وفات ہوگی وہ نہیں جس کے بعد انسان عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے یہ عارضی وفات صرف اس عرصے کے لئے تھی جس میں آپ آسمان پر پہنچ جائیں۔

۲...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی کہ تم میں عیسٰی بن مریم علیہما السلام ضرور اتریں گے، وہ حکم ہوکر آئیں گے، کسر صلیب کریں گے، خنزیر کا خاتمہ کریں گے، جمع مال کا کوئی جذبہ باقی نہ رہے گا تو اس میں آپ عام مجمع میں یہ کہتے تھے: ’’واقرؤا ان شئتم وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً‘‘ (صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۰ باب نزول عیسٰی ابن مریم)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ’’قبل موتہ‘‘ کے معنی ہیں ’’قبل موت عیسیٰ بن مریم‘‘

امام محی الدین نووی (۶۷۶ھ) لکھتے ہیں: ’’ففیہ دلالۃ ظاہرۃ علیٰ ان مذہب ابی ہریرۃ فی الاٰیۃ ان الضمیر فی موتہ یعود علیٰ عیسیٰ علیہ السلام‘‘

(شرح صحیح مسلم ج۱ص۸۷ باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم)

(ترجمہ) سو اس میں اس پر کھلی شہادت ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا اس آیت میں مؤقف یہ تھا کہ موتہ میں ضمیر حضرت عیسیٰ کی طرف لوٹتی ہے۔

مرزا غلام احمد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر اس وجہ سے برستا رہا کہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت ہوچکنے کے قائل کیوں نہ ہوئے اور انہوں نے اپنے عقیدہ حیات مسیح کی بنیاد قرآن کریم کی اس آیت پر کیوں رکھی یہ تو کھلے بندوں اقرار ہے کہ قرآن ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ کی حیات پر شہادت دے رہا ہے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد تابعین کبار عقیدہ حیات مسیح پر

قرآن پاک کی جن آیات سے ہم نے عقیدہ حیات مسیح ثابت کیا ہے ان کی تفسیر میں ہم نے تابعین کرام کی روایات بھی پیش کی ہیں ان میں حضرت سعید بن جبیر (۹۴ھ)، امام مجاہد (۱۰۰ھ)، حضرت قتادہ (۱۱۸ھ)، حضرت حسن بصری (۱۱۰ھ) کے اقوال آپ ملاحظہ فرما چکے۔

امام مجاہد (۱۰۰ھ) صریح لفظوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زندہ اٹھائے جانے کا عقیدہ رکھتے تھے: ’’رفع اللہ عیسیٰ حیاً‘‘ اللہ نے آپ کو زندہ اٹھایا۔

(تفسیر مجاہد ص۱۸۱، النساء:۱۵۷)

آگے جاکر آپ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے ان لفظوں میں موت کی نفی کرتے ہیں: ’’رفع عیسیٰ علیہ السلام ولم یمت‘‘ (ایضاً ص۳۸۷، مریم:۵۷)

(ترجمہ) عیسیٰ علیہ السلام اوپر اٹھالئے گئے اور ان پر موت نہیں آئی۔

دور اوّل کے مفسرین عقیدہ حیات مسیح پر

دور اوّل کے مفسرین میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محدث عبدالرزاق

(۲۱۱ھ) کی تفسیر عبدالرزاق ابھی ابھی چھپی ہے۔ آپ نے اس میں حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ عقیدہ روایت کیا ہے: ''لایموت منهم احد حتی یؤمنّ بعیسٰی قبل ان یموت'' (تفسیر عبدالرزاق ج۱ ص۱۷۷، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) ان میں سے کوئی نہ مرے گا جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ پر، پیشتر اس کے کہ آپ وفات پائیں، ایمان نہ لے آئے۔

اس دور قدیم کے دوسرے بڑے مفسر امام ابن جریر (۳۱۰ھ) ہیں۔ آپ نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ (۹۴ھ) کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ: ''لیؤمنن به قبل موته'' میں قبل موت عیسیٰ مراد ہے اور اسی کو آپ نے لائق اعتماد ٹھہرایا ہے۔ (ابن جریر ج۵ ص۱۲)

علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ صحیح بخاری کی شرح ارشاد الساری میں لکھتے ہیں: ''وبهٰذا جزم ابن عباس فیما رواه ابن جریر من طریق سعید بن جبیر عنه باسناد صحیح'' (ارشاد الساری ج۵ ص۴۱۹ باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

دور متوسط کے اجلّہ مفسرین عقیدہ حیات مسیح پر

دور متوسط کے اجلہ مفسرین کی بھی چند عبارات ملاحظہ فرمالیں علاوہ ازیں اس کے کہ ان کی قرآن کریم کی ان آیات کی تفسیر وہی ہے جو صحابہ کرام اور کرام تابعین سے مسلسل چلی آرہی ہے وہ اپنے طور پر بھی کھلے طور پر حیات مسیح کی آواز دیتے ہیں۔ ان کی عبارات میں آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے حیات اور ''من غیر موت'' کے الفاظ عام ملیں گے۔

۱...... علامہ ابو محمد حسین محی الدین البغوی (۵۱۶ھ)

''انّی قابضک ورافعک من الدنیا الیّ من غیر موت بدنک یدلّ علیه قوله تعالٰی فلمّا توفیتنی ای قبضتنی الی السماء وانا حیّ''

(معالم التنزیل ج۱ ص۳۰۸، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) میں تجھے پورا قبضے میں لوں گا اور میں دنیا میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا بغیر اس کے کہ تجھے موت دوں۔ اللہ کا یہ فرمان بھی اس کی تائید کرتا ہے: ''فلمّا توفیتنی'' کہ جب تو نے مجھے آسمان پر اپنے قبضہ میں لیا اور میں زندہ تھا (وانا حیّ)

۲...... علامہ ابوبکر ابن العربی المالکی (۵۴۳ھ)

''وسرد الامر ان عیسٰی بن مریم ینزل من السماء وھو فیما حییّ'' (شرح ترمذی ج۹ص۷۶)

(ترجمہ) اور اس پر عام شہادت اتری ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان سے اتریں گے اور وہ وہاں زندہ موجود ہیں۔

۳...... ''والاجماع علٰی انّہ حیی فی السماء وینزل یقتل الدجال ویؤید الدین'' (الوجیز علی جامع البیان)

(ترجمہ) اور اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسٰی آسمان میں زندہ ہیں اور آپ اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور دین حق کی نصرت فرمائیں گے۔

۴...... امام فخر الدین الرازی رحمۃ اللہ علیہ (۶۰۶ھ)

''وقد ثبت الدلیل انہ حیی'' (تفسیر کبیر آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور اس پر دلیل قائم ہوچکی کہ آپ اس وقت زندہ ہیں۔

''رافعک الیّ یقتضی انہ رفعہ حیّاً'' (ایضاً آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) میں تجھے اٹھالوں گا اپنی طرف اس کا مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ اٹھالیا۔

۵...... علامہ ابن حیان الاندلسی (۶۵۲ھ)

''ھو حییّ فی السماء الثانیۃ علٰی ما صح عن الرسول ﷺ''

(البحر المحیط ج۳ص۳۹۱، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) آپ دوسرے آسمان پر زندہ ہیں جیسا کہ نبی کریم ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہوچکا۔

۶...... سپین کے مایہ ناز مفسر علامہ القرطبی المالکی (۶۷۱ھ)

''وانّہ فی السماء حییّ وانہ ینزل ویقتل الدجال علی ما یأتی بیانہ'' (الجامع لاحکام القرآن ج۶ص۳۷۶، المائدہ:۱۱۷ شاملہ)

(ترجمہ) (۱) آپ آسمان میں زندہ ہیں۔ (۲) آپ زمین پر نزول فرمائیں گے۔ (۳) اور آپ دجال کو قتل کریں گے جیسا کہ آگے آئے گا۔

۷...... محمودالبرکات علامہ نسفی (۷۰۱ھ)

’’الضمیران لعیسٰی یعنی ان منهم احد الّا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی وهم اهل الکتاب الذین یکونون فی زمان نزوله‘‘

(مدارک التنزیل ج۱ص۳۶۶ النساء:۱۵۹)

دونوں ضمیریں حضرت عیسٰی کی طرف لوٹتی ہیں ہر کتابی حضرت عیسٰی پر حضرت عیسٰی کی موت سے پہلے ایمان لائے گا اس میں وہی اہل کتاب مراد ہیں جو آپ کے نزول کے وقت موجود ہوں گے۔

۸...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ)

’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته والقول الصحیح الذی علیه الجمهور قبل موت المسیح‘‘

(الجواب الصحیح ج۱ ص۳۲۹ فصل اسباب ضلال النصارٰی)

(ترجمہ) اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ ہوگا مگر یہ کہ وہ آپ پر ضرور ایمان لائے گا آپ کی موت سے پہلے صحیح بات جواب تک جمہور امت میں چلی آرہی ہے یہی ہے کہ قبل موتہ میں حضرت عیسٰی کی موت سے پہلے کا دور مراد ہے۔

۹...... علامہ علاؤالدین ابوالحسن خازن (۷۴۱ھ)

’’الّا لیؤمنن بعیسٰی قبل موت عیسٰی وذٰلک عند نزوله من السماء فی آخر الزمان‘‘ (تفسیر خازن ج۲ص۲۰۳، النساء۱۵۹)

(ترجمہ) سب حضرت عیسٰی پر ایمان لے آئیں گے حضرت عیسٰی کی موت سے پہلے اور وہ اس وقت ہوگا جب آپ آخری زمانے میں آسمان سے اتریں گے۔

۱۰...... حافظ عمادالدین ابن کثیر (۷۷۴ھ)

’’الّا لیؤمنن به یعنی عیسیٰ قبل موته یعنی قبل موت عیسٰی یوجه ذالک الٰی ان جمیعهم یصدقون به اذا نزل لقتل الدجال‘‘

(تفسیر ابن کثیر الکامل ص۲۷۳، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) سب حضرت عیسٰی پر ان کی موت سے پہلے پہلے ایمان لے آئیں گے اس سے یہ بات صادق ٹھہرتی ہے کہ سب اہل کتاب آپ کے نزول پر آپ کی تصدیق کریں

گے آپ کا نازل ہونا قتل دجال کے لئے ہوگا۔

۱۱...... قاضی ناصرالدین البیضاوی (۷۹۱ھ)

’’(بل رفعه الله الیه) انکار لقتله واثبات لرفعه...... انه اذا نزل من السماء اٰمن به اهل الملل جمیعاً ...... یلبث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی ویصلی علیه المسلمون ویدفنونه‘‘ (تفسیر بیضاوی ص۲۱۶ طبع مصر، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اس آیت میں حضرت عیسیٰ کے قتل ہونے کا انکار اور آپ کے اوپر اٹھائے جانے کا اثبات ہے یہ کہ آپ جب آسمان سے اتریں گے تمام اہل ملل آپ پر ایمان لے آئیں گے آپ زمین میں چالیس سال کے قریب رہیں گے پھر آپ کی (عرفی) وفات ہوگی مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور آپ کو دفن کریں گے۔

۱۲...... حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ)، علامہ بدرالدین العینی (۸۵۵ھ)

’’والله انه الآن لحیّ ولکن اذا نزل اٰمنوا به اجمعون‘‘

(فتح الباری ج۶ ص۴۹۲، عمدۃ القاری ج۱۶ ص۳۹ شاملہ)

(ترجمہ) خدا کی قسم آپ اس وقت زندہ ہیں آپ جب نزول فرمائیں گے سب لوگ آپ پر ایمان لائیں گے۔

۱۳...... علامہ مصلح الدین المصطفیٰ الکستلی (۹۰۱ھ)

’’ان (۱)حیات عیسیٰ و(۲)نزوله الی الارض (۳)استقرار فوقها مدة قد ثبت بالاحادیث الصحاح بحیث لم یبق شبهة ولم یسمع فیه خلاف بخلاف غیره‘‘ (حاشیہ العقائد النسفیہ ص۱۷۷ طبع استنبول)

(ترجمہ) بے شک (۱) حضرت عیسیٰ کی حیات (۲) آپ کا زمین پر نزول اور (۳) آپ کا زمین پر ایک عرصہ تک استقرار فرمانا احادیث صحیحہ سے اس طرح ثابت ہو چکا کہ اب اس میں کسی شبہ اور کسی خلاف کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

۱۴...... علامہ ابوالسعود (۹۸۲ھ)

’’والصحیح انّ الله تعالیٰ رفعه من غیر وفات ولا نوم کما قال الحسن وابن زید وهو اختیار الطبری وهو الصحیح عن ابن عباس رضی اللہ عنہ‘‘

(تفسیر ابوالسعود ج۲ ص۴۳، آل عمران:۵۵ شاملہ)

(ترجمہ) صحیح بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان پر بغیر موت دینے کے اٹھایا اور یہی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے۔

ہم نے اس باب میں اسلام کے پہلے ہزار سال کا علمی سرمایہ اور حیات مسیح پر اسلام کا مجمع علیہ عقیدہ آپ کے سامنے اصل عبارات میں رکھ دیا ہے۔ان چودہ حوالوں میں آپ کو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے لئے حیی، زندہ، من غیر موت اور من غیر وفاۃ کے الفاظ عام ملیں گے ہم یہاں حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر بحث کررہے ہیں۔نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ایک دوسرا موضوع ہے۔علامہ المصطفیٰ الکستلی کی عبارت میں (۱) حیات عیسیٰ (۲) نزول عیسیٰ اور استقرار فوقھا مدۃ (زمین پر کچھ مدت استقرار پکڑنا) تینوں عنوان برابر کے وزن کے عقیدے بتلائے گئے ہیں اور تینوں احادیث صحیحہ سے تواتر اور قطع ویقین سے ثابت ہیں اور تینوں اس دور میں قطعی ہیں کہ اب ان کے خلاف کسی شبہ اور کسی خلاف کو کوئی راہ نہیں رہی ہے۔

احادیث سے استدلال کب شبہ سے بالا ہوتا ہے؟ جب احادیث تواتر کے درجہ کو پہنچیں اور ان کی دلالت بھی اپنے موضوع پر استعارات اور اختلاف اور اشارات سے زخمی نہ ہو۔علامہ مصطفیٰ الکستلی نے جن تین موضوعات کو اس یقینی اور قطعی درجہ میں تسلیم کیا ہے ان سب پر امت کا اجماع بھی ہو چکا۔سو اب ان میں کسی ایک کی تفریق ہرگز اسلامی تحقیق نہیں ہے۔

’’والاجماع علی انہ حیی فی السماء وینزل ویقتل الدجال ویؤید الدین‘‘ (وجیز علیٰ جامع البیان ج۳ص۱۸۴)

(ترجمہ) اس پر اجماع ہو چکا کہ (۱) حضرت عیسیٰ بن مریم آسمان میں زندہ موجود ہیں (۲) اور آپ زمین پر نزول فرمائیں گے (۳) دجال کو قتل کریں گے اور دین محمدی کی تائید فرمائیں گے (یعنی آپ کو زمین پر استقرار حاصل ہوگا)

رہا رفع تو اس پر پہلی تین صدیوں کا اجماع ہم پہلے رفع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بحث میں نقل کر آئے ہیں۔

’’واجمعت الامۃ علیٰ ان اللہ عزوجل رفع عیسیٰ الی السماء‘‘

(کتاب الابانۃ جزء۱ص۱۱۵ لابی الحسن الاشعری طبع حیدرآباد شاملہ)

(ترجمہ) اور اس امت کا اس پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم کو آسمان پر اٹھایا۔

حضرت امام علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ

شاہ ولایت حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۵ھ) بھی اسے (رفع الی السماء کو) احادیث صحیحہ سے ثابت مانتے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ’’اندر آثار صحیح وارد است کہ عیسیٰ بن مریم مرقعہ داشت وی را بآسمان بردند۔‘‘ (کشف المحجوب ص۲۲ مترجم ص۱۰۰ پروفیسر عبدالمجید مکتبہ ناشران قرآن لاہور)

علامہ ابوحیان الاندلسی (۶۵۴ھ) نے بھی اسے امت کا ایک اجماعی عقیدہ قرار دیا ہے: ’’حیاۃ المسیح بجسمہ الی الیوم ونزولہ من السماء بجسمہ العنصری مما اجمع علیہ الامۃ وتواتر بہ الاحادیث‘‘ (تفسیر البحر المحیط ج۲ ص۴۷۳)

(ترجمہ) حضرت مسیح کا اپنے جسم سے آج تک زندہ چلا آنا اور آسمان سے اپنے اسی جسد عنصری سے اترنا وہ بات ہے جس پر پوری امت کا اجماع ہے اور اس پر احادیث تواتر سے وارد ہوئی ہیں۔

یہاں لفظ حیات مسیح پر غور فرمائیں اور اس پر اجماع کی تصریح ملاحظہ ہو پھر معلوم نہیں خاں صاحب نے اسلام کے اس اجماعی اور پوری امت کے متفقہ عقیدے کا انکار کیوں کیا۔

حیرت ہے کہ مرزا غلام قادر کے ایک شاگرد کو یہ لکھنے کی کس طرح جرأت ہوئی: ’’حیات ووفات سیدنا عیسیٰ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بحث چھیڑتے ہیں جو خود ایک فرعی سہل اور خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار کفر تو درکنار ضلال بھی نہیں۔‘‘ (استغفر اللہ العظیم) (الجراز الدیانی ص۲۳ طبع کان پور، مندرجہ فتاویٰ رضویہ ج۱۵ ص۶۱۲ طبع لاہور)

ہم پورے یقین سے کہتے ہیں کہ حیات مسیح مسلمانوں میں ہرگز کوئی اختلافی مسئلہ نہیں ہے۔ پھر اس کے بارے میں یہاں تک کہہ دینا کہ اس کا انکار گمراہی بھی نہیں ہے کتنی غلط بات ہے اور یہ غلطی اور کتنی گمراہیوں کو جنم دے سکتی ہے وہ اس نے سوچا ہی نہیں۔

اہل علم ودانش غور فرمائیں جو مسئلہ تاریخ اسلام میں اس قدر تواتر اور اجماع کی عظیم قوت سے روشن ہوا اسے من مانی کارروائیوں اور استعارات واشارات کی بھول بھلیوں سے کیسے بجھایا جاسکتا ہے جو شخص بھی حیات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا انکار کرے اس پر وہی حکم عائد ہوگا جو شریعت میں نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے منکر کا ہے۔

تابعین کرام کے ایمان افروز بیانات

۱...... امام محمد بن حنفیہ (۸۰ھ) پہلے آپ کی عدم موت کو، پھر رفع کو اور پھر آپ کے نزول کو عقیدہ اسلام کے طور پر بیان کرتے تھے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حیات مسیح کا عقیدہ اسلام میں درجہ اوّلیت میں ہے۔ اس میں کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ آپ فرماتے ہیں:

’’(۱)وانّ عیسٰی لم یمت و (۲)انه رفع الی السماء (۳)وهو نازل قبل ان تقوم الساعة‘‘ (الدرالمنثور ج۲ ص۷۳۴، النساء:۱۵۹ شاملہ)

۲...... امام حسن بصری (۱۱۰ھ) بھی آپ کی حیات کو اسی طرح بیان کرتے ہیں اور قسم کھا کر کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اس وقت زندہ موجود ہیں۔

’’والله انه الآن لحیّ عندالله ولکن اذا نزل اٰمنوا به اجمعین‘‘

(تفسیر ابن کثیر کامل ص۲۷۵، النساء:۱۵۹)

یہاں آپ کی حیات کا عقیدہ آپ کے نزول کے علاوہ مستقل حیثیت سے مذکور ہے۔

۳...... ابن جریج (۱۵۰ھ)

’’انّی قابضک ورافعک (من الدنیا) الیّ من غیر موت بدنک یدل علیه قوله تعالٰی فلمّا توفّیتنی ای قبضتنی الی السماء وانا حیّ‘‘

(معالم التنزیل ج۱ ص۳۰۸، آل عمران:۵۵)

یہاں **توفیتنی** کا معنی **قبضتنی** (تو نے مجھے پورا پورا لے لیا) صراحت سے مذکور ہے اور آگے وانا حی (جب کہ میں زندہ تھا) کے الفاظ کھلے لفظوں میں اس دور کی حیات مسیح کی خبر دے رہے ہیں یہاں تک کہ ہم نے اس موضوع پر قرآن کریم سے استدلال کیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور جلیل القدر مفسرین کو ہم نے صرف اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔ ہمارا اصل استدلال قرآن کریم سے ہے نہ کہ ہم اس موضوع پر صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال سے استدلال کر رہے ہیں یہ بات نہیں۔ قرآن کریم کی ان واضح شہادتوں سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت تک **بجسده العنصری** آسمانوں پر زندہ موجود ہیں اور ابھی تک انہوں نے موت کے پل کو عبور نہیں کیا۔

نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

’’الحمد لله وسلام علیٰ عباده الذین اصطفیٰ خصوصاً علیٰ سید الرسل وخاتم الانبیاء امّابعد! فاعوذبالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم. ولمّا ضرب ابن مریم مثلاً اذا قومک منه یصدّون وقالوا ء اٰلهتنا خیر ام هوما ضربوه لک الّا جدلاً بل هم قوم خصمون. ان هو الّا عبد انعمنا علیه وجعلناه مثلاً لبنی اسرائیل ولو نشاء لجعلنا منکم ملٰئکة فی الارض یخلفون وانه لعلم اللساعة فلا تمترنّ بها واتبعون هذا صراط مستقیم‘‘ (الزخرف:۵۷تا۶۱)

(ترجمہ) اور جب بیان کیا جائے مریم کے بیٹے کو تو قوم تیری اس سے چلاّ نے لگتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا وہ (عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) یہ اسے آپ کے سامنے مثال میں لاتے ہیں۔ صرف جھگڑنے کو یہ لوگ ہیں ہی جھگڑا کرنے والے۔ وہ (عیسیٰ بن مریم) تو ہمارا ایک بندہ ہے جس پر ہم نے انعام کیا اور ٹھہرایا اسے بنی اسرائیل کے لئے مثل اور اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتے لے آئیں زمین پر تمہاری جگہ اور وہ عیسیٰ بن مریم) نشان ہے قیامت کا۔ سو اس میں شک نہ کرنا اور میرا کہا مانو یہ ایک سیدھی راہ ہے۔

اس آیت کو سمجھنے کے لئے اس آیت کو بھی ساتھ سمجھنے کی ضرورت ہے: **’’انکم وما تعبدون من دون الله حصب جهنم انتم لها واردون‘‘** (الانبیاء:۹۸)

(ترجمہ) تم (اے مشرکین) اور تم جو کچھ پوجتے ہو اللہ کے سوا (سب) ایندھن ہیں دوزخ کا اور تم کو اس پر وارد ہونا ہے۔

ہمیں بتایا گیا ہے کہ مشرکین اور ان کے معبود سب جہنم میں جائیں گے اس پر انہوں نے سوال اٹھایا کہ پھر عیسیٰ بن مریم کہاں جائیں گے؟ ان کی بھی تو عبادت کی گئی اور انہیں خدا اور خدا کا بیٹا ٹھہرایا گیا۔ اگر ان کا بھی یہی ٹھکانہ ہے اور ہمارے دوسرے معبود بھی آگ میں جائیں گے تو کیا ہے۔ وہ مسیح سے بڑھ کر تو نہیں ہیں اور انہیں (اے مسلمانو) تم بھی پیغمبر مانتے ہو۔

یہ بات انہوں نے محض حجت بازی کے لئے کہی ہے ورنہ وہ خود بھی جانتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے ہمیشہ اپنے آپ کو بندہ کہا جس پر اللہ نے انعام کیا اور انہیں نبوت دی اور بنی اسرائیل کے لئے انہیں رہنما بنایا۔ سو وہ اس بات کی زد میں نہیں آتے کہ یہ مشرکین اور ان کے معبود سب جہنم کا ایندھن بنیں گے۔ وہی معبود جہنم میں جائیں گے جنہوں نے لوگوں کو اپنی عبادت سے نہ روکا ہو اور خود انہیں شرک پر آمادہ کیا ہو۔

اصنام (بتوں) کو آگ میں ڈالنا گو ان کے لئے عذاب نہ ہو لیکن یہ اس لئے آگ میں ڈالے جائیں گے کہ اس سے مشرکین کے عذاب میں اور شدت ہو، ان کی حسرت بڑھے اور ان پر واضح ہو کہ جن سے وہ خیر کی توقع رکھتے تھے وہ اپنے آپ کو اس پکڑ سے نہ بچا سکیں گے۔ اگر یہ عبادت کے لائق ہوتے تو آگ میں نہ جاتے۔ ساتھ ہی کہہ دیا:

''لو کان ہٰولاء الٰھۃ ما وردوھا وکل فیھا خالدون لھم فیھا زفیر وھم فیھا لا یسمعون'' (الانبیاء:۹۹،۱۰۰)

(ترجمہ) اگر یہ بت لائق عبادت ہوتے تو نہ پہنچتے آگ پر اور سارے اس میں ہمیشہ پڑے رہیں گے انہیں وہاں چلّانا ہی چلّانا ہے کہ کسی کی سن نہ پائیں گے۔

یہ خطاب مشرکین کو ہے، بتوں کے پرستاروں کو ہے، عیسائیوں کو نہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ان میں داخل سمجھا جائے۔ وہ تو اللہ کے نیک بندے تھے جو ہمیشہ شرک سے روکتے رہے یہ ان میں سے ہیں جن پر نیکی پہلے سے ٹھہر چکی دوزخ میں جانا تو درکنار وہ آگ کی آہٹ اور سرسراہٹ تک نہ سن پائیں گے۔ ان آیات کے ساتھ ہی فرمادیا: ''انّ الذین سبقت لھم منّا الحسنٰی اولٰئک عنھا مبعدون لا یسمعون حسیسھا وھم فی مااشتھت انفسھم خالدون لا یحزنھم الفزع الاکبر'' (الانبیاء:۱۰۱تا۱۰۳)

(ترجمہ) جن کے لئے پہلے سے ٹھہر چکی ہماری طرف سے نیکی وہ اس سے دور رہیں گے۔ نہیں سنیں گے اس کی آہٹ اور وہ اپنے جی کے مزوں میں سدا رہیں گے نہ غم ہوگا ان کو اس بڑی گھبراہٹ میں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ان آگ میں گھرے معبودوں میں لانا، یہ مشرکین کی محض ایک حجت بازی ہے ورنہ وہ بھی جانتے ہیں کہ وہ (عیسیٰ بن مریم) تو اللہ کے ایک نیک بندے ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا: ''ان ھو الّا عبدٌ انعمنا علیہ وجعلناہ مثلاً

لبنی اسرائیل‘‘ (الزخرف:۵۹)

(ترجمہ) وہ کیا ہے ایک بندہ ہے کہ ہم نے اس پر فضل کیا اور کھڑا کر دیا اس کو بنی اسرائیل کے واسطے۔

آپ کا بنی اسرائیل کے لئے رہنما ہو کر آنا آپ کے پہلے دور کے لئے تھا آپ کی دوسری آمد قیامت کے ایک نشان کے طور پر ہوگی۔ پہلے فرمایا: (۱)’’وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل‘‘ اور دوبارہ آمد کو اس طرح بیان فرمایا (۲)’’وانہ لعلم للساعۃ‘‘ (کہ آپ قیامت کے آنے کا ایک نشان ہوں گے)

آپ کے اوپر سے آنے میں استبعاد نہ کیا جائے

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پہلے تو ماں کے بطن سے پیدا ہوئے گو ان کی شان ملکیت ساتھ ساتھ رہی اور ان کا دوبارہ آنا آسمان سے ہوگا۔ تم اسے مستبعد نہ سمجھو کیا فرشتے آسمان سے اترتے نہیں، اگر فرشتوں کا آسمانوں پر جانا اور وہاں سے اترنا ہو سکتا ہے تو اگر اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے میں بھی یہ جانا اور اترنا ٹھہرا دے تو اس میں کسی کو کوئی استبعاد نہ ہونا چاہئے۔ چنانچہ ساتھ ہی فرمادیا:’’ولو نشاء لجعلنا منکم ملٰئکۃ فی الارض یخلفون وانہ لعلم للساعۃ فلا تمترنّ بھا‘‘ (الزخرف:۶۱)

(ترجمہ) اور اگر ہم چاہیں تم میں سے فرشتے نکالیں جو رہیں زمین میں تمہاری جگہ اور وہ نشان ہے قیامت کا سو اس میں شک مت کرو۔

اپنی قدرت کے اظہار میں فرمایا کہ:

۱...... ہم تو انسانوں سے بھی فرشتے پیدا کر سکتے ہیں جو زمین میں آباد ہوں (کیا اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام سے ایک فرشتہ جیسا انسان پیدا نہیں کیا)

۲...... اور ہم تمہارے بدل میں یہاں (زمین پر) فرشتوں کو ہی آباد کر دیں۔

فرشتوں کی بات یہاں اس لئے دہرائی گئی کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا آسمان پر جانا، وہاں رہنا اور پھر قرب قیامت میں زمین پر اترنا تمہیں سمجھنا آسان ہو جائے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم میں جب تم فرشتوں کے سے اوصاف دیکھ پاؤ تو پھر ان کی دوبارہ آمد پر تمہیں کوئی استعجاب محسوس نہ ہونا چاہئے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مَلکی حالات

امام فخرالدین الرازی (۶۰۶ھ) اس بحث میں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نسبت حضرت جبریل علیہ السلام کے زیادہ قرب میں رہے لکھتے ہیں: ’’فلانّ جبریل علیہ السلام علمه العلوم وحفظه من الاعداء...... فحین ارادت الیهود قتله اعانه جبریل علیہ السلام ورفعه الی السماء‘‘ (تفسیر کبیر ج۶ ص۵۲۸، البقرۃ:۲۵۳ شاملہ)

’’انّ اختصاص عیسیٰ بجبریل علیہما السلام من اکد وجوه الاختصاص بحیث لم یکن لاحد من الانبیاء مثل ذالک لانه هوالذی بشر مریم بولادتها وانما ولد عیسیٰ علیہ السلام من نفخة جبریل علیہ السلام وهوالذی ربّاه فی جمیع الاحوال وکان یسیر معه حیث سار وکان معه حین صعد الیٰ السماء‘‘ (تفسیر کبیر ج۳ ص۵۹۶، البقرۃ:۸۷ شاملہ)

(ترجمہ) حضرت جبریل نے انہیں علوم سکھائے ان کی دشمنوں سے حفاظت کی۔ جب یہود نے ان کے قتل کا ارادہ کیا جبریل نے (آپ کو وہاں سے اٹھانے میں) آپ کی مدد کی اور آپ کو آسمان پر لے گئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جبریل سے اختصاص وجہ اختصاص میں سب سے بڑھ کر ہے کسی اور نبی کوئی اختصاص نہیں ملا۔ انہوں نے ہی حضرت مریم کو ان کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ آپ کا جبریل کی ایک پھونک سے آغاز ہوگیا اور آپ ہی مختلف حالات میں آپ کی نگرانی کرتے رہے۔ جہاں آپ جائیں جبریل بھی ساتھ جاتے رہتے اور جب آپ آسمان پر گئے اس وقت بھی وہ ساتھ تھے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مَلکی اثرات

شیخ اکبر محی الدین (۶۳۸ھ) بھی لکھتے ہیں: ’’وما کان فیه من قوة الاحیاء والابراء فمن جهة نفخ جبرائیل علیہ السلام‘‘ (فصوص الحکم ص۱۷۵ مع الشرح طبع مصر)

(ترجمہ) اور آپ میں جو مردوں کو زندہ کرنے اور اندھوں کو بینا کرنے کے آثار دیکھئے گئے، وہ نفخہ جبرئیلی کے اثر سے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں: ’’فحصلت فی جبلته ملکه راسخة وشبهة بجبرئیل وهذا معنی تائید الله بروح القدس (وایّدناه

بروح القدس)‘‘ (تاویل الاحادیث ص۵۹)

(ترجمہ) سو آپ کی جبلت میں (فطرت میں) ایسا راسخ ملکہ اور جبریل سے ایک مناسبت پیدا ہوگئی۔ یہ معنی ہے قرآن کی اس آیت کا کہ ہم نے عیسیٰ بن مریم کی روح القدس سے تائید کی۔

تفسیر عثمانی میں بھی ہے: ’’عیسیٰ علیہ السلام میں آثار فرشتوں کے سے تھے۔ اتنی سی بات سے کوئی شخص معبود نہیں بن جاتا اگر ہم چاہیں (۱) تو تمہاری نسل سے ایسے لوگ پیدا کریں یا (۲) تمہاری جگہ آسمانوں سے فرشتوں ہی کو لاکر زمین پر آباد کردیں۔ ہم کو سب پر قدرت حاصل ہے۔

حضرت مسیح کا اوّل مرتبہ آنا کہ خاص بنی اسرائیل کے لئے ایک نشانی تھا کہ بدوں باپ پیدا ہوئے اور عجیب وغریب معجزات دکھلائے اور دوبارہ آنا قیامت کا نشان ہوگا۔ ان کے نزول سے لوگ معلوم کرلیں گے کہ قیامت بالکل نزدیک آ لگی ہے۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۶۵۶، الزخرف:۶۱)

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول پر قرآن کی شہادت

’’وانّه لعلم للساعة فلا تمترنّ بها واتبعون هذا صراط مستقیم‘‘ (الزخرف:۶۱)

(ترجمہ) اور بے شک وہ قیامت کی ایک نشانی ہیں سو اس میں شک نہ کرنا (عقیدے کی) ہی راہ ہے پہلے سے ہی چلی آتی ہے۔

سورہ زخرف کی آیات میں ملائکہ کے ذکر کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نشان قیامت کے طور پر بیان کرنا بتلاتا ہے کہ آپ کی یہ آمد ثانی آسمان سے ہوگی ورنہ یہاں ذکر ملائکہ کے کوئی معنی نہیں رہتے۔ پھر یہاں ’’وانه لعلم للساعة ‘‘اس بات کے بالمقابل کہا گیا ہے۔’’وجعلناه مثلاً لبنی اسرائیل ‘‘جس کا حاصل یہ ہے کہ آپ اپنی پہلی آمد میں بنی اسرائیل کے لئے ایک مثل تھے اور اپنی دوبارہ آمد میں آپ قیامت کا ایک نشان ہوں گے۔ یہ بات کھل جائے گی کہ قیامت کی گھڑی نزدیک آ لگی ہے۔

وانه لعلم للساعة میں ضمیر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف راجع ہے

۱...... مضمون یہاں سے شروع ہوتا ہے:’’ولمّا ضرب بن مریم مثلاً اذا

قومک منه یصدّون ‘‘ پھر ابن مریم کے بارے میں فرمایا:’’ان ھو الّا عبد انعمنا علیه ‘‘اس میں علیہ کی ضمیر بھی اسی طرف ہے آ گے:’’وجعلناہ مثلاً لبنی اسرائیل ‘‘فرمایا اس میں بھی ضمیر انہی کی طرف ہے اور پھر’’وانه لعلم للساعة ‘‘میں بھی ضمیر اسی طرف ہے۔ پہلی سب ضمیریں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف ہی لوٹتی ہیں تو اتحاد مرجع کی بناء پر’’انه لعلم للساعة ‘‘میں بھی ضمیر انہی کی طرف راجع ہوگی۔ اس آیت میں بتایا گیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشان ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ ان کی دوسری آمد میں ہی ہوسکتا ہے۔ پہلی آمد میں تو وہ بنواسرائیل کے لئے آئے تھے اور ظاہر ہے کہ قیامت حضور ﷺ کے دور کے ساتھ متصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور نبوت سے متصل نہیں۔ سو یہ آپ کی دوبارہ آمد حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے ایک امتی کے طور پر ہی ہوسکتی ہے اور ایسا ہی ہوگا اب آپ حضور ﷺ کے امتی ہوکر ہی تشریف لائیں گے۔

۲...... ’’وانّه لعلم للساعة ‘‘میں علم سے مراد علَم ہے بمعنی علامت جیسا کہ دوسری قرأت میں لعلَم بھی ہے۔ علم کا معنی نشان اور علامت کا ہے۔ سو اس آیت کا معنی یہ ہوا کہ عیسیٰ بن مریم اس بات کا نشان ہیں۔ کہ قیامت کی گھڑی اب قریب آ لگی ہے۔ دوسری قرأت صحیح درجے کی حدیث کے برابر تسلیم ہوتی ہے۔

صحابہ وتابعین کے ہاں بھی یہ ضمیر عیسیٰ بن مریم کی طرف

آنحضرت ﷺ نے نزول عیسیٰ بن مریم کو علامات قیامت میں بیان فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ’’انه لعلم للساعة ‘‘میں انہ کی ضمیر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف لوٹاتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:’’عیسیٰ کا اترنا قیامت کا علم ہے۔‘‘

(تفسیر ابن عباسی ص۶۴۰، الزخرف:۶۱)

امام حسن بصری (۱۱۰ھ):’’عن ابی مالک وعوف عن الحسن انّهما قالا فی قوله وانّه لعلم للساعة قالا نزول عیسٰی بن مریم‘‘ (تفسیر الطبری جزء۲۱ص۶۳۲)

(ترجمہ) حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ابومالک اور عوف دونوں نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا بے شک وہ قیامت کی ایک نشانی ہیں اس سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول ہے۔

ضحاک بن فیروز الدیلمی التابعی (۱۰۷ھ) بھی کہتا ہے، اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دوبارہ آنا مراد ہے۔

’’خروج عیسیٰ بن مریم ونزوله من السماء قبل یوم القیامة‘‘

(تفسیر ابن جریر ج۲۱ ص۶۳۲، الزخرف:۶۱ شاملہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پہنچی تو آپ نے اس کی تائید میں یہ آیت: ’’وانه لعلم للساعة‘‘ پڑھ دی۔

محدث عبدالرزاق (۲۱۰ھ) لکھتے ہیں: ’’قال ابن عباس ان کان ما یقول ابوهریرة حقاً فهو عیسیٰ بن مریم لقول الله عزّوجل وانه لعلم للساعة‘‘

(تفسیر عبدالرزاق ج۲ ص۱۹۹، الزخرف:۶۱)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اگر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی بات صحیح ہے تو اس سے مراد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نزول ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ وہ قیامت کی ایک نشانی ہیں۔ یعنی قرب قیامت میں ان کا پھر سے ظہور ہوگا۔

جلیل القدر تابعی مفسر امام مجاہد (۱۰۰ھ): ’’عن مجاهد فی قوله عزّوجل وانّه لعلم للساعة قال یعنی نزول عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامة‘‘

(تفسیر امام مجاہد ص۵۸۳، الزخرف:۶۱)

آپ رفع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام میں بھی اسی عقیدہ پر تھے کہ آپ آسمانوں پر زندہ اٹھائے گئے ہیں (اور آپ پر عارضی موت بھی وارد نہ ہوئی تھی)

’’رفع الله الیه عیسیٰ حیّاً‘‘ (تفسیر مجاہد ص۱۸۱، النساء:۱۵۷)

حافظ ابن کثیر نے بھی صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین سے اس آیت کی یہی تفسیر نقل کی ہے:

’’وانّه للساعة ای آیة الساعة خروج عیسیٰ بن مریم علیہ السلام قبل یوم القیامة وهٰکذا روی عن ابی هریرة وابن عباس وابی مالک وعکرمة والحسن وقتادة والضحاک‘‘ (تفسیر ابن کثیر ص۱۲۰۲، الزخرف:۵۷تا۵۹)

شیخ ابونصر احمد بن حسن البخاری (۵۴۰ھ) کا فارسی ترجمہ ملاحظہ ہو: ’’یعنی نزول عیسیٰ نشانے است بودن قیامت راو بے شک مباشید در بودن قیامت وانه لعلم للساعة یعنی ان نزول عیسیٰ یعلم به قرب الساعة‘‘ (تفسیر زاہدی رقم شدہ ۴۱۹ھ ج۲ ص۳۹۷)

اب اگلی صدی میں چلیں امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: ’’وانّہ ای عیسٰی لعلم للساعة شرط من اشراطها تعلم به فسمی الشرط الدال علی الشی علماً لحصول العلم به وقراء ابن عباس لعلَم وهو العلامة‘‘
(تفسیر کبیر ج۲۷ص۱۹۱، الزخرف:۶۳)

اورلسان العرب میں ہے: ’’وانه لعلم للساعة وهی قرآة اکثر القراء وقرأ بعضهم وانه لعلَم للساعة والمعنی ان ظهور عیسٰی ونزوله الی الارض علامة تدلّ علی اقتراب الساعة‘‘ (لسان العرب ج۱۵ص۳۱۴فصل العین المهملہ)

محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) لکھتے ہیں: ’’انّ عیسٰی مما یعلم به القیامة الکبریٰ وذلک ان نزوله من اشراط الساعة‘‘ (تفسیر ابن عربی ج۲ص۲۱۹)

علامہ نسفی (۷۰۱ھ) بھی لکھتے ہیں: ’’وقراء ابن عباس لعلم للساعة وهو العلامة ای وان نزوله علم للساعة‘‘ (مدارک ج۳ص۱۶۰۷، الزخرف:۶۱)

اور یہ بھی لکھتے ہیں: ’’وقرأ ابن عباس لعلم للساعة وهو العلامة ای وان نزوله علم للساعة‘‘

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) اس دوسری قرأت سے بھی حضرت عیسٰی کی آمد ہی مراد لیتے ہیں: ’’یؤیّد هٰذا المعنی القراة الاخریٰ وانه لعلَم للساعة ای امارة دلیل علیٰ وقوع الساعة‘‘ (تفسیر ابن کثیر جزء۷ص۲۱۷، الزخرف:۶۱ شاملہ)

سواس قرأت کی روشنی میں ’’وانه لعلم للساعة ‘‘ کے معنی قیامت کا علم نہیں قیامت کی نشانی ہی ہو سکتے ہیں۔

قیامت کا علم تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے کہ کب آئے گی البتہ قیامت کی نشانیاں ہیں۔ اللہ رب العزت نے بھی بعض بیان کی ہیں اور حضور ﷺ بھی یہ علامات بیان فرماتے رہے۔ ’’لعلم للساعة‘‘ کے معنی بھی یہی ہیں کہ حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام اس علم کا نشان ٹھہرے کہ قیامت کی گھڑی اب قریب آ لگی ہے۔

حضور ﷺ خود بھی نزول عیسٰی بن مریم علیہما السلام کو علامات قیامت میں اس طرح لاتے ہیں۔

حضرت حذیفہ بن اسید رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’انہا لن تقوم حتی ترون قبلها عشر آیات (فذکر) الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسٰی بن مریم ویاجوج وماجوج وثلٰثة خسوف خسف بالمشرق وخسف بالمغرب وخسف بجزیرة العرب وآخر ذالک نار تخرج من الیمن تطرد الناس الٰی محشرهم‘‘

(مسلم ج۲ ص۳۹۳ باب الآیات اللتی تکون قبل الساعة)

(ترجمہ) قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم اس سے پہلے دس نشان نہ دیکھو۔ دھواں اٹھنا، دجال، دابہ، سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع، عیسیٰ بن مریم کا اترنا، یاجوج ماجوج کا خروج، تین دفعہ زمین کا دھنسنا، مشرق میں، مغرب میں اور جزیرہ عرب اوران میں آخری نشانی یہ ہوگی کہ یمن کی طرف سے ایک آگ نکلے گی جو لوگوں کو حشر کی جگہ پر لے آئے گی۔

حاکم نے مستدرک میں اسے حضرت واثلہ بن الاسقع سے مرفوعاً نقل کیا ہے، اس میں بھی تین خسوف، دجال اور دخان کے بعد اگلی پانچ نشانیاں اس طرح ذکر کی ہیں: ’’ونزول عیسٰی بن مریم فیاجوج وماجوج والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونار تخرج من قعر عدن تسوق الناس الی المحشر تحشر الذر والنمل‘‘ (مستدرک حاکم ج۴ ص۴۷۴ کتاب الفتن والملاحم)

یہاں بھی نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو علامات قیامت میں لایا گیا۔

آپ کے اس ارشاد سے ’’وانه لعلم للساعة‘‘ کے معنی اور نکھر گئے اور اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہتا کہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو علامات قیامت میں سے دکھایا ہے۔ سو یہ بات قطعی اور یقینی ہے کہ آپ کا قرب قیامت میں پھر سے ظہور ہوگا اور آپ یہاں آکر نبوت محمدی کا دور پائیں گے۔

شیخ محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد ثانی کا اس طرح منظر بیان کرتے ہیں: ’’ویدخل بیت المقدس والناس فی صلٰوة الصبح فیتاخر الامام فیقدّمه عیسٰی علیہ السلام ویصلی خلفه علٰی دین محمد ﷺ...... ودخوله بیت المقدس اشارة الٰی وصوله الٰی مقام الولایت الذاتیة فی الحضرة الالٰهیة الذی هو مقام القطب وکون الناس فی صلٰوة

الصبح اشارة الٰی اتفاق المحمدیین علٰی الاستقامة فی التوحید عند طلوع صبح یوم القیامة الکبریٰ بظهور نور شمس الوحدة...... وتأخر الامام اشارة الٰی شعور القائم بالدین المحمدی فی وقته یتقدمه علی الکل فی الرتبة لکان القطبیة وتقدیم عیسٰی علیہ السلام ایاه وقتداء ه به علی الشریعة المحمدیة اشارة الی متابعة الامة المصطفویة وعدم تغیره للشرائع‘‘
(تفسیرابن العربی)

(ترجمہ) اور آپ بیت المقدس میں آئیں گے اور لوگ صبح کی نماز پڑھ رہے ہوں گے امام پیچھے ہٹنے لگے گا تو آپ اسے آگے کریں گے اور خود اس کے پیچھے دین محمدی کی پیروی میں نماز پڑھیں گے...... آپ کا بیت المقدس میں آنا اس وجہ سے ہوگا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور مقام ولایت پر ذاتی طور پر پہنچے ہوئے ہیں۔ ولایت میں آپ مقام قطب پر ہوں گے......لوگ صبح کی نماز میں ہوں گے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت شریعت محمدی کے سب لوگ توحید میں استقامت پائے ہوئے ہوں گے۔ یہ قیامت کی صبح کا طلوع ہوگا اور ہر طرف وحدت کے سورج کی روشنی چھا جائے گی۔

امام کے پیچھے ہٹنے میں یہ اشارہ ہے کہ اس وقت دین محمدی کا شعور پوری طرح ظاہر ہوگا کہ یہ امت درجہ میں ہر ایک پر غالب ہے اور یہ کہ آپ قطب ولایت کے مقام پر ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس امت کے امام کو آگے کرنا از خود شریعت محمدی کی پیروی ہے اس کی اقتداء کرنا اس لئے ہوگا کہ شرائع میں اب کوئی تغیر واقع نہ ہوسکے گا بس ایک شریعت مصطفوی کی ہی پیروی جاری ہوگی۔

آیئے اب شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ (۷۲۴ھ) کا بیان بھی ملاحظہ فرمائیں۔ آپ آیت:’’وان من اهل الکتاب ‘‘ کے تحت لکھتے ہیں:’’والقول الصحیح الذی علیه الجمهور قبل موت المسیح وقال تعالٰی وانه لعلم للساعة فلا تمترنّ بها‘‘ (الجواب الصحیح ج ۱ ص ۳۲۹ فصل اسباب ضلال النصاریٰ)

قبل موته میں صحیح بات وہی ہے کہ یہ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے اور اس پر جمہور اہل اسلام قائم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قیامت کا ایک نشان ہے سو اس میں شک نہ کرنا۔

حافظ ابن کثیر (۷۷۴ھ) بھی اسے ہی قول صحیح کہتے ہیں: ’’الصحیح انه عائد علٰی عیسٰی علیہ السلام فان السیاق فی ذکره‘‘ (تفسیر ابن کثیر کامل ص۱۲۰۲، الزخرف:۶۱)

امام بیضاوی (۶۸۵ھ) کہہ رہے ہیں: ’’وانه (وان عیسٰی) لعلم للساعة لان حدوثه او نزوله من اشراط الساعة یعلم به دنوّها‘‘

(تفسیر بیضاوی ج۴ ص۳۰۳ مع شیخ زادہ، الزخرف:۶۱)

(ترجمہ) اور بے شک حضرت عیسٰی علیہ السلام قیامت کا ایک نشان ہیں آپ کا آنا یا نازل ہونا قیامت کی علامات میں سے ہے آپ کے آنے سے قیامت کا آنا اور جلد آنا، جانا جائے گا۔

علامہ زمخشری (۸۱۵ھ) اور حافظ بدرالدین العینی (۸۵۵ھ) بھی یہی کہتے ہیں۔

علامہ جلال الدین المحلی جلالین میں لکھتے ہیں: ’’وانه (عیسٰی) لعلم للساعة تعلم بنزوله‘‘ (جلالین جز۱ ص۶۵۳، الزخرف:۶۱ شاملہ)

دسویں صدی کے مجدد ملاّ علی قاری (۱۰۱۴ھ) کا بیان دیکھئے: ’’ونزول عیسٰی علیہ السلام من السماء کما قال اللّٰہ تعالٰی وانه ای عیسٰی لعلم للساعة ای علامة القیامة‘‘ (شرح فقہ اکبر ص۱۳۶ طبع دہلی)

قاضی ثناء اللہ (۱۲۲۵ھ) فرماتے ہیں: ’’اور وہ عیسٰی قیامت کے یقین کا ذریعہ ہیں تم لوگ اس میں شک ہرگز نہ کرو۔‘‘ (تفسیر مظہری ج۱۰ ص۳۷۱)

پھر اس آیت پر لکھا ہے: ’’یعنی عیسٰی کا نزول علامات قیامت میں سے ہے۔‘‘

اس پر پھر آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثیں نقل کی ہیں۔ ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت واضح الفاظ میں نزول عیسٰی بن مریم کو علامات قیامت میں تسلیم کیا ہے۔ صاحب تفسیر مظہری یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت سے نزول عیسٰی بن مریم ہی مراد لیا ہے۔ اس سے یہی متبادر ہوتا ہے کہ آپ نے بھی ’’انه لعلم للساعة‘‘ میں انه کی ضمیر حضرت عیسٰی کی طرف لوٹائی ہے۔

یہاں پہلے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم‘‘

(صحیح بخاری ج۱ ص۴۹۰ باب نزول عیسٰی بن مریم)

(ترجمہ) تمہارا کیا حال ہوگا جب مریم کا بیٹا تم میں اترے گا اور اس وقت تمہارا امام تم میں سے (بنو اسماعیل میں سے) ہوگا۔

اور پھر حضرت حذیفہ ؓ کی روایت سے حضور اکرم ﷺ سے یہ دس علامات قیامت روایت کی گئی ہیں۔

حضرت علامہ محمود آلوسی (۱۲۹۱ھ) لکھتے ہیں: ''وانہ (ای عیسٰی علیہ السلام) لعلم للساعة ای انه بنزوله شرط من اشراطها'' (روح المعانی ج۱۳ ص۹۴، الزخرف:۶۱)

جان لیجئے ''انّه لعلم للساعة'' کی ضمیر قرآن کی طرف راجع نہیں۔

۱...... اس آیت سے پہلے عیسٰی بن مریم کا ذکر ہے قرآن کا ذکر نہیں اور پہلے ''ان هو الّا عبد انعمنا علیه وجعلناه مثلاً لبنی اسرائیل'' میں ضمیریں عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی طرف لوٹ رہی ہیں۔ اسی اتحاد مرجع میں ''وانه لعلم للساعة'' وارد ہے۔ سو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہاں انــہ کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی مانی جائے۔ ضمیر کے تعین میں کیا سیاق وسباق کو نہیں دیکھا جاتا۔ یہاں ضمیر کو قرآن کی طرف لوٹانا سیاق آیت کے خلاف ہے۔

حافظ ابن کثیر الدمشقی لکھتے ہیں: ''وابعد منه ما حکاه قتادة عن الحسن البصری سعید بن جبیر ای الضمیر فی وانّه عائد علی القرآن بل الصحیح انه عائد علٰی عیسٰی علیہ السلام فان السیاق فی ذکره ثم المراد بذالک نزوله قبل یوم القیامة'' (تفسیر ابن کثیر ج۷ ص۲۳۶، الزخرف:۵۹)

۲...... قرآن کریم ایک کامل شریعت ہے جس کا دور ختم نبوت کے باعث جملہ شرائع سے زیادہ طویل ہے اور دنیا کی عمر میں سب سے زیادہ اہم یہی دور ہے۔ یہ دور خاتم النّبیین ہے۔ قرآن دنیا کی صدیوں سے رہنمائی کرتا چلا رہا ہے اور حضرت خاتم النّبیین ﷺ دنیا کے تمام کناروں تک کے لئے نذیر ہوکر آئے ہیں۔ قیامت آپ کے دور کے ساتھ متصل ہے لیکن حضور ﷺ خود قیامت کی نشانی نہیں، آپ نے قیامت کی نشانیاں بیان فرمائیں لیکن یہ کبھی نہ کہا کہ میرا وجود قیامت کی ایک نشانی ہے۔ جب آپ قیامت کا نشان بن کر نہ آئے تو قرآن کریم کو قیامت کی نشانی کیسے کہا جاسکتا ہے۔

۳...... آنحضرت ﷺ کی بعثت دو طبقوں کو حاوی ہے (۱) امیّین کو اور (۲) آخرین کو۔

''ھو الذی بعث فی الامّیین رسولاً منھم...... وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم'' (الجمعہ:۲،۳)

قیامت ان آخرین کے بھی صرف آخری حصے پر آئے گی۔ اب حضور ﷺ کی پوری نبوت اور امت کس طرح قیامت کی علامات میں رکھی جاسکتی ہیں۔ جب یہ نہیں تو قرآن کو کس طرح ''وانہ لعلم للساعۃ'' میں انہ کا مرجع تسلیم کیا جاسکتا ہے۔

۴...... آنحضرت ﷺ نے جب فرمایا: ''لاتقوم الساعۃ حتی یکون عشر آیات'' تو آپ نے ان دس میں قرآن کو کہیں شمار نہیں کیا۔ قرآن ایک مکمل ضابطہ حیات ہے ایک نہایت لمبے دور کے لئے ایک شریعت ہے اسے آپ کیسے علامات قیامت میں جگہ دے سکتے تھے۔ اگر آپ قرآن کو قیامت کی نشانی کے طور پر پیش کرتے تو پھر ''لانبی بعدی'' کہنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ قرآن کریم میں قیامت کی خبر تو ہوسکتی ہے لیکن قرآن کو خود علم للساعہ نہیں کہا جاسکتا۔ ''اذا وقعت الواقعۃ لیس لوقعتھا کاذبہ'' میں قیامت کی خبر دی گئی ہے اس کا دور نہیں بتلایا گیا۔ کیا تمام انبیاء اپنے اپنے وقت میں فتنہ دجال سے نہیں ڈراتے آئے تو کیا ان تمام انبیاء کو علامات قیامت کہا جاسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

۵...... حضرت جبریل علیہ السلام جب حضور ﷺ کی خدمت میں سائل بن کر آئے اور ایمان، اسلام اور احسان کے بارے میں سوالات کئے تو پھر یہ بھی پوچھا کہ قیامت کب آئے گی۔ آپ ﷺ نے اس کی کچھ امارات (نشانیاں) بیان فرمائیں اور اس طرح نشانیاں اس وقت بتائی جاتی ہیں جب ان میں سے کوئی ابھی ظاہر نہ ہوئی ہو۔ اگر کچھ نشان ظاہر ہوچکے تھے تو آپ ان واضح نشانیوں کو ضرور بیان کرتے۔ موقع بیان میں بیان نہ کرنا اس کے نہ ہونے پر ایک دلیل کا درجہ رکھتا ہے۔ کیا آپ نے کہا کہ ایک نشانی قیامت کی تو آچکی ہے اور وہ قرآن ہے جو تمہارے پاس پیش کر رہا ہوں اور تم روزا اسے پڑھ رہے ہو۔ آپ نے یہ ہرگز نہ کیا جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کو علامات قیامت سے نہیں سمجھا جاسکتا۔

۶...... بعض روایات میں ہے ''الآیات بعد المائتین'' علامات قیامت دوسو سال کے بعد (۲۰۰ھ میں) ظاہر ہونا شروع ہوں گی۔ اگرچہ ان روایات میں کلام ہے تاہم ان روایات کو یہ کہہ کر کہیں رد نہیں کیا گیا کہ قرآن کریم جو قیامت کی علامت تھا (وانہ لعلم للساعۃ) وہ تو حضور ﷺ کی نبوت کے ساتھ ہی سب کے سامنے آگیا تھا۔ اب یہ کیسے مانا جاسکتا ہے

کہ قیامت کی علامات تو دوسو سال بعد ظاہر ہونا شروع ہوں اور قرآن کو ابھی سے علامات قیامت میں سے مان لیا جائے۔

۷...... علامات کا وجود عارضی ہوتا ہے حضور ﷺ نے جن دس چیزوں کو عشر آیات میں ذکر فرمایا وہ خسف ہوں یا دجال یا دھواں اور نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ان میں کسی کو بھی دور طویل نہیں دیا گیا، نہ لمبی عمر بخشی گئی نہ کسی کو تا دیر رہنے کی ضمانت دی گئی لیکن قرآن کریم کے بارے میں بتایا گیا کہ یہ تادیر رہے گا۔ جب تک دنیا چلے گی یہ ان کی آسمانی راہنمائی کرے گا۔ قرآن کریم میں اس کی ابدی حفاظت کا وعدہ دیا گیا ہے:

’’انّا نحن نزلنا الذکر وانّا له لحافظون‘‘ (الحجر:۹)

اب اسے قیامت کی نشانی کیسے کہا جاسکتا ہے۔ اس سے پہلے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم ایک طویل دور امت کے لئے ایک طویل دور ضابطہ حیات ہے اسے محض قیامت کی ایک نشانی سمجھنا، اس کے مقام کو نہ جاننا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گو ایک لمبی عمر میں ہیں، ان پر آسمانوں میں صدیاں گزریں لیکن یہاں جوان کو قیامت کی نشانی کہا گیا ہے وہ آپ کے دوبارہ ظہور کو کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ دور زیادہ دیر کا نہیں۔ وہ بے شک علامات قیامت میں سے ہے۔

۸...... اگر مسیح موعود نے عام پیدائش کے ساتھ دنیا میں آنا ہوتا اور عام لوگوں کو ان کی نشو ونما ہونی ہوتی تو آپ کی آمد کو نشانی کیسے کہا جاسکتا تھا۔ پیغمبروں کے معجزات تو بے شک آیات کہے جاتے رہے۔ لیکن ان پیغمبروں کی پیدائش کہیں آیت نہ بتلائی گئی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم ہیں جن کی پیدائش بھی آیت رہی اور ان کا نزول بھی بے شک ایک آیت کے طور پر ہوگا۔

۹...... تاریخ اسلام میں اہل سنت اور اہل تشیع میں تاریخی کشمکش رہی ہے پھر یہ دونوں طبقے اپنے اصول وفروع میں بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوگئے یہاں تک کہ تیسری صدی میں شیعہ عقائد نے ایک مستقل مذہب کی صورت اختیار کرلی۔ آیت کریمہ:’’وانہ لعلم للساعۃ ‘‘میں کچھ بھی اختلاف کی گنجائش ہوتی تو یہ دونوں طبقے اس میں دو مختلف راہوں پر چلتے لیکن یہ حقیقت ہے کہ شیعہ علماء نے بھی اس آیت میں ضمیر انہ کا مرجع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ہی قرار دیا ہے۔

’’وفی مجمع البیان وانه لعلم للساعة یعنی ان نزول عیسیٰ علیہ السلام من اشراط الساعة یعلم به قربها فلا تمترن بها...... وفی حدیث آخر کیف

انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم‘‘
(تفسیر نور الثقلین للشیخ عبدعلی المتوفی ۱۱۱۲ھ ج۴ص۶۱۱ طبع قم، ترجمہ نور الثقلین ج۷ص۵۵۵ طبع لاہور)

۱۰...... حضرت سعید بن جبیر کے نام سے بعض لوگوں نے کہا کہ انہ کی ضمیر قرآن کی طرف لوٹتی ہے۔ یہ اس آیت کے سیاق کے خلاف ہونے کی وجہ سے لائق پذیرائی نہیں اور مفسرین نے اس کی کھل کر تردید کی ہے۔

حضرت قتادہ اسے اس طرح ذکر کرتے ہیں: ’’انہ لعلم للساعۃ قال نزول عیسٰی بن مریم علم للساعۃ ناس یقولون القرآن علم للساعۃ‘‘ ہے۔
(تفسیر عبدالرزاق ج۲ص۱۹۸، الزخرف:۶۱)

یہ قرآن کو مرجع قرار دینے کا قول جس تنکیر سے نقل کیا گیا ہے۔ یہ اس کے قول ضعیف ہونے کی کھلی شہادت ہے۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہم پہلے نقل کر آئے ہیں اور تعجب ان قادیانیوں پر ہے جو مندرجہ ذیل آیت میں حضرت سعید بن جبیر کی تردید کرتے تھکتے نہیں اور یہاں وہ ان کے اختلاف سے سند پکڑتے ہیں جسے مفسرین نے قبول نہیں کیا۔ پھر یہ دوسرے مقام پر ان کی سند کیوں لیتے ہیں۔

’’عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ قال قبل موت عیسٰی‘‘ (تفسیر ابن جریر ج۵ص۱۲، النساء:۱۵۹)

ہاں! قرآن پاک کو اس طرح علامات قیامت سے کہا جاسکتا ہے کہ اس میں نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی ’’انہ لعلم للساعۃ‘‘ کہہ کر خبر دی گئی ہے۔

سو اس وسعت میں دیکھا جائے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی پہلی بعثت بھی علامات قیامت میں شمار کی جاسکتی ہے۔ آپ انبیاء بنی اسرائیل کے خاتم ٹھہرے سلسلہ انبیاء بنی اسرائیل ایک مدت سے چلا آرہا تھا کہ اس کے ختم پر کل پیغمبروں کے خاتم کا ظہور ہوگا اور اس کے بعد قیامت کے سواء کچھ نہیں۔ سو اس طرح خاتم الانبیاء بنی اسرائیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد بھی قیامت کا ایک نشان سمجھی جاسکتی ہے۔

سو یہ تفسیر ’’انہ لعلم للساعۃ‘‘ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹنے کے خلاف نہیں یہ تینوں باتیں متقارب المعنی ہیں۔

تفسیر امام حسن بصری کے حاشیہ میں ہے: ’’قلت فسّر الحسن الایۃ

بالمعانی الثلثة و کلها صحیح'' (ج۵ص۹، الزخرف:۶۱)

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کومرجع ماننے سے قادیانیوں کا انکار کیوں

قادیانیوں کونزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے عنوان سے اتنا انکار نہیں جتنا ''انہ لعلم للساعہ'' میں انہ کی ضمیر کو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف لوٹانے سے ہے وہ پوری شدت سے اس پر ڈٹے ہیں کہ انہ کی ضمیر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف راجع نہیں۔ قادیانیوں کے اس شدت سے انکاری کی وجہ کیا ہے؟ اسے جاننے کی ذرا کوشش فرمائیں۔

قادیانی نزول کے لفظ کو مان کر اس سے پیدائش مراد لے لیتے ہیں۔ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دوبارہ آنے سے مثیل مسیح کی پیدائش مراد لیتے اور جتنی بھی نصوص اس سلسلہ میں حدیث میں ملتی ہیں۔ ایک ایک کو مجاز کے نام سے دوسرے معنی دیتے چلے جاتے ہیں۔ یہ راہ دجل ہے کہ عنوان تو اسلام کے لئے جائیں اور ان میں معنی اپنے داخل کئے جائیں۔ حقیقی معنی تو لغات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مجازی معنی کی وسعت تو لغات سے سمجھی نہیں جاسکتی۔

ایک شاعر نے مرزا غلام احمد کے بارے میں بالکل صحیح کہا تھا:

رجل تنبأ بعد ختم نبوت فاتیٰ بکفر واضح وصریح
حمل النصوص علی المجاز باسرها الّا المنارة اذا بنٰی بصفیح

سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہاں انّہ کا مرجع عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو ماننے سے قادیانیوں کا اس شدت سے انکار کیوں؟ کیا یہاں وہ کسی مجاز کا سہارا نہ لے سکتے تھے۔

الجواب: یہاں انہ سے لے کر اس عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ذکر ہے جسے (۱) عیسائیوں نے خدا بنایا ہوا تھا اور آپ ان کے معبود تھے۔ (۲) جسے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے لئے مثل بنایا تھا۔ (۳) جس میں فرشتوں کے سے اوصاف بھی تھے (جیسے آسمانوں پر جانا اور وہاں سے آنا) اور آپ مقربین میں سے تھے۔

اب اگر انہیں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو علم للساعة مانا جائے تو یہ عقیدہ رکھنا لازم ہوجاتا ہے کہ یہ مسیح ناصری ہی دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ ظاہر ہے کہ اس میں قادیانیوں کی موت ہے۔ وہ اس مسیح ناصری کی دوبارہ آمد کے قائل نہیں ہیں اور مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسی مسیح نے آنا ہے جو حضور اکرم ﷺ سے پہلے آئے تھے۔ ان پر انجیل اتری تھی اور وہ پھر اوپر اٹھا لئے گئے تھے۔ ''بل رفعه الله'' میں انہی کے آسمانوں پر جانے کا ذکر تھا۔

حضور ﷺ کی حدیث کہ مسیح ناصری ہی قیامت سے پہلے آئیں گے

آنحضرت ﷺ نے پہلے انبیاء کا ذکر کرتے فرمایا کہ سب انبیاء علیہم السلام اس طرح ہیں جیسے علاّتی بھائی ہوں جن کی مائیں مختلف ہوں اور باپ ایک۔ دین سب پیغمبروں کا ہمیشہ سے ایک رہا ہے اور شرائع مختلف رہی ہیں۔ (شریعتیں مائیں ہیں اور دین بمنزلہ باپ ہے) آپ نے فرمایا میں عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے سب سے زیادہ قریب ہوں کیونکہ میرے اور اس کے مابین کوئی نبی نہیں ہوا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ (قیامت سے پہلے) اس نے آنا ہے تم جب اسے دیکھو تو اسے ان نشانوں سے پہچان لینا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’لیس بینی وبینہ یعنی عیسیٰ علیہ السلام نبیّ وانہ نازل فاذا رأیتموہ فاعرفوہ رجل مربوع الی الحمرۃ والبیاض‘‘ (سنن ابی داؤد ج۲ ص۲۳۸ باب خروج الدجال)

معراج کی رات جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آپ سے ملے تھے وہی آئیں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس رات آنحضرت ﷺ کو سفر اسراء پر لے جایا گیا آپ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملے۔ یہ حضرات آپس میں قیامت کے بارے میں بات چیت کر رہے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کے وقت سے لاعلمی کا اظہار کیا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا آپ نے بھی اس وقت سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک پہنچی۔

’’فرد الحدیث الیٰ عیسیٰ بن مریم فقال قد عہد الیّ فیما دون وجبتہا فاما وجبتہا فلا یعلم الّا اللہ فذکر خروج الدجال قال فانزل فاقتلہ‘‘ (سنن ابن ماجہ ص۲۹۹ باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم)

(ترجمہ) پھر بات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی طرف لائی گئی۔ آپ نے فرمایا اس کے بڑے زلزلہ کہ اس (ماسواء اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کا وعدہ کر رکھا ہے قیامت کا) وقوع کب ہوگا؟ اسے خدا کے سواء کوئی نہیں جانتا۔ اس کے ماسواء اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس کا وعدہ کر رکھا ہے کہ میں نے اس دور میں جانا ہے۔ پھر آپ نے خروج دجال کا ذکر کیا اور فرمایا پھر میں اتروں گا اور اسے قتل کروں گا۔

یہ حدیث واضح طور پر بتلا رہی ہے کہ آنے والا مسیح وہی ہے جسے حضور ﷺ نے معراج کی رات دیگر زمرہ انبیاء میں دیکھا تھا۔ وہ مسیح ناصری ہی تھا اور اسی نے قیامت سے پہلے آنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے پہلے سے عہد کر رکھا ہے اور آپ نے کہا میں نے ہی قتل دجال کے لئے آنا ہے۔

یہ حدیث حکماً مرفوع ہے۔ کیونکہ کوئی صحابی اپنے پاس سے ایسا واقعہ بیان نہیں کرسکتا وہ تبھی ایسی روایت کرسکتا ہے کہ اس نے اسے حضور ﷺ سے یا کسی دوسرے بڑے صحابی سے سنا ہو۔

حضرت امام احمد نے اس حدیث کو مرفوعاً ان لفظوں سے روایت کیا ہے: ’’**عن ابن مسعودؓ عن النبی ﷺ قال لقیت لیلة اسری بی ابراهیم وموسیٰ وعیسیٰ...... فردّوا الامر الیٰ عیسیٰ فقال اما وجبتها فلا یعلمها احد الّا اللہ ذالک فیما عهد الیّ ربی عزّوجل انّ الدجال خارج ومعی قضیبان فاذا راٰنی ذاب کما یذوب الرصاص فیهلکه اللہ**‘‘ (مسند امام احمد ج۲ ص۷ مسانید عبداللہ بن مسعود)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا میں اسراء کی رات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ملا۔ پھر انہوں نے بات حضرت عیسیٰ کی طرف لوٹا دی۔ آپ نے کہا قیامت کا جو واقع ہو جانا ہے سو اس گھڑی کو تو اس کے سواء اور کوئی نہیں جانتا اور اللہ تعالیٰ نے جو عہد مجھ سے لے رکھا ہے وہ یہ کہ دجال نکلے گا اور میرے پاس دو چھڑیاں ہوں گی جب وہ مجھے دیکھا گا تو اس طرح پگھل جائے گا جیسے سیسہ پگھلتا ہے سو اللہ اس کو ہلاک کردے گا۔

حدیث کے ظاہر الفاظ بتارہے ہیں کہ اسی مسیح ناصری نے آنا ہے جو حضرت مریم سے بدوں باپ پیدا ہوئے تھے۔ مرزا غلام احمد نے گو اپنے لئے مسیح موعود کا دعویٰ کیا تاہم اس نے بھی یہ گنجائش رکھی کہ بہت ممکن ہے وہ مسیح بھی کبھی آجائے جس پر ظاہراً الفاظ حدیث صادق آسکیں (کیونکہ یہ عاجز ظاہر احادیث کے مطابق نہیں آیا ان میں تاویلات کی راہ سے آیا ہے)

مرزا غلام احمد کہتا ہے: ’’ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷)

سو جو قادیانی کہتے ہیں کہ ہمارے عقیدے میں اب کوئی آسامی خالی نہیں جسے پر کرنے کے لئے کسی اور مسیح کا انتظار ہو وہ غلط کہتے ہیں۔

مرزا غلام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر اس طرح جرح کی ہے: ''حق بات یہ ہے کہ ابن مسعود ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو نہیں تھا۔ اس نے جوش میں اگر غلطی کھائی تو کیا اس کی بات کو وحی ''ان هو الّا وحیٌ یوحٰی'' میں داخل کیا جائے۔''

(ازالہ اوہام ص۵۹۶، خزائن ج۳ ص۴۲۲)

یہ سب غصہ کیوں نکالا جارہا ہے۔ یہ اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ بات کیونکہ دی۔

ایک اور حدیث میں ہے: ''**اذا اوحی اللّٰہ الٰی عیسٰی علیہ السلام انی قد اخرجت عباداً لی لایدان لاحد بقتالهم فحرز عبادی الی الطور...... ویحصرنی اللّٰہ عیسٰی علیہ السلام واصحابه...... فیرغب نبی اللّٰہ عیسٰی واصحابه...... ثم یهبط نبی اللّٰہ عیسٰی علیہ السلام واصحابه الی الارض...... فیرغب نبی اللّٰہ عیسٰی علیہ السلام واصحابه الی اللّٰہ فیرسل اللّٰہ طیراً کاعناق البخت**''

(صحیح مسلم ج۲ ص۴۰۱، ۴۰۲، باب ذکر الدجال وصفته)

اگر عیسٰی علیہ السلام سے مراد عیسٰی بن مریم نہیں ہیں کوئی اور شخص مراد ہے اور اسے عیسٰی مجازاً کہا جارہا ہے تو غور کیجئے مجاز میں کبھی اتنا تکرار بھی ہوا ہے؟ اسے بار بار عیسٰی کہے جانا بتلاتا ہے کہ یہ اعلام ہیں ان میں استعارہ نہیں ہوتا نہ مجاز میں اس طرح تکرار ہوتا ہے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اتباع کا قیامت تک باقی رہنا

حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کی اتباع کرنے والوں سے مراد ان پر ایمان لانے والے عیسائی اور مسلمان دونوں مراد ہیں۔ شیخ الاسلام لکھتے ہیں کہ اللہ رب العزت کا آپ سے یہ وعدہ ہوا تھا۔

''تیرا اتباع کرنے والوں اور تیرا نام لینے والوں کو قرب قیامت تک منکروں پر غالب اور قاہر رکھے گا جب تک تیرا انتظار کرنے والے یہود اور اقرار کرنے والے مسلمان یا

نصاریٰ دنیا میں رہیں گے ہمیشہ اقرار کرنے والے منکرین پر فائق وغالب رہیں گے۔‘‘

(تفسیر عثمانی ص۷۴،آل عمران:۶۴)

سو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی اتباع کا قیامت تک پایا جانا، اس بات کی قوی شہادت ہے کہ آپ کا ایک دفعہ پھر اس دنیا میں آنا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے کی دعوت قیامت تک

ہر پیغمبر پر ایمان لانے کی دعوت اس کے اپنے دور تک رہی اب پہلے سب انبیاء پر ایمان حضور اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے ضمن میں قائم ہو جاتا ہے۔ یہ ایمان ’’**لانفرق بین احد من رسله**‘‘ کے اقرار سے قائم ہوتا ہے۔ کسی کا خاص نام لے کر اس کی نبوت پر ایمان لانے کی دعوت نہیں دی جاتی۔ لیکن قرآن کی رو سے قیامت سے پہلے تمام یہود حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لے آئیں گے اور یہ دور چونکہ دور محمدی ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا حضور ﷺ پر ایمان لانے کو بھی متضمن ہوگا۔ ورنہ دور محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں اور نہ اس پر کہیں فلاح موعود ہے۔

قرآن کریم میں دور محمدی میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لانے کا ذکر مؤکد بہ نون ثقیلہ موجود ہے۔

’’**ان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيدا**‘‘ (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور اہل کتاب میں کوئی طبقہ ایسا نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ ضرور عیسیٰ بن مریم پر ایمان لائیں گے ان کی موت سے پہلے۔

اب پندرہویں صدی بھی اپنے پہلے ربع کو پہنچ رہی ہے اور اب تک تو یہود حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان نہیں لائے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر یہ ان پر ایمان لانے کا عمل کب ہوگا؟ یہ قیامت سے پہلے ان کی دوبارہ آمد پر ہوگا اور یہ ایمان یاس کے طور پر نہیں ایمان مفید کے طور پر ہوگا۔ ایمان یاس کا ذکر کبھی مؤکد پیرائے میں نہیں ہوتا اور یہاں تو نون ثقیلہ سے ان کے ایمان لانے کی یہ تاکید موجود ہے۔ جب پہلے انبیاء پر ایمان لانے کی

دعوت ان کے دور تک رہی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کی دعوت دور محمدی میں بھی اسی طرح پائی گئی تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ دور محمدی پائیں گے اور قیامت سے پہلے آپ کا پھر آنا ہوگا اور اس وقت سب یہود آپ پر ایمان لے آئیں گے اور آپ قیامت کے دن ان پر ان کے ایمان کے گواہ ٹھہریں گے۔ ان کا یہ ایمان لانا بھی علامات قیامت کے طور پر ہوگا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا دوبارہ آنا بھی علامات قیامت میں ذکر کیا گیا ہے۔ علامات قیامت کے ظاہر ہونے پر دنیا کے حالات پہلے کے سے نہ رہیں گے۔ عام حالات دنیا اور طرح رہے اور علامات قیامت ظاہر ہونے پر وہ پہلے سے حالات نہ رہیں گے۔ یہود ونصاریٰ کا پرانا بغض وعداوت اب نہ رہے گا۔ جب یہ دونوں گروہ ہی ختم ہوگئے تو پھر ان میں عداوت کیسے باقی رہ سکے گی۔ اب ایک ملت اسلامی کے سواء اور کوئی ملت نہ ہوگی نہ ''**فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء**'' کا علامات قیامت میں کوئی دخل ہوگا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**واللہ لینزلن ابن مریم حکماً عادلاً...... ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد**''

(صحیح مسلم ج۱ ص۸۷ باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکماً)

صحیح مسلم کتاب الایمان میں ہے حضرت عبادہ بن الصامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ''**من قال اشهدانّ لآ الٰه الّا اللہ وحده لاشریک له وانّ محمداً عبده ورسوله وانّ عیسٰی عبداللہ وابن امته وکلمته القاها الٰی مریم روح منه وان الجنة حق وان النار حق ادخله اللہ من ای ابواب الجنة الثمانیة شاء...... علٰی ما کان من العمل**''

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۳ باب من لقی اللہ بالایمان)

(ترجمہ) جس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ حضرت عیسیٰ اللہ کے بندے اور اس کی خادمہ مریم کے بیٹے ہیں اور کلمۃ اللہ جو مریم کی طرف ڈالا گیا اور اس کی طرف سے ایک خاص روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ بھی حق ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے جنت کے آٹھ دروازوں میں سے جسے وہ چاہے جنت میں داخل کرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہود کے ایمان لانے کا عمل ان کے دور ثانی میں ہوگا

آیت:''ان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ''میں یہود کے حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان لانے کی خبران کے دور ثانی سے متعلق ہے آپ حضور ﷺ کے دور رسالت میں دوبارہ آئیں گے اوراس وقت جملہ اہل کتاب کے آپ پر ایمان لانے کا یہ عمل ہوگا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے''الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ''کو آپ کے اسی دور سے متعلق فرمایا ہے۔

صحیح بخاری میں ہے:''**عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب ثم یقول ابوھریرۃ فاقرؤا ان شئتم من القرآن وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ**''

(صحیح بخاری ج۱ص۴۹۰باب نزول عیسیٰ بن مریم)

(ترجمہ)قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بہت قریب ہے کہ تم میں مریم کا بیٹا اترے حکم ہوکر اور عدل کرنے والا سو وہ صلیب توڑے گا اور خنزیر کا کھانا ختم کرے گا اور جنگوں کے ہتھیار رکھ دے گا(پھر ابوہریرہ کہتے تھے)چاہو تو تم قرآن میں بھی پڑھ لو کہ اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا مگر یہ کہ اس پر اس کی موت سے پہلے ایمان لے آئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی تائید ان کھلے الفاظ میں کی:''**قال ابن عباس ان کان ما یقول ابوھریرۃ حقاً فھو عیسیٰ لقول اللہ تعالیٰ وانہ لعلم للساعۃ**''(تفسیر محدث عبدالرزاق ج۲ص۱۹۹،الزخرف:۶۱)

اس حدیث سے یہ امور واضح ہوئے:

۱...... آیت:''**ان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ**''میں اسی مسیح ناصری کا ذکر ہے جس کے بارے میں یہود قتل وصلب کے مدعی تھے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی حدیث نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر اس آیت کو بطور تصدیق پیش کیا ہے اس سے اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ آنے والا مسیح وہی مسیح ناصری ہے جس کے بارے میں یہود قتل ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

۲...... آیت: لیؤمنن بہ میں جس ایمان لانے کی خبر دی گئی ہے وہ ابھی تک دور مستقبل ہے اور یہ آئندہ کی ایک خبر ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کے نزول تک یہ خبر مستقبل کی ہی رہے گی۔ جب آپ نزول فرمائیں گے تو علامات قیامت میں شمار ہوں گے تاکہ اس وقت اگر یہ خبر مستقبل نہ رہے تو قرآن کریم کے صیغہ مستقبل مؤکد بہ نون ثقیلہ سے ٹکراؤ نہ سمجھا جائے۔ جب قیامت کے زلزلہ سے دودھ پلانے والی اپنے بچے کو بھول جائے گی تو اگر وہ خود قرآن پڑھے تو وہ بھی ''تذھل کل مرضعة عمّا ارضعت'' کو خبر مستقبل میں ہی پڑھے گی؟ قرآن میں یہ بات علامات قیامت میں سے کہی گئی تھی اور وہ علامات اب ظہور میں آ رہی ہیں۔

۳...... اب تک یہود حضرت عیسیٰ بن مریم پر ایمان نہیں لائے سو ابھی تک یہ خبر مستقبل کی ہی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ابھی تک حضرت عیسیٰ بن مریم تشریف نہیں لائے نہ ابھی تک کسر صلیب ہوا ہے، نہ خنزیر منڈیوں میں آنے ختم ہوئے ہیں۔ اب جو لوگ یہ عقیدہ رکھے ہوئے ہیں کہ مسیح آ گیا ہے، وہ کھلے طور پر قرآن کی اس خبر مستقبل کا انکار کر رہے ہیں۔

مضارع جب حال کے لئے ہو تو اس پر تاکید نہیں لاتے اسے مستقبل کے لئے لیں تو اسے مؤکد کرتے ہیں: ''امّا المضارع فان کان حالاً لم یؤکد بهما وان کان مستقبلاً اکدّ بهما وجوباً'' اس کی مثال ہے ''تاللہ لاکیدنّ اصنامکم''

(مغنی اللبیب لابن ھشام ج۴ ص۳۲۲ باب فی خروج اذا عن الشرطیة شاملہ)

۴...... یہود و نصاریٰ کے ایمان لانے کی خبر صرف انہیں تک بند نہیں دنیا میں شوکت کفر کہیں بھی باقی نہ رہے گی۔ غیر اسلامی سب ملتیں ختم ہو جائیں گی اور سوائے ملت اسلام کے کوئی باقی نہ رہے گی۔ سو قتل دجال کے بعد جہاد کی کہیں ضرورت نہ رہے گی۔ اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ جہاد ہی منسوخ ہو گیا۔ صرف یہ کہا جائے گا کہ جہاد کی ضرورت نہیں رہی۔ یضع الحرب کا یہی مطلب ہے کہ جہاد کفر کی شوکت توڑنے کے لئے ہوتا ہے اور وہ ٹوٹ چکی یا بندوں سے ظلم کو روکنے کے لئے ہوتا ہے اور مہدی کے عدل سے دنیا انصاف کا گھوارہ بن چکی۔ اب دونوں علتوں میں سے کوئی باقی نہ رہی جس کی وجہ سے جہاد کی پھر ضرورت پڑے۔ فرض الجهاد لاعلاء کلمة اللہ ودفع الشر عن العباد کما فی الھدایه!

مرزا غلام احمد کی حضرت ابوہریرہؓ سے ناراضگی

حضرت ابوہریرہؓ نے جو آیت:’’ان من اهل الکتاب‘‘کو نزول مسیح کی تصدیق میں پیش کیا اس سے مرزا غلام احمد کی مثیل مسیح کی بنی عمارت دھڑام سے نیچے آ گری۔ اس پر اسے جس طرح پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پر غصہ آیا تھا۔ اب حضرت ابوہریرہؓ پر بہت غصہ آیا اور وہ آپ پر یوں برسا کہ آپ کو کفر کی سرحد تک لے آیا۔ وہ لکھتا ہے:’’اگر ابی ہریرہؓ نے ایسے معنی کئے ہیں تو یہ اس کی غلطی ہے جیسا کہ اور کئی مقام میں محدثین نے ثابت کیا ہے کہ جو امور فہم اور درایت کے متعلق ہیں اکثر ابوہریرہؓ ان کے سمجھنے میں ٹھوکر کھاتا ہے اور غلطی کرتا ہے۔‘‘ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۲۳۵، خزائن ج۲۱ص۴۱۰)

یہ جھوٹ ہے محدثین نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔ پھر مرزا غلام احمد نے یہ بھی کہا:’’جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے، اس کو چاہئے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے۔‘‘ (ایضاً ص۲۳۶، خزائن ج۲۱ص۴۱۰)

یہ مرزا غلام احمد کی حضرت ابوہریرہؓ سے اس قدر برہمی کیوں؟ یہ محض اس لئے کہ اگر قرآن کریم کو فہم صحابہؓ کی روشنی میں سمجھا جائے تو قادیانیت کی پوری عمارت پاش پاش ہو جاتی ہے۔ مرزا غلام احمد حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں لکھتا ہے:’’فلا شکّ انه باطل ومن تبعه فانه مفسد بطال‘‘ (ایضاً)

ابوہریرہؓ نے حدیث پر قرآن کی تصدیق لانے کا عمل کس سے لیا؟ حضور ﷺ سے۔ آنحضرت ﷺ کبھی کبھی کوئی بات کہہ کر اس پر قرآن کریم کی آیت پڑھ دیتے تھے۔ اس سے آپ کا مقصد قرآن سے اس حدیث کی تصدیق ہوتی تھی۔ صحابہ کرامؓ بھی اس طرح کبھی حدیث میں قرآن کی شہادت لے آتے تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی یہ عام عادت رہتی اور اسے زیادہ تر اس حدیث کا ہی جزو سمجھا جاتا تھا جسے آپ حضور اکرم ﷺ سے روایت کرتے تھے۔

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

۱…… ’’انّ اللہ خلق الخلق حتی اذا فرغ من خلقه قالت الرحم هذا مقام العائذ بک من القطعیة…… قال رسول اللہ ﷺ فاقرؤا ان شئتم فهل عسیتم ان تولّیتم ان تفسدوا فی الارض وتقطعوا ارحامکم‘‘

(محمد:۲۲، صحیح بخاری ج۲ص۸۸۵ باب من وصل وصله اللہ)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق بخشی جب وہ اس کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم نے کہا یہ قطع رحمی سے پناہ مانگنے والے کی حاضری ہے اللہ تعالیٰ نے کہا ہاں کیا تو راضی نہیں کہ میں اسے ملاؤں جو تجھے ملائے (صلہ رحمی سے کام لے) اور اسے قطع کروں جو تجھے قطع کرے اس نے کہا کیوں نہیں اللہ نے فرمایا یہ مقام تجھے دیا گیا۔ حضور ﷺ نے اس پر یہ آیت پڑھی: پھر تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم کو حکومت مل جائے تو خرابی ڈالو ملک میں اور قطع کرواپنی قرابتیں۔

۲...... ایک دفعہ کچھ لوگ ایک مجرم کو پکڑے حد مارنے کے لئے لارہے تھے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:''انتم اعوام الشیطٰن علی اخیکم ان اللہ عفوٌ یحب العفو''

(ترجمہ) تم اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے پر وبازو بنے ہوئے ہو اللہ تعالیٰ معاف کرنے والے ہیں اور معاف کرنے والے کو پسند کرتے ہیں۔

محدث عبدالرزاق کہتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے اس پر یہ آیت پڑھی:''ثم قرأ ولیعفوا ولیصفحوا'' (المصنف ج۷ص۳۷۰باب ضرب الحدود)

(ترجمہ) (پھر آپ نے یہ آیت پڑھی) چاہئے کہ معاف کردیں اور چاہئے کہ درگزر کریں۔(مسند امام احمد ج۱ ص۳۸ باب مسانید عبداللہ بن مسعود، سنن بیھقی ج۸ ص۳۳۶ باب ماجاء فی الستر علیٰ اھل الحدود)

۳...... ایک حدیث میں اس طرح بھی وارد ہے:''واقرؤا ان شئتم فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرّۃ اعین'' (صحیح بخاری ج۱ ص۴۶۰ باب فی صفۃ الجنۃ)

۴...... ایک دفعہ آپ نے یہ بھی فرمایا:''واقرؤا ان شئتم النبی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم'' (صحیح بخاری ج۱ص۳۲۲باب النبی اولیٰ-الخ، مسند امام احمد ج۲ص۳۳۴ مسانید ابی ہریرۃ)

حضرت ابوہریرہؓ نے یہ پیرایہ بیان حضور ﷺ سے سیکھا تھا بلکہ آپ آیت کا جو ٹکڑا پڑھتے بسا اوقات وہ بھی حضور ﷺ سے ہی سنا ہوتا۔

یحییٰ بن عتیق الطفاوی بصری کہتے ہیں کہ امام محمد بن سیرین (۱۱۰ھ) جب حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے تو آپ سے (محمد بن سیرین) پوچھا جاتا کیا یہ روایت آنحضرت ﷺ سے ہے؟ آپ نے فرمایا:''کل حدیث ابی ھریرۃ عن النبی ﷺ''

(شرح معانی الآثار للطحاوی ج۱ص۲۰باب سؤر الھرۃ)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ کی کل احادیث نبی اکرم ﷺ سے ہی مروی ہیں۔

اس صورت حال میں آپ خود فیصلہ کریں کہ مرزا غلام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو جو برا بھلا کہا ہے، اس کی اصل زد کس پر آتی ہے۔ محدثین کا اصول بھی سامنے رکھئے تو قادیانیوں کا جنازہ نکل جائے گا۔

حافظ الحدیث امام حاکم (۴۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''کوئی صحابی رضی اللہ عنہ جب قرآن کریم کی کسی آیت کی تفسیر کرے تو وہ صحابی کی بات نہ سمجھی جائے گی اس کا حکم حدیث مرفوع کا ہوگا کہ یہ بات حضور اکرم ﷺ سے آئی ہے۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے آیت: ''وان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ'' کی جو تفسیر کی ہے، اسے آنحضرت ﷺ کی ہی تفسیر سمجھئے۔ اتنی بڑی بات ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی طرف سے ہرگز نہ کہہ سکتے تھے۔ آپ اپنے اس عقیدہ میں اتنے پختہ تھے کہ جو نوجوان آپ سے ملتا، آپ اسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو سلام پہنچانے کے لئے کہتے۔ سمجھتے کہ شاید وہ نوجوان اس دور کو پائے جب آپ دوبارہ آئیں گے۔ یہ یقین بھی اپنے خیال سے نہیں بن سکتا۔ جب تک کہ آپ کو یہ تفسیر خود آنحضرت ﷺ سے نہ ملی ہوتی: ''کان ابوھریرۃ یلقی الفتیٰ فیقول یا ابن اخی انکّ عسیٰ ان تلقی عیسیٰ بن مریم فاقرأہ منّی السلام'' (شرح صحیح مسلم للعلامۃ الابی ج۱ص۲۶۵)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ کسی نوجوان سے ملتے تو اسے کہتے اے بھتیجے! ہوسکتا ہے کہ تم حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے ملو ایسا ہو تو تم آپ کو میری طرف سے سلام کہہ دینا۔

یہ یقین خود بتلا رہا ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہ تفسیر خود نہ کی تھی جیسا کہ مرزا غلام احمد کا گمان ہے بلکہ آپ نے حضور ﷺ سے لیا تھا۔ سو حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر موت ابھی نہیں آئی جب تک تمام اہل کتاب آپ پر ایمان نہ لے آئیں اس وقت تک آپ کی وفات نہ ہوگی۔ قرآن کریم نے لیؤمنن بہ قبل موتہ میں اسی کی خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ہر کتابی آپ پر ایمان لا چکا ہوگا۔

امام سرخسی (۴۸۳ھ) فرماتے ہیں: جس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجماع کرلیں تو وہ بمنزلہ کتاب اللہ سمجھی جائے گی۔ (اصول سرخسی ص۳۱۸)

یعنی جس طرح کتاب اللہ معصوم ہے اسی طرح صحابہ کا اجماع بھی معصوم ہے۔

سواب نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا انکار اس درجہ میں کیسے ہو جیسے کہ کوئی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی رسالت کا ہی انکار کر دے جس طرح آپ کی رسالت کا انکار کفر ہوگا آپ کے نزول کا انکار بھی کفر ہوگا۔

حافظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) کا یہ فتویٰ ملاحظہ ہو: ''امّا نفی نزول عیسٰی علیہ السلام او نفی النبوۃ عنه فکلاهما کفر'' (الحاوی للفتاویٰ ص ۳۷ کتاب الاعلام بحکم عیسیٰ علیہ السلام)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو نہ ماننا یا آپ کی نبوت کو ہی نہ ماننا سو دونوں گناہ کفر کے درجہ کے ہیں۔

امام جلال الدین سیوطی کے دور میں ان کے اس فتوے کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھی اس سے پتہ چلتا ہے کہ اس وقت تمام اہل اسلام کی یہ مجمع علیہ آواز تھی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے اترنے کا منکر صف اسلام میں کوئی جگہ نہیں پا سکتا اس دور میں سوائے فلاسفہ کے کوئی اس مجمع علیہ عقیدہ اسلام کا منکر نہ تھا اور علماء کے ہاں اس وقت یہ فلاسفہ مسلمان نہ سمجھے جاتے تھے جو وجود آسمان کے ہی منکر تھے۔

تیرہویں صدی میں علامہ محمود آلوسی (۱۲۹۱ھ) نے بھی نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے منکرین کو دائرہ اسلام سے اسی طرح باہر کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''وجب الایمان به واکفره منکره کاالفلاسفة من نزول عیسٰی علیہ السلام آخر الزمان''

(روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۴، احزاب: ۴۰)

(ترجمہ) مسیح پر ایمان لانا ضروری ہے اور حضرت عیسیٰ کے آخر دور میں اترنے کا جو بھی منکر ہے جیسے کہ فلاسفہ نے اس سے انکار کیا ہے اس پر کفر کا حکم کیا جائے گا۔

رہا یہ مسئلہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد ثانی پر احادیث تواتر کے درجے میں پہنچی ہیں ہم ان شاء اللہ العزیز! اس پر صدی وار علماء اعلام کی شہادتیں لائیں گے۔ واللہ هو المؤفق والمعین.

ایک جلی شہادت کے بعد جب امت میں سے کسی طرف سے اس کا انکار نہ ہو ہم اس نقطہ یقین پر پہنچ جاتے ہیں کہ اب کسی مسلمان سے کسی درجہ میں اس کا انکار ممکن نہیں۔ اس پر ہم بحث کو ختم کرتے ہیں۔

عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا تواتر

الحمد ﷲ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. امّا بعد!

نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بحث آپ پیچھے پڑھ آئے ہیں یہاں اسے مسئلہ نزول کی بجائے بطور عقیدہ سامنے لایا جارہا ہے۔اس موضوع پر یہ چودہ سوسال کا علمی سرمایہ ہدیۂ قارئین ہے۔اپنے اسلامی نظریات کی حمایت میں ہم نے کچھ قادیانی حوالے بھی ساتھ دیئے ہیں تاکہ اگرکوئی قادیانی بھی ہماری ان معروضات پر غیر جانبدار ہوکر غور کرے تو ممکن ہے اسے پھر اسلام کی طرف پلٹنے کی توفیق مل جائے گو بہت کم ڈوبنے والوں کو کنارے پر لوٹنا نصیب ہوتا ہے ہاں اللہ کے لطف وکرم میں کوئی کمی نہیں جس کو چاہے خوش قسمت کردے۔

عقیدہ نزول مسیح جملہ ادیان سماویہ کی نظر میں

نزول مسیح کا عقیدہ صرف اسلامی عقائد کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ جملہ ادیان سماویہ کا ایک ایسا متفقہ عقیدہ ہے جس میں دیگر اصول دین کی طرح کبھی کوئی اختلاف نہیں رہا جن لوگوں کا قیامت پر اعتقاد ہے وہ سب اس بات کے قائل ہیں کہ قریب قیامت حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے یہود کو پہلے بھی کچھ عرصہ انتظار رہا کہ حضرت مسیح علیہ السلام آئیں گے اور وہ انہیں رومیوں کی غلامی سے آزادی دلائیں گے مگر افسوس کہ جب عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو یہ لوگ یکسر ان کے مخالف ہوگئے کہ یہ وہ مسیح نہیں جس کا انہیں انتظار تھا۔عیسائی قومیں اور مسلمان دونوں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو مانتے ہیں اور دونوں کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور قرب قیامت دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے(جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے) قادیانی بھی اس بات سے متفق ہیں کہ مسیح علیہ السلام قیامت کے قریب اس دنیا میں تشریف لائیں گے لیکن ان کا خیال ہے کہ وہ مسیح جو حضرت مریم کے بیٹے تھے اور جن کی آمد ثانی کے عیسائی اور مسلمان دونوں قائل ہیں وہ مسیح نہیں آئیں گے۔ان کی بجائے کوئی اور شخص اس امت میں پیدا ہوگا اور وہ ہی مسیح موعود ہوگا۔ان کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی وہ مسیح ہے۔اب مسلمان اور عیسائیوں کا مشترکہ عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی وہ مسیح ہرگز نہیں جس کا ذکر انجیل، قرآن اور

احادیث متواترہ میں پایا جاتا ہے۔ قادیانی اس پر مصر ہیں کہ یہ وہی مسیح موعود ہے۔ اس پر قادیانیوں کے دونوں گروہ مرزابشیرالدین محمود اور مولوی محمد علی لاہوری آپس میں متفق ہیں کہ مرزاغلام احمد ہی مسیح موعود ہے۔ اس لحاظ سے یہ مسئلہ مسلمانوں اور قادیانیوں کے درمیان سب سے اہم ہے۔ اگر مرزا قادیانی میں ایک خدا پرست انسان ہونے کے اندرونی نشان پورے ہوگئے ہیں جو قرآن کریم اور احادیث میں صالحین میں پائے جاتے ہیں تو پھر ان تاویلات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے۔ جو مرزاغلام احمد نے پیش کی تھیں اور اگر ایسا نہیں تو پھر کیا ضرورت پڑی کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے الفاظ اپنے اصل مفہوم سے ہٹا کر انہیں کوئی مجازی لباس میں کسی اور شخصیت میں دکھایا جائے۔

عیسیٰ علیہ السلام جو حضرت مریم کے بیٹے ہیں، ان کے قیامت سے قبل اس دنیا میں دوبارہ تشریف لانے پر چاروں انجیلیں بھی متفق ہیں اور آیات قرآنیہ اور احادیث متواترہ کی روشنی میں تیرہ سو سال کے تمام مفسرین، محدثین، فقہاء امت، مجددین ملت یہاں تک کہ اولیاء کرام، صوفیاء عظام بھی سب کے سب اس پر متفق ہیں۔ امت مسلمہ کا اجماع اس پر قائم ہو چکا ہے علماء اسلام نے اس مسئلہ کو متواترات اسلام میں شمار کیا ہے اور اس کے منکر کو قرآن کریم کی تکذیب کا مرتکب اور تواتر کا منکر قرار دیتے ہوئے اسلام سے خارج شمار کیا ہے جیسا کہ آپ پیچھے مطالعہ کر آئے ہیں اور اس کی کچھ تفصیل آپ آئندہ صفحات پر بھی ملاحظہ فرمائیں گے۔

عقیدہ نزول مسیح علیہ السلام مرزا قادیانی کی نظر میں

مرزا قادیانی کا ابتداء سے لے کر باون سال کی عمر تک امت مسلمہ کے اجماعی عقیدہ کے مطابق یہی عقیدہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ اٹھائے گئے ہیں۔ پھر قیامت سے قبل دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھوں دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر وہ غلبہ کاملہ حاصل ہوگا جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں ’’لیظھرہ علی الدین کلہ ‘‘(الفتح:۲۸) کی آیت کریمہ میں وعدہ فرمایا ہے۔ یہاں تک کہ ان کے زمانہ میں تمام مذاہب ختم ہوکر ایک ملت اسلام ہو جائیں گے۔ مرزا قادیانی نے اپنی الہامی اور انعامی کتاب براہین احمدیہ میں بڑی صراحت سے اس کا ذکر کیا ہے۔ یادرہے کہ اس وقت بھی مرزا قادیانی بقول خود چودھویں صدی کے مجدد تھے اور انہیں الہامات بھی ہوتے تھے اور اپنے آپ کو

مامور من اللہ بھی کہتے تھے اور کتاب مذکور بغرض اصلاح وتجدید تالیف کی گئی تھی اور پھر بقول ان کے حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش بھی کی گئی اور مرزا قادیانی نے حضور اکرم ﷺ کے دریافت کرنے پر اس کتاب کا نام قطبی رکھا اور پھر اس نام کی یہ تعبیر کی کہ جس طرح قطب ستارہ غیرمتزلزل اور مستحکم ہوتا ہے۔ اس طرح یہ کتاب بھی غیرمتزلزل اور مستحکم ہے۔ یعنی اس پر آئندہ کوئی خط تنسیخ نہیں کھینچ سکے گا۔ پھر اس پر دس ہزار روپے کا چیلنج بھی دیا۔

اس قدر پختہ اعتقاد اور یقین کے باوجود آپ کو کسی کے مشورہ سے یہ بات سوجھی کہ خود ہی مسیح موعود کا دعویٰ کر دیں تو پھر یہ تحریر کر دیا کہ: ''مجھے تو براہین احمدیہ کے زمانہ سے ہی مسیح موعود قرار دیا گیا تھا لیکن میں اس بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا اور میں کہتا تھا کہ مجھے عیسیٰ سے کیا نسبت ہے۔ حالانکہ مجھے وحی الٰہی کے ذریعہ یہ کہا جاتا رہا کہ تو ہی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہے۔ لیکن میں نہیں مانتا تھا۔ حتیٰ کہ جب مسلسل بارش کی طرح مجھ پر بڑی شدومد سے وحی نازل ہونے لگی اور اس وحی کو تقریباً ۱۲سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔ تب میں مجبور ہوگیا اور اس وحی کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور تب وہ عقیدہ جو قرآن کے حوالے سے میں نے باون (۵۲) سال سے امت مسلمہ کے مطابق اختیار کر رکھا تھا۔ میں نے اس ''رسمی عقیدہ'' کو ترک کر دیا اور یہ خیال کیا کہ قرآن کریم کی ان آیات کا کچھ اور مطلب ہوگا جو میں اپنے اس پچھلے عقیدہ میں اور طرح سمجھ رکھی تھیں۔'' (ملخص از اعجاز احمدی ص۷، خزائن ج۱۹ ص۱۱۳)

یہ مشورہ گویا کہ ایک بیج تھا جس پر اس پوری قادیانیت کی کاشت ہوئی ہے یہ مشورہ کن کا ہوسکتا ہے؟ مرزا غلام احمد نے اس سلسلہ میں تاج برطانیہ کی نشان دہی کی ہے اس نے ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کرتے ہوئے اپنے بارے میں لکھا: ''اس خود کاشتہ پودا کی نسبت نہایت جزم واحتیاط اور تحقیق اور توجہ سے کام لے۔'' (اشتہار بحضور گورنر ص۱۳ ملحقہ کتاب البریہ، خزائن ج۱۳ ص۳۵۰)

اب مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے لئے ضروری تھا کہ پہلے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا دعویٰ کرے اور پھر موت کے بعد زمین کے کسی حصہ میں ان کی قبر بنائے۔ تب ان کی جگہ خود لے اور قادیان میں مینارۃ المسیح بنائے۔ کیونکہ اگر یہ ثابت ہو کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آسمان پر زندہ ہیں اور وہی تشریف لائیں گے تو پھر مرزا قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے لئے کوئی جواز نہیں رہتا تھا۔ چنانچہ جس قرآن سے وہ باون سال کی عمر تک ''حیات'' ثابت کرتا

رہا۔ اسی قرآن سے اس نے اس عقیدہ کو ترک کرتے ہوئے تیس آیات سے وفات مسیح کا دعویٰ کر دیا۔ پھر طرفہ یہ کہ اسی حیات مسیح کے عقیدہ کو جس پر نہ صرف وہ باون سال کی عمر تک قائم رہا بلکہ قرآنی دلائل سے اسے ثابت کرتا رہا۔ اس نے اسے شرک عظیم قرار دے دیا۔ اب تک کسی مامور من اللہ نے اپنے عقیدے میں اس قدر تبدیلیاں نہ کی ہوں گی جو اس شخص عجیب نے کر دکھائیں۔

اب مرزا قادیانی کے متبعین کے لئے سب سے اہم اور مقدم مسئلہ یہی ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت ثابت کی جائے اور آپ کے اس دعویٰ پر کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے۔ دلائل قائم کئے جائیں اور ربوہ کے نام سے استدلال کیا جائے کہ وہاں انہیں پناہ ملی تھی۔ حالانکہ مرزا قادیانی نے پہلے خود تین جگہ فلسطین، یروشلم اور گلیل میں آپ کی قبر تجویز کی مگر بعد میں اس نے آپ کی قبر کشمیر میں تلاش کر لی۔ اس واقعہ کو دو ہزار سال ہونے کو ہیں نہ کوئی یہودی اس قبر کا گواہ ہے جو ان کے قتل کے مدعی ہیں اور نہ آج تک کوئی عیسائی وہاں جوش عقیدت میں حاضری دے سکا جن لوگوں نے دنیا کا چپہ چپہ چھان مارا ہے وہ تو اس نشان کو نہ پا سکے نہ چودہ سو سال میں کسی مجدد اسلام یا کسی مشہور صاحب کشف ولی نے اس قبر کا سراغ دیا۔ مگر افسوس کہ اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی قادیانیوں کے غلط پروپیگنڈے پر انڈیا پارلیمنٹ میں بحث ہوئی کشمیر سری نگر کا یہ علاقہ مقبوضہ کشمیر میں ہے۔ وہاں سب نے بالاتفاق اسے ڈھکوسلہ قرار دیا اور کسی طرح یہ قبر مسیح ثابت نہ ہو پائی۔

ابھی چند سال ہوئے ایک تحقیقاتی ٹیم وہاں اس کے لئے روانہ ہوئی۔ پوری تحقیق کے بعد اس نے بھی اعلان کیا۔ یہ بات بالکل غلط ہے۔ یہاں عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کا کوئی وجود نہیں ہے۔

مرزا قادیانی چونکہ پہلے خود ''حیات مسیح'' کا قائل رہا تھا۔ اس لئے یہ تحریر کر دیا کہ: ''یہ کوئی ایسی غلطی نہیں جس پر کسی قسم کا کوئی مواخذہ ہو یا یہ گناہ ہو۔ بلکہ ایک اجتہادی قسم کی غلطی ہے اور ایسی اجتہادی غلطیاں تو انبیاء سے بھی (نعوذ باللہ) ہوتی رہی ہیں۔'' اور پھر یہ بھی لکھا کہ: ''میں جانتا ہوں کہ یہ غلطی آج پیدا نہیں ہوئی بلکہ حضور ﷺ کے بعد جلد ہی یہ غلطی پیدا ہو گئی تھی اور کئی صحابہ رضی اللہ عنہم اور خواص امت کا بھی یہی عقیدہ تھا۔''

(ملخص از حقیقت الوحی ص۳۰ حاشیہ، خزائن ج۲۲ ص۳۲)

’’ابوہریرہ صحابی جو (العیاذ باللہ) غبی تھے اور ان کی درایت اچھی نہ تھی وہ اس مسئلہ کو سمجھ نہ سکے تھے۔‘‘ (ملخص از حقیقت الوحی ص۳۴، خزائن ج۲۲ ص۳۶)

اور پھر یہ بھی لکھا: ’’اوّل تو یہ جاننا چاہئے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک یہ پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہوگیا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

سو قادیانیوں کا ’’حیات اور وفات مسیح‘‘ کے مسئلہ پر زور دینا بالکل بے وجہ ہے بلکہ سراسر انصاف کے خلاف ہے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر مرزا قادیانی کی باون سال کی عمر تک امت اسی پر متفق چلی آئی ہے تو اب اس پر بحث کرنا بالکل تضیع اوقات ہے۔

ہاں! مسلمان، عیسائی اور قادیانی تینوں قومیں اس پر متفق ہیں کہ قیامت سے قبل اس امت میں مسیح ابن مریم کی تشریف آوری ہے۔ اب سیدھی بات ہے کہ احادیث کی روشنی میں یہ دیکھا جائے کہ عیسیٰ بن مریم کون ہے۔ دمشق میں کس نے اترنا ہے۔ آیا مرزا قادیانی وہی مسیح ہے جس کی احادیث صحیحہ میں دوصد کے قریب علامات بتائی گئی ہیں۔ اگر یہ وہی ہے جس کے مسلمان اور عیسائی دونوں منتظر ہیں تو اس کے انکار کی کوئی صورت نہیں اور اگر یہ وہ نہیں تو اس کو (مرزا غلام احمد) مسیح موعود ماننا ان تمام روایات متواترہ کا انکار ہوگا جن میں عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ متواترات اسلام کا انکار کفر ہے۔

عقیدہ نزول مسیح انجیل کی رو سے

مسلمانوں میں یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ اہل کتاب نے تورات وانجیل میں بہت مقامات میں ردوبدل کیا ہے لیکن ہم یہ اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ پھر بھی کئی مقامات پر ان میں کتاب مقدس کی جھلک ملتی ہے۔ مندرجہ ذیل عبارات میں بھی ضروری نہیں کہ ہم ایک ایک جزئی سے متفق ہوں لیکن ان میں سے جن باتوں کی تصدیق قرآن پاک میں مل جائے ان میں کوئی شبہ بھی باقی نہیں رہ جاتا۔

۱...... ’’اور جب وہ زیتون کے پہاڑ پر بیٹھا تھا اس کے شاگردوں نے الگ اس کے پاس آ کر کہا ہم کو بتا یہ باتیں کب ہوں گی اور تیرے آنے اور دنیا کے آخر ہونے کا نشان کیا ہوگا؟ یسوع نے جواب میں ان سے کہا خبردار! کوئی تم کو کوئی گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں۔ بہت سے لوگوں کو گمراہ کریں گے اور تمام لڑائیاں اور لڑائیوں کی افواہ سنو گے۔ خبردار! گھبرا نہ جانا، کیونکہ ان باتوں کا واقعہ ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت خاتمہ نہ ہوگا کیونکہ قوم پر قوم اور سلطنت پر سلطنت چڑھائی کرے گی اور جگہ جگہ کال پڑیں گے اور بھونچال آئیں گے لیکن یہ سب باتیں مصیبتوں کا شروع ہی ہوں گی۔‘‘ (انجیل متی باب۲۴، آیت۳ تا۹)

۲...... ’’اس وقت اگر تم سے کوئی کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین نہ کرنا۔ کیونکہ جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں۔ دیکھو میں نے پہلے ہی تم سے کہہ دیا ہے پس اگر وہ تم سے کہیں کہ دیکھو وہ بیابان میں ہے باہر نہ جانا یا دیکھو وہ کوٹھڑیوں میں ہے تو یقین نہ کرنا کیونکہ جیسے بجلی پورب سے کوند کر پچھّم تک دکھائی دیتی ہے۔ ویسے ہی ابن آدم کا آنا ہوگا۔ جہاں مردار ہے وہاں گدھ جمع ہوجائیں گے اور فوراً ان دنوں کی مصیبت کے بعد سورج تاریک ہوجائے گا اور چاند اپنی روشنی نہ دے گا اور ستارے آسمان سے گریں گے اور آسمانوں کی قوتیں ہلائی جائیں گی اور اس وقت ابن آدم کا نشان آسمان پر دکھائی دے گا اور اس وقت زمین کی ساری قومیں چھاتی پیٹیں گی اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھیں گی۔‘‘ (انجیل متی باب۲۴، آیت۲۳ تا۳۰)

۳...... ’’غرض خداوند یسوع ان سے کلام کرنے کے بعد آسمان پر اٹھایا گیا۔‘‘

(انجیل مرقس باب۱۶، آیت۱۹)

۴...... ’’اور جب وہ انہیں برکت دے رہا تھا تو ایسا ہوا کہ ان سے جدا ہوگیا اور آسمان پر اٹھایا گیا۔‘‘ (انجیل لوقا باب۲۴، آیت۵۱)

۵...... ’’یسوع نے اس سے کہا مجھے نہ چھو، کیونکہ میں اب تک باپ کے پاس اوپر نہیں گیا۔ لیکن میرے بھائیوں کے پاس جا کر ان سے کہہ کہ میں اپنے باپ اور تمہارے باپ اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس اوپر جاتا ہوں۔‘‘ (انجیل یوحنا باب۲۰، آیت۱۷)

۶...... ’’اور وہ یہ کہہ کران کے دیکھتے دیکھتے اوپر اٹھا لیا گیا اور بدلی نے اسے ان کی نظروں سے چھپا لیا اور اس کے جاتے وقت جب وہ آسمان کی طرف غور سے دیکھ رہے تھے تو دیکھو دو مرد سفید پوشاک پہنے ان کے پاس آ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے، اے گلیلی مردو! تم کیوں کھڑے آسمان کی طرف دیکھتے ہو یہی یسوع جو تمہارے پاس سے آسمان پر اٹھایا گیا ہے اسی طرح پھر آئے گا جس طرح تم نے اسے آسمان پر جاتے دیکھا ہے۔‘‘

(رسولوں کے اعمال باب۱، آیت۹ تا۱۱)

اناجیل اربعہ سے چند عبارتیں آپ کے سامنے آ چکیں۔ ان حوالہ جات سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ انجیل کی رو سے عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور قیامت سے قبل دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور عیسائیوں کا عقیدہ بھی اسی کے مطابق ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہودیوں اور عیسائیوں کے چند بنیادی عقیدے اور ان کے بارے میں قرآن کا ردعمل

قرآن کریم جہاں عقائد ومسائل پر بحث کرتا ہے وہاں پر اہل کتاب یہود ونصاریٰ کے اختلافات میں بھی حق کا فیصلہ دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ’’**وما انزلنا علیک الکتاب الّا لتبیّن لهم الذی اختلفوا فیه**‘‘ (النحل:۶۴)

(ترجمہ) اور ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنا دے تو ان کو وہ چیز کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہود ونصاریٰ افراط وتفریط کا شکار تھے۔ قرآن کریم نے بڑی تفصیل کے ساتھ ان مسائل پر بحث کی ہے۔ یہود ونصاریٰ کے غلط عقائد کی صاف صاف تردید کی ہے اور جو بات صحیح تھی اس کی تائید کی ہے۔

یہودی مریم صدیقہ علیہا السلام پر بری تہمت لگاتے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام پر (نعوذ باللہ) ناجائز طعن کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے یہود کے ملعون ہونے کے جہاں اور اسباب ذکر فرمائے۔ ان میں ایک یہ بھی بیان کیا: ’’**وعلیٰ مریم بهتانا عظیماً**‘‘ (النساء:۱۵۶)

یعنی یہودیوں نے مریم صدیقہ پر بہتان عظیم باندھا۔ اللہ تعالیٰ نے مریم صدیقہ کی پاک دامنی میں ایک مستقل سورت نازل فرمائی۔ جس میں ان کی پاکیزگی کا بیان ہے اور اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کو اپنی قدرت کا نشان قرار دیا ہے اور یہودں کے ان کے تمام شکوک شبہات دور فرمائے اور حضرت عیسیٰ کو ’’کلمۃ اللہ‘‘ اور ’’روح اللہ‘‘ کہا۔

یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کا دعویٰ کرتے تھے اور ان کی موت کو صلیب کی موت کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول ذکر کر کے صریح الفاظ میں اس کی تردید فرمائی۔ ارشاد فرمایا: ’’وقولهم انّا قتلنا المسيح عيسىٰ بن مريم رسول الله وما قتلوه وما صلبوه‘‘ (النساء:۱۵۷)

(ترجمہ) اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا عیسیٰ مریم کے بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا اور انہوں نے اس کو نہ قتل کیا اور نہ سولی پر چڑھایا۔

اسی طرح عیسائیوں کے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق چند مخصوص عقائد تھے۔ ہم مقدمہ میں بھی ان کے ان عقائد کا کچھ ذکر کر آئے ہیں۔ مضمون کی مناسبت سے ہم یہاں بھی ان کا ذکر کئے دیتے ہیں۔

(۱) الوہیت، (۲) تثلیث (تین میں کا ایک)، (۳) ابنیت، (۴) تصلیب، (۵) رفع الی السماء۔

قرآن کریم نے ان چار عقیدوں کی پرزور تردید کی ہے۔ لیکن پانچویں عقیدے کی تردید نہیں کی بلکہ اس کی تائید کر دی ہے لیجئے پہلے ان چار عقیدوں کی تردید ملاحظہ ہو:

۱......الوہیت

’’لقد كفر الذين قالوا انّ الله هو المسيح ابن مريم‘‘ (المائدہ:۷۲)

(ترجمہ) بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔

۲......تثلیث

’’لقد كفر الذين قالوا انّ الله ثالث ثلثه وما من اله الّا اله واحد‘‘ (المائدہ:۷۳)

(ترجمہ) بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں ایک۔ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے۔

۳......ابنیت

’’وقالت النصارٰی مسیح ابن اللّٰہ ذٰلک قولهم بافواههم‘‘(التوبۃ:۳۰)
(ترجمہ)اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے یہ بات ہے ان کے مونہوں کی۔
’’ذالک عیسٰی ابن مریم قول الحق الذی فیه یمترون ما کان للّٰہ ان یتخذ من ولد سبحٰنه اذا قضٰی امراً فانّما یقول له کن فیکون‘‘ (مریم:۳۴،۳۵)
(ترجمہ) یہ ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا سچی بات جس میں لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کے لائق نہیں ہے کہ ٹھہرائے کوئی لڑکا وہ پاک ذات ہے جب ٹھہرالیتا ہے کسی کام کا کرنا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو وہ ہو جاتا ہے۔

۴......تصلیب

’’وماصلبوه‘‘ (النساء:۱۵۷)
(ترجمہ)اور انہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو سولی نہیں دی۔
صلیب کی نفی سے عیسائیوں کا عقیدہ کفارہ خود ہی زائل ہوگیا۔ کیونکہ کفارہ کی بنیاد عقیدہ صلیب تھا۔
اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ کوئی شخص کسی دوسرے کا بار نہ اٹھائے گا۔ گنہگار کی خیر خواہی مقصود ہو تو شفاعت کی راہ کھلی ہے۔ بار گناہ کسی معصوم پر نہیں ڈالا جاسکتا۔
قرآن نے کہا:’’لاتزروازرة وزراخرىٰ‘‘ (بنی اسرائیل:۱۵)
(ترجمہ) کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا۔

۵......رفع الی السماء

اب رہا عیسائیوں کا پانچواں عقیدہ’’رفع الی السماء‘‘ کا جیسا کہ اناجیل اربعہ کے حوالجات گزر چکے ہیں۔ عیسائیوں کا یہ عقیدہ قرآن کریم کے نزول سے قبل بھی پوری وضاحت سے موجود تھا اور آج بھی موجود ہے عیسائیوں کی چاروں انجیلیں اس پر متفق ہیں اناجیل کے مذکورہ حوالجات اس کی صاف صاف گواہی دے رہے ہیں۔ مرزا قادیانی کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ چاروں انجیلیں اس پر متفق ہیں اور یہ عیسائیوں کا اجماعی عقیدہ

اب تک چلا آ رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں تین دن قبر میں رہنے کے بعد آپ پھر آسمان پر اٹھائے گئے۔ ہاں! مرزا قادیانی کی یہ بات سراسر غلط ہے کہ یہ عقیدہ مسلمانوں میں عیسائیوں سے چلا آیا ہے۔ مرزا قادیانی کی عبارات ملاحظہ فرمائیے:

۱...... ’’کیونکہ تمام فرقے نصاریٰ کے اسی قول پر متفق نظر آتے ہیں کہ تین دن تک حضرت عیسیٰ مرے رہے اور پھر قبر میں سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور چاروں انجیلوں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۴۸، خزائن ج۳ ص۲۲۵)

’’وانّ عقیدۃ حیاتہ قد جاءت فی المسلمین من الملّۃ النصرانیۃ‘‘ (ضمیمہ حقیقت الوحی ص۳۹، خزائن ج۲۲ ص۶۶۰)

مرزا غلام احمد مسلمانوں کے اس عقیدہ کو جسے وہ عیسائیوں سے مستعار بتلاتا ہے۔ صحابہ کرامؓ سے شروع کرتا ہے۔ گویا قرآن اپنے ابتدائی دور میں ہی غلط طور پر سمجھا گیا تھا اور کئی صحابہ عیسائیوں کے اس عقیدے پر آ گئے تھے اب تیرہ سو سال کے بعد اس کی صحیح سمجھ کے اسباب پیدا کئے گئے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتا ہے:

۲...... ’’اور معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایک دو کم سمجھ صحابہ کو جن کی درایت عمدہ نہیں تھی عیسائیوں کے اقوال سن کر جو اردگرد رہتے تھے کچھ یہ خیال تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں جیسا کہ ابوہریرہ (العیاذ باللہ) جو غبی تھا اور درایت اچھی نہیں رکھتا تھا۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۱۸، خزائن ج۱۹ ص۱۲۷)

دیکھئے عقیدہ حیات مسیح کو بدلنے کے شوق میں حضور اکرم ﷺ کے جلیل القدر صحابی سیدنا حضرت ابوہریرہؓ کی بھی توہین کر ڈالی۔ یہ وہ صحابی ہیں جن کا حافظہ اسلام کا چلتا پھرتا ایک معجزہ تھا۔ حضرت کی خاص دعا ان کے شامل حال تھی۔ پانچ ہزار سے کچھ زائد احادیث ان سے مروی ہیں۔ حضور ﷺ نے آپ کا نام لے لے کر جس طرح آپ کو تعلیمات دیں اور احادیث سنائیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو حضور ﷺ کے ہاں کس قدر نظر شفقت حاصل تھی اور کس قدر نبوی ﷺ سے مالا مال تھے۔ جن کے سامنے قرآن اترا اور انہوں نے خود حضور اکرم ﷺ سے براہ راست قرآن پڑھا۔ مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ انہیں تو قرآن کی سمجھ نہ آئی اور سمجھ آئی تو قادیان کے اس دہقان کو جو خود بارہ سال تک اس موضوع

پر اپنی وحی کو بھی نہ سمجھ سکا۔ تاریخ فیصلہ کرے گی کہ غبی کون نکلا؟

مرزا قادیانی کی ان عبارات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ عیسائیوں کا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع ونزول کا حضور ﷺ کے زمانہ میں اسی طرح قائم اور مسلّم تھا۔

اب ذرا غور فرمائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے رفع الی السماء کا عیسائی عقیدہ اگر الوہیت، تثلیث، ابنیت اور تصلیب کی طرح باطل ہوتا تو قرآن کریم اس عقیدہ کی بھی دوسرے باطل عقائد کی طرح صاف الفاظ میں ما رفع یا لم یرفع اور لا ینزل سے تردید کرتا ہے۔ اس کے برعکس قرآن کریم نے صاف الفاظ میں اس عقیدہ کی تائید کی۔ جب یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے تو فرمایا: ''یاعیسیٰ انّی متوفّیک ورافعک الیّ'' (آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اے عیسیٰ! بے شک تجھے موت میں دوں گا۔ (یعنی یہ تجھے قتل نہ کرسکیں گے، تیری وفات طبعی ہوگی) اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔

اور جب یہود کے دعویٰ قتل اور عیسائیوں کے دعویٰ صلیب کی تردید کی کہ نہ تو عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے قتل کیا اور نہ ہی انہیں کسی نے سولی دی تو ان کے ساتھ آخر کیا معاملہ ہوا تو ارشاد فرمایا: ''بل رفعه الله اليه'' (نساء:۱۵۸)

(ترجمہ) بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

''اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا'' یہ سمجھنے کے لئے کہ آسمان پر اٹھالیا ان آیات کو ذہن میں رکھیں۔

''أامنتم من فی السمآء ان یخسف بکم الارض فاذا هی تمور. ام امنتم من فی السماء ان یرسل علیکم حاصبا'' (الملک:۱۶،۱۷)

اور حضور اکرم ﷺ تھے دعا کے وقت آسمان کی طرف دیکھتے رب تعالیٰ فرماتے ہیں: ''قد نریٰ تقلّب وجهک فی السماء'' (البقرہ:۱۴۴)

عیسائیوں کے عقائد میں سے ''رفع الی السماء'' کا عقیدہ چونکہ درست تھا (گو وہ بعد الموت کے قائل ہیں اور مسلمان قبل الموت کے) تو دوسرے غلط عقائد کی تردید کرکے اس عقیدہ کی تائید فرمادی اور حضور اکرم ﷺ نے قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے نزول کو صاف صاف الفاظ میں بیان فرما کر ان کے عقیدہ کے اس دوسرے جزو کی برسرعام تائید کی۔

اب منکرین ''رفع'' کو چاہئے کہ وہ قرآن کریم یا احادیث نبویہ سے عیسائیوں کے عقیدہ رفع کی تردید دکھائیں۔ جس طرح ہم ان کے عقیدہ صلیب کی تردید ''ما قتلوہ وما صلبوہ'' سے دکھاتے ہیں۔ اسی طرح وہ عیسائیوں کے عقیدہ رفع کی تردید میں کہیں سے مارفع یا لاینزل کا لفظ دکھادیں۔ لیکن وہ تاقیامت یہ لفظ کہیں بھی نہیں دکھا سکتے۔

آمدیم برسر مطلب

عیسائی عقیدے آپ کے سامنے آچکے۔ قرآن کریم نے کن کن کی تردید کی ہے اور کس عقیدے کی تائید کی، یہ بات بھی آپ سے چھپی نہیں رہی۔ اب ہم رفع کی بحث سے صرف نظر کرتے ہوئے چند آیات قرآن کریم کی پیش کریں گے۔ (کیونکہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمانوں سے نزول ثابت ہو تو ان کا وہاں جانا (رفع آسمانی) ازخود لازم آجائے گا) اوران آیات کی تفسیر احادیث نبویہ، اقوال صحابہ اور ائمہ سلف کی عبارات کی روشنی میں کی جائے گی۔ پھر احادیث نبویہ متواترہ جو تیس سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں ان میں سے صرف چند احادیث پیش کریں گے جن سے روز روشن کی طرح واضح ہوگا کہ مسیح موعود سے مراد وہی اسرائیلی نبی ہے جو حضرت مریم صدیقہ کا بیٹا تھا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے علاوہ اور کوئی اس کا مصداق نہیں ہوسکتا۔ پھر اسلام کی پہلی تیرہ صدیوں میں سے بعض فقہاء اور علماء اسلام کے اقوال پیش کریں گے جو اس مسئلہ کے طے کرنے میں ہمیں مدد دیں گے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا انکار کفر ہے یا نہیں؟ اور مرزا غلام احمد قادیانی نے اس اجماعی عقیدہ کا انکار کیا ہے اس سے اس کا وہ عہد ٹوٹ چکا ہے جس کے تحت کسی شخص کو مسلمان سمجھا جاسکتا ہے۔ کیونکہ یہ عقیدہ متواترات میں سے ہے اور اقرار کلمہ کے مقتضیات میں سے ہے کہ آنحضرت ﷺ کی جملہ تعلیمات کو جو تواتر سے ہم تک پہنچی ہیں سب کو تسلیم کیا جائے اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی کفر قرار دیا جائے۔ گو ہم یہ مباحث رفع اور نزول کے علیحدہ علیحدہ بڑے بسط سے بیان کرکر آئے ہیں لیکن موقع کی مناسبت سے ان سب کا استحضار یہاں بھی ضروری ہے۔ پوری تفصیل چاہئے تو پھر ان پہلے بیان کردہ مضامین کی طرف مراجعت فرمائیں۔

نزول مسیح قرآن کریم کی رو سے

قرآن کریم خدا تعالیٰ کی سب سے آخری کتاب ہے جب اس پر نظر ڈالیں تو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی یہی حیثیت ثابت ہوتی ہے۔

آیت نمبر۱: ’’**وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته ويوم القيامة يكون عليهم شهيداً**‘‘ (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور اہل کتاب میں کوئی ایسا نہ رہے گا مگر عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ضرور ایمان لے آئے گا اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔

تفسیر آیت: اس آیت کی تفسیر حضور اکرم ﷺ کے جلیل القدر اور کثیر الروایت صحابی سیدنا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی صریح روایت بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں اگر اس پیش گوئی کی اصل تم قرآن کریم میں دیکھنا چاہو تو اس آیت (مذکورہ بالا) کو پڑھ لو۔ آپ نے قبل موته میں ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹائی ہے۔

امام نووی لکھتے ہیں: ’’**ففيه دلالة ظاهرة علٰى ان مذهب ابى هريرة فى الأية انّ الضمير فى موته يعود علٰى عيسٰى**‘‘

(شرح مسلم ج۱ ص۸۷ باب بيان نزول عيسٰى بن مريم)

اور کسی صحابی سے اس کے خلاف مروی نہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس امت کے ترجمان قرآن ہیں۔ وہ بھی یہی تفسیر کرتے ہیں۔ (تفسیر درمنثور ج۲ ص۲۴۱، امام محمد بن حنفیہ، حضرت قتادہ، حضرت حسن بصری، حضرت ابن زید سے بھی یہی تفسیر منقول ہے) بارہویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے صحابہ رضی اللہ عنہم اور مجددین کے اس ترجمہ کے خلاف **قبل موته** کی ضمیر کتابی کی طرف لوٹانا درست نہیں جس ایمان پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہو کیا اللہ تعالیٰ اسے اتنی تاکید کے ساتھ بیان فرماتے؟

اس وقت دنیا میں اہل کتاب یہود موجود ہیں یا نہیں؟ کیا سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لا چکے ہیں؟ اگر موجود ہیں اور وہ آپ پر ایمان نہیں لا چکے تو اس سے معلوم ہوگیا کہ ابھی آپ پر موت نہیں آئی جب آپ پر موت آ چکی ہوگی اس وقت دنیا میں کوئی یہودی نہ

ہوگا اور عیسائی بھی آپ کی الوہیت کے نہیں رسالت کے قائل ہوں گے اور اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا۔ مگر یہ کہ اس کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان صحیح ہوگا اور تینوں قومیں یہود ونصاریٰ اور مسلمان ایک ہوچکی ہوں گی اور کوئی اور مذہب نہ ہوگا۔ ایک ملت اسلام ہوگی۔

آیت نمبر۲،۳: ’’ویکلّم النّاس فی المهد و کهلا‘‘ (آل عمران:۴۶)

(ترجمہ) اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں سے کلام کریں گے گود میں اور ادھیڑ عمر میں۔

’’وتكلّم النّاس فی المهد و کهلا‘‘ (المائدہ:۱۱۰)

(ترجمہ) اور تو لوگوں سے کلام کرتا تھا گود میں اور ادھیڑ عمر میں۔

تفسیر: پہلی آیت میں حضرت مریم علیہا السلام کو بشارت دی جارہی ہے کہ اے مریم! تیرے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا وہ ان صفات کا حامل ہوگا۔ دوسری آیت میدان آخرت کی ہے جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے احسانات جتلائیں گے کہ اسے عیسیٰ تو ماں کی گود میں بھی باتیں کرتا تھا اور ادھیڑ عمر (زمانہ کہولت) میں بھی باتیں کرتا تھا۔ چنانچہ قرآن کریم کے بلند پایہ مفسرین ابن جریر طبری (۳۱۰ھ)، قرطبی (۶۲۱ھ)، ابن کثیر (۷۷۴ھ)، ابوالسعود (۹۵۱ھ) اور دیگر تمام مفسرین نے ان آیات کی تفسیر یہ کی ہے کہ زمانہ کہولت میں باتیں کرنے سے مراد آپ کے آسمان سے نزول کے بعد لوگوں سے ہم کلام ہونا مراد ہے۔ کیونکہ وہ زمانہ کہولت سے قبل آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے۔ اب جب دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو زمانہ کہولت پائیں گے جس کا بطور انعام اور بطور احسان ذکر ہورہا ہے۔ یہی تفسیر حبر الامت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر تابعین سے مروی ہیں۔

استدلال: پیدائش کے ساتھ ماں کی گود میں کلام کرنا واقعی حیرت انگیز معجزہ ہے لیکن ادھیڑ عمر میں (کہولت) لوگوں سے بات کرنا کسی پہلو سے تعجب خیز نہیں۔ پھر یہاں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں باتوں کو (گود میں بات کرنے اور ادھیڑ عمر میں بات کرنے کو) اس استعجاب میں کیسے بیان فرمایا کہ پیدائش سے قبل بھی بطور خاص ذکر کیا جارہا ہے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ آپ بہت لمبی عمر پائیں، صدیوں آسمانوں پر رہیں پھر دنیا میں نزول فرماویں اور اس ہیئت کذائی میں لوگوں سے ہم کلام ہوں تو یہ قدرت کا معجزہ ہے کیا یہ تعجب خیز نہیں ہے؟

ورنہ تو ادھیڑ عمر میں ہر کوئی کلام کرتا ہے پھر نہ یہ کوئی محل استعجاب ہے اور نہ ہی یہ کوئی احسان کے ذکر کا محل ہے۔ لہٰذا زمانہ کہولت میں باتیں کرنا تبھی درست ہوسکتا ہے کہ یہ

مانا جائے کہ قیامت سے قبل دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے اور اس عمر میں بھی لوگوں سے ہم کلام ہوں گے۔ ورنہ تو خدا کا یہ کلام بے مقصد ہو جائے گا۔

آیت نمبر۴،۵: ’’ویعلّمہ الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل‘‘ (آل عمران:۴۸)

(ترجمہ) اور اللہ تعالیٰ سکھائے گا اس بچے کو کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

’’واذ علّمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل‘‘ (المائدہ:۱۱۰)

(ترجمہ) اور جب میں نے تمہیں کتاب اور حکمت اور تورات اور انجیل کی تعلیم دی۔

تفسیر: ان میں بھی یہی ترتیب ہے۔ پہلی آیت میں قبل از ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کو بشارت دی جارہی ہے اور دوسری آیت میں قیامت کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو احسانات یاد دلائے جائیں گے۔ ان میں اس تعلیم کتاب وحکمت کا ذکر ہے۔

تورات وانجیل آسمانی کتابیں ہیں اور اپنے وقت میں منبع ہدایت تھیں۔ ان کے ساتھ منابع ہدایت کا ذکر ہی مناسب ہے نہ کہ صنعت وکتابت جو استادوں سے بھی تدریجاً سیکھ لی جاتی ہے۔ سو یہاں کتاب سے فن خطاطی مراد نہیں نہ فن خطاطی کوئی علمی گہرائی ہے جو اسے حکمت سے جوڑا جائے ہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ کتاب سے مراد کوئی ایسی چیز ہے جس میں لاکھوں حکمتیں پنہاں ہوں گی۔ قرآن پاک میں کئی اور مقامات پر بھی یہ دونوں لفظ ایک ساتھ وارد ہیں اور ان تمام جگہوں پر اس سے قرآن وسنت ہی مراد ہیں۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ اللہ تعالیٰ حضرت مریم صدیقہ کو بشارت دیتے وقت بھی اس احسان کا ذکر فرمادیں کہ میں تیرے بیٹے کو کتابت یعنی فن خطاطی سکھلادوں گا اور پھر قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بڑے بڑے احسانات وانعامات کی یاد دلاتے وقت یہ احسان بھی جتلائیں کہ میں نے تجھے خطاطی سکھائی تھی۔ پادری صاحبان بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خطاطی کے نمونے کسی دور میں پیش نہیں کرسکے۔ سو یہ دونوں آیتیں ایک قبل از ولادت کی دوسری احوال قیامت کی بتلارہی ہیں کہ کتاب وحکمت سے مراد منبع علم ہے۔

استدلال: قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ’’کتاب وحکمت‘‘ اس امت کے منابع علم ہیں اور یہ دونوں جب بھی کسی ایک مقام میں اکٹھے ذکر ہوئے وہاں ’’الکتاب‘‘ سے قطعی طور پر قرآن ہی مراد ہوتا ہے۔ (البقرہ:۱۲۹،۱۵۱،۲۳۱، النساء:۱۱۳، آل عمران:۱۶۴، الجمعہ:۲)

ان چھ مقامات میں الکتاب والحکمۃ دونوں ایک ساتھ ذکر ہوئے اور تمام مقامات پر ’’الکتاب‘‘ سے مراد ’’قرآن‘‘ ہے اور ’’الحکمۃ‘‘ سے مراد قرآن کریم کی تشریح اور تفسیر ہے یعنی سنت۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں تورات وانجیل کے علاوہ ان دو مقامات میں ’’الکتاب‘‘ اور ’’الحکمۃ‘‘ اکٹھے ذکر ہوئے اور خصوصی احسان وانعام کے پیرایہ میں ذکر ہوئے اور یہ بغیر اس کے متصور نہیں ہوسکتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کچھ محمدی دور بھی پائیں گے اور اس وقت کتاب وسنت کے مطابق حضور ﷺ کے امتی کی حیثیت سے زندگی بسر کریں گے اور یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ آپ کا قیامت سے پہلے اس زمین پر نزول ہو اور امت محمدیہ کے ساتھ شامل ہونا آپ کے لئے مقدر ہو۔

ازالہ شبہ

اس دلیل میں مرزائیوں کے اس شبہ کا بھی ازالہ ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب آسمان پر اٹھائے گئے تھے اس وقت تو قرآن نازل نہ ہوا تھا انہوں نے اب اسے سیکھا کیسے؟ اور جب قیامت سے قبل دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور حضور اکرم ﷺ کی شریعت کی اتباع کریں گے تو لازماً کسی حافظ کی شاگردی اختیار کرنی پڑے گی اور اس سے قرآن پڑھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شبہ کا پہلے سے ہی ازالہ فرمادیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو قرآن کی تعلیم میں خود دوں گا۔ مرزا قادیانی کی طرح وہ اسے کسی حافظ فضل الٰہی سے نہ پڑھیں گے۔ (کتاب البریہ ص۱۴۹ حاشیہ، خزائن ج۱۳ ص۱۸۰)

آیت نمبر۶: (ترجمہ) اور بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام) البتہ نشان ہے قیامت کا۔ پس اس میں ہرگز شک نہ کر۔

تفسیر: ’’انہ لعلم للساعۃ‘‘ کی ضمیر کدھر جاتی ہے؟ اس میں دو قول ہیں قرآن کریم کی طرف یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف؟ جلیل القدر صحابی مفسر قرآن حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ لوگوں نے اس آیت کی تفسیر

سمجھی ہے یا نہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔
(رئیس المفسرین علامہ ابن جریر الطبری (۳۱۰ھ) (ج۲۵ ص۵۴، الزخرف:۶۱)

دیگر بہت سے تابعین اور ائمہ مفسرین نے بھی ضمیر کا مرجع حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ہی بتلایا ہے اور آیت کا سیاق وسباق بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ ضمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹتی ہے کہ قیامت سے قبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اس دنیا میں دوبارہ تشریف لانا قیامت کی ایک نشانی ہے۔

۱...... ’’قرآن کریم میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یعنی اے یہودیو! عیسیٰ کے ساتھ تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ قیامت کیا چیز ہے۔‘‘ (اعجاز احمدی ص۲۱، خزائن ج۱۹ ص۱۳۰)

غلام احمد بھی کہتا ہے کہ یہودیوں کو قیامت کی خبر دی گئی تھی اور اس میں عیسیٰ بن مریم کا بھی بطور علامات قیامت ذکر تھا۔

۲...... **’’انّ فرقة من الیهود ...... اعنی الصدوقین...... کانوا کافرین بوجود القیامة فاخبرهم الله علیٰ لسان بعض انبیائه ان ابناء من قومهم یولد من غیر اب وهذا یکون اٰیة لهم علیٰ وجود القیامة‘‘**

(حمامۃ البشریٰ ص۹۰، خزائن ج۷ ص۳۱۶)

عقیدہ نزول مسیح کی حیثیت احادیث نبویہ میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دنیا میں دوبارہ تشریف لانے کی تقریباً ایک صد سے زائد احادیث حضور اکرم ﷺ سے تیس ۳۰ سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم روایت کررہے ہیں۔ جن میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ تشریف لانے کی مختلف پیرایوں میں بڑی صراحت سے خبر دی ہے۔

کتب حدیث میں نزول عیسیٰ کا مضمون اس کثرت سے وارد ہے اور ہر دور میں محدثین نے اسے اتنے راویوں سے نقل کیا ہے کہ ان سب کا کذب پر جمع ہونا عقلاً محال ہے۔ اسے ہی محدثین تواتر کہتے ہیں۔ اس وقت تمام احادیث کا احاطہ پیش نظر نہیں صرف تواتر کا بیان مقصود ہے تفصیل کے لئے ’’**التصریح بما تواتر فی نزول المسیح**‘‘ مصنفہ حضرت علامۃ العصر انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ فرمائیں۔

تیسری صدی ہجری

اس وقت صرف تواتر کا اظہار مقصود ہے۔ ایک صحیح مسلم کو ہی لیجئے۔ امام مسلم اس حدیث کو حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر، حضرت نواس بن سمعان، حضرت حذیفہ بن اسید، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم سات جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے متعدد سندوں سے روایت کرتے ہیں۔ امام مسلم کے استاد امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جو ائمہ اربعہ میں سے ہیں اور ایک مجتہد امام ہیں وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عثمان بن ابی العاص، حضرت سمرۃ بن جندب، حضرت عمران بن حصین، حضرت ثوبان، حضرت سفینہ، حضرت عائشہ صدیقہ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہم سے اسے نقل کر رہے ہیں۔ پھر سنن ابی داؤد کو دیکھئے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت ابوامامہ، حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہما وغیرہ کتنے صحابہ سے روایت کرتے ہیں۔ صحیح بخاری، جامع ترمذی، سنن نسائی اور سنن ابن ماجہ کی روایات ان کے علاوہ ہیں۔ یہ سب مرویات تیسری صدی ہجری میں اس کے تواتر کا پتہ دیتی ہیں۔ اب آیئے آپ کو چوتھی صدی میں لے چلیں۔

چوتھی صدی ہجری

آیت قرآنی: ’’انّی متوفّیک ورافعک الیّ‘‘ میں ’’متوفیک‘‘ کے معنی میں گفتگو تھی۔ بعض حضرات اس کا معنی قابضک کرتے رہے اور بعض اسے ممیتک سے بیان کرتے رہے۔ گو ان کی مراد اس سے عارضی موت تھی نہ وہ موت جس سے انسان عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے۔ لغت میں حقیقت ومجاز کی رو سے دونوں کی گنجائش تھی۔ لیکن دوسری نصوص جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے نزول کی خبر دیتی تھیں، وہ قابضک کی ہی تائید کرتی ہیں۔ اس پر امام ابن جریر طبری (۳۱۰ھ) ’’جو رئیس المفسرین ہے۔‘‘ (آئینہ کمالات ص۱۶۸، خزائن ج۵ ص۱۶۸)

’’جو نہایت معتبر اور ائمہ حدیث میں سے ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت ص۲۵۰، خزائن ج۲۳ ص۲۶۱ حاشیہ)

’’و اولٰی ھذہ الاقوال بالصحۃ عندنا قول من قال معنی ذٰلک انّی قابضک من الارض ورافعک الیّ لتواتر الاخبار عن رسول اللہ ﷺ

انہ قال ینزل عیسٰی بن مریم فیقتل الدجال ثم یمثک فی الارض اربعین سنۃ ثم یموت فیصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ‘‘

(تفسیر جامع البیان للطبری ج۳ص۲۰۴، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) ان اقوال میں سے زیادہ صحیح ہمارے نزدیک اس شخص کا قول ہے جو کہ متوفیک کا معنی کرے، میں تجھے زمین سے قبض کرنے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ کیونکہ حضور ﷺ سے تواتر کے ساتھ احادیث منقول ہیں۔ آپ نے فرمایا عیسٰی بن مریم علیہما السلام نازل ہوں گے۔ آپ دجال کو قتل کریں گے پھر زمین میں ایک مدت تک چالیس برس تک رہیں گے۔ پھر آپ فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

امام ابوالحسن اشعری (۳۳۰ھ) جو چوتھی صدی کے مشہور مجدد ہیں اور صحابی رسول حضرت ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں اپنی کتاب الابانۃ میں فرماتے ہیں: ’’وقال عزّوجل لعیسٰی ابن مریم علیہ السلام انّی متوفّیک ورافعک الیّ وقال وما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللہ الیہ واجمعت الامۃ علیٰ انّ اللہ عزّوجل رفع عیسٰی الی السماء‘‘

(الابانۃ عن اصول الدیانۃ ص ۴۶ فصل معنی قولہ تعالٰی الرحمن علی العرش استویٰ)

(ترجمہ) اور کہا اللہ عزّ وجل نے عیسٰی ابن مریم علیہ السلام کو بے شک میں تجھے پورا لوں گا اور اپنی طرف اٹھاؤں گا اور اس نے خبر دی کہ اسے یقیناً قتل نہ کر سکے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف اٹھالیا اور پوری امت کا اجماع ہے کہ اللہ عزوجل نے حضرت عیسٰی کو آسمان کی طرف اٹھالیا ہے۔

پانچویں صدی ہجری

امام ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب الماوردی (۴۵۰ھ) لکھتے ہیں: ’’الثالث ان خروج عیسٰی علم الساعۃ لانہ من علامۃ القیامۃ وشروط الساعۃ قالہ ابن عباس وقتادۃ ومجاھد والضحاک والسدی‘‘ (تفسیر الماوردی ج۵ص۲۳۵، الزخرف:۶۱)

(ترجمہ) عیسٰی علیہ السلام کا آنا قیامت کی ایک نشانی ہے۔ آپ کا وجود علامات قیامت میں سے ہے یہی تفسیر حضرت ابن عباس، قتادہ، مجاہد، ضحاک اور سدی نے کی ہے۔

پھر حضرت عیسٰی علیہ السلام سے حشر کے دن جو سوال ہوگا اس میں مرزا غلام احمد نے لفظ اذ سے استدلال کیا ہے کہ یہ واقعہ ماضی میں ہو چکا نہ کہ یہ سوال آئندہ ہوگا...... ’’اذ قال اللہ یٰعیسٰی ابن مریم‘‘ (المائدہ)

علامہ الماوردی کہتے ہیں کہ ''اذ'' جب ماضی پر آئے تو ماضی کے معنی میں آتا ہے۔ لیکن ''اذ'' یہاں ''اذا'' کے معنی میں آیا ہے، اس پر آپ نے ابوالنجم کا یہ شعر پیش کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ''اذ ھٰھنا بمعنی اذا کما قال ابوالنجم''

(ترجمہ) یہاں ''اذ'' بمعنی ''اذا'' ہے۔ جیسا کہ ابوالنجم کے اس شعر میں ہے:

ثم جزاک اللہ عنّی اذ جزی جنّات عدن فی السمٰوات العلٰی

(الماوردی ج۲ص۸۷، المائدہ:۱۱۶)

(ترجمہ) پھر اللہ تعالیٰ میری طرف سے جزا دے جب وہ بلند آسمانوں پر جنت عدن کی جزا دے گا۔

شیخ محمد محی الدین المشہور بشیخ زادہ (۱۳۸۳ھ) بھی لکھتے ہیں کہ یہ دور آئندہ کی ایک خبر ہے: ''**اذ قال بدلاً من قوله تعالٰی یوم یجمع وھو ان یجمع زمان استقبال وقوله اذقال ماضی لان کلمة اذ ظرف لما مضی وتلخیص الجواب انه بمرّ عن الآتی بلفظ الماضی لدلالة علی ان ما سیأتی یکون محقق الوقوع بمنزلة الواقع کما فی قوله تعالٰی ونادیٰ اصحاب الجنة وقوله اتٰی امر اللہ عبّر عما سیقع بلفظ الماضی لدلالة علٰی قرب القیامة بحیث کانها قد قامت**'' (شیخ زادہ علی البیضاوی ج۲ص۱۴۵)

(ترجمہ) لفظ ''اذ'' اللہ تعالیٰ کے ارشاد **یوم یجمع** کا بدل ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ آئندہ رسولوں کو ایک جگہ جمع کرے گا یہ اس وقت ہوگا ''**اذ قال**'' بے شک ماضی ہے کلمہ ''اذ'' ماضی کا ایک ظرف ہے۔ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آنے والے دور کی بات کو ماضی سے تعبیر کیا ہے۔ یہ اس لئے کہ جو بات ابھی واقع ہونے والی ہے اسے محقق الوقوع کے درجہ میں یقین بنایا جائے قرآن کریم میں اس کی اور مثالیں بھی ہیں۔ جیسے ''**نادیٰ اصحاب الجنة**'' (جب جنت والے پکاریں گے) اور ارشاد الٰہی ''**اتٰی امر اللہ فلا تستعجلوہ**'' یہاں جو چیز واقع ہونے والی ہے، اسے ماضی سے تعبیر کیا یہ بتانے کے لئے کہ قیامت کی گھڑی بہت قریب ہے گویا کہ یہ واقع ہو ہی گئی ہے۔

اس طرح اذ کبھی مستقبل پر داخل ہوکر بھی ماضی کے معنی میں آتا ہے۔ شیخ زادہ پیچھے اس بات کو قرآن کریم سے واضح کر آئے ہیں۔

’’وهو لزمان ماضی وان جاء مع الفعل المستقبل کما فی قوله تعالٰی واذ یمکر بک الذین کفروا یرید واذ مکروا واذا ظرف زمان مستقبل وان جاء مع الماضی لفظاً کما فی نحو قولک اذا جئتنی قبلتک فانها تقلب الماضی الی المستقبل وهذا هو الغالب فی استعمالها فاذا قلت اذ قام زید قمت کانت هناک نسبتان ماضیان وقد دلّت کلمة اذ علی زمانها‘‘ (شیخ زادہ علی البیضاوی ج۱ص۲۳۸)

سو’’اذ‘‘ اور’’اذا‘‘ کا جب دونوں طرح استعمال ملتا ہے تو اس میں کسی ایک پر اصرار اہل علم کو زیب نہیں دیتا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ یوم حشر کے دن حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے یہ سوال کریں گے کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا کے ساتھ شریک جانو۔ اس سوال کا ہونا اتنا یقین ہے کہ گویا یہ ہو ہی چکا۔ سو اس وقت آپ کا جواب میں’’فلمّا توفیتنی‘‘ کہنا اس بات کی دلیل نہیں بن سکتا کہ آپ پر نزول قرآن کے وقت موت واقع ہو چکی تھی۔ سو آ کے ہاں’’فلمّا توفیتنی‘‘ ہرگز موت کے معنی میں نہیں۔ اس سے آپ اپنے رفع الی السماء کا حوالہ دیں گے۔

علامہ ماوردی لکھتے ہیں:’’وفی زمان هذا السوال قولان (۱)انّ اللّٰہ تعالٰی قال ذٰلک یٰعیسٰی حین رفعه الیه فی الدنیا قاله السدّی ومیسرة (۲)انّ اللّٰہ یقول له ذٰلک یوم القیامة قاله ابن جریج وقتادة هو اصح القولین‘‘ (ایضاً)

(ترجمہ) اس سوال کے وقت کے بارے میں دو قول ہیں: (۱)اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ سے اس وقت یہ بات پوچھی جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا سے اٹھایا یہ بات میسرہ اور سدی نے کہی ہے۔ (۲)اللہ تعالیٰ آپ کو یہ بات قیامت کے دن کہیں گے۔ ابن جریج اور قتادہ نے کہا ہے اور یہی صحیح ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہاں دونوں قول موجود ہیں معلوم نہیں وہ هو اصح القولین کی تصریح کو کیوں بھول جاتے ہیں۔

علامہ ماوردی نے یہاں تائید میں ابن جریج اور قتادہ کو پیش کیا ہے جس سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ اس وقت یہ عقیدہ مسلمانوں میں تواتر کے ساتھ موجود تھا اور اس حدیث کے صحیح الاسناد ہونے میں کسی کو شبہ نہیں تھا۔ اس کی (ج۵ص۲۳۵) کے حاشیہ میں ہے:’’وهو

الصواب قد ورد فیه حدیث مرفوع صحیح الاسناد‘‘
اور پھر صحیح ابن حبان کی حدیث ۵۸۷۱ نقل کی ہے۔

حافظ ابن حزم (۴۵۷ھ) لکھتے ہیں کہ جس تواتر اور قطع ویقین سے آنحضرتﷺ کی نبوت اور رسالت ہمارے ہاں ثابت ہوئی ہے۔ اسی قطع ویقین سے یہ بات ہم تک پہنچی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اس کے بعد آپ لکھتے ہیں: ’’الّا ما جاء فی الاخبار الصحاح من نزول عیسٰی بن مریم علیہ السلام الذی بعث الی بنی اسرائیل وادعی الیہود قتله وصلبه فوجب الاقرار بهٰذة الجملة‘‘

(کتاب الفصل لابن حزم ج۱ ص۷۷، الکلام عن من ینکر النبوة والملاحدة)

(ترجمہ) ہاں! حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کا نزول ہوگا جو صحیح احادیث میں ہے اور اس عیسٰی بن مریم کا نزول ہوگا جو بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر ہوکر آئے تھے اور یہود ان کے قتل اور صلیب دیئے جانے کے مدعی ہوئے تھے۔ سو اس بات کا اعتقاد واجبات اسلام میں سے ہے۔

حافظ ابن حزم نے ’’لا نبی بعدی‘‘ کے دعویٰ تواتر کے بعد اس عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے نزول کا استثناء کیا ہے جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور یہود ان کے قتل وصلب کے مدعی ہوئے تھے۔ آپ نے اس پر ایمان لانے کو لازم قرار دیا ہے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ آپ کے ہاں نزول عیسٰی بن مریم علیہما السلام بھی اسی تواتر سے ثابت ہو۔ جس سے ختم نبوت کا تواتر ثابت ہے سو نزول عیسٰی بن مریم متواترات اسلام میں سے ہے اور آپ کے ہاں اس پر ایمان لانا واجبات اسلام میں سے ہے۔

آپ یہ بھی لکھتے ہیں: ’’وانه ﷺ خاتم النّبیین لانبی بعده...... الّا ان عیسٰی بن مریم سینزل‘‘ (المحلی ج۱ ص۲۸،۲۹، الشاملہ)

(ترجمہ) اور آنحضرتﷺ خاتم النّبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا...... ماسوائے عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے آپ نزول فرمائیں گے۔

پانچویں صدی کے امام ابومنصور عبدالقاہر بغدادی (۴۲۹ھ) نے بھی اس عقیدہ کو اصول دین میں ذکر کیا ہے: ’’ان عیسٰی اذا نزل من السماء ینزل بنصرة شریعة

الاسلام ویحیی ما احیاہ القرآن یحیی ویمیت ما اماتہ القرآن‘‘

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ جب آسمان سے اتریں گے تو وہ شریعت اسلام کی نصرت میں آئیں گے وہی بات قائم کریں گے جو قرآن نے قائم کی اور اسے منسوخ ٹھہرائیں گے جسے قرآن نے منسوخ کیا۔

چھٹی صدی ہجری

آیئے اب آپ کو چھٹی صدی میں لے چلیں۔ آپ دیکھیں گے کہ اس دور میں یہ عقیدہ تواتر سے موجود تھا۔

امام محمد بن عبداللہ ابوبکر بن العربی المالکی (۵۴۳) لکھتے ہیں: ’’**وسرد الامر ان عیسیٰ بن مریم ینزل من السماء وھو فیھا حیّی بیّناہ فی التفسیر**‘‘

(ترجمہ) اور یہ بات وسیع طور پر آرہی ہے کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے اتریں گے اور آپ وہاں اس وقت زندہ موجود ہیں ہم اسے تفسیر میں بیان کر آئے ہیں۔

(۱) عبدالحق ابن عطیہ غرناطی اندلسی المالکی (۵۱۸ھ) لکھتے ہیں: ’’**واجمعت الامۃ علیٰ ما تضمنہ الحدیث المتواتر من عیسیٰ فی السماء حیّی وانہ ینزل الیٰ آخرالزمان فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویقتل الدجال**‘‘

(تفسیر ابن عطیہ ج۱ ص۴۴۴، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور امت کا اس پر، جس کو یہ حدیث متواتر متضمن ہے، اجماع ہو چکا ہے کہ حضرت عیسیٰ آسمانوں میں زندہ ہیں اور آپ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب توڑیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔

ساتویں صدی کے ابن حیان الاندلسی (۶۵۴ھ) حافظ ابن عطیہ (۵۴۶ھ) سے نقل کرتے ہیں: ’’**قال ابن عطیۃ والیقین الذی صحّ فیہ نقل الکافۃ عن حواسھا ھوان شخصا صلب وھل ھو عیسیٰ ام لافلیس ھو من علم الحواس فلذلک لم یقع فی ذالک نقل کافۃ**‘‘ (بحر محیط ج۳ ص۳۹۰، النساء:۱۵۷)

(ترجمہ) ابن عطیہ کہتے ہیں کہ وہ یقین جس میں کہ لوگوں کی عام نقل کافی سمجھی جائے یہ وہی کہ بے شک ایک شخص سولی دیا گیا وہ عیسیٰ بن مریم تھا یا نہیں یہ بات علم حواس سے نہیں اس میں نقل کافہ واقع نہیں ہوئی۔

قرآن کریم نے اس صورت حال کو اس طرح ذکر فرمایا: ’’**وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه**‘‘

(ترجمہ) اور وہ یقین نہیں رکھتے کہ وہ واقعی عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو قتل کر پائے بلکہ بات یوں ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھالیا۔

یہ جملہ ’’**بل رفعه الله اليه**‘‘ اس صورت حال کے مقابل واقع ہوا جسے ابن عطیہ نے ’’**يقين بنقل الكافه**‘‘ کہا ہے۔ سو اس یقین سے چارہ نہیں کہ اللہ رب العزت کا انہیں آسمان پر لے جانا بھی اسی یقینی درجہ میں ثابت ہے۔ چھٹی صدی میں اسے اس تفسیر کے ساتھ بیان کرنا پتہ دیتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں میں یہ عقیدہ کس قطع و یقین سے قائم تھا۔

علامہ ابن رشد اندلسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۵ھ) فرماتے ہیں: ’’**قوله ﷺ ينزل فيكم ابن مريم قلت الاكثر علىٰ انه لم يمت بل رفع وفى العتيبة قال مالک مات عيسىٰ ابن مريم ثلاث وثلاثين سنة (ابن رشد) يعنى بموته خروجه من عالم الارض الىٰ عالم السماء قال يحتمل انه مات حقيقة ويجيئ الىٰ آخرالزمان اذلا بدّ من نزوله لتواتر الاحاديث بذالک**‘‘

(الکواب الوہاج شرح صحیح مسلم بن الحجاج ج۴ص۹۵ رقم الحدیث ۲۹۲ باب ماجاء فی نزول عیسیٰ ابن مریم حاکماً)

(ترجمہ) اور آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ تم میں ابن مریم نازل ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ اکثر علماء اس پر ہیں کہ وہ فوت نہیں ہوئے اٹھائے گئے ہیں۔ العتیبہ میں ہے امام مالک کہتے ہیں عیسیٰ بن مریم تینتیس برس کی عمر میں فوت ہوئے بایں معنی کہ آپ اس زمین سے اٹھائے گئے آسمان پر اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ حقیقی طور پر (کچھ وقت کے لئے) فوت ہوئے ہوں اور پھر آخری دور میں پھر سے آئیں۔ کیونکہ آپ کا نزول فرمانا متواتر احادیث سے ثابت ہے۔

اس سے اس وسوسے میں نہ جائیں کہ امام مالک اس اقرار وفات سے آپ کے لئے اس موت کے قائل ہوئے جس سے انسان اس جہاں سے نکل کر عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے۔ کیونکہ ابیؒ نے شرح صحیح مسلم میں عتبیہ سے یہ بھی نقل کیا ہے: ’’**وفى العتيبية قال مالک بين الناس قيام يستمعون لاقامة الصلوٰة فتنفشاهم غمامة فاذا نزل عيسىٰ ابن مريم**‘‘ (شرح اکمال الاکمال ج۱ص۲۶۶)

یعنی عتبیہ میں ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ لوگ نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے ہوں گے کہ اچانک ایک بادل چھا جائے گا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔

(نوٹ) اس عبارت سے صاف طور پر ثابت اور معلوم ہوگیا کہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حیات مسیح اور ان کے نزول فی آخرالزمان کے قائل تھے۔ مگر واضح ہو کہ کتاب عتبیہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف نہیں ہے امام عبدالعزیز اندلسی کی ہے جن کی وفات ۲۵۴ھ میں ہوئی۔

(نوٹ) امام مالک کی طرف سے موت عیسیٰ کا جو قول منسوب ہے اس کی سند ہمیں نہیں مل سکی نہ امام مالک کے اکابر شاگردوں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ میں سے کوئی اسے نقل کرتا ہے نہ امام قاسم اور وہب اسے امام مالک سے روایت کرتے ہیں۔ تاہم علامہ ابن رشد مالکی نے اسے بھی حل کر دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے موت سے رفع الی السماء مراد لیا ہو کہ جو یہاں (دنیا) سے چلا گیا گویا وہ فوت ہی ہوگیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اٹھائے جانے سے پہلے ان پر عارضی موت طاری کر دی گئی ہو۔ اس کی جو بھی توجیہہ کریں اس کی گنجائش ہے۔ لیکن یہ آپ کے دوبارہ نازل ہونے کے معارض نہیں نہ اس میں کوئی شبہ ہے۔ یہ بات یقینی ہے اور تواتر سے منقول ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی متواتر احادیث کے مطابق ان کے نزول کے قائل ہیں۔

ساتویں صدی ہجری

علامہ ابوحیان الاندلسی (۶۵۴ھ) لکھتے ہیں: ’’حیات المسیح بجسمہ الی الیوم ونزولہ من السماء بجسمہ العنصری مما اجمع علیہ الامۃ وتواتر بہ الاحادیث‘‘ (البحر المحیط ج۲ ص۴۷۳)

(ترجمہ) آج تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے جسم عنصری کے ساتھ زندہ رہنا اور جسم عنصری کے ساتھ نازل ہونا اس پر امت کا اجماع ہے اور اس پر احادیث متواترہ بھی موجود ہیں۔

حضرت علامہ قرطبی مالکی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: ’’لان الاخبار تظاھرت برفعہ وانہ فی السماء حیّ وانہ ینزل ویقتل الدجال علیٰ ما یأتی بیانہ وانما المعنی فلما رفعتنی الی السماء‘‘ (الجامع لاحکام القرآن ج۶ ص۳۷۶، المائدہ:۱۱۷)

(ترجمہ) احادیث آپ کے اٹھائے جانے پر اور یہ کہ آپ آسمان میں زندہ موجود ہیں اور یہ کہ آپ (قرب قیامت میں) نزول فرمائیں گے اور دجال کو قتل کریں گے۔ جیسا کہ اس کا بیان آئے گا بڑی قوت سے (تواتر سے) روایت پا چکی ہیں۔

تظاہرت سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ عقیدہ اس وقت امت میں تواتر کے ساتھ موجود تھا۔ جس طرح یہود میں یہ بات یقین سے چلی آرہی ہے کہ ایک شخص سولی دیا گیا (وہ عیسیٰ بن مریم تھا یا کوئی اور جس پر اس کی شبیہ ڈالی گئی) اسی طرح اسلام میں یہ بات یقین سے قائم ہوئی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ہرگز سولی پر نہ چڑھائے گئے وہ زندہ آسمانوں پر اٹھائے گئے اور وہ قرب قیامت میں پھر یہاں تشریف لائیں گے۔

قاضی بیضاوی (۶۶۸ھ) بھی اسی صدی میں ہوئے، آپ لکھتے ہیں: ’’(وانہ وان عیسیٰ علیہ السلام (لعلم للساعة) لان حدوثه او نزوله من اشراط الساعة يعلم به دنوّها او لانّ احياء الموتٰى يدل على قدرة الله تعالٰى عليه...... وفى الحديث ينزل عيسىٰ علیہ السلام علٰى ثنية بالارض المقدسة...... والنّاس فى الصلوٰة الصبح فيتاخر الامام فيقدمه عيسىٰ علیہ السلام ويصلى خلفه علٰى شريعة محمد صلی اللہ علیہ وسلم‘‘ (انوار التنزیل ج۲ص۲۹۴ مصر، زخرف:۶۱)

(ترجمہ) اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت کی ایک نشانی ہیں آپ کا ظہور یا نزول قیامت کی علامات میں سے ہیں آپ کے وجود سے قیامت کا قریب ہونا، جانا جاسکے گا یا اسے اس طرح لیا جائے کہ اللہ کی قدرت سے مردوں کا زندہ ہونا سمجھ میں آسکے گا...... اور حدیث میں بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ارض مقدس میں ایک ٹیلے پر اتریں گے...... اور لوگ صبح کی نماز کے لئے کھڑے ہوں گے۔ امام پیچھے ہٹے گا کہ آپ امامت کریں مگر آپ اسے آگے کریں گے اور خود اس کے پیچھے شریعت محمدی کے مطابق نماز پڑھیں گے۔

آپ کا اس وقت ظاہر ہونا یا نازل ہونا قیامت کا ایک نشان ہوگا کہ اب دنیا ختم ہونے کے قریب آگئی ہے۔ دنیا کی ابتداء اس سے ہوئی تھی کہ ایک مرد سے ایک عورت (حواء) پیدا ہوئی اور اب فقط ایک عورت (مریم) سے جو ایک مرد پیدا ہوا اس کا اس وقت ظہور یہ دنیا کی انتہاء ہونے کا نشان ہی ہوسکتا ہے۔ مگر یہ واقعہ صدیوں پہلے ظہور میں آیا تھا مگر اب دنیا کے لئے اس کا ظہور اس پچھلی نشانی کا ایک تازہ نشان سمجھا جائے گا۔

حضرت عیسیٰ شریعت محمدی کی ترتیب نماز سے پوری طرح واقف تھے ورنہ حضرت امام مہدی ان کو نماز پڑھانے کے لئے نہ کہتے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دور محمدی شروع ہوتے ہی آسمان پر شریعت محمدی کی تعلیم دی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر پہلے سے مریم کو دے رکھی تھی کہ اس کے ہاں جو بچہ پیدا ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے تورات وانجیل کے ساتھ کتاب وسنت کی تعلیم دیں گے۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر کہ یہود حضرت عیسیٰ کو قتل نہ کر سکے نہ انہوں نے آپ کو سولی پر لٹکایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اس پر قاضی صاحب لکھتے ہیں: ’’بل رفعه الله اليه ردّوا انكار لقتله واثبات لرفعه‘‘ (تفسیر بیضاوی ج۱ ص۱۰۴، النساء:۱۵۸)

یہ انکار ہے آپ کے قتل کا اور اثبات ہے آپ کے رفع کا (اوپر اٹھائے جانے کا)

محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) ان سے کچھ پہلے ہوئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: ’’فلما دخل اذا بعیسٰی علیہ السلام بجسده عينيه فانه لم يمت الى الآن بل رفعه الله الٰى هذه السماء واسكنه بها‘‘ (فتوحات المکیہ ج۳ ص۳۴۱ باب ۳۶۷)

(ترجمہ) جونہی آپ اس آسمان پر پہنچے کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں عیسیٰ علیہ السلام بعینہٖ اپنے جسد کے ساتھ موجود ہیں۔ آپ پر ابھی تک موت نہیں آئی بلکہ اللہ نے آپ کو آسمان پر اٹھالیا اور آپ کو وہاں سکونت دی۔

آٹھویں صدی ہجری

علامہ ابوحیان اندلسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر ’’النہر الماد‘‘ میں علامہ قرطبی سے نقل کرتے ہیں: ’’اجمعت الامة علٰى ان عیسٰی علیہ السلام حیّ فى السماء وسينزل الى الارض‘‘ (جامع لاحکام القرآن ج۶ ص۳۷۶، ۳۷۷)

(ترجمہ) امت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور کسی وقت زمین کی طرف نازل ہوں گے۔

مشہور محدث حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ (۷۷۴ھ) اپنی شہرہ آفاق تفسیر میں نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے تواتر کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ’’وقد تواترت

الاحادیث عن رسول اللہ ﷺ انہ اخبر بنزول عیسیٰ علیہ السلام قبل یوم القیامۃ اماماً عادلاً وحکماً مقسطاً‘‘ (تفسیر ابن کثیر ج۴ ص۱۳۲،۱۳۳، سورۃ زخرف:۶۱)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ سے تواتر کے ساتھ احادیث پہنچی ہیں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت سے پہلے نازل ہونے کی خبر دی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام عادل اور انصاف کے علمبردار کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔

نویں صدی ہجری

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۲ھ) نے صحیح بخاری کی مشہور شرح فتح الباری اور تلخیص الحبیر دونوں کتابوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور امام مہدی کے ظہور دونوں کا تواتر بیان کیا ہے:’’قال ابوالحسن الخسعی البدی فی مناقب الشافعی تواترت الاخبار بان المہدی من ہذہ الامۃ وان عیسیٰ یصلّی خلفہ ذکر ذٰلک رداً للحدیث الذی اخرجہ ابن ماجۃ عن انس وفیہ لا مہدی الّا عیسیٰ‘‘

(فتح الباری ج ۱۲ ص ۶۵۲ باب قولہ نزول عیسیٰ ابن مریم)

(ترجمہ) متواتر خبروں سے ثابت ہے کہ امام مہدی اس امت میں سے ہوں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے (نزول کے بعد پہلی نماز میں تو آپ مقتدی ہوں گے اس کے بعد آپ ہی امام ہوں گے) امام ابوالحسن نے اس حدیث کو ابن ماجہ کی اس روایت کے رد میں ذکر کیا ہے جس میں ہے مہدی حضرت عیسیٰ کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔ (ابن ماجہ کی یہ روایت ضعیف ہے اور اسناد منقطع اس کی مفصل بحث آگے آرہی ہے۔

’’امّا رفع عیسیٰ فاتفق اصحاب الاخبار والتفسیر علیٰ انہ رفع ببدنہ حیاً‘‘ (تلخیص الحبیر ج۲ ص۲۱۴ کتاب الطلاق)

(ترجمہ) تمام محدثین اور جملہ مفسرین کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بجسدہ العنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں۔

مسلم شریف کے مشہور شارح امام محمد ابی (۸۲۸ھ) مسلم شریف کی شرح اکمال الاکمال المعلم میں تواتر کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:’’لا بدّ من نزول عیسیٰ علیہ السلام لتواتر الاحادیث بذلک‘‘ (مجمع البحار)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا احادیث متواترہ کی وجہ سے لازمی اور لابدی ہے۔

دسویں صدی ہجری

جلیل القدر محدث شیخ محمد طاہر پٹنی (۹۸۶ھ) اپنی مشہور کتاب مجمع البحار میں مادہ ’’حکم‘‘ کے تحت لکھتے ہیں: **’’وفیہ ینزل ای حکماً بھٰذہ الشریعة والاکثر ان عیسٰی لم یمت وقال مالک وھو ابن ثلاث وثلاثین سنة ولعلّہ اراد رفعہ الی السمآء اومات حقیقة ویجئ فی آخر الزمان لتواتر خبر النزول‘‘**

(شرح عقیدۃ السفارینی ج۲ص۹۰)

(ترجمہ) آپ اس شریعت کے مطابق فیصلے کرنے کے لئے نزول فرماویں گے۔ نبی کی حیثیت سے نہیں۔ اکثر علماء کا یہ قول ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک مرگ آشنا نہیں۔ مالک کا قول کہ تینتیس ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہوگئے تھے ہوسکتا ہے اس سے مراد آسمانوں پر چلا جانا ہو یا آپ حقیقت میں وفات دیئے گئے ہوں اور آپ پھر آخر زمانہ میں اس دنیا میں تشریف لائیں۔ کیونکہ آپ کا دوبارہ نزول فرمانا متواتر احادیث میں وارد ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (۹۱۱ھ) لکھتے ہیں: **’’انہ یحکم بشرع نبینّا وردت بہ الاحادیث وانعقد علیہ الاجماع‘‘** (ماخوذ از کتاب الاسلام بحوالہ توضیح الکلام)

(ترجمہ) یہ کہ آپ ہمارے نبی کریم کی شریعت کے مطابق حکم کریں گے اس پر احادیث وارد ہوچکیں اور اس پر اجماع منعقد ہو چکا۔

نویں صدی کے علامہ مصلح الدین مصطفیٰ الکستلی (۹۰۱ھ) سے بھی سن لیں کہ یہ عقیدہ اس صدی میں کس قطع ویقین سے موجود تھا۔

’’انّ حیاة عیسٰی ونزولہ الی الارض واستقرارہ فوقھا مدة ثبت بالاحادیث الصحاح بحیثیت لم یبق شبھة ولم یسمع فیہ خلاف بخلاف غیرہ‘‘ (حاشیہ شرح عقائد نسفی ص۷۷ طبع استنبول)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آپ کا زمین پر نزول اور اس پر ایک مدت ٹھہرنا ان احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ اس میں کوئی شبہ باقی نہیں رہتا اور نہ اس میں

کسی اختلاف کی گنجائش ہے۔ دوسرے پیغمبروں جیسے حضرت ادریس علیہ السلام یا حضرت الیاس علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں ایسی پختہ احادیث ثابت نہیں ہیں۔

گیارہویں صدی ہجری

گیارہویں صدی کے جلیل القدر محدث شاہ عبدالحق محدث دہلوی (۱۰۵۲ھ) اس صدی میں اس عقیدہ کو اس طرح لکھتے ہیں: ''بہ تحقیق ثابت شدہ است باحادیث صحیحہ کہ عیسیٰ علیہ السلام فرود مے آید از آسمان بہ زمین وے باشد تابع دین محمد را صلی اللہ علیہ وسلم وحکم می کند بشریعت آنحضرت۔'' (اشعۃ اللمعات ج۴ ص۳۵۱)

(ترجمہ) یہ بات تحقیق سے کئی احادیث سے جو صحیح کے درجہ کو پہنچتی ہیں ثابت ہوچکی کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے زمین پر نزول فرمائیں گے اور آپ دین محمدی کے تابع ہوکر رہیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق احکام جاری کریں گے۔

بارہویں صدی ہجری

علامہ سفارینی (۱۱۸۸ھ) اپنی شہرہ آفاق کتاب ''لوامع الانوار البهيه'' میں رقم طراز ہیں: ''اما الاجماع فقد اجمعت الامة علٰى نزوله عيسٰى ابن مريم علیہ السلام و لم يخالف فيه احد من اهل الشريعة وانما انكر ذالك الفلاسفة والملاحدة ممن لا يعتد بخلاف وقد انعقد اجماع الامة علٰى انه ينزل ويحكم بهٰذة الشريعة المحمدية وليس ينزل بشريعة مستقلة عند نزوله من السمآء وان كانت النبوة قائمة به وهو متصف بها''

(لوامع الانوار البهيه شرح عقيدة السفارينى ج۲ ص۹۰، العلامة الثالثة بنزول عيسىٰ علیہ السلام)

(ترجمہ) اور اجماع یہ ہے کہ پوری امت نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر جمع ہوچکی ہے اور علماء شریعت میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ فلاسفہ اور ملحدین جن کی مخالفت کسی شمار میں نہیں انہوں نے اس کا انکار کیا ہے اور امت کا اجماع ہوچکا ہے کہ آپ نازل ہوں گے اور اس شریعت محمدیہ کے مطابق فیصلے کریں گے اور آسمان سے نازل ہونے کے وقت ان کا اپنی شریعت پر عمل نہ ہوگا۔ اگرچہ نبوت آپ کے ساتھ قائم ہوگی اور آپ اس سے موصوف ہوں گے لیکن آپ اس کے مطابق حکم نہ فرمائیں گے۔

تیرہویں صدی ہجری

علامہ محمد عبدالعزیز پرہاروی صاحب نبراس (۱۲۴۰ھ) جو تیرہویں صدی کے ائمہ اعلام میں سے ہیں۔ نزول مسیح کے تواتر کے ساتھ امام مہدی اور دجال کے ظہور میں بھی تواتر کے قائل ہیں: ’’**اعلم البحث الثانی تواترت الاحادیث فی خروج المهدی وافردها بعض العلماء بالتالیف**‘‘ (النبراس شرح، شرح العقائد ص۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان پاکستان)

(ترجمہ) اور جان لو، دوسری بحث ظہور مہدی کے بارے میں احادیث کے تواتر کی ہے۔ بعض علماء نے اس پر مستقل تالیفات کی ہیں۔

’’**وقد تواترت الاحادیث فی خروجه وخوفت الانبیاء اممهم عن شره**‘‘ (النبراس ص۳۵۰ مطبوعہ ایضاً)

(ترجمہ) خروج دجال میں احادیث تواتر سے وارد ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام اپنی امتوں کو اس کے شر سے خبردار کرتے آئے ہیں۔

تیرہویں صدی کے مجدد اور شہرۂ آفاق محدث علامہ شوکانی (۱۲۵۰ھ) تینوں کے تواتر کی یوں صراحت کرتے ہیں: ’’**فتقرر له بجمیع ما سقناه فی هذا انّ الاحادیث الواردة فی المهدی متواترة والاحادیث الواردة فی الدجال متواترة والاحادیث الواردة فی نزول عیسیٰ ابن مریم متواترة**‘‘ (**التوضیح بما تواتر ما جاء فی مالمنتظر والدجال والمسیح**)

(بحوالہ حج الکرامہ ص۴۲۴ ماخوذ از عقیدہ اہل الاسلام فی نزول عیسیٰ علیہ السلام للشیخ عبداللہ بن الصدیق الغماری ص۱۱)

(ترجمہ) سو اس سے جو ہم نے اس باب میں کہا ہے یہ بات طے ہوچکی ہے کہ مہدی منتظر کے بارے میں احادیث تواتر کو پہنچ چکی ہیں ظہور دجال کے بارے میں بھی متواتر احادیث وارد ہیں اور حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے نزول پر بھی متواتر احادیث موجود ہیں۔

تواتر اور اجماع کے یہ حوالجات ان علماء اسلام کے ہیں جن کی عبقریت، علمیت اور اعتمادی حیثیت اب تک کسی کے ہاں مجروح نہیں ہوئی۔ ہم اس بحث کو تیرہویں صدی کے مجدد علامہ سید مفتی محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۷۰ھ) کے اس ایمان افروز بیان کے بعد کسی مزید حوالہ کا محتاج نہیں سمجھتے۔ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر تواتر نقل کرتے ہوئے اس پر

امت مسلمہ کے اجماع کی تصریح کرتے ہیں: ’’ولا یقدح فی ذالک ما اجمعت الامة علیه واشهرت فیه الاخبار ولعلّها بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق به الکتاب علٰی قول ووجب الایمان به واکفر منکره کاالفلاسفة من نزول عیسٰی علیہ السلام اٰخر الزمان لانه کان نبیاً قبل تحلی نبیّنا ﷺ بالنبوة فی هٰذة النشأة ومثل هٰذا یقال فی بقاء الخضر علیہ السلام حین ینزل باق علٰی نبوته السابق لم یعزل عنها قال لکنه لا یتعبد بها لنسخها فی حقه وحق غیره وتکلیفه باحکام هٰذة الشریعة اصلاً وفرعاً فلا یکون الیه علیہ السلام وحی ولا نصب احکام بل یکون خلیفة لرسول الله ﷺ وحاکماً من حکام ملته بین امته بما علمه فی السماء قبل نزوله من شریعة علیہ السلام کما فی بعض الآثار‘‘ (روح المعانی ج۲۲ص۳۲، احزاب:۴۰)

(ترجمہ) اور ختم نبوت میں یہ بات (نزول مسیح) جس پر امت کا اجماع ہو چکا ہے اور اس کی احادیث شہرت پا چکیں۔ گویا یہ بات تواتر معنوی تک پہنچ گئی ہے۔ ہرگز مانع نہیں اور قرآن ایک قول کے مطابق اس عقیدے پر ناطق ہے اور اس پر ایمان لانا واجب ہے اور جو فلسفی عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نازل ہونے کے منکر ہیں انہیں کافر قرار دیا گیا ہے۔ (قادیانی بھی انہی ملاحدہ کے مطابق عیسیٰ بن مریم کے منکر ہیں۔ سوان پر بھی وہی حکم ہے جوان فلاسفہ پر پہلے لگ چکا ہے) کیونکہ آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) اس وقت کے نبی تھے پیشتر اس کے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ اس جہاں میں نبوت کی ذمہ داری پر آئیں اور اس طرح کی بات حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں بھی بصورت یہ کہ آپ نبی ہوں اور اب تک زندہ ہوں کہی جاسکے گی اور پھر یہ کہ جب آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نازل ہوں گے تو اپنی اسی پہلی نبوت کے ساتھ ہوں گے اس سے معزول نہ ہوں گے۔ ہاں! آپ اس پر عمل نہ کریں گے۔ کیونکہ وہ شریعت ان کے لئے اور دوسروں کے لئے منسوخ ہو چکی ہے اور آپ اصول وفروع میں شریعت (محمدیہ) کے مکلّف ہوں گے۔ آپ کی طرف وحی نہ آئے گی اور نہ آپ نصب احکام (اپنی قانون سازی) کریں گے (یہ وحی تشریعی کی نفی ہے وحی تکوینی کی نہیں وحی تشریعی میں دینی علم ملتا ہے وحی تکوینی صرف کاموں اور انتظامی امور سے متعلق ہوتی ہے۔ یہ انبیاء سے مخصوص نہیں۔ ام موسیٰ کو بھی یہ وحی ہوئی تھی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کو بھی نزول کے بعد یہ تکوینی وحی

ہو سکے گی۔ اس قسم کی وحی کا ہونا ختم نبوت کے خلاف نہیں) بلکہ آپ حضور ﷺ کے خلیفہ ہوں گے اور آپ کی امت میں آپ کی شریعت کے علم کے ساتھ جو آپ آسمانوں میں نزول سے قبل سیکھیں گے۔ آپ حکام ملت میں سے ایک حاکم ہوں گے اور یہ بات بعض آثار میں ملتی ہے۔

آپ کا نزول سے پہلے کتاب وسنت کا علم پانا اس وعدہ کے مطابق ہوگا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کی پیدائش سے پہلے آپ کی والدہ محترمہ حضرت مریم علیہا السلام سے کیا تھا:

''ویعلّمه الکتاب والحکمة والتوراة والانجیل'' (آل عمران:۴۸)

پھر اس وعدے کے پورے ہونے کا بیان سورۂ مائدہ آیت ۱۱۳ میں موجود ہے۔ اس کا ذکر پہلے بھی ہو چکا ہے کہ آپ آسمانوں میں کتاب وسنت کا علم پا کر نازل ہوں گے۔

روح المعانی کے اس مفصل ومدلل حوالہ کے بعد محض تاریخ کے خلا کو پر کرنے کے لئے ہم چودھویں صدی کی شہادت بھی پیش کئے دیتے ہیں۔ ان میں عالم عرب کے دو نامور محدث جو اس فتنہ سے پوری طرح آشنا نہ تھے کے حوالے ملاحظہ کریں اور آخری ایک حوالہ سرزمین کشمیر کے اس جلیل القدر محدث کا ہے جس نے اس باب میں نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا کے علماء کو جگا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۹۷۴ء میں تمام عالم اسلام نے مرکز اسلام مکہ مکرمہ میں متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ قادیانی ہرگز مسلمان نہیں یہ غیر مسلم ہیں اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

چودہویں صدی ہجری کی شہادت

۱...... چودہویں صدی کے مجدد، عالم عرب کے نامور محدث علامہ شریف محمد بن جعفر الکتانی (۱۳۴۵ھ) تواتر اور اجماع دونوں کو اکٹھا بیان کرتے ہیں: ''وقد ذکروا ان نزوله (سیدنا عیسیٰ علیہ السلام) ثابت بالکتاب والسنة والاجماع...... والحاصل ان الاحادیث الواردة فی المهدی والمنتظر متواترة وکذا الواردة فی الدجال وفی نزول سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام''

(نظم المتناثر من الحدیث المتواتر ص۱۴۷ کتاب اشراط الساعة باب نزول سیدنا عیسیٰ)

(ترجمہ) علماء نے ذکر کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا (آخری دور میں) نزول فرمانا کتاب وسنت اور اجماع سے ثابت ہے...... حاصل ایں کہ مہدی منتظر کے بارے میں وارد ہونے والی روایات تواتر کے درجہ کو پہنچی ہیں اسی طرح دجال کی خبر اور نزول عیسیٰ علیہ السلام

کی اخبار بھی تواتر کا درجہ رکھتی ہے اور اس کا حاصل یہ ہے کہ احادیث جو مہدی منتظر کے سلسلہ میں وارد ہیں متواتر ہیں اور اسی طرح وہ احادیث بھی متواتر ہیں جو دجال اور عیسیٰ بن مریم کے نزول کے بارے میں وارد ہیں۔

۲...... عالم عرب کے جلیل القدر محدث علامہ زاہد الکوثری جو مدتوں قاہرہ میں رہے ہیں۔ ان کی تحقیقات کا حاصل یہ ہے: ''**ولا حادیث قد تواترت فی ذٰلک واستمرّت الامة خلفا عن سلف علی الاخذ بها وتدوین موجبها فی کتب الاعتقاد**''

(النظرة العابره فی مزاعم من ینکر نزول عیسٰی علیہ السلام قبل الآخرة ص۱۰۵ طبع قاهره)

(ترجمہ) اور احادیث اس سلسلہ میں متواتر وارد ہوئی ہیں اور امت سلف وخلف سے ان احادیث سے تمسک کرتی آرہی ہے اور اس سے جو چیز لازم آتی ہے وہ کتب اعتقاد میں مدون ہوچکی (یعنی کہ نزول مسیح پر ایمان رکھنا فرض ہے)

اب اس سرزمین کے ایک جلیل القدر محدث کی تصدیق بھی لیجئے جہاں بقول مرزاغلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔ وہ بزرگ امام العصر حضرت علامہ سید انور شاہ کشمیری ہیں۔ یہ صرف ان کی ایک شہادت نہیں اس پر اس دور کے پانچ اور ائمہ اعلام کی تصدیق بھی موجود ہے۔

''**وینزل عیسٰی علیہ السلام لاصلاح النصارٰی وقتل الیهود ویکون الدین کلّه لله وتواتر نزوله علیہ السلام کما صرح به علماء النقل**'' (مقدمہ اکفار الملحدین ص۶ طبع دہلی)

(ترجمہ) اور عیسیٰ علیہ السلام نصاریٰ کی اصلاح اور یہود کے قتل کے لئے نازل ہوں گے اور سب کا ایک دین ہوجائے گا اور یہ اللہ کا دین ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول متواتر ہے۔ جیسا کہ علماء نقل نے اس کی تصریح کی ہے۔

وہ حضرات جن کی اس پر تصدیقات ہیں:

۱...... مسند الوقت منتہی الاسناد حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری۔ شارح سنن ابی داؤد
۲...... مجدد الملّت حکیم الامت الفقیہ المحدث حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ
۳...... مفتی اقلیم ہند الفقیہ المحدث حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۴...... الحافظ الفقیہ امام ربانی حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم دیوبند
۵...... امام المتکلمین شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم

مسلمانوں کی یہ چودہ صدیوں کی شہادت آپ کے سامنے آچکی۔ یہ سب ائمہ اعلام اور علماء کرام عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے تواتر پر اجماع رکھتے ہیں اور اسے ایمانیات میں شمار کرتے ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جس کا کوئی صاحب علم اور خدا سے ڈرنے والا انکار نہیں کرسکتا اور اس کا منکر متواترات اسلام کا منکر ہے۔

نزول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اجماع امت

۱...... اسلام کی پہلی چودہ صدیوں کی شہادت آپ کے سامنے آچکی ہے۔ نزول عیسیٰ علیہ السلام پر پوری امت کا اجماع ہے جس سے کسی نے خلاف نہیں کیا: ’’**حیات المسیح بجسمه الیٰ یوم القیامة ونزوله من السماء بجسمه العنصری مما اجمع علیه الامة وتواتر الاحادیث**‘‘ (البحر المحیط ج۲ص۴۷۳)

۲...... علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں: ’’**واجمعت الامة علیٰ ان عیسیٰ علیہ السلام حیّ فی السماء وسینزل الی الارض**‘‘ (الجامع لاحکام القرآن ج۶ص۳۷۷)

کتب اسلامی کی ان ناقابل تردید شہادتوں کے بعد اب مرزا قادیانی کا اقرار تواتر بھی سن لیجئے تواتر کی کم از کم تعداد ہر دور میں تین ہوتی آئی ہے۔ مرزا غلام احمد کی بھی یہ تین عبارات ملاحظہ کرلیجئے:

۱...... ’’مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اوّل درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پہلو اور ہم وزن ثابت نہیں ہوتی۔ تواتر کا اوّل درجہ اس کو حاصل ہے۔‘‘

(ازالہ اوہام ص۵۵۷، خزائن ج۳ص۴۰۰)

۲...... ’’اور بالضرورت اس قدر مشترک پر ایمان لانا پڑتا ہے کہ ایک مسیح موعود آنے والا ہے اگرچہ یہ سچ ہے کہ اکثر ہر ایک حدیث اپنی ذات میں مرتبہ احاد سے زیادہ نہیں۔ مگر اس میں کچھ بھی کلام نہیں کہ جس قدر طرق متفرقہ کی رو سے احادیث نبویہ اس بارے میں مدون ہوچکی ہیں ان سب کو یک جائی نظر کے ساتھ دیکھنے سے بلاشبہ اس قدر قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ ضرور آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی ہے...... یہ خبر مسیح موعود کے آنے کی اس قدر زور کے ساتھ ہر ایک زمانہ میں پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے کہ اس

سے بڑھ کر کوئی جہالت نہیں ہوگی کہ اس کے تواتر سے انکار کیا جائے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اسلام کی وہ کتابیں جن کی رو سے یہ خبر سلسلہ وار شائع ہوتی چلی آئی ہے۔ صدی وار مرتب کر کے اکٹھی کی جائیں تو ایسی کتابیں ہزار ہا سے کچھ کم نہیں ہوں گی۔''

(شہادت القرآن ص۲، خزائن ج۶ ص۲۹۸)

''دروغ گورا حافظہ نہ باشد''

مرزا کو یاد نہ رہا تھا کہ پہلے یہ لکھ چکا ہے کہ ''مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزء ہو۔'' (ازالہ اوہام ص۱۴۰، خزائن ج۳ ص۱۷۱)

اگر حضور ﷺ سے اس تواتر اور قطع ویقینی سے ثابت ہونے والے امور پر بھی ایمان لانا ضروری نہیں تو آپ ہی سوچیں کہ مرزا غلام احمد کے ہاں ایمانیات کی اور کون سی سند ہوگی۔

اتنی صریح بات کے باوجود اسے حقیقت نہ سمجھنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور بچوں کے کھیل کی طرح اس کی نئی نئی مرادات بتلاتے جانا ان لوگوں کا کام ہے جن کے اندر ایمان کی روشنی بالکل بجھ چکی ہو تاہم یہ ضرور ہے کہ ان کا ضمیر انہیں ضرور ملامت کرتا ہوگا۔ مرزا غلام احمد خود کہتا ہے:

۳...... ''ہمارا ضمیر اس کو ہرگز ہرگز قبول نہیں کرتا کہ اتنا بھاری تواتر اور کروڑوں انسانوں کی متفقہ شہادت بالکل غلط ہے اور یہ جو سمجھے بیٹھے تھے ایک وہم تھا اور خیال غلط۔''

(ملفوظات احمدیہ ج۱۰ ص۴۵۵)

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

وہم افراد کو ہوتا ہے جماعت کو نہیں۔ یہ انسان کی ایک ذاتی کمزوری ہے جو ایک دوسرے کو متاثر تو کرسکتی ہے لیکن یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی پوری جماعت پر اجماعاً وہم طاری ہو جائے اور پھر یہ بات کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمانوں پر موجود ہیں اور وہ قیامت سے پہلے دنیا میں پھر آئیں گے، آسمان سے نزول فرمائیں گے۔ اس کے قائل یہ سب محدثین، مفسرین، متکلمین اور فقہاء مجتہدین ایک وہم میں مبتلاء ہوگئے ہوں۔ کیا عقل سلیم اس کی اجازت دیتی ہے؟

تواتر اور اجماع کے یہ متعدد حوالے آپ دیکھ چکے ہیں، یہ آپ کے سامنے ہیں۔ یہ ان علماء اسلام کی تحریریں ہیں جو بلاشبہ اپنے وقت کے جبال علم تھے کیا یہ سب کے سب کسی

وہم کا شکار تھے؟ حضور ﷺ کا یہ ارشا کبھی غلط نہیں ہوسکتا۔ آپ نے فرمایا: ’’انّ اللّٰہ لا یجمع امّتی علٰی ضلالۃ‘‘

(رواہ الترمذی ج۲ص۳۹ باب ماجاء فی لزوم الجماعۃ کمافی جامع الاصول ج۱۰ص۱۲۶طبع بیروت)

(ترجمہ) بے شک اللہ میری امت کو کبھی گمراہی پر جمع نہ ہونے دیں گے۔

یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ صحابہ ؓ سے لے کر مرزا غلام احمد قادیانی کی باون (۵۲) سال کی عمر تک کروڑوں نہیں اربوں اور اربوں نہیں کھربوں مسلمان مشرق ومغرب اورشمال وجنوب میں بسنے والے قرناً بعدقرنٍ اس گمراہی پر متفق چلے آئے۔ یہاں تک کہ اس تمام عرصہ تک قرآن بالکل خاموش رہا۔ اس مسئلے میں کوئی فیصلہ نہ دے سکا۔ اس کے معنی کھل نہ سکے۔ گویا قرآن ان دنوں قرآن ناطق نہ تھا۔ ’’ھٰذا کتابنا ینطق علیکم بالحق‘‘ (الجاثیہ:۲۹) یہاں تک کہ ۱۸۳۹ء میں مرزاغلام احمد قادیانی پیدا ہوا۔ اس پر بھی باون سال گزرے اورقرآن سمجھا نہ جاسکا اور مسلمان اس سے بالکل خالی رہے۔ کیا کوئی سلیم فطرت انسان مرزاغلام احمد کی اس بات کو صحیح سمجھنے کے لئے تیار ہوگا۔ غلام احمد کے اس اقرار کو ملاحظہ کیجئے: ’’یہ بات واقعی سچ ہے کہ جو مسلمان ہیں یہ قرآن شریف کو بالکل نہیں سمجھتے لیکن اب خدا کا ارادہ ہے کہ صحیح معنی قرآن کے ظاہر کرے خدا نے مجھے اسی لئے مامور کیا ہے اور میں اس کے الہام اوروحی سے قرآن شریف کو سمجھتا ہوں۔‘‘ (ملفوظات احمدیہ ج۶ص۱۶۷)

مرزاغلام احمد پر جب قرآن کھلا تو عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے اترنے کا عقیدہ جو پہلے قابل درگزر تھا، اب شرک عظیم بن گیا اور اعلان کردیا گیا کہ اب تک امت جس عقیدہ پر رہی ہے وہ سب وہم ہی وہم تھا اور تیرہ سوسال تک لوگ قرآن کریم کو سمجھ نہیں سکے۔

کوئی اپنے طور پر وہم میں مبتلاء ہو یہ بات تو سمجھ میں آسکتی ہے۔ لیکن لوگ اکھٹے ہوکر ایک ہی وہم میں جاڈوبیں اور پھر یہ لوگ بھی وہ ہوں جو اپنے اپنے وقت میں علم کے مراکز اور مراجع امام ہوں اور وہ بھی نہ صرف اسے واقعہ کے درجے میں بلکہ اسے اپنی ایمانیات میں جگہ دیں۔ یہ بات کسی طرح باور ہونے کے لائق نہیں ہے اور پھر یہ تو وہ عقیدہ ہے جس کی ابتداء ان ہستیوں سے ہوئی جن سے اسلام کی گنتی شروع ہوئی تھی اور اب بھی پورے دین کا مدار ان ہستیوں کو تسلیم کیا جاتا ہے۔

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

شریعت میں اس اتفاق کو اجماع کہا جاتا ہے اور اس لفظ میں ایک تاریخی عظمت جھلکتی ہے اور یہاں تو اجماع اکیلا نہیں۔ روایات کا تواتر بھی ساتھ ساتھ چلا آرہا ہے۔

علامہ ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ (۷۰۲ھ) لکھتے ہیں: ''**الحق ان المسائل الاجماعیة ان صحبها التواتر کا الصلوٰة کفر منکرها لمخالفة التواتر لا لمخالفة الاجماع وان لم یصحبها التواتر لا یکفر**''

(ماخوذ از مغنی المحتاج ج۴ص۱۳۵ کتاب الردة)

(ترجمہ) حق یہ ہے کہ اجماعی مسائل کے ساتھ اگر تواتر بھی شامل ہو جیسا کہ نماز، تو اس کا منکر تواتر کی مخالفت کی وجہ سے کافر ہوگا نہ کہ صرف اجماع کی مخالفت کی وجہ سے اور اگر اجماع کے ساتھ تواتر شامل نہ تو اس کا منکر کافر نہ ہوگا۔

اور اسی طرح اجماع اگر ضروریات دین پر ہو تو اس کا انکار بھی کفر ہوگا۔ یہاں صرف اجماع نہیں مجمع علیہ مسائل کا ضروریات دین میں سے ہونا بھی حکم کفر کے لئے ضروری ہے۔ محض اجماع کا انکار بدعت وضلالت ہے۔ دسویں صدی کے شافعی عالم خطیب شربینی بلند پایہ گزرے ہیں۔

آپ لکھتے ہیں: ''**ونحن لا نکفّر من رد اصل الاجماع وانّما نبدعه ونضلله واجاب الزنجانی عن ذالک بان مستحل الخمر لا یکفر من حیث انه خالف الاجماع فقط بل لانه خلاف ما ثبت ضرورة انه من دین محمد ﷺ والاجماع والنص علیه**'' (ماخوذ از مغنی المحتاج ج۴ص۱۳۵ کتاب الردة)

(ترجمہ) اور ہم، جو مطلق اجماع کا انکار کرے، اسے کافر نہیں کہتے۔ اسے ہم صرف بدعتی اور گمراہ کہتے ہیں اور امام زنجانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ شراب کو حلال جاننے والا محض اس کے لئے کافر نہیں قرار دیا جائے گا کہ اس نے اجماع کا خلاف کیا ہے بلکہ اس لئے اسے کافر قرار دیا جائے گا کہ اس نے ضروریات دین محمد ﷺ کا خلاف کیا ہے۔ جس پر اجماع بھی قائم ہے اور نص بھی موجود ہے۔

اسی طرح مشہور حنفی عالم علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی شرح العمدہ سے نقل کیا ہے:

''**والحق انّ المسائل الاجماعیة تارة یصحبها التواتر عن صاحب الشرع کوجوب الخمس وقد لا یصحبها فالاوّل یکفر جاحده لمخالفته التواتر**

لا لمخالفته الاجماع‘‘ (ردالمحتار ج۳ص۳۹۲ باب المرتد)

(ترجمہ) اور حق یہ ہے کہ جن مسائل پر اجماع حاصل ہوتا ہے تواتر (جو حضور ﷺ سے چلا آرہا ہو) کبھی اس کے ساتھ شامل ہوتا ہے جیسے دن کی پانچ نمازیں اور کبھی تواتر ساتھ نہیں ہوتا پہلی صورت میں انکار کرنے والے کو کافر قرار دیا جائے گا۔ بایں طور کہ وہ تواتر کا انکار کررہا ہے۔ صرف انکار اجماع سے اسے کافر نہیں کہا جائے گا۔ (ہاں! اس کی گمراہی اپنی جگہ مسلم رہے گی)

احادیث میں اقتدار مہدی، ظہور دجال اور نزول مسیح کے مضامین زیادہ تر اکھٹے ملتے ہیں اور یہ سب وقائع تقریباً ایک ہی دور سے تعلق رکھتے ہیں۔ اقتدار مہدی اور ظہور دجال کی خبریں تو صرف احادیث میں ملتی ہیں۔ لیکن نزول مسیح پر تو قرآن کریم کی قطعی شہادتیں موجود ہیں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد دور مہدی میں

مسلمانوں کی متعدد ریاستیں اور سلطنتیں دور آخر میں ایک سربراہ کے تحت آجائیں گی۔ یہود ونصاریٰ اس عالمی اتحاد میں نہ آئیں گے۔ جب تک حضرت عیسیٰ بن مریم نہ آجائیں۔ آپ کے نزول پر دجال قتل ہوگا اور پوری دنیا عدل وانصاف سے بھر جائے گی، یہود ونصاریٰ سب مسلمان ہو جائیں گے۔

عجیب صورت حال ہوگی جب حضرت مہدی نماز کے لئے حاضر ہوں گے اور حضرت عیسیٰ بن مریم اچانک آسمان سے اتریں گے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم‘‘ (صحیح بخاری ج۱ص۴۹۰ باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام)

(ترجمہ) تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں اتریں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔ یعنی تمہارا امام (محمد المہدی) عربوں میں سے ہوگا۔ بنی اسرائیل میں سے نہیں۔ ہاں! حضرت عیسیٰ اسرائیلی ہوں گے اور ان کے نازل ہونے پر تمام بنو اسرائیل حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایمان لے آئیں گے۔ صحیح بخاری میں یہ حضرت مہدی کا ذکر ہے گو یہ لقب (مہدی) یہاں مذکور نہیں۔ آخری دور کا یہ اصلاحی نظام بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل دونوں کے ہاتھوں سے وقوع میں آئے گا۔ یہ اس لئے کہ کوئی شخص مرتبہ امامت کو مرتبہ نبوت سے بالا نہ سمجھنے لگے۔

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور محمد بن عبداللہ المہدی دو شخصیتیں ہیں

ان احادیث نبویہ میں سے یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہوگئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور امام مہدی دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ دونوں کی علیحدہ علیحدہ علامتیں بیان کی گئیں۔ دونوں میں ایک امامت کے فرائض سرانجام دے گا اور ایک مریم کا بیٹا ہے جس کا باپ کوئی نہیں۔ دوسرے کے باپ کا نام عبداللہ بتایا گیا۔ ایک اسرائیلی ہوگا۔ دوسرا آپ ﷺ کی اولاد میں سے ہوگا۔ حتیٰ کہ مرزا قادیانی کے لئے بھی کوئی چارہ نہ رہا اور وہ احادیث کی رو سے مشرق سے تین شخصوں ظاہر ہونا بتاتا رہا۔ (۱) دجال (۲) مسیح علیہ السلام اور (۳) مہدی۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۴۸، خزائن ج ۱۷ص ۱۶۷)

اس لئے ماننا پڑا کہ مسیح موعود اور مہدی اور دجال تینوں مشرق میں ہی ظاہر ہوں گے اور وہ ملک ہند ہے اگر مسیح موعود اور مہدی ایک ہی شخص کے دو نام تھے تو پھر بجائے تین کے دو شخصوں کا مشرق سے ظاہر ہونا کہنا چاہئے تھا۔

سنن ابن ماجہ کی روایت: **لا مھدی الا عیسیٰ** مجروح ہے اور منقطع ہے روایت سند کے اعتبار سے مضبوط نہیں۔ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے حافظ ذہبی نے میزان میں اسے منکر کہا ہے۔

یونس بن عبدالاعلیٰ جو امام شافعی سے روایت کررہا ہے۔ اس کا امام شافعی سے سماع ثابت نہیں۔ سو محدثین کے نزدیک یہ روایت بھی منقطع ہے جس کا احادیث صحیحہ متواترہ کے مقابلے میں کوئی وزن نہیں۔

علامہ عبدالرحمٰن بن علی بن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ (۵۹۷ھ) کہتے ہیں: ’’امام حاکم نے فرمایا کہ محمد بن خالد راوی مجہول ہے اور ابان بن ابی عیاش سے روایت کررہا ہے اور وہ متروک ہے۔ آگے حسن بصری تابعی اسے حضور ﷺ سے روایت کررہا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث منقطع ہے۔‘‘ (العلل المتناہیہ فی الاحادیث الواہیہ ج ۳ص ۳۸۰)

امام ابن قیم حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (۷۵۱ھ) جو آٹھویں صدی کے مجدد ہیں انہوں نے بھی اس حدیث پر سخت تنقید کی ہے۔ محمد بن خالد راوی مجہول ہے اور ابن ماجہ کی سند میں وہ ربان بن صالح سے روایت کررہا ہے۔ یہ ربان بن ابی عیاش نہیں۔

امام محمد بن حسین آبڑی اپنی کتاب ’’مناقب شافعی‘‘ میں لکھتے ہیں۔

امام مہدی کے بارے میں حضور اکرم ﷺ سے احادیث متواتر ہیں اور مہدی کا ذکر حضور اکرم ﷺ سے مشہور ہے بایں طور کہ وہ حضور اکرم ﷺ کے اہل بیت میں سے ہوگا اور وہ سات سال حکومت کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا، دجال نکلے گا اور عیسیٰ علیہ السلام آکر اسے قتل کریں گے۔ مہدی ان کی مدد کریں گے اور وہ اس امت کی امامت کریں گے اور عیسیٰ علیہ السلام ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ امام بیہقی نے بھی اس حدیث ’’لا مہدی الّا عیسٰی ‘‘ پر کلام کیا ہے۔ ابن جوزی نے ان سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث منقطع ہے۔ کیونکہ یونس بن عبدالاعلیٰ امام شافعی سے یہ حدیث روایت کرتے ہیں اور ان کا سماع امام شافعی سے ثابت نہیں۔ لہٰذا یہ سند بھی منقطع ہے اور احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف ہے۔ امام نسائی نے بھی اسے منکر حدیث کہا ہے۔

امام ابن قیم نے مہدی کے متعلق چار اقوال نقل کئے اور تین اقوال کی تردید فرما کر احادیث صحیحہ کے مطابق اس قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ مہدی حضرت امام حسن کی اولاد میں سے پیدا ہوں گے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نزول کے بعد ان کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ اس کے ثبوت میں آپ نے بارہ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم سے اٹھارہ احادیث نبویہ پیش کی ہیں۔

(المنار المنیف فی الصحیح والضعیف ص ۱۴۱ تا ۱۵۵ طبع بیروت)

حدیث ’’لا مہدی الّا عیسٰی‘‘ کی احادیث صحیحہ سے تطبیق

حدیث: ’’لا مہدی الّا عیسٰی ‘‘ گو محدثین کے نزدیک لائق توجہ نہیں۔ لیکن اس کی بھی ایک تطبیق ایسی ہے کہ یہ احادیث صحیحہ متواترہ کے خلاف نہیں رہتی۔

علامہ قرطبی (۶۷۱ھ) لکھتے ہیں: ’’حدیث لا مہدی الّا عیسٰی لاینافی المہدی لان معناہ تعظیم شان عیسٰی ابن مریم علی المہدی ”ای“ انہ لا مہدی الّا عیسٰی لعصمتہ و کمالہ فلاینافی وجود المہدی کقولہم لافتی الّا علیٰ‘‘

یعنی حدیث ’’لا مہدی الّا عیسٰی ‘‘ امام مہدی کے آنے کے خلاف نہیں رہتی۔ کیونکہ اس میں محض حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور امام مہدی پر ان کی شان کی بلندی مقصود ہے۔ یعنی بوجہ عصمت اور کمال کے کامل مہدی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پس یہ امام

مہدی کے وجود کے خلاف نہیں جیسے ’’لا فتٰی الّا علٰی ‘‘ کہتے ہیں کہ کامل اور مکمل جوان حضرت علیؓ ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اور کوئی جوان ہی نہیں۔

اسی طرح نواب صدیق حسن خاں حجج الکرامۃ میں فرماتے ہیں: ’’احادیث مہدی بحد تواتر معنوی رسیدہ۔ پس انکار آں معنی ندارد آں کہ در بعض احادیث آمدہ کہ **لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم** پس باوجود آں کہ ایں حدیث ضعیف است نزد حفاظ تاویلش واجب است بایں طریق کہ نیست قول مہدی مگر بمشورہ عیسیٰ۔‘‘ (نبراس علیٰ شرح العقائد حاشیہ ص۵۲۴)

(ترجمہ) مہدی کی احادیث تواتر کے درجہ کو پہنچی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ان کا انکار نہیں ہوسکتا اور جو بعض احادیث میں ’’**لا مہدی الا عیسیٰ ابن مریم** ‘‘ آیا ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے لیکن محدثین حفاظ کے نزدیک اس کی تاویل ضروری ہے اور وہ تاویل یہ ہے کہ امام مہدی عیسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے کلام کریں گے۔

یعنی کلام میں مضاف محذوف ہے۔ ای ’’**لاقول مہدی الّا بمشورۃ عیسیٰ** ‘‘

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی نبوت گو اس وقت نافذ نہ ہوگی لیکن بایں طور کہ وہ نبی ہوں گے شان عصمت ان کے ساتھ ہوگی۔

امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یوں تاویل کی ہے۔ فرماتے ہیں: ’’**فیمکن ان یقاله فی تاویله لا مہدی کامل ولا شک ان عیسیٰ اکمل من المہدی لانه نبی اللہ وھٰذا التاویل مختتم لمخالفته ظاهرة الاحادیث المتواترۃ**‘‘ (نبراس ص۵۲۴)

(ترجمہ) ’’**لا مہدی الّا عیسیٰ** ‘‘ کی یہ تاویل کی جائے گی کہ مہدی علیہ السلام کامل نہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام مہدی سے کامل ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں (مگر یہ بات امام مہدی کے بارے میں درست نہیں) یہ تاویل امام مہدی کے متعلق متواتر احادیث کے ظاہری معنی کی مخالفت ختم کردے گی۔

علماء اسلام اور ائمہ اعلام کی ان تصریحات سے یہ بات روشن ہوگئی کہ امام مہدی اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام دو علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ جن کی علیحدہ علیحدہ علامات بیان کی گئی ہیں اور یہ روایات حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں امت کا اجماع ہو چکا ہے۔ اب ان میں کسی قسم کی تاویل مجاز اور استعارہ کی گنجائش نہیں۔ مرزا قادیانی میں ان مخصوص علامات میں سے کوئی ایک علامت بھی ایسی نہیں جو صحیح طور پر پوری اترے۔

غور کیجئے! جو عقیدہ اس تواتر اور اجماع سے ہم تک پہنچا، کیا اس کا مفہوم اس درجہ میں مشتبہ ہوسکتا ہے کہ کوئی جان نہ سکے کہ آنے والا مسیح کون ہوگا۔ مسیح ناصری یا اس کا کوئی مثیل...... عقل سلیم اس کی اجازت نہیں دیتی۔ جو بات ثبوتاً پختہ ہو دلالۃً بھی وہ پختہ ہونی چاہئے۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام، ان کا لقب، والدہ کا نام، حلیہ مبارک، مقام نزول، بلد نزول، وقت نزول، کیفیت نزول، لباس نزول اور نماز نزول تک کی کیفیات تفصیل سے بیان کردیں۔ ان کی شادی کی خبر ان کی اولاد کی خبر دی۔ حج یا عمرہ کرنے کی خبر دی۔ گنبد خضریٰ میں دفن ہونے کی خبر دی۔ آپ کی وفات کے بعد آپ کے جانشین کے نام تک کی خبر دی۔ اب انصاف فرمائیے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اور کن تفصیلات کی حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ آنحضرت کا اتنے اوصاف اور نشان بتلانا ہی بتلاتا ہے کہ اسی عیسیٰ ابن مریم نے آنا ہے۔ جن سے لوگ پہلے آشنا تھے۔ اگر مثیل نے آنا ہوتا تو پھر اس قدر علامات بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ علماء نے اس سلسلہ میں ڈیڑھ صد سے زیادہ نشانیوں کی نشان دہی کی ہے، اس سے زیادہ اور کیا طریق تعین ہوسکتا ہے۔ مرزا قادیانی نے حقیقت سے انحراف کرکے مجاز کے سایہ میں پناہ لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کی علامات میں سے ہر ایک علامت میں تاویل کی راہ اختیار کرتا گیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد کا پورا نقشہ ایک کھیل بن کر رہ گیا۔ قادیان اور ربوہ اس کھیل کے بڑے تھیٹر بنے رہے۔

کچھ انصاف کیجئے...... آج دنیوی مقدمات میں صرف مدعی اور مدعیٰ علیہ اور ان کے باپ دادوں کے نام ان کے تعین کے لئے کافی سمجھے جاتے ہیں اور آئندہ مقدمہ کی تمام کاروائی اسی معین سے متعلق سمجھی جاتی ہے۔ اسی طرح خطوط بیمے، منی آرڈر اور رجسٹریاں وغیرہ صرف شہر اور اس شخص کے نام لکھ دینے سے اس کو تقسیم کردی جاتی ہے۔ تعجب کی بات ہے جب دنیا کے ہر چھوٹے بڑے شعبہ میں معمولی درجہ کی معمولی تعین کافی سمجھی جاتی ہے تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کے معاملہ میں اتنی تفصیل وتشریح کیوں ناکافی رہی۔

فرض کر لیجئے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا مسئلہ کوئی قادیانی خود اپنی عبارت میں ادا کرنا چاہے تو آخر وہ اسے کس طرح ادا کرے گا کہ اس کے بعد اس میں کوئی ابہام باقی نہ رہے اور اس میں کسی قسم کے مجاز یا استعارہ کی کوئی گنجائش باقی نہ ہو اور اس پیش گوئی کا مصداق اسرائیلی رسول کی بجائے خود اسی امت کا کوئی فرد ہو جو اسی امت میں پیدا ہونے والا

مانا جائے۔ جس کا نہ یہ نام ہو نہ یہ نسب ہو نہ یہ حلیہ ہو نہ یہ جائے نزول ہو، نہ یہ منصب نہ یہ کارنامے۔ کیا ان حالات میں کسی ایسے بیان کو کہ: ’’عیسیٰ بن مریم تم میں ضرور نزول کریں گے۔‘‘ ایسے شخص کے حق میں ایک گمراہ کن بیان اور مفت کی سردردی نہ سمجھا جائے گا؟ کیا آج کسی شخص کی پیدائش یا وفات کا معمولی سا مسئلہ کوئی ادنیٰ زبان دان شخص بیان کرنے کا ارادہ کرے تو کیا وہ اسی طرح اس کو مجاز واستعارہ کی بھول بھلیوں میں ادا کرے گا؟ اور اگر کرے تو کوئی اس سے کیا سمجھے گا؟ چہ جائے کہ ایک رسول اور رسول بھی وہ جو افصح العرب والعجم ہو اور اپنی اس امت کو جس کی اکثریت امی اور سیدھے سادے لوگوں کی ہو اور وہ مجاز واستعارہ کی اصطلاحات سے بھی واقف نہ ہوں ان کو بھول بھلیوں میں مبتلا کردے۔

پھر اس پر بھی غور کرنا چاہئے کہ جو مسئلہ ایمانیات سے متعلق ہو اور اسے بار بار قسمیں کھا کھا کر مؤکد اور مضبوط کیا جارہا ہو اسے مجاز واستعارہ کی رام کہانی بنا کر اس قدر کمزور اور بازیچہ اطفال بنادینا کہ جو چاہے وہی اسے اپنی مرضی کا معنی اور مفہوم پہنا لے۔ یہ شعراء کے کلام میں تو ممکن ہوسکتا ہے نبیوں کے کلام میں اور خصوصاً ایمانیات کے باب میں کسی طرح ممکن نہیں۔ علماء کے ہاں یہ مسلم ہے کہ جو بات قسم سے مؤکدہ ہو وہ اپنے ظاہر پر ہی محمول ہوتی ہے۔ اس میں کسی قسم کا مجاز اور استعارہ راہ نہیں پاتا۔ چنانچہ مرزا قادیانی کو بھی تسلیم کرنا پڑا کہ جو بات قسم سے مؤکد کی جائے اسے اپنے ظاہر پر ہی رکھا جائے گا۔ اس میں کسی قسم کی تاویل یا استثناء نہیں چلے گا۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے: ’’**والقسم یدلّ علٰی ان الخبر محمول علٰی الظاهر لاتاویل فیه والا استثناء والّا فای فائده کانت فی ذکر القسم**‘‘

(حمامۃ البشریٰ ص۱۴ احاشیہ، خزائن ج۷ ص۱۹۲)

جو باتیں دین میں ضروری درجہ میں ثابت ہوں ان کے معنی میں تاویل کو راہ دینا قواعد علم کے خلاف ہے اور عقل بھی تقاضا کرتی ہے کہ دین کی مجمع علیہ باتوں کا مصداق کسی تاویل کی نظر نہ ہونا چاہئے۔ ورنہ کسی بات کا مجمع علیہ ہونا کبھی نہ رہ سکے گا۔

اسی طرح مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ کہ: ’’عیسیٰ بن مریم سے مراد میں ہوں‘‘ کسی طرح لائق قبول نہیں۔ عیسیٰ بن مریم کے کوئی نئے معنی نہیں کئے جاسکتے۔

استعارہ اعلام میں نہیں لیا جا سکتا

اسی طرح علم میں مجاز واستعارہ کا دخل نہیں ہوتا۔ علماء معانی نے اس کی تصریح کردی ہے: ’’لا استعارۃ فی الاعلام ‘‘ عیسیٰ بن مریم ایک خاص علم ہے۔ اس سے کوئی اور شخص مراد نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح مریم بھی ایک نام ہے۔ اس میں بھی استعارہ ممکن نہیں۔ البتہ اعلام میں تشبیہ ہوسکتی ہے۔ جیسے کہ رستم زماں اور حاتم وقت اور یوسف ثانی وغیرہ اور تشبیہ حقیقت کی اقسام میں ہے مجاز کی اقسام میں نہیں۔ نیز تشبیہ کسی ایک جہت میں ہوتی ہے۔ جس سے علمیت وصفیت میں آتی ہے۔ جمیع جہات میں وصفیت پیدا نہیں ہوتی۔ پھر ادبیات کے دائرے شرعیات کے دائرے سے زیادہ وسیع ہیں۔ ادبیات میں غلطی زیادہ خطرناک نہیں ہوسکتی۔ شرعیات میں یہ وسعت پیدا کرنا کہ صرف مورد میں اختلاف ہو اور صفات تمام کی تمام مجاز بنتی جائیں۔ یہ مضحکہ خیز صورت یہاں پر قائم نہیں ہوسکتی۔ حضور ﷺ کا اس قدر تفصیل سے علامات مسیح بتانا ہی بتلاتا ہے کہ یہ علامات اپنا مستقل وجود رکھتی ہیں یہ کوئی مجاز یا استعارہ کے پیرائے میں نہیں سو یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت میں وصفیت نہیں آتی اور اعلام میں استعارہ نہیں بنتا۔ اب حضور ﷺ نے یہ پیش گوئی سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے ’’ابن مریم‘‘ کی قید کے ساتھ کی ہے۔ عیسیٰ میں علمیت ہے اور ابن مریم میں اسی علمیت کی تاکید ہے تاکہ کسی وصف کی طرف ذہن نہ جائے۔ لفظ مسیح میں وصفیت آسکتی تھی۔ اس وجہ سے یہ پیش گوئی ان کے لقب مسیح کے ساتھ نہیں اور ایک سو سے زائد احادیث میں ’’عیسیٰ‘‘ یا ’’ابن مریم‘‘ کے نام ہی ملیں گے جن کو صراحت کے ساتھ بار بار قسموں سے مؤکد کر کے بیان فرمایا اب اس سے استعارہ اور مجاز کے طور پر اور شخص کیسے مراد ہوسکتا ہے اگر ناموں میں اس طرح استعارہ چلنے لگے تو حقیقت کی کوئی حقیقت ہی باقی نہیں رہے گی اور دین کی بات میں تو پورے کا پورا دین ہی مذاق ہوکر رہ جائے گا۔ ہر صاحب غرض اور منچلا آدمی اپنی مرضی کے معنی اور مرادیں لیتا رہے گا۔ دین قیم کی یہ زبوں حالی کسی مسلمان سے دیکھی نہ جاسکے گی۔ تاہم آپ کو قادیانی تاویلات رکیکہ کا یہ طرفہ تماشا دیکھنا ہی پڑے گا کہ کس طرح انہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد ثانی کی ہر علامت کو تاویل کی بھینٹ چڑھا رکھا ہے۔ اس پر ہم عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی بحث کو ختم کرتے ہیں۔

مہمات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفی. اما بعد!

جب کہیں سیاسی انقلاب آتا ہے نئے حکمران اصلاحات کرتے ہیں۔ حضرت مہدی ساری دنیا کو ایک پلیٹ فارم پر لے آئیں گے اور پھر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی مدد سے پورے صفحۂ زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ اس نئے نظام میں پہلے عدل قائم کیا جائے گا اور قوموں اور مختلف خطوں میں کوئی باہمی آویزش نہ ہوگی۔ جملہ مذاہب اپنی اپنی جگہ قائم ہوں گے۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ بن مریم آسمانوں سے ایک جلالی شان کے ساتھ اتریں گے اور ان قوموں پر جو ان کے بارے میں مختلف غلط فہمیوں اور غلط بیانیوں کا شکار ہیں، حقیقت کھل جائے گی۔ پھر وہ سب ان پر ایمان لے آئیں گی۔ اس وقت حضرت مسیح پر ایمان لانا دین محمدی میں آنا ہوگا اور ظاہر ہے کہ اقوام عالم عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر ایسا ایمان لائیں گے جو اس وقت کا تقاضا ہوسکتا ہے۔ یہ وقت کل قوموں کے ایک ہونے کا ہوگا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم کا عالمی غلبہ

سو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی اس دوسری آمد میں جملہ اہل کتاب، وہ یہود ہوں یا نصاریٰ، اپنی صفیں توڑ دیں گے اور یہ دونوں قومیں اسلام کی صف میں آجائیں گی۔ اس وقت آنحضرت ﷺ کی رسالت عالمی سطح پر تسلیم کی جائے گی اور یہ آنحضرت ﷺ کا پورے صفحہ کائنات پر حقیقی غلبہ ہوگا حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام آپ کے دونوں نائبین کے طور پر حکمران ہوں گے۔ یہ بنو اسماعیل اور بنو اسرائیل کا ایک عالمی الحاق ہوگا اور دنیا کی سب قومیں ایک ہو جائیں گی۔

’’ھوالذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق لیظھرہ علی الدین کلّہ وکفٰی باللہ شھیداً‘‘ (الفتح:۲۸)

(ترجمہ) وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ آپ اس دین کو سب دینوں پر غالب کردیں اور اس پر خدا کی گواہی کافی ہے۔

آنحضرت ﷺ کو علمی غلبہ تو دنیا میں اپنی زندگی میں ہی ہوگیا تھا۔ پھر خلفاء راشدین کے دور میں آپ کو سیاسی غلبہ بھی ملا اور حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کے دوبارہ آنے پر آپ کو پوری دنیا پر حقیقی غلبہ مل جائے گا اور یہی مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں آپ کی رسالت کا موضوع تھا۔ آپ اسی لئے یہاں رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ آپ کی اس عالمی اصلاح کا ذکر قرآن مجید میں اس طرح ملتا ہے: ’’**وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً**‘‘ (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور نہ ہوگا اہل کتاب میں سے کوئی مگر یہ کہ وہ ضرور ایمان لائے گا آپ پر، آپ کی موت سے پہلے اور وہ ہوگا قیامت کے دن ان پر گواہ۔

اس پر بحث ہم نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے زیر عنوان کر آئے ہیں آپ کے آنے سے جو عالمی اصلاح ہوگی پہلے نمبر پر یہ ہوگی کہ جملہ ادیان ومذاہب عالمی سطح پر ایک ہوجائیں گے نہ کہ پہلے ادیان ومذاہب پر ایک اور مذہب کا اضافہ ہوجائے۔ جیسا کہ قادیانیوں کے آنے سے ہوا۔ مرزاغلام احمد بھی پہلے اسی عقیدہ پر تھا لیکن پھر اس نے ایک اور عقیدہ گھڑ لیا اور اس پر ایک اور جماعت بنا ڈالی۔

اس پہلی اصلاح کا ذکر ہمیں قرآن کریم سے اس طرح ملتا ہے اور اس کی تائید میں احادیث بھی ملتی ہیں: ’’**عن ابی هریرة** رضی اللہ عنہ **انّ النّبی** ﷺ **قال یهلک الله فی زمانه الملل کلّها الّا الاسلام**‘‘ (رواہ ابوداؤد واحمد ج۲ ص۲۳۸ باب خروج الدجال وابن جریر ج۶ ص۱۶ وصححه الحافظ فی الفتح ج۶ ص۳۵۷)

(ترجمہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ (حضرت عیسیٰ) کے زمانے میں تمام مذاہب کو ختم کردیں گے صرف اسلام رہ جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب یہ بات کہتے تو آپ قرآن پاک کی یہ آیت پڑھتے:

’’**وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ویوم القیامة یکون علیهم شهیداً فزعم حنظلة ان اباهریرة قال یؤمن به قبل موت عیسیٰ**‘‘

(تفسیر ابن کثیر ج۲ ص۴۵۶، النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) حضرت حنظلہ کہتے ہیں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ کہتے کہ سب کتابی حضرت عیسیٰ پر ان کی موت سے پہلے ایمان لے آئیں گے۔

حضرت حنظلہ کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ اس آیت کی اس طرح تفسیر کرتے اور پکار پکار کر لوگوں کو کہتے: ’’وقرؤا ان شئتم وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته موت عیسٰی بن مریم (ثم یعیدها ابوهریرة ثلٰث مرات)‘‘

(تفسیر ابن کثیر ایضاً)

ان روایات کا حاصل یہ ہے کہ حضرت عیسٰی بن مریم کے آنے کا پہلا نشان یہ ہوگا کہ دنیا کے دوسرے سب ادیان وملل ختم ہو جائیں گے۔ صرف ایک ملت اسلام رہ جائے گی اور ساری دنیا ایک مسلم سٹیٹ ہو جائے گی۔ آخری دور میں سب ادیان وملل ایک ہو جائیں گے اور وہ ملت اسلام ہوگی۔

مرزا غلام احمد کا دوسرے مذاہب کے مٹنے سے انکار

مرزا غلام احمد کہتا ہے کہ سب مذاہب کا ایک ہو جانا جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کہتے تھے، قرآن کریم کی تعلیم کے خلاف ہے۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ یہود ونصاریٰ میں عداوت اور ان دونوں قوموں کی بقاء قیامت تک رہے گی، قرآن کریم میں ہے:

۱…… ’’والقینا بینهم العداوة والبغضاء الٰی یوم القیامة‘‘ (المائدہ:۶۴)

(ترجمہ) اور ڈال ہم نے ان میں (اہل کتاب میں) باہمی عداوت روز قیامت تک۔

اور یہ بھی فرمایا:

۲…… ’’وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامة‘‘

(آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) (اے عیسٰی) میں ان لوگوں کو جو تیرے متبع ہوں گے تیرے منکروں پر قیامت تک غالب رکھوں گا۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حضرت عیسٰی کے نہ ماننے والے قیامت کے دن تک موجود رہیں گے۔ پس یہ کیسے ہوگا کہ سب ادیان ومذاہب اور ملتیں ایک ہو جائیں؟

<u>الجواب:</u> قرآن وحدیث میں قوموں کے ’’الٰی یوم القیامة‘‘ سے مراد ’’قرب یوم القیامة‘‘ اور یہ دور اس وقت سے شروع ہوتا ہے جب قیامت کی علامات کبریٰ کا ظہور ہونے لگے۔ دجال کا ظہور علامات قیامت میں سے ہے اور نزول عیسٰی بن مریم

جو اس کے بعد ہوگا، وہ بھی علامات قیامت میں سے ہے۔ علامات کبریٰ کے ظہور تک یہود ونصاریٰ اور دیگر ملل یہود ومجوس بے شک موجود رہیں گی اور ان میں (یہود ونصاریٰ میں) باہمی بغض وعناد بھی بے شک اس وقت تک رہے گا اور مندرجہ ذیل آیت میں: ’’الٰی یوم القیامۃ‘‘ سے ’’قرب یوم القیامۃ‘‘ ہی مراد ہے نہ کہ قیامت کا وہ خاص دن جس میں دوبارہ اٹھنا ہوگا۔

’’والقینا بینهم العداوة والبغضاء الٰی یوم القیامة‘‘ (المائدہ:۶۴)

باہمی بغض وعناد ختم ہونے کی خبر

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ’’ولتذهبن الشحناء والتباغض والتحاسد ولیدعون الی المال فلا یقبله احد‘‘

(صحیح مسلم ج۱ ص۸۷ کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکماً بشریعة نبیّنا محمد ﷺ)

(ترجمہ) اور البتہ دشمنی اور باہمی بغض جاتے رہیں گے، لوگوں کو مال کی طرف بلایا جائے گا مگر اسے کوئی لینے کے لئے تیار نہ ہوگا۔

کیا یہ نص نہیں کہ یہود ونصاریٰ کی باہمی کھینچا تانی اس وقت نہ رہے گی اور قومی سطح کے تمام معرکے ٹوٹ چکے ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نازل ہونے پر نہ یہ دونوں قومیں (یہود ونصاریٰ) رہیں گی نہ ان کا بغض وعناد باقی رہے گا۔ ان دونوں قوموں کا مع ان کے قومی خصائص کے خاتمہ ہوجائے گا۔ اس وقت وہ یہود اور نصرانی نہ ہوں گے۔ پہلا صور پھونکا جانا بھی قرب قیامت میں ہوگا اور کل بنی نوع انسان ایک غشی کی حالت میں ہوجائیں گے۔ یہ فناء عالم کی گھڑی ہوگی۔ یہاں تک کہ سب علامات پوری ہوجائیں پھر قیامت کے لئے دوسرا صور پھونکا جائے گا پھر سب پہلے پچھلے بیہوش اور مردے اٹھ کھڑے ہوں گے اور پوری زمین اللہ کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ یہ قیامت کا دن ہوگا۔

’’ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض الّا من شاء الله ثم نفخ فیه اخری فاذاهم قیام ینظرون واشرقت الارض بنور ربها ووضع الکتاب‘‘ (الزمر:۶۸،۶۹)

(ترجمہ) اور صور پھونکا جائے گا پس جو بھی کہیں آسمانوں میں اور زمین سب کے سب بیہوش ہو جائیں گے مگر جس کو چاہے اللہ۔ پھر صور دوسری دفعہ پھونکا جائے گا اور اس پر سب ایک دوسرے کو دیکھتے اٹھ کھڑے ہوں گے اور پوری زمین اللہ رب العزت کے نور سے جگمگا اٹھے گی اور اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے۔

اس سے پتہ چلا کہ فنائے عالم کے بہت عرصہ بعد قیامت ہوگی۔ فنائے عالم پر سب قومیں ختم ہو جائیں گے اس کے عرصہ بعد قیامت کا دن ہوگا۔ قیامت کا دن وہ ہوگا جب ساری زمین خدا کی ایک مٹھی میں ہوگی اور سب آسمان اللہ رب العزت کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔

’’والارض جمیعاً قبضتہ یوم القیامۃ والسمٰوات مطویّات بیمینہ‘‘ (الزمر:۶۷)

(ترجمہ) اور زمین ساری اس کی ایک مٹھی میں ہے قیامت کے دن اور آسمان سب اس کے داہنے ہاتھ کی ایک لپیٹ میں ہوں گے۔

سو جب یوم قیامت فناء عالم کے ایک عرصہ بعد ہوگا تو جن آیات اور احادیث میں ’’یوم القیامۃ‘‘ کی حد بندی سے خبریں دی گئی ہیں اس سے مراد ’’قرب یوم القیٰمۃ‘‘ لیا جائے گا۔ مہدی کا ظہور، دجال کا ظہور اور حضرت عیسیٰ بن مریم کا نزول یہ سب علامات قیامت میں سے ہیں جو ’’قرب یوم القیٰمۃ‘‘ میں ظہور میں آئیں گی۔

پس یہود ونصاریٰ کی باہمی عداوت اور بیر ’’قرب یوم القیامۃ‘‘ تک رہیں گے۔ پھر اسی دور میں نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہوگا اور ان کے آنے پر سب اہل کتاب آپ پر ایمان لے آئیں گے اور دیگر سب ادیان وملل مٹ جائیں گے اور سوائے ملت اسلام کے اور کوئی ملت نہ رہے گی۔ قوموں کے باہمی تباغض اور عناد سب مٹ چکے ہوں گے اور پوری دنیا میں صرف ایک ہی دین ہوگا۔ دور رسالت محمدی اور قیامت آپس میں اس طرح متصل ہیں جیسے دو انگلیاں آپس میں متصل ہوتی ہیں۔

جب قرب قیامت میں یہ قومیں بھی علیحدہ علیحدہ نہ رہیں گی نہ یہودی رہیں گے، نہ عیسائی، عیسائی تو ان میں دشمنی اور بیر کیسے ابدی رہ سکتا ہے۔ یہ دشمنی اور بیر تو اس وقت تک کے لئے ہے جب ان دونوں قوموں کا کہیں امتیازی وجود رہے۔

یہ سب علامات قیامت ہیں جو قیامت سے پہلے وقوع میں آئیں گی۔ حضرت حذیفہ بن اسید الغفاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم اصحاب رسول آپس میں قیامت کی باتیں کررہے تھے کہ حضور ﷺ ادھر آ نکلے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’لن تقوم حتی ترون قبلها عشر آیات فذکر الدخان والدجال والدابة وطلوع الشمس من مغربها ونزول عیسیٰ بن مریم ویاجوج وماجوج وثلٰثة خسوف ...... وآخر ذالک نار تخرج من الیمن‘‘ (صحیح مسلم ج۲ ص۳۹۳ کتاب الفتن باب فی آیات التی تکون قبل الساعة)

(ترجمہ) قیامت نہ آئے گی جب تک تم اس سے پہلے یہ دس نشانیاں نہ دیکھ لو پھر آپ نے اٹھتے دھوئیں کا ذکر کیا، دجال اور دابہ کا ذکر کیا، سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے اور عیسیٰ بن مریم کے اترنے کا، یاجوج وماجوج اور زمین کے تین دفعہ دھنسنے کا ذکر فرمایا...... اور ان میں آخری بات یہ تھی کہ ایک آگ یمن کی طرف سے نکلے گی اور حجاز کی طرف چلے گی۔

سو دجال کا ظہور قیامت سے پہلے ہوگا اور اس کے ساتھ ہی حضرت عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور اس کے ایک عرصہ بعد قیامت کا صور پھونکا جائے گا۔

مرزاغلام احمد کو ’’قرب یوم القیامة‘‘ اور ’’یوم القیامة‘‘ میں فرق سمجھ میں نہ آیا اور وہ اس غصہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر چڑھ دوڑا اور یہاں تک زیادتی کی کہ آپ کو کفر کی سرحد تک پہنچا دیا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چونکہ اس کے قائل تھے کہ ابھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر موت نہیں آئی اور وہ اس کا بار بار کھلے مجامع میں اعلان کرتے تھے اور اپنی تائید میں ’’فاقرؤا ان شئتم‘‘ کہہ کر قرآن پڑھتے تھے تو ان کے اس استدلال سے مرزاغلام احمد کی پریشانی واقعی ایک بڑی پریشانی بن گئی۔ اس نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں اس طرح زبان کھولی ہے: ’’جو شخص قرآن شریف پر ایمان لاتا ہے اس کو چاہئے کہ ابوہریرہ کے قول کو ایک ردّی متاع کی طرح پھینک دے۔‘‘ (براہین حصہ۵ ص۲۳۵، خزائن ج۲۱ ص۴۱۰)

ان تفصیلات کی روشنی میں ہم بلاتردد کہہ سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا بڑا کارنامہ یہود ونصاریٰ کا بطور امتیازی ملتوں کے خاتمہ کا ہوگا اور دنیا میں سوائے ملت اسلام کے اور کوئی ملت نہ ہوگی۔ اس ضمن میں کسر صلیب ہوگی اور خنزیر کا کھانا یکسر ختم ہوجائے گا۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا:’’والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ویفیض المال حتی لا یقبلہ احد‘‘ (صحیح مسلم ج۱ص۸۷ کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم حاکماً)

آنحضرت ﷺ نے یہ بات قسم کھا کر فرمائی ہے اور قسم سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ بات اپنے ظاہر پر رہے گی۔ غلام احمد خود مانتا ہے:’’والقسم یدل علیٰ ان الخبر محمول علی الظاهر لاتاویل فیه ولا استثناء والّا فایّ فائدة کانت فی ذکر القسم. فتدبر‘‘ (حمامۃ البشریٰ ص۱۴ حاشیہ، خزائن ج۷ص۱۹۲)

مرزا غلام احمد نے یہ بات بھی بار بار کہی ہے کہ مسیح موعود کا سب سے بڑا کارنامہ کسر صلیب ہوگا۔ صلیب ٹوٹ جائے گی اور خنزیروں کا سلسلہ ختم ہو جائے گا کوئی انہیں کھانے والا نہ ہوگا۔ جہاں بھی یہ دیکھا جائے گا لوگ اسے ماردیں گے۔ یہود تو پہلے بھی یہ نہیں کھاتے تھے۔ عیسائی بھی مسلمان ہونے پر اس سے یکسر رک جائیں گے۔ کتاب مقدس میں اب بھی یہ حکم موجود ہے مگر عیسائیوں کا اس پر عمل نہیں وہ حکم یہ ہے۔

’’اور سور تمہارے لئے اس سبب سے ناپاک ہے کہ اس کے پاؤں تو چرے ہوئے ہیں پر وہ جگالی نہیں کرتا تم نہ تو ان کا گوشت کھانا اور نہ ان کی لاش کو ہاتھ لگانا۔‘‘ (استثناء باب۱۴، اورس۸)

حضرت عیسیٰ کی دوبارہ تشریف آوری پر خنزیر کا کھایا جانا یکسر ختم ہو جائے گا۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر سے مسیحی قومیں اپنی امتیازی حدود سے نکل کر دائرہ اسلام میں آجائیں گی اور مال کی کثرت ہوگی اور باہمی ضد و تباغض کا خاتمہ ہو جائے گا۔ جملہ یہود اب دائرہ اسلام میں ہوں گے۔ آج یہود اپنے انہی دو اوصاف سے پہچانے جاتے ہیں۔ (۱) مال میں اپنے ہاتھ کو دبا کر رکھنا کہ کہیں کچھ خرچ نہ ہو جائے اور (۲) دوسری قوموں سے بغض و عداوت رکھنا۔ اسی طرح عیسائی مسیح کے صلیب پر جان دینے کے عقیدہ سے پہچانے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح کے دوبارہ آنے پر کسر صلیب اس طرح ہوگا کہ اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی اب کوئی اس عقیدہ پر نہ رہے گا کہ حضرت مسیح سولی دیئے گئے تھے۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی پہلی چار اصلاحات یہ بیان فرمائیں:

(۱) کسر صلیب (۲) قتل خنزیر (۳) مال میں اضافہ (کوئی اسے قبول نہ کرے گا اور یہود کی مال دبا رکھنے کی صفت ختم ہوچکی ہوگی) (۴) اولاد آدم کے باہمی بغض وعناد کا خاتمہ کردیا جائے گا۔

ان چاروں باتوں کو قرآن کریم کی اس آیت (مذکورۃ الصدر) کے تحت ذکر کیا جاسکتا ہے۔ پہلی دو عیسائیوں کی پہچان ختم کریں گی اور پچھلی دو یہودیوں کے قومی امتیاز کا خاتمہ کریں گی۔ حضرت مسیح موعود کے آنے پر یہ دونوں قومیں یہود ونصاریٰ ایمان لے آئیں گی۔ کتابی ہونے کی حیثیت سے یہ دونوں نہ رہیں گی۔ صرف ایک تاریخی یادان کی رہے گی۔ اس لئے انہیں اصلاح میں بھی مقدم رکھا اور عیسائی لوگ گمراہی میں زیادہ تھے اور وہ ایک اعتقادی برائی (شرک) کے مرتکب تھے۔ یہود کی گمراہی زیادہ عملی تھی کہ مال کی محبت میں اس قدر ڈوبے تھے کہ تم انہیں ایک خزانہ بھی دے دو کہ وہ تمہیں یہ واپس کریں تو وہ ہرگز اسے واپس نہ کریں گے۔ ’’**ومن اهل الكتاب من أن تامنه بقنطار يؤده اليک ومنهم من أن تامنه بدينار لايؤده اليک**‘‘ (آل عمران:۷۵) اور قوم پرستی ان میں اس عروج پر ہوگی کہ وہ دوسری کسی قوم کو برداشت نہ کریں گے اور یہود میں اب تک یہ دونوں باتیں جلی طور پر موجود ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس شان رأفت کا اثر جانوروں تک پر

جب کوئی انقلاب آتا ہے تو اس کا پرتو جانوروں اور پرندوں تک پر بھی آتا ہے۔ فصلیں بھی بادشاہوں کی عدل گستری سے پوری بہار پر آتی ہیں اور کوہ دمن اس کی جھلک سے روشن ہوجاتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آنے پر یہ سب کچھ ہوگا۔

۱...... شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پئیں گے اور شیر بکریوں پر حملہ نہ کریں گے۔

۲...... بچے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ انہیں کاٹیں گے نہیں۔

۳...... کوئی کسی پر ظلم نہ کرسکے گا۔

احادیث متضمنہ اصلاحات میں انہیں اس طرح دیا گیا ہے: ’’**فيهلک الله فی زمانه الملل كلّها الّا الاسلام ويهلک الله فی زمانه المسيح الدجال وتقع**

الامنة علی الارض حتی ترتع الاسود مع الابل والنمار مع البقر والذئاب مع الغنم ویلعب الصبیان بالحیات لا تضرهم‘‘

(ابوداؤد ج۲ ص۲۳۸ باب خروج الدجال مسند احمد ج۲ ص۴۳۷، التصریح ص۹۶ حدیث:۱عن سعید ابن المسیب)

مرزاغلام احمد کا اپنا اعتراف کہ مسیح موعود کے دور میں ایسا ہوگا

’’خدا کا ارادہ تھا کہ وہ چمکتا ہوا حربہ اور وہ حقیقت نما برہان کہ جو صلیبی اعتقاد کا خاتمہ کرے اس کی نسبت ابتداء سے یہی مقدر تھا کہ مسیح موعود کے ذریعہ سے دنیا میں ظاہر ہو کیونکہ خدا کے پاک نبی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ میں ہوگی......تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گا۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۶۲، خزائن ج۱۵ ص۶۴)

جب کسی کی عمر پوری ہو جائے پھر کیا ہوتا ہے، اسے دفن کر دیا جاتا ہے۔ صرف اس کی یاد رہ جاتی ہے۔ مسیح کے آنے کا پہلا کھلا نشان یہ ہوگا کہ اس غلط عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔

مرزاغلام احمد نے ازالہ اوہام میں بھی لکھا: ’’مسیح دنیا میں آ کر صلیبی مذہب کی شان وشوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالے گا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بے حیائی اور خوکوں کی بے شرمی اور نجاست موذی ہے ان پر دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر ان سب کا کام تمام کرے گا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۸۱ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۱۴۲)

واقعہ صلیب کی اصل حقیقت کیا قرآن کریم نے کھولی نہ تھی؟

مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ عیسائیوں کے عقیدہ صلیب کی قرآن کریم نے کھل کر تردید کی اور اصل حقیقت سامنے کھول کر رکھ دی مگر قادیانی کہتے ہیں کہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت مرزاغلام احمد نے کھولی۔ پہلے یہ پردہ میں رہی۔ قرآن نے اسے نہ کھولا تھا۔

مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔ تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں ص۶۲، خزائن ج۱۵ ص۶۴)

یاد رکھئے! مسیح موعود کا سب سے بڑا کارنامہ کسر صلیب ہوگا تو یہ عملی طور پر ہوگا۔ نظری طور پر تو قرآن کریم نے اس واقعہ کو پوری طرح بے نقاب کر دیا ہوا ہے۔ مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ مسیح موعود کے وقت میں اصل حقیقت کھلے گی، اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا سمجھا جا سکتا ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن میں اس واقعہ کی حقیقت نہ کھلی تھی اور اگر کھلی بھی ہو تو اس درجہ میں تھی کہ صحابہ اسے سمجھ نہ پائے تھے (استغفر اللہ العظیم) عقائد کبھی متشابہات میں بھی بیان ہوتے ہیں؟ عقائد کی رو سے پورا قرآن پاک ایک محکم کتاب ہے۔ پھر آگے اس کی تفصیلات ہیں:

''الر کتاب احکمت آیاته ثم فصلت من لدن حکیم خبیر'' (ہود:۱)

(ترجمہ) یہ کتاب ہے کہ محکم ہیں سب اس کی آیات پھر کھولی گئی ہیں حکمت والے خبردار کے پاس سے۔

مرزا غلام احمد کے دور میں کسر صلیب نہیں ہوا

مرزا غلام احمد کے دعویٰ (مسیح موعود ہونے) پر ایک پوری صدی گزر گئی ہے مگر عیسائیت بدستور اپنے پاؤں پر کھڑی ہے۔ عالمی سطح پر انہیں سیاسی شوکت حاصل ہے ملکہ برطانیہ پروٹسٹنٹ فرقے کی ہے اور پوپ روم ابھی تک کیتھولک فرقے کے پرشوکت سربراہ ہیں اور دونوں واقعہ صلیب پر ایک عقیدہ رکھتے ہیں۔ مسیح موعود کے دعویٰ مسیحیت پر ایک صدی بھی ہوگئی اور ابھی تک دنیا میں کسر صلیب نہیں ہوا۔

ہندوستان میں کن علماء نے عیسائیوں سے نظریاتی جنگ لڑی

انگریزوں کے ہندوستان پر قابض ہونے کے بعد بڑے بڑے پادری ہندوستان میں آئے۔ مولانا آل حسن موہانی (۱۲۸۷ھ)، مولانا رحمت اللہ کیرانوی (۱۳۰۸ھ)، مولانا محمد قاسم نانوتوی (۱۲۹۸ھ) اور مولانا ابوالمنصور ناصری دہلوی اور مولانا ابومحمد عبدالحق حقانی نے ہندوستان میں پادریوں سے نظریاتی جنگ لڑی اور ان کی سعی ارتداد کو ناکام کیا اور ہندوستان میں عیسائیت عالمی طور پر کچھ بھی پذیرائی نہ پاسکی۔

تاہم اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ آج بھی صلیب پرستی اور خنزیر خوری اس طرح موجود ہے جس طرح یہ مرزا غلام احمد کے آنے سے پہلے تھی اور کوئی مبصر، مؤرخ یا صحافی یہ

نہیں کہہ سکتا کہ مرزا غلام احمد کے آنے پر کسر صلیب ہوا۔ رہا ان کی علمی شوکت کو توڑنا تو وہ علمائے اسلام مرزا غلام احمد سے کہیں بہتر پیرائے میں واقعہ صلیب کی اصل حقیقت عوام کے سامنے لاچکے تھے اور حق یہ ہے کہ علماء اسلام زبان وقلم میں کسی پیرایہ میں عیسائیوں سے پیچھے نہیں رہے۔ خود مرزا غلام کی تحریروں میں اس بات کی کھلی شہادت موجود ہے کہ ابھی تک کسر صلیب نہیں ہوا۔ یہ اس بات پر تاریخ کی ایک کھلی شہادت ہے کہ مسیح موعود ابھی تک دنیا میں نہیں آئے ورنہ کسر صلیب کبھی کی ہوچکی ہوتی۔

غلام احمد کا اپنا اقرار کہ ابھی تک کسرِ صلیب نہیں ہوا

مرزا غلام احمد کا دعویٰ تو یہ تھا کہ مسیح موعود صلیبی مذہب کو اپنے پیروں تلے کچل ڈالے گا لیکن ہوا یہ کہ مرزا غلام کے مسیح موعود ہونے کے دعویٰ کے باوجود مسلمان اور عیسائی دونوں اپنے پہلے عقیدہ پر ہی رہے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ''عیسائیوں کی طرح مسلمانوں کا بھی یہی عقیدہ ہے کہ حضرت مسیح واقعہ صلیب کے بعد بلاتوقف آسمان پر چلے گئے اور مسلمان تو اس بات کے قائل بھی نہیں کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب پر کھینچا گیا یا صلیب پر سے ان کو زخم پہنچے۔''

(مسیح ہندوستان میں ص۶۱، خزائن ج۱۵ ص۶۳)

جب مرزا غلام احمد خود حضرت عیسیٰ کے صلیب پر کھینچے جانے کا قائل ہے تو کیا وہ اب خود مسلمانوں میں شمار پائے گا؟ اس کا فیصلہ مرزا طاہر کریں۔

مرزا غلام احمد کی یہ کتاب پہلی بار ۲۰ رنومبر ۱۹۰۸ء کو مرزا قادیانی کی وفات ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کے چھ ماہ بعد شائع ہوئی۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا قادیانی کی وفات تک واقعہ صلیب پر مسلمان اور عیسائی دونوں قومیں اپنے اپنے پہلے عقیدہ پر ہی رہیں اور دنیا سے اس عقیدے کا خاتمہ نہ ہوا۔ احادیث کی رو سے مسیح موعود کا سب سے بڑا کارنامہ کسر صلیب ہے۔ مرزا قادیانی اپنی موت تک اس عقیدہ کو ختم نہ کرسکے۔ اب مرزا قادیانی کے چوتھے جانشین مرزا طاہر لندن میں شب وروز گرجاؤں میں لٹکی صلیب اور خنزیروں سے لدی دکانوں کے پاس سے گزرتے ہیں اور اپنے مرکز میں جاکر کمال ڈھٹائی سے اعلان کرتے

ہیں کہ مرزا قادیانی واقعی مسیح موعود تھے۔ کیونکہ ان کے آنے پر لندن میں کسر صلیب ہوگئی اور عیسائیوں کا صلیبی اعتقاد اب کلیۃً ٹوٹ چکا ہے۔

بری خصلتوں کے رک جانے کا وقت آ گیا ہے

مرزا قادیانی نے مسیح موعود کے آنے کا دوسرا نشان یہ بتلایا ہے کہ لوگوں میں خنزیروں جیسی عادتیں جیسے جھوٹ بولنا اور بار بار اس پر ضد کرنا باقی نہ رہیں گی۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کسر صلیب کے ساتھ قتل خنزیر کریں گے۔ قتل خنزیر سے بری عادتوں کا ختم کرنا مراد ہے۔ غلام احمد لکھتا ہے: ’’خنزیروں کے قتل کرنے سے نہ انسان مراد ہیں نہ خنزیر بلکہ خنزیروں کی عادتیں مراد ہیں یعنی جھوٹ پر ضد کرنا اور بار بار اس کو پیش کر جو ایک قسم کی نجاست خوری ہے۔ بس جس طرح مرا ہوا خنزیر نجاست نہیں کھا سکتا اسی طرح وہ زمانہ آتا ہے بلکہ آ گیا ہے کہ بری خصلتیں اس قسم کی نجاست خوری سے رد کی جائیں گی (ان عادتوں کی اصلاح ہو جائے گی) اسلام کے علماء نے اس نبوی پیش گوئی کے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے اور اصل معنی صلیب توڑنے اور خنزیر قتل کرنے کے یہی ہیں جو ہم نے بیان کر دیئے ہیں۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۸۵، خزائن ج۱۵ ص۸۷)

دنیا کی اخلاقی حالت اب پہلے جیسی ہے یا اس سے بھی بدتر؟ حالات کے آئینہ میں اس کا جواب ملاحظہ کریں۔ آپ یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مرزا قادیانی اس معنی کی رو سے بھی قتل خنزیر نہ کر سکے۔ مرزا قادیانی کے دور میں تو صرف علماء ان کے درپے تھے مرزا قادیانی کے بعد تو سیاستدانوں نے بھی مرزا ناصر کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور مرزا ناصر نے واپس ربوہ جا کر اپنی جماعت کو کہا کہ مرزا نے غلط سمجھا اور جھوٹ بولا تھا کہ مسیح موعود کے آنے پر خنزیروں کی سی عادتیں جاتی رہیں گی۔ یہاں تو الٹ ہوا۔ اسمبلی میں مجھے خود یہ خنزیروں کی عادتیں اپنانی پڑیں۔

مال میں اضافہ کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا

آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کی تیسری جلی علامات یہ بتائی تھی کہ مال اس قدر بڑھ جائے گا کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔

’’ویفیض المال حتی لایقبلہ احد‘‘

(صحیح مسلم ج۱ ص۸۷ کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

مرزا غلام احمد کے مسیح موعود ہونے کے دعوے سے جس طرح کسر صلیب نہ ہوسکی، قتل خنزیر نہ ہوسکا، مال پر بھی یہ فراوانی نہ آئی کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہ ہو۔ مسیح موعود خود کتابوں کی اشاعت کے لئے لوگوں سے چندہ مانگتے رہے۔ براہین احمدیہ کے لئے لوگوں سے پیشگی رقوم لیں اپنے ماننے والوں پر ایک سالانہ چندہ اور بھی لگایا بہشتی مقبرہ میں دفن ہونے کے لئے بھی بھاری رقوم وصول کرتے رہے، منارۃ المسیح بنانے کے لئے بھی چندے کا اشتہار دیا۔

چندوں سے گھری اس زندگی میں مسیح موعود ہونے کی یہ جھلک کیسے دیکھی جاسکتی ہے کہ مال اتنا بڑھ جائے گا کہ اسے قبول کرنے والے نہ ملیں گے۔ یہ صورت حال بتلاتی ہے کہ مرزا قادیانی میں مسیح موعود ہونے کا یہ تیسرا نشان بھی نہ مل سکا۔

مسیح موعود کے دور میں مال کی عام فراوانی کا موجب

دنیا کے مالی نظام پر اس وقت یہودیوں کا غلبہ ہے یورپ اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے بینک اور کاروباری ادارے ان کے رہن احسان ہیں۔ ان ممالک میں حکومتیں گو عیسائیوں کے پاس ہیں لیکن ان کا مدوجزر سب یہودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ سود اور بخل یہودیوں کی صفات ذات میں سے ہیں اور انہی سے یہ دنیا میں پہچانے جاتے ہیں۔

لیکن یہ بھی حق ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دوبارہ آنے پر سب اہل کتاب ان پر صحیح پیرائے کا ایمان لے آئیں گے اور اس پر ان دونوں ملتوں کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہود بطور ایک ملت کے کہیں نہ پائے جائیں گے۔ ان دونوں ملتوں کے مٹتے ہی پورے صفحہ زمین پر اسلام کا دور دورہ ہوگا اور پوری زمین عدل وانصاف سے جگمگا اٹھے گی۔ ان قوموں کے خاتمہ پر ان کی قومی خصوصیات بھی دنیا سے ختم ہو جائیں گی۔ ظاہر ہے کہ یہودیوں کے مسلمان ہونے سے پوری دنیا میں مال کی محبت اور دولت کی رغبت پہلی سی نہ رہے گی۔ سود کی لعنت ختم ہو جائے گی اور لوگوں میں بخل کی عادت نہ رہے گی، زمین اپنے خزانے اگلے گی اور مال ودولت کا ایسا غلغلہ ہوگا کہ کوئی خیرات لینے والا نہ ملے گا۔

اب آپ ہی سوچیں کہ اگر یہ موجودہ دور مسیح موعود کا دور ہوتا تو یہود ونصاریٰ کیا اسی طرح دنیا کی تمام مالی سکیموں پر چھائے ہوئے ہوتے اور تمام عالمی بینکوں پر انہی کا قبضہ ہوتا؟ یہ صورت حال پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ ابھی حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر نہیں اترے

اور وہ اصطلاحات وجود میں نہیں آئیں جوان کے آنے سے وابستہ تھیں۔

لوگوں کے باہمی بغض وعناد کا خاتمہ ابھی تک نہیں ہوا

دنیا کے یہ سب جھگڑے اس دور کے دجالی فتنے ہیں مسیح موعود کے آنے کا یہ ایک نشان تھا کہ لوگوں کے دلوں سے باہمی رقابت وعداوت کے جذبے اور بغض وبیر کے احساسات سب جاتے رہیں گے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**ولتذھبن الشحناء والتباغض والتحاسد**''

(صحیح مسلم ج۱ ص۸۷ باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

(ترجمہ) اور البتہ دشمنی باہمی بغض اور حسد جاتے رہیں گے۔

غلام احمد بھی کہتا ہے: ''جب دجال کے جھگڑے کمال تک پہنچ جائیں گے تب مسیح موعود ظہور کرے گا اور اس کے تمام جھگڑوں کا خاتمہ کردے گا۔''

(ازالہ اوہام ص۷۳۰، خزائن ج۳ ص۴۹۳)

ظاہر ہے کہ یہ اب تک نہیں ہوا مگر افسوس کہ قادیانی ہر ایسے موڑ پر مجاز کی سرحد پر آجاتے ہیں اور ان کے سامنے کوئی صداقت کھل نہیں پاتی۔

افسوس کہ غلام احمد چند صفحے آگے جاکر اپنی یہ بات بھول گیا کہ قوموں کے کچھ جھگڑے باقی رہیں گے۔ قیامت کے دن تک یہود کی نسل تھوڑی بہت باقی رہ جائے گی۔

(ایضاً ص۴۹۷، ۴۹۸)

کیا یہود ونصاریٰ کے یہ اختلافات دجالی فتنے نہیں جن کا خاتمہ مسیح موعود کے ہاتھوں ہوگا۔ اگر ان کے باہمی اختلافات نہ مٹ سکے تو حضرت مسیح موعود کا حکم ہوکر آنا ناقابل تسلیم ٹھہرتا ہے اور قادیانی عقیدہ بالکل بے کار ہو جاتا ہے۔

کیا درندوں میں جذبہ عناد وانتقام ختم ہو چکا ہے؟

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''**تقع الامنة فی الارض حتی ترتع الابل مع الاسد جمیعاً والنمور من البقر والذیاب مع الغنم ویلعب الصبیان والغلمان بالحیّات لایضر بعضھم بعضاً**''

(رواہ احمد ج۲ ص۴۳۷ طبع بیروت، فتح الباری ج۶ ص۳۵۷)

(ترجمہ) زمین پر ایسا امن قائم ہوگا کہ اونٹ شیروں کے ساتھ چراگاہوں میں پھریں گے اور چیتے گائے کے ساتھ اور بھیڑیئے بھیڑوں کے ساتھ پھریں گے اور بچے اور لڑکے سانپوں سے کھیلیں گے اور وہ ان کو کچھ ضرر نہ دیں گے۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم یہاں ایک سوال کا جواب بھی دیتے چلیں جو لوگ ہر جگہ اٹھاتے ہیں:

ایک اہم سوال اور اس کا جواب

سوال: حضرت عیسیٰ بن مریم کی نزول کے بعد سرکاری حیثیت کیا ہوگی؟

جواب: مرزاغلام احمد نے اس باب میں مسلمانوں کا مؤقف یہ لکھا ہے: ’’مسیح کے اترنے سے کچھ عرصہ پہلے بنی فاطمہ میں سے ایک امام پیدا ہوگا جس کا نام محمد مہدی ہوگا اور دراصل خلیفہ وقت اور بادشاہ وہی ہوگا۔ کیونکہ وہ قریش میں سے ہوگا اور چونکہ اصلی غرض اس کی یہ ہوگی کہ تمام غیر قوموں کو جو اسلام سے منکر ہیں، قتل کر دیا جائے۔ بجز ایسے شخص کے جو جلدی سے کلمہ پڑھ لے اس لئے اس کی مدد اور ہاتھ بٹانے کے لئے حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور گو حضرت عیسیٰ بھی ایک مہدی ہیں بلکہ بڑے مہدی وہی ہیں لیکن اس سبب سے کہ خلیفہ وقت قریش میں سے ہونا چاہئے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام خلیفہ وقت نہیں ہوں گے بلکہ خلیفہ وقت وہی محمد مہدی ہوگا۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں ص۵، خزائن ج۱۵ ص۷)

مسلمان یہ نہیں کہتے کہ اس امام کا نام محمد مہدی ہوگا، نام محمد ہوگا، لقب مہدی ہوگا۔ حضرت عیسیٰ کی شرعی حیثیت یہ ہوگی کہ وہ اس وقت امتی ہوں گے۔ ان کی رسالت قائم نہ ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ اپنے دور میں اپنے آپ کو تو عبدہ ورسولہ کہلواتے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو صرف عبدہٗ۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ پہلے نبیوں میں سے صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام رسالت محمدی کا دور پائیں گے لیکن اس وقت ان کی رسالت قائم نہ ہوگی۔ وہ شرعاً اس وقت امتی ہوں گے۔ وہ نبی تو ہوں گے لیکن ان کی نبوت نافذ نہ ہوگی نہ وہ کسی کو اپنی نبوت کی دعوت دیں گے۔ خلیفہ وقت حضرت مہدی ہوں گے ان سے ان کا کامل اتحاد ہوگا۔ عام لوگ کہہ اٹھیں گے: ’’**لا مھدی الّا عیسٰی**‘‘ جس طرح کہتے ہیں: ’’**لا فتی الّا علی**‘‘ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا میدان جنگ کے اور کوئی شہسوار ہی نہ تھے۔

حضرت عبادۃ بن صامت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ’’من قال اشھدان لا الٰہ الّاالله وحدہ لاشریک لہ انّ محمداً عبدہ ورسولہ وانّ عیسٰی عبداللہ وابن امتہ وکلمتہ القاھا الٰی مریم وروح منہ...... ادخلہ اللہ من ای ابواب الجنۃ الثمانیۃ شاء‘‘

(رواہ مسلم ج ا ص۴۳ کتاب الایمان باب الدلیل علیٰ ان من مات علی التوحید دخل الجنۃ)

اس کے باعث پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم مہدی بھی ہوں گے گو سرکاری اصطلاح میں خلیفہ وقت اور سربراہ سلطنت حضرت محمد مہدی ہوں گے اس طرح دو مہدیوں کا تصور اسلام میں کوئی عجیب بات نہیں۔ اب جب ایک حیثیت میں حضرت عیسیٰ مہدی بھی ہوں گے تو ’’لا مھدی الا عیسٰی‘‘ صرف اس جہت سے کہا جائے گا کہ ان دونوں کا عمل پورے باہمی اتحاد سے ہوگا۔ اس مہدی سے جو حضرت فاطمہ کی اولاد میں سے ہوگا کسی طرح انکار لازم نہیں آتا۔

مرزا غلام احمد بھی لکھتا ہے: ’’میرا یہ دعویٰ نہیں کہ میں وہ مہدی ہوں جو مصداق ’’من ولد فاطمۃ ومن عترتی‘‘ وغیرہ ہے بلکہ میرا دعویٰ تو مسیح موعود ہونے کا ہے اور مسیح موعود کے لئے کسی محدث کا قول نہیں کہ وہ بنی فاطمہ وغیرہ میں سے ہوگا۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص۱۸۵، خزائن ج۲۱ ص۳۵۶)

اس سے پتہ چلا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم حضرت مہدی سے دوسری پوزیشن میں ہوں گے گو درجے میں آپ ان سے بڑے ہوں گے لیکن عہدے میں وہی حاکم اعلیٰ ہوں گے۔ اس سے مرزا غلام احمد کی یہ بات بھی سمجھ میں آجاتی ہے کہ وہ جب اپنے مہدی ہونے کا انکار کرتا ہے تو اس سے اس کی مراد کیا ہوتی ہے۔

’’خدا کے پاک نبی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا، جب تک کہ مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔ اس پیش گوئی میں یہی اشارہ تھا کہ مسیح موعود کے وقت میں خدا کے ارادہ سے ایسے اسباب پیدا ہو جائیں گے جن کے ذریعہ صلیبی واقعہ کی اصل حقیقت کھل جائے گی۔ تب انجام ہوگا اور اس عقیدہ کی عمر پوری ہو جائے گی۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں ص۶۲، خزائن ج۱۵ ص۶۴)

’’مسیح کا جسم کے ساتھ آسمان پر جانا گو ایک غلطی تھی تب بھی اس میں ایک راز تھا۔ وہ یہ کہ جو مسیحی سوانح کی حقیقت گم ہوگئی تھی اور ایسی نابود ہوگئی تھی، جیسا کہ قبر میں مٹی ایک جسم کو کھالیتی ہے۔ وہ حقیقت آسمان پر ایک وجود رکھتی تھی اور ایک مجسم انسان کی طرح آسمان میں موجود تھی اور ضرور تھا کہ آخری زمانہ میں وہ حقیقت پھر نازل ہو۔ سو وہ حقیقت مسیحیہ ایک مجسم انسان کی طرح اب نازل ہوئی اور اس نے صلیب کو توڑا۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۸۵، خزائن ج۱۵ ص۸۷)

افسوس کہ قادیانی اب تک اس حقیقت کا ایک مجسم انسان اپنی شکل خاص میں قیامت سے پہلے اترے اب تک نہیں مان رہے اور ظاہر ہے کہ ضد کا کوئی علاج نہیں۔

یہ سب اصلاحات شریعت محمدی کے تابع ہوں گی

حضرت مسیح بن مریم بیرونی معرکوں سے نبٹیں گے اور حضرت مہدی سلطنت کے اندرونی انتظامات فرمائیں گے۔ سلطنت انہی کی ہوگی اور انہی کے عہد سلطنت میں حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات ہوگی۔ اس دور کی تمام بیرونی مہمات حضرت عیسیٰ بن مریم کے ہاتھوں سرانجام پائیں گی۔ حضرت مسیح جب دجال کو قتل کرلیں گے تو ان کے بعد ایک دفعہ پھر دجالی قوت یاجوج وماجوج کی صورت میں ظہور کرے گی۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں: ’’ثم سطح روح الدجال وھی شرور المتوحدة شراً واحداً فاهلک النّاس بیاجوج وماجوج ثم ارتفعت بهمة عیسٰی‘‘ (الخیر الکثیر ص۱۱۲ مطبوعہ مجلس العلمی انڈیا)

(ترجمہ) دجال کی روح جو تمام شرور کی ایک وحدت ہے پھر سے اٹھے گی اور لوگ یاجوج وماجوج کے ظہور سے ہلاک ہوں گے اور پھر یہ شر بھی حضرت عیسیٰ کے توجہ باندھنے سے ختم ہوگا۔

صوفیہ کرام کے ہاں ’’ہمت‘‘ کی اصطلاح ہے اور وہ کامل توجہ باندھنے کا ہی دوسرا نام ہے۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ’’میرا خیال ہے کہ یاجوج وماجوج کی قوم عام انسانوں اور

جنات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے (جب حضرت مسیح) نزول من السماء کے بعد دجال کو ہلاک کریں گے اس وقت یہ قوم یاجوج وماجوج دنیا پر خروج کرے گی اور آخر کار حضرت مسیح کی دعا (ہمت، توجہ باندھنا) سے غیر معمولی موت مرے گی۔'' (تفسیر عثانی ص۸۰۵ طبع تاج کمپنی)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ تمام بیرونی مہمات میں حضرت عیسیٰ بن مریم ہی پیش پیش ہوں گے اور ان کے کردار وعمل کو ایک دنیا دیکھے گی اور انہی کے ظہور پر صلیبی مذہب گھٹے گا اور صلیب ٹوٹ جائے گی۔

مرزا غلام احمد خود کہتا ہے: ''خدا کے پاک نبی نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ صلیبی مذہب نہ گھٹے گا اور نہ اس کی ترقی میں فتور آئے گا جب تک مسیح موعود دنیا میں ظاہر نہ ہو اور وہی ہے جو کسر صلیب اس کے ہاتھ پر ہوگی۔'' (مسیح ہندوستان میں ص۶۲، خزائن ج۱۵ ص۶۴)

حضرت عیسیٰ بن مریم کے اس جلی عمل سے انکار نہ ہو سکے گا کہ خنزیر کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس کا پالا جانا اور کھانا ختم ہو جائے گا۔ مگر مرزا غلام احمد نے اس کی یہ توجیہ کی: ''خنزیروں کے قتل کرنے سے نہ انسان مراد ہیں نہ خنزیر بلکہ خنزیروں کی عادتیں مراد ہیں یعنی جھوٹ پر ضد کرنا اور بار بار اس کو پیش کرنا جو ایک قسم کی نجاست خوری ہے۔''

(مسیح ہندوستان میں ص۸۵، خزائن ج۱۵ ص۸۷)

مرزا غلام احمد کے ظہور پر ایک صدی گزر رہی ہے مگر کسر صلیب ہوا نہ خاتمہ خنزیر اور نہ خنزیروں کی سی عادتوں میں کچھ کمی آئی بلکہ دنیا آج بے حیائی کے اس مقام پر پہنچ چکی ہے کہ خنزیر کی بے حیائی اس کے مقابلہ میں کچھ نہیں رہی۔ اب بھی مرزا قادیانی کے پیروا گر یہ کہیں کہ اس امت میں مسیح موعود کا ظہور ہو چکا ہے اور وہ تمام مہمات جو ان کے ہاتھوں پوری ہونی تھیں پوری ہو گئیں تو ان کی زبان کو کون روک سکتا ہے۔ جب کسی انسان سے حیا اٹھ جائے تو وہ جو چاہے کہے اسے کسی طرح روکا نہیں جا سکتا۔

اس پر ہم مہمات عیسیٰ بن مریم کی بحث کو ختم کرتے ہیں جو کام حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے پر ہونے تھے ان میں سے کوئی نہیں ہوا۔ جب یہ مہمات ابھی لٹکی ہیں تو ان کا نازل ہونا بھی باقی ہے جب وہ آئیں گے تو دنیا عدل وانصاف سے جگمگا اٹھے گی۔

وفات عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امابعد!

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ نے کسی انسان کے لئے ہمیشہ رہنا نہیں کیا جو بھی آسمانوں اور زمین پر ہے ایک دن اس نے موت کے پل کو عبور کرنا ہے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام گو ایک لمبی عمر آسمان پر رہے تاہم انہیں زمین پر اترنا ہے۔ اپنی دوبارہ آمد پر وہ ۴۰ یا ۴۵ سال یہاں رہیں گے۔ یہاں ان کے کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے جسے ہم اصلاحات عیسیٰ بن مریم کے تحت ذکر کریں گے (ان شاءاللہ) وہ یہاں آ کر نکاح بھی کریں گے، ان کی اولاد بھی ہوگی اور وہ بالآخران پر وعدہ موت پورا ہوگا۔ کوئی فرد بشر نہیں جسے یہ پیالہ نہ پینا پڑے ہمیشہ کی زندگی اسی کی ہے جس کی پاکی سب پکارتے ہیں۔

’’وتوکل علی الحیی الذی لایموت وسبّح بحمدہ وکفیٰ بہ بذنوب عبادہ خبیراً‘‘ (الفرقان:۵۸)

(ترجمہ) اور بھروسہ کرا و پر اس زندہ کے جس کے لئے موت نہیں اور یاد کر اسی کی خوبیاں اور کافی ہے اس کا اپنے بندوں کے گناہوں کو جاننا۔

عیسائیوں کے عقیدہ الوہیت مسیح کے ابطال میں مسلمانوں کو عقیدہ وفات مسیح دیا گیا مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ ایک نہ ایک دن حضرت عیسیٰ بن مریم بھی موت کی آغوش میں جائیں گے۔ **’’انّک میّت وانھم میّتون‘‘** (الزمر:۳۰)

اس پل سے سب کو گزرنا ہے گو اس سے گزرتے ہی اگلی حیات پالیں۔

موت کے لئے ضروری نہیں کہ سب ایک عمر میں ہی مریں۔ اصحاب کہف نے اپنے دور کے دوسرے انسانوں کی نسبت کتنی لمبی عمر پائی۔ حضرت خضر کی کتنی لمبی عمر ہے۔ حضرت عیسیٰ کتنے عرصہ سے آسمان پر زندہ ہیں۔ حضرت خاتم النّبیین ﷺ کے لئے کسی طرح معراج کی رات زمانہ لپیٹ دیا گیا، حرکت وقت روک دی گئی اور آپ کتنی طویل مدت آسمانوں کی سیر میں رہے۔ اللہ رب العزت اپنے بعض بندوں پر جب اپنی قدرت کھولتا ہے تو ان میں نئے حالات کے تحت وہ نئے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے تاہم اس دنیا میں ہمیشہ کا قرار کسی کو نہیں۔

۱...... ’’وما جعلنا لبشرٍ من قبلک الخلد افان مت فهم الخالدون کل نفس ذائقة الموت‘‘ (الانبیاء:۳۴،۳۵)

(ترجمہ) اور نہیں دیا ہم نے تجھ سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کے لئے زندہ رہنا پھر کیا اگر تو مر گیا تو وہ رہ جائیں گے ہر جی کو چکھنی ہے موت۔

۲...... ’’کلّ من علیها فان ویبقٰی وجه ربک ذوالجلال والاکرام‘‘ (الرحمٰن:۲۶،۲۷)

(ترجمہ) جوکوئی بھی ہے زمین پر ایک دن فنا کی آغوش میں جانے والا ہے صرف ایک تیرے رب کی ذات باقی رہے گی اور وہی ہے بزرگی اور عظمت والا۔

۳...... ’’فیها تحیون وفیها تموتون ومنها تخرجون‘‘ (الاعراف:۲۵)

(ترجمہ) اسی میں تم زندہ رہو گے اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔

زمین میں زندگی بسر کرے گا، یہ معنی نہ سمجھا جائے کہ حضرت آدم زمین پر آنے سے پہلے آسمان پر زندہ نہ تھے یا یہ کہ ان کی وہ زندگی روح مع الجسد نہ تھی۔ نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ انسان کبھی چاند پر نہ جاسکے گا اور وہاں تین دن بھی نہ رہ سکے گا۔ نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ انسان ہوا میں کبھی ہوائی جہاز میں سفر نہ کر سکے گا۔ ہاں! زمین میں رہنا ایک عام پیرایہ زندگی ہے۔ جو خدا حضرت خضر کو پانیوں میں زندہ رکھ سکتا ہے۔ وہ حضور ﷺ کو معراج کی رات کچھ وقت کے لئے آسمانوں پر بھی زندہ رکھ سکتا ہے اور یہ حق ہے کہ آپ کی وہ زندگی دنیوی زندگی تھی جس میں آپ عالم برزخ کے مسافروں سے بھی مل رہے تھے اور خود آپ عالم دنیا میں تھے۔

۴...... ’’وما المسیح بن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه الصدیقة کانا یأکلان الطعام‘‘ (المائدہ:۷۵)

(ترجمہ) اور نہیں ہیں مسیح بن مریم مگر رسول، اس سے پہلے بھی بہت رسول گزر چکے اور اس کی ماں صدیقہ ہے اور دونوں کھاتے تھے کھانا۔

یہاں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زندگی کھانے سے قائم تھی۔ کھانا کون سا؟ جو اس جہاں کے لائق ہو اور آسمان پر آپ کی زندگی اس کھانے سے قائم ہے جو اہل سماء کا کھانا ہے وہ خدا کی تسبیح وتقدیس میں رہتا ہے۔ اس کھانے سے بدن میں عمر گزرنے کے تغیرات

نہیں آتے۔ یہاں عمر گزرے انسان ناکارہ ہونے لگتا ہے۔’’ومن نعمّرہ ننکّسہ فی الخلق ‘‘(یٰسین:۶۸) لیکن آسمانوں پر یہ آب وہوا نہیں جو ابدان میں تغیر پیدا کرے نہ اس کھانے سے بول وبراز کے تقاضے پیدا ہوتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام سے پہلے کئی رسول ہوگزرے۔ گزرنے کو یہاں لفظ خلت سے بیان فرمایا (جگہ خالی کرگئے) گزرجانے کا معنی عام ہے۔ کبھی اس سے مطلب موت ہے کبھی صرف چلا جانا، جگہ خالی کرجانا کہ اب یہ منصب کسی دوسرے کو ملے۔ اس کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص اس جہاں سے نکل کر عالم برزخ میں چلا جائے اور اس طرح بھی ہوتا ہے کہ آسمانوں پر چلا جائے۔ گو اس کی زندگی وہی دنیوی رہے وہ جگہ تو خالی کرہی گیا ہے۔ قرآن پاک نے یہاں خلا کا لفظ اختیار کیا ہے جس کے معنی ہیں جگہ خالی کرجانا۔ موت اس عام کی ایک نوع ہے اس لفظ میں اشارہ ہے کہ کبھی اس جہاں سے گزرنا موت کے بغیر بھی ہوتا ہے۔

سو فنا کی آغوش میں جانے والے کی عبادت کسی طرح نہیں کی جاسکتی۔ عبادت کے لائق وہی ہے جو حیی لا یموت ہو ہم جو لوگ اس وقت زندہ ہیں، حیی تو ہیں، لیکن لایموت نہیں۔ ان سب پر موت آئے گی گو کبھی آئے۔

اصحاب کہف اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے گھروں کو خالی کرگئے، حضرت خضر سمندروں میں جاکر اس جہاں کو خالی کرجاتے ہیں اور پھر کبھی آ بھی جاتے ہیں، حضرت عیسیٰ بن مریم آسمانوں پر جاکر اس دنیا کو خالی کرگئے مگر آپ پھر اس زمین پر اتریں گے اور بالآخر موت کا پیالہ انہیں پینا ہی ہے۔

اسلام میں وفات مسیح کی خبر تواتر سے دی گئی ہے

حضرت مسیح کی وفات پر چاروں قومیں متفق ہیں یہود ونصاریٰ، مسلمان اور مرزائی۔ یہود ونصاریٰ کہتے ہیں کہ آپ پر موت آگئی اور مسلمان کہتے ہیں آپ پر موت آئے گی۔ آپ حملہ موت سے مستثنیٰ نہیں۔ مرزائی اس اختلاف میں یہود ونصاریٰ کے ساتھ ہیں، مسلمانوں کے ساتھ نہیں۔ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ پر موت گو صلیب پر نہ آئی جس پر آپ کو لٹکایا گیا لیکن کشمیر میں وہ آہی گئی۔

اس تفصیل سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات پر چاروں قومیں متفق ہیں۔ تین کہتے ہیں کہ موت آچکی ایک کہتے ہیں ''آئے گی'' تاہم آپ کو موت سے مفر کسی کے ہاں نہیں۔ اب جو لوگ ان کی عبادت کرتے ہیں یہ بات انہیں سوچنی چاہئے کہ غروب ہونے والا کبھی معبود نہیں ہوسکتا۔

قرآن کریم میں تو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات ہوچکنے کی خبر کہیں نہیں دی گئی رہی توفی تو اس کے کئی معنی ہیں۔

وفات مسیح کی پہلی خبر حضور اکرم ﷺ نے دی ہے اور وہ اس پیرائے میں کہ آپ پر وفات آئے گی یہ نہیں کہ آپ پر وفات آچکی۔

۱...... ''فیهلک المسیح الدجال فیمکث فی الارض اربعین سنة ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون''

(سنن ابی داؤد ج۲ ص۲۳۸ باب خروج الدجال، مسند امام احمد ج۲ ص۴۳۷ طبع بیروت)

(ترجمہ) سو آپ دجال کو ہلاک کریں گے، زمین پر چالیس سال کے قریب رہیں گے پھر آپ کی وفات ہوگی اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔

۲...... حضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''فیتزوج ویولد له فیمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت'' (مشکوٰۃ ص۴۷۲)

(مرزا قادیانی نے بھی اس حدیث کی صحت تسلیم کی ہے)

(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳، خزائن ج۱۱ ص۳۳۷)

(ترجمہ) آپ شادی کریں گے اور آپ کی اولاد بھی ہوگی۔ آپ یہاں چالیس سال کے قریب رہیں گے اور پھر وفات پائیں گے۔

۳...... سید التابعین حضرت سعید بن المسیب بھی اسی عقیدے کو پیش کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ آپ آئندہ کسی وقت فوت ہوں گے اور روضہ مطہرہ میں آپ کی تدفین ہوگی۔

علامہ سمہودی امام ابن النجار سے نقل کرتے ہیں: ''قال اهل السیر وفی البیت موضع قبر فی السهوة الشرقیة قال سعید ابن المسیب فیه یدفن عیسیٰ ابن مریم'' (وفاء الوفاء ج۲ ص۵۵۸ طبع احیاء التراث الاسلامی بیروت)

۴...... محدث ابن جریر الطبری (۳۱۰ھ) ان الفاظ سے آپ کی وفات کی خبر دیتے ہیں:
''قال ینزل عیسٰی بن مریم فیقتل الدجال ثم یمکث فی الارض مدة ذکرها اختلفت الروایات فی مبلغها ثم یموت فیصلی علیه المسلمون ویدفنونه'' (تفسیر ابن جریر ج۳ ص۱۸۴، آل عمران:۵۵)

۵...... اب چھٹی صدی میں چلیں امام فخرالدین الرازی (۶۰۶ھ) لکھتے ہیں: ''ورد الخبر عن النّبی انه سینزل ویقتل الدجال ثم انه تعالٰی یتوفاه بعد ذالک'' (تفسیر کبیر ج۲ ص۶۸۹، آل عمران:۵۵)

یہ جس دور میں حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے فوت ہونے کی خبر دی گئی ہے آپ کی وفات اسی دور میں ہوگی۔ قرآن وحدیث میں اس کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ آپ کی وفات اس آخری دور سے پہلے کہیں واقع ہوچکی ہے۔

۶...... شیخ محی الدین ابن عربی (۶۳۸ھ) بھی یہی صدا دے رہے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام ابھی تک فوت نہیں ہوئے۔ حدیث معراج کے ذیل میں آپ کا بیان دیکھئے:
''فلمّا دخل اذا بعیسٰی علیہ السلام بجسده وعینه فانه لم یمت الی الآن بل رفعه الله الٰی هذه السماء واسکنه بها'' (الیواقیت والجواہر ج۲ ص۳۴)

(ترجمہ) جب وہ آئے گا تو عیسٰی علیہ السلام اپنے اصل جسد کے ساتھ سامنے ہوں گے کیونکہ آپ ابھی تک مرے نہیں بلکہ اللہ تعالٰی نے آپ کو آسمانوں پر اٹھالیا تھا اور انہیں وہاں سکونت دی تھی۔

۷...... شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام الشافعی (۶۶۰ھ) اسی صدی کے معروف اہل علم ہیں۔ آپ اپنی کتاب الاشارة الی الایجاز فی بعض انواع المجاز ''المعروف مجازات القرآن'' میں انّی متوفّیک ورافعک کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''ای انّی متوفی نفسک اذا نزلت الی الارض فی آخرالزمان ورافعک الی سمائی'' (ص۱۲۸)

۸...... شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ (۷۲۸ھ) کا بیان دیکھئے اور غور کیجئے کہ آپ بھی ان کے عدم وفات کو کس طرح ذکر کرتے ہیں: ''بل رفعه الله الیه وکان الله عزیزاً حکیما بیان انّ الله رفعه حیاً وسلّمه من القتل وبین انهم یؤمنون به قبل ان یموت وکذالک قوله ومطهرک من الذین کفروا ولومات لم یکن فرق بینه وبین

غیرہ'' (الجواب الصحیح ج۲ ص ۲۸۹ فصل فی کلمۃ اللہ ماھی طبع المجد التجاریۃ)

۹...... علامہ کمال الدین عبدالرحمٰن بن محمد المعروف بابن الانباری (۵۵۷ھ) ''وان من اھل الکتاب'' کے تحت لکھتے ہیں: ''ینزل فی آخر الزمان الی الارض فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویصلّی خلف المھدی ویموت ویقبر''

(البیان فی غریب اعراب القرآن ج۱ ص۲۷۵)

۱۰...... امام ابوحیان اندلسی مالکی بھی اس صدی کے معروف مفسر ہیں۔ آپ بل رفعہ اللہ کے تحت لکھتے ہیں: ''وھو حی فی السماء الثانیۃ...... حتی ینزلہ اللہ الی الارض لقتل الدجال...... ثم یموت کما تموت البشر'' (البحر المحیط ج۳ ص۳۹۱، النساء:۱۵۸)

۱۱...... حضرت علامہ نورالدین علی بن عبداللہ السمہودی (۹۱۱ھ) کا اعتقاد بھی یہی تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئندہ کسی وقت فوت ہوں گے اور حجرہ شریفہ میں آپ کی تدفین ہوگی۔ آپ نے اپنی معروف کتاب وفاء الوفاء کے چوتھے باب کی ۲۱ویں فصل کی ابتداء اس طرح کی ہے: ''فیما روی من الاختلاف فی صفۃ القبور الشریفۃ بالحجرۃ المنفیۃ وما جاء انہ بقی بھا موضع قبر، وان عیسٰی ابن مریم علیہ السلام یدفن بھا'' (وفاء الوفاء ج۲ ص۵۵۰، الفصل الحادی والعشرون طبع بیروت)

۱۲...... دسویں صدی کے مجدد امام ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۱۴ھ) کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت نہیں ہوئے آپ جب بھی فوت ہوں گے حجرہ شریفہ میں شیخین کریمین کے قریب آپ کی تدفین ہوگی۔ آپ اسلامی عقیدہ کی سب سے اہم کتاب الفقہ الاکبر کی شرح میں لکھتے ہیں: ''وقد ورد انہ یبقی فی الارض اربعین سنۃ ثم یموت ویصلی علیہ المسلمون ویدفنونہ علی ما رواہ الطیالسی فی مسندہ وروی غیرہ انہ یدفن بین النبی والصدیق وروی انہ یدفن بعد الشیخین فھنیئاً للشیخین حیث اکتفنا بالنّبیین'' (شرح فقہ اکبر ص۱۳۶، ۱۳۷، طبع مجتبائی دہلی)

ہم نے دس صدیوں کے یہ بارہ بیانات آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں۔ آپ جہاں جہاں بھی دیکھیں گے سب کو ایک ہی بات کہتے سنیں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات آئندہ کسی دور میں ہوگی اور اہل اسلام آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور حجرہ شریفہ (مدینہ منورہ) میں آپ کی تدفین عمل میں آئے گی۔ کسی ایک کو بھی آپ یہ کہتے نہیں پائیں گے کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چونکہ سرد ملک کے رہنے والے تھے اس لئے آپ نے گرم ممالک (عرب) کو چھوڑ کر ایک سرد علاقہ (کشمیر) کو اپنا وطن بنالیا تاکہ گرمی سے بچ جائیں۔ پھر ان کی وہیں وفات ہوئی اور ان کو دفن کر دیا گیا۔ ان باتوں کا قائل پوری تاریخ میں آپ کو سوائے مرزا غلام احمد کے اور کوئی نہ ملے گا۔

ایک سوال اور اس کا جواب

سوال: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے متوفیک کے معنی ممیتک کے کئے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حیات مسیح کے نہیں وفات مسیح کے قائل تھے۔

جواب: حیات اور وفات میں تضاد نہیں جب تک وحدت زمانی نہ ہو حضرت عیسیٰ کی حیات اب تک چلی آرہی ہے اور سب مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے کہ آپ پر وفات آئے گی۔ کب؟ جب آپ قرب قیامت میں دوبارہ زمین پر آئیں گے اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر رہیں گے۔ پھر آپ کی کہیں وفات ہوگی اور ممیتک پر آپ کا عمل ہوگا۔

ایک سوال: قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما متوفیک کے معنی ممیتک کرتے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ پر وفات آچکی ہے۔

متوفیک کے معنی ممیتک (صحیح بخاری ج۲ص۶۶۵، کتاب تفسیر القرآن) میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالے پیچھے دیئے گئے ہیں۔

الجواب:

۱...... امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کس سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ الفاظ روایت کئے ہیں پھر آپ نے وہ سند صحیح بخاری میں کیوں نہیں دی۔

۲...... ممیتک اسم ہے (باب افعال سے اسم فاعل کے وزن پر) یہ فعل نہیں کہ اس میں کہا جائے کہ آپ پر موت واقع ہو چکی۔

۳...... اسم فاعل مضارع سے بنتا ہے اس کی وضع مضارع کی سی ہے امات کا مضارع یمیت ہے یا ہٹا کر میم لگائی یہ اسم فاعل بن گیا سو اسم فاعل اسم مشتق من المضارع ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ یہ وفات مستقبل میں ہوگی نہ کہ ہو چکی ہے صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی آپ کو وفات دیں گے کوئی آپ کو قتل نہ کر سکے گا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی نزول کے بعد مہدی سے کیا نسبت ہوگی

مسلمانوں کے سربراہ مہدی ہوں گے جو اولاد فاطمہ سے ہوں گے اور حضرت حسن کے خاندان میں سے ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ان کی نیابت میں ہوں گے بڑے بڑے معرکے حضرت مسیح کے ہاتھوں سر ہوں گے اور وہ بھی اپنی ذات میں مہدی ہوں گے۔ گو وہ مہدی نہیں جو اولاد فاطمہ میں سے ہو جو شخص بھی ہدایت کے دائرہ میں رہے، اسے ہم مہدی کہہ سکتے ہیں تو یوں سمجھئے کہ اس وقت دو مہدی ہوں گے۔ ایک عیسیٰ بن مریم جو مہدی بھی ہوں گے اور مسیح بھی اور دوسرے اس وقت کے تمام مسلمانوں کے سربراہ امام مہدی، حضرت عیسیٰ بن مریم دوسری قوموں سے نبٹیں گے اور حضرت مہدی انتظام امت میں لگیں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے اس طرح بھر دیں گے جس طرح آج یہ ظلم وآلام سے بھری ہے۔

وفات مسیح کے اس عقیدے پر مرزا غلام احمد کا بیان

غلام احمد لکھتا ہے: ’’فاعلم انّ هٰذا القول قد قيل من قلّة التدبر والاستعجال ولو فكّر قائله لندم من هٰذا القيل والقال...... اما تدبر آية فلمّا توفّيتني بالفكر والامعان فانه نص صريح علٰى ان عيسٰى مات فى سابق الزمان لا انه يموت فى حين من الاحيان فان الصيغة تدل على الزمان الماضى والصرف هٰهنا كالقاضى‘‘ (انجام آتھم مکتوب عربی ص۱۳۵، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

(ترجمہ) جان لو یہ بات قلت تدبر اور جلد بازی سے کہی گئی ہے۔ کہنے والا اگر اسے سوچتا تو اپنے اس کہے پر نادم ہوتا۔ آیت: ’’فلمّا توفّیتنی‘‘ کو اگر فکر وامعان سے دیکھا جائے تو یہ اس پر نص صریح ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے کسی زمانہ میں فوت ہو چکے ہوئے ہیں نہ یہ کہ آپ آئندہ کبھی مریں گے۔ صیغہ بتلا رہا ہے کہ یہ زمان ماضی میں ہو چکا علم صرف کے اس قاعدہ کو جھٹلایا نہیں جا سکتا۔

غلام احمد کا استدلال

قرآن کریم نے (المائدہ:۱۱۷) میں یہ خبر دی کہ جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے اللہ رب العزت سے کہا تھا: ’’كنت عليهم شهيداً مادمت فيهم فلمّا توفّيتنى كنت انت الرقيم عليهم‘‘

(ترجمہ) میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان میں رہا۔ پھر جب تو نے مجھ کو اٹھالیا تو تو ہی ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھتا ہے۔

’’یہ سوال حضرت مسیح سے عالم برزخ میں ان کی وفات کے بعد کیا گیا تھا نہ یہ کہ قیامت میں کیا جائے گا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۷۴۸، خزائن ج۳ ص۵۰۳)

مدار استدلال

غلام احمد کا استدلال یہ ہے کہ: ’’اذ قال اللہ یاعیسٰی بن مریم‘‘ کا ترجمہ یہ ہے کہ جب کہا تھا اللہ تعالیٰ نے اسے عیسیٰ بن مریم۔ حرف اذ قال پر داخل ہے جب ماضی پر اذ آئے تو اسے ماضی کے لئے خاص کر دیتا ہے لیکن جب مضارع پر آئے تو پھر اسے مستقبل سے خاص کر دیتا ہے۔ اگر یہاں لفظ اذا ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہوگا۔ مگر ایسا نہیں یہاں لفظ اذ ہے جو بتا رہا ہے کہ یہ سوال وجواب کا واقعہ نزول آیت کے وقت ہو چکا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا حساب وکتاب یوم الحساب پر نہیں رکھا گیا۔

اس کا جواب ہم پہلے میں دے آئے ہیں کہ اذ اور اذا دونوں لازماً ماضی اور مستقبل کا معنی نہیں دیتے بلکہ کبھی کبھی یہ اس کے برعکس بھی استعمال ہوتے ہیں اور یہاں اذا اپنے اس متبادر معنی میں استعمال نہیں ہو رہا ہے۔ یہاں یہ قال یقول کے معنی میں ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس پر لکھتے ہیں: ’’واذ قال اللہ یقول قال اللہ واذ ھٰھنا صلۃ‘‘ (صحیح بخاری ج۲ ص۶۶۵ کتاب تفسیر القرآن باب ما جعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبۃ)

(ترجمہ) قرآن کریم کے الفاظ: ’’واذ قال اللہ‘‘ میں قال یقول کے معنی میں ہے اور اذ کا لفظ (قال کو ماضی سے خاص کرنے کے لئے نہیں یہ) بطور صلہ ہے۔

جو الفاظ موقع پر معنی نہ دیں انہیں نحویوں کی اصطلاح میں زائدہ بھی کہہ دیتے ہیں جیسے: ’’فلا وربّک لایؤمنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم‘‘ (النساء:۶۵) ’’فلا‘‘ کے معنی نہیں کئے جاتے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو کہا ہے کہ یہاں قال یقول کے معنی میں ہے اس پر علامہ

عینی رحمۃ اللہ علیہ (۸۵۵ھ) لکھتے ہیں: ’’اشار به الٰی قوله تعالٰی واذ قال الله یاعیسٰی ابن مریم وان لفظ قال الذی هو ماضی بمعنی یقول المضارع لان الله تعالٰی انما یقول هٰذا القول یوم القیامة وان کلمة اذ صلة ای زائدة وقال الکرمانی لان اذ للماضی وهٰهنا المراد به المستقبل قلت اختلف المفسرون هنا فقال قتادة هٰذا خطاب الله لعبده ورسوله عیسٰی بن مریم علیہما السلام یوم القیامة توبیخاً وتقریعاً للنصارٰی‘‘

(عمدۃ القاری ج۱۸ ص۲۱۴ باب ما جعل الله من بحیرة ولا سائبة)

(ترجمہ) یہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کی طرف اشارہ ہے: ’’واذ قال الله یاعیسٰی بن مریم‘‘ لفظ قال ماضی ہے اور یقول کے معنی دے رہا ہے جو مضارع ہے یہ بات اللہ تعالیٰ (حضرت عیسیٰ کو) قیامت کے دن کہیں گے اور اذ کا لفظ صلہ ہے۔ کرمانی نے کہا ہے اذ ماضی کے لئے ہے اور یہاں مستقبل مراد ہے۔ میں کہتا ہوں یہاں مفسرین کا اختلاف ہے۔ قتادہ (۱۱۸ھ) کہتے ہیں ان کا یہ خطاب حضرت عیسیٰ سے قیامت کے دن ہوگا۔

یہ گفتگو قیامت کے دن ہوگی تو یہ ضروری نہیں کہ یہاں لفظ یقول لایا جاتا ہے (ماضی) بھی مستقبل کے لئے اس صورت میں آجاتا ہے کہ انتہائی یقین دلانا مقصود ہو گویا کہ ایسا ہو بھی گیا ہے۔ جیسا کہ اس آیت میں ہے: ’’ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض الّا من شاء الله ثم نفخ فیه اخرٰی فاذاهم قیام ینظرون‘‘ (الزمر:۶۸)

یہاں نفخ ماضی میں ہے۔ آگے اذا مضارع پر داخل ہوکر مستقبل کی خبر دے رہا ہے معلوم ہوا کہ انتہائی یقین دلانے کے لئے کبھی مضارع کو بھی ماضی کے درجہ میں لے آتے ہیں۔ سو یہاں بھی اذ قال الله میں قال کو یقول سے تعبیر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ آگے جاکر لکھتے ہیں: ’’ولئن سلمّنا وقوع ذالک یوم القیامة فلا یلزم من ذلک ذکره بلفظ المضارع لان کل ما ذکر الله من وقوع شئ فی المستقبل فهو کالواقع جزماً لانه محقق الوقوع فکانه قد وقع واخبر بالماضی ونظائر هٰذا فی القرآن کثیرة‘‘ (عمدۃ القاری ایضاً)

شیخ زادہ علی البیضاوی میں المائدہ کی آیت:۱۱۰ ’’اذ قال اللہ یاعیسیٰ ابن مریم‘‘ کے تحت اس عبارت پر بھی غور کر لیجئے: ’’اذ قال بدلاً من قوله تعالیٰ یوم یجمع وهو ان یجمع زمان استقبالی وقوله اذ قال ماضی لان کلمه اذ ظرف لما مضی وتلخیص الجواب انه عبّر عن الآتی بلفظ الماضی لدلالة علیٰ انّ ما سیاتی یکون محقق الوقوع بمنزلة الواقع کما فی قوله تعالیٰ ونادیٰ اصحاب الجنة وقوله اتیٰ امر اللہ عبّر عما سیقع بلفظ الماضی لدلالة علیٰ قرب القیامة بحیث کانها قد قامت‘‘ (شیخ زادہ ج۲ ص۱۴۵، المائدہ:۱۱۰ حاشیہ)

ایک ایسی عبارت ہم پہلے بھی شیخ زادہ (ج اوّل ص۲۳۸) کے حوالہ سے قارئین کے سامنے پیش کر چکے ہیں۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ درباره نزول عیسیٰ ابن مریم

قادیانی مبلغین صحیح بخاری کے تعلیقاً الفاظ ممیتک سے استدلال کرنے میں ذرا بھی دیر نہیں کرتے لیکن وہ اپنے عوام کو کبھی یہ بات نہیں بتاتے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا عقیدہ درباره نزول عیسیٰ ابن مریم کیا تھا؟ اگر آپ حیات مسیح کے قائل نہ ہوتے اور آپ کے قرب قیامت میں نزول کا عقیدہ نہ رکھتے تو بے شک اس لفظ سے قادیانیوں کو شبہ کی گنجائش ہوتی، مگر یہ بات اپنی جگہ صحیح سند سے موجود ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے نزول کے قائل ہیں اور آپ کے قرب قیامت وفات پانے کی بھی صراحت کرتے ہیں:

۱...... حضرت سعید بن جبیر (ھ) اپنے استاد گرامی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں: ’’عن سعید بن جبیر عن ابن عباس وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته قال قبل موت عیسیٰ‘‘

(تفسیر ابن جریر ج۵ ص ۱۲، القول فی تاویل قوله تعالیٰ وان من اهل الکتاب)

اس میں آپ صراحت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ابھی موت کا پیالہ نہیں پیا۔ علامہ عینی (۸۵۵ھ) نے بھی آپ کے اس بیان کو نقل کیا ہے۔

''لیؤمنن بعیسیٰ قبل موت عیسیٰ بھٰذا جزم ابن عباس''

(مفہوم عمدۃ القاری ج۱۶ص۳۹ باب نزول عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام)

اہل کتاب حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں گے اس بات پر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو پورا یقین تھا۔

۲...... حضرت ضحاک تابعی (۱۰۷ھ) حضرت ابن عباس سے نقل کرتے ہیں: ''انی متوفیک ورافعک الیّ یعنی رافعک ثم متوفیک فی آخر الزمان''

(الدرالمنثور ج۲ص۳۶، آل عمران:۵۵)

اس میں آپ نے صراحت کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رفع پہلے ہوا ہے اور آپ آخری زمانے میں موت کا پل عبور کریں گے آپ نے ابھی تک موت کے پل کو عبور نہیں کیا اور آپ کی موت ابھی تک واقع نہیں ہوئی۔ یہ آپ کے نزول کے بعد واقع ہوگی۔

۳...... حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا یہ بیان بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ ''وما قتلوہ یقیناً'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ دوسرے شخص پر ڈال دی گئی۔ رہا آپ کا معاملہ تو آپ آسمان پر اٹھالئے گئے۔ ''ورفع عیسیٰ من روزنۃ فی البیت الی السماء...... وھذا اسناد صحیح الیٰ ابن عباس'' (تفسیر ابن کثیر ص۳۷۴، النساء:۱۵۸)

(ترجمہ) عیسیٰ علیہ السلام اپنے کمرے کے روشن دان سے آسمان کی طرف اٹھائے گئے یہ بات صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ تک پہنچی ہے۔

۴...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا یہ رفع نہ بصورت وفات ہوا اور نہ بے ہوشی میں ''والصحیح انّ اللہ تعالیٰ رفعہ من غیر وفاۃ ولانوم قال الحسن وابن زید وھو اختیار الطبری وھو الصحیح عن ابن عباس''

(الجامع لاحکام القرآن ج۴ص۱۰۰ تفسیر ابوالسعود ج۲ص۴۳، آل عمران:۵۵)

۵...... حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ''انہ لعلم للساعۃ'' کا معنی اس طرح بیان فرماتے ہیں: ''قال نزول عیسیٰ بن مریم من قبل یوم القیامۃ''

(صحیح ابن حبان ج۸ص۲۸۸ باب ذکر البیان بان نزول عیسیٰ ابن مریم)

ان شواہد کے ہوتے ہوئے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات ہوچکنے کے قائل تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ آپ کا اس قدر صراحت سے

حضرت عیسیٰ کی حیات، آپ کے نزول اور قرب قیامت اور آپ کی وفات کو بیان کرنا بتلاتا ہے کہ قادیانی مبلغین کے دلائل اس کے خلاف کوئی وزن نہیں رکھتے۔

حیرت ہوتی ہے کہ قادیانی علماء متوفّیک کے مجازی معنی ممیتک نقل کرتے تو ذرا نہیں شرماتے مگر حضرت ابن عباس کے مذکورہ عقائد سے وہ یکسر آنکھیں بند کر لیتے ہیں۔ انہیں ذرا بھی خیال نہیں آتا کہ جن روایات کی رو سے وہ یہ عقیدہ بنائے ہوئے ہیں وہ بالکل بے وزن ہیں۔ محکم عقائد سے انحراف کرنا دانشمندی نہیں اور آخرت کی نجات محکم عقائد کے ماننے پر ہوگی۔ متشابہ الفاظ سے سند لینا کوئی علمی شان نہیں ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ''انّه لعلم للساعة'' کا یہ معنی آپ پہلے پڑھ آئے ہیں اور وہاں پر اس مزید کچھ بحث بھی ہو چکی ہے۔

سدّی کے اختلافات کا ماحصل

سدی کہتا ہے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہلے آسمان پر اٹھائے گئے تو وہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں خبر دے دی تھی کہ اب ان کی قوم انہیں اور ان کی والدہ کو خدا کے ساتھ شریک عبادت کر رہی ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا: اے اللہ! جب تو نے مجھے اوپر اٹھا لیا تو میں ان کے اس عمل کا ذمہ دار نہ رہا۔

یہ آخرت کا حساب وکتاب نہیں یہ گفتگو اس دنیوی زندگی میں ہے جو آپ کو آسمانوں پر بھی حاصل رہی سو اس دنیا کی باتوں کو آخرت کے حساب وکتاب میں نہیں دکھایا جا سکتا اس صورت کلام میں توفیتنی کے معنی رفعتنی کے ہوں گے، موت کے نہیں۔ یہ برزخ کی بات نہیں دنیا کی بات سمجھی جائے گی۔ ''کان ذالک حین رفعه الی السماء الدنیا'' اس پر مرزا غلام احمد کا مندرجہ ذیل دعویٰ مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔

''یہ سوال حضرت مسیح سے عالم برزخ میں ان کی وفات کے بعد کیا گیا تھا۔''

(ازالہ اوہام ص۷۴۸، خزائن ج۳ ص۵۰۳)

قرآن کریم ایک مقام پر نہیں لاتعداد مقامات پر دنیوی اعمال کے حساب وکتاب کا وقت قیامت بتلا رہا ہے۔ اب ان سب کے خلاف یہ بات کیسے مان لی جائے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم سے یہ سوال وجواب اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے ہو چکے ہوئے ہیں۔

ذرا ان آیات پر غور فرمائیں یہ حساب وکتاب کے لئے کسی ماضی کی خبر دے رہی ہیں یا کسی آئندہ زمانے کا پتہ دے رہی ہیں۔

اللہ کے سوا جن کی عبادت کی گئی تو سب کا حساب حشر کے دن ہوگا۔ ہم یہاں قرآن کریم سے چندحوالے پیش کئے دیتے ہیں۔

۱…… ’’یوم یحشرهم وما یعبدون من دون اللہ فیقول أانتم اضللتم عبادی هٰولاء ام هم ضلّوا السبیل‘‘ (الفرقان:۱۷)

۲…… ’’ویوم یحشرهم جمیعاً ثم یقول للملٰئکة اهٰولاء ایاکم کانوا یعبدون‘‘ (سبا:۴۰)

۳…… ’’یوم ندعو کل اناس بامامهم‘‘ (بنی اسرائیل:۷۱)

۴…… ’’یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انّک ان علّام الغیوب‘‘ (المائدۃ:۱۰۹)

۵…… ’’فلنسئن الذین ارسل الیهم ولنسئلن المرسلین‘‘ (الاعراف:۶)

حدیث مرفوع کہ یہ سوال وجواب قیامت کے دن ہوں گے۔

’’قال رسول اللہ ﷺ اذا کان یوم القیامة دعی بالانبیاء وامهم ثم یدعی بعیسٰی فیذکر اللہ نعمته علیه فیقرّ بهافیقول یا عیسٰی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک الایة ثم یقول أانت قلت للناس اتخذونی وامّ الٰهین من دون اللہ فینکر ان یکون قال ذالک فیوتی بالنصاری فیسألون‘‘

(تفسیر ابن کثیر ص۴۶۴ رواہ عن ابن عساکر فی ترجمہ ابی عبداللہ مولٰی عمر بن عبدالعزیز وکان ثقہ المائدہ:۱۱۶)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تمام انبیاء کرام اور ان کی امتوں کو حساب وکتاب کے لئے لایا جائے گا پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خصوصی دعوت دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ انہیں پہلے اپنی نعمتیں یاد کرائے گا اور انہیں اپنے قرب میں جگہ دے گا اور پھر یہ سوال ہوگا……الخ!

اب آپ ہی غور کریں کہ مرزا قادیانی کے اس قول میں کیا کچھ بھی صداقت ہے کہ حضرت عیسیٰ سے یہ سوال وجواب پہلے ہوچکے ہوئے ہیں اور یہ کہ اس آیت کے نزول کے وقت حضرت عیسیٰ عالم برزخ میں تھے، آسمانوں پر نہیں۔

اذ اور اذا کے ماضی اور مضارع کی خبر دینے کی بات ہو چکی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ قاعدہ ضروریہ نہیں کبھی اذ اور اذا کا استعمال اس کے خلاف بھی ہوتا ہے علماء نحو اذا کی بحث میں لکھتے ہیں: ’’احدھما ان تجئ للماضی کما جاء ت اذ للمستقبل‘‘

(مغنی اللبیب ج ۱ ص ۱۲۹ الشاملہ باب فی خروجھا عن الاستقبال)

مثال اذا بمعنی اذ اور اذ بمعنی اذا:

مثال اوّل: ’’واذا راؤ تجارۃ او لھو ن انفضّوا الیھا وترکوک قائما‘‘ (الجمعہ:۱۱)

(ترجمہ) اور جب کوئی سودا بکتا دیکھتے ہیں یا تماشا ہو رہا ہو تو وہ اس کی طرف دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کو کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔

کیا یہاں اذا ماضی پر داخل نہیں اور کیا یہ ماضی کی خبر نہیں۔ عام قاعدہ میں تو اسے مضارع کے معنی دینے چاہئیں تھے۔

مثال دوم: ’’وعلی الثلٰثۃ الذین خلّفوا حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم‘‘ (التوبہ:۱۱۸)

(ترجمہ) اور تین شخصوں کے حال پر بھی جو پیچھے رہ گئے تھے یہاں تک کہ زمین اپنی تمام فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہونے لگی۔

یہاں بھی اذا ماضی پر داخل ہے اور معنی بھی ماضی کا ہی دے رہا ہے۔

مثال سوم: ’’فسوف یعلمون اذا الاغلال فی اعنقاھم‘‘ (المومن:۷۰،۷۱)

(ترجمہ) عنقریب جان لیں گے جب ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے۔

یہاں اذا ماضی کی نہیں مضارع کی خبر دے رہا ہے اور سوف اور یعلمون کے قرینے بھی ساتھ ہیں۔

علامہ قسطلانی بھی لکھتے ہیں کہ یہاں اذ اپنے عام قاعدہ کے خلاف مستقبل کے معنی دے رہا ہے۔

’’انّ لفظہ قال فی قولہ واذ قال اللہ یاعیسٰی بن مریم أانت قلت الآیۃ بعمنی یقول...... لان اللہ تعالٰی انما یقول ھٰذا القول یوم القیامۃ توبیخاً للنصارٰی...... قولہ واذ ھٰھنا صلۃ ای زائدۃ لان اذ للماضی والقول فی

المستقبل'' (ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ج۷ ص۱۱۱، الشاملہ باب ماجعل اللہ من بحیرۃ ولا سائبہ)

(ترجمہ) قال کا لفظ یہاں یقول کا معنی دے رہا ہے اللہ تعالیٰ یہ بات حضرت عیسیٰ کو قیامت کے دن کہیں گے تاکہ نصاریٰ کی سرزنش ہو یہاں اذ زائدہ ہے۔ اصل میں یہ ماضی کے لئے آتا ہے اور یہاں مستقبل مراد ہے۔

''قال قطرب کلمة اذ واذا یجوز اقامة کل واحدة منهما مقام الاخریٰ واقول هٰذا الذی قاله قطرب کلام حسن وذالک لانا اذا جوّزنا اثبات اللغة بشعر مجهول منقول عن قائل مجهول فلأن یجوز اثباتها بالقرآن العظیم کان ذلک اولی...... فلأن یجلعوا ورود القرآن به دلیلاً علیٰ صحته کان اولیٰ'' (تفسیر کبیر ج۱ ص۷۵، آل عمران:۱۵۶)

اذ کے ماضی کے استدلال میں مدعی کون ہے؟

مرزا غلام احمد نے اس قیامت کے دن ہونے والے سوال وجواب کو اصل موقع گفتگو سے نکال کر عالم برزخ کی ایک پہلے کی گزری ہوئی گفتگو کہا ہے اس کے لئے اسے اذ کے ماضی پر داخل ہونے سے استدلال کرنا پڑا۔ سو اس باب میں اصل مدعی مرزا قادیانی تھے ہم نے اس بحث میں یہ ثابت کیا اذ ماضی پر آکر کبھی مستقبل کے معنی بھی دیتا ہے تو جب اس معنی کا بھی احتمال موجود ہے تو مرزا قادیانی کو اس لفظ اذ سے استدلال نہ کرنا چاہئے تھا۔ ہم اگر برابر کا ایک احتمال لا سامنے کھڑا کریں تو مرزا قادیانی کا استدلال بالکل باطل ہو جاتا ہے ''اذا جاء الاحتمال بطل به الاستدلال'' یاد رکھئے اللہ تعالیٰ نے اس بحث کو خود اس بیان پر ختم کیا ہے جس سے اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ سب بات قیامت کے دن ہوگی۔

''قال الله هٰذا یوم ینفع الصادقین صدقهم لهم جنّٰت تجری من تحتها الانهٰر خالدین فیها ابداً رضی الله عنه ورضوا عنه ذلک الفوز العظیم'' (المائدہ:۱۱۹)

اب غلام احمد کے اس کہنے میں کیا جان رہی کہ یہ صیغہ ماضی کا ہے اور علم صرف یہاں فیصلہ دے رہا ہے غلام احمد میں کچھ بھی علمی وقار ہوتا تو یہ نہ کہتا: ''فانّ الصیغة تدلّ علی الزمان الماضی والصرف هٰهنا کالقاضی'' (انجام آتھم ص۱۳۵، خزائن ج۱۱ ص ایضاً)

قبر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. امابعد!

عیسائیوں اور قادیانیوں کے ہاں حضرت عیسیٰ کی پہلی قبر وہیں بنی جہاں انہیں صلیب دی گئی۔ عیسائی عقیدہ کے موافق آپ اس قبر سے زندہ ہوکر نکلے اپنے حواریوں کو بھی دکھائی دیئے اور پھر روح مع الجسد آسمان پر اٹھا لئے گئے۔ قادیانی عقیدہ کے مطابق آپ ابھی زندہ تھے کہ قبر میں رکھ دیئے گئے وہاں سے نکل کر آپ افغانستان کی طرف چل دیئے اور اس ملک کو خیرآباد کہہ گئے۔ مرزاغلام احمد کی کتاب جو سب سے آخر میں چھپی اس کا نام ہے مسیح ہندوستان میں۔ اس میں ہے کہ اس کے ہاں صلیب کا یہ واقعہ گلگت میں پیش آیا۔

غلام احمد لکھتا ہے: ''جہاں حضرت مسیح علیہ السلام صلیب پر کھینچے گئے اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور جہاں انیسویں صدی کے اخیر میں حضرت مسیح کی قبر ثابت ہوئی اس مقام کا نام بھی گلگت یعنی سری ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ گلگت کہ جو کشمیر کے علاقہ میں ہے، یہ بھی سری کی طرف ایک اشارہ ہے۔ غالباً یہ شہر (سری نگر) حضرت مسیح کے وقت میں بنایا گیا ہے اور واقعہ صلیب کی یادگار مقامی کے طور پر اس کا نام گلگت یعنی سری رکھا گیا۔''

(مسیح ہندوستان میں ص۵۳، خزائن ج۱۵ ص۵۵)

اگر ایسا تھا کہ سری نگر حضرت عیسیٰ بن مریم کے وقت میں بنایا گیا تھا تو کیا وجہ یہاں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی قبر کا پتہ انیسویں صدی کے اخیر میں چلا۔ اس کی شہرت تو اسی وقت سے ہونی چاہئے تھی جب کہ آپ کو وہاں دفن کیا گیا تھا۔ لیکن غلام احمد کی اس تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ قادیانیوں کی مزعومہ قبر مسیح انیسویں صدی کے آخر میں دریافت ہوئی ہے اس سے واضح ہے کہ یہ سارا کارنامہ وفات مسیح کے عقیدہ کو منوانے کے لئے خود مرزاغلام احمد کا اپنا ترتیب دیا ہوا ہے۔

اس نئی دریافت کا ایک اور اقرار

''عیسیٰ علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے وہ بعینہ اسی طرز کی قبر ہے جیسا کہ وہ قبر تھی جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے۔''

(مسیح ہندوستان میں ص۱۹، خزائن ج۱۵ ص۲۱)

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ کوئی قبر ضرور ہوگی جسے ان لوگوں نے حال میں عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کی قبر کا نام دیا ہے لیکن یہ لوگ اس کا کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکے کہ یہ قبر واقعی عیسیٰ بن مریم کی ہے۔ ظاہر ہے اسے دیکھنے والے لاکھوں کیوں نہ ہوں۔ قبر کے اندر سے اس کا جاننے والا تو کوئی نہیں کہ واقعی وہاں عیسیٰ بن مریم مدفون ہیں۔ ظاہراً لوگوں کا وہاں جانا ہرگز اس بات کی خبر نہیں دیتا کہ اس میں واقعی مدفون کون ہے یا یہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔

مرزا غلام احمد کی اس ڈھٹائی اور علم سے کامل بے پرواہی کی داد دیجئے وہ کس طرح لوگوں کی ایک حاضری کو وفات مسیح کی دلیل بنا رہا ہے اور لکھتا ہے: ’’لاکھوں انسانوں نے اس جسم کی آنکھ سے دیکھ لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر سری نگر شہر میں موجود ہے۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۵۳، خزائن ج۱۵ ص۵۵)

حقیقت یہ ہے کہ نہ حضرت عیسیٰ بن مریم پر ابھی وفات آئی ہے نہ ان کی کہیں قبر بنی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حدیث میں یہ خبر بھی دی کہ ان کی وفات کب ہوگی اور یہ بھی بتلایا کہ ان کی قبر کہاں ہوگی۔ ان حقائق کو چھوڑ کر سری نگر میں گھومنا اور اپنی عقیدتوں کو اس پر فریب راہ سے ہندوستان میں لانا اور کشمیر میں واقعہ صلیب کی یادگار بنانا صلیب کو تقدس مہیا کرنے کی ایک گہری سازش ہے۔

قبر عیسیٰ بن مریم حدیث کی روشنی میں

قبر وفات کے بعد بنتی ہے جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کی ابھی وفات نہیں ہوئی تو ظاہر ہے کہ ابھی ان کی کہیں قبر نہ دیکھی جا سکے گی۔ آپ جب فوت ہوں گے تو کہیں دفن ہوں گے کہاں دفن ہوں گے اس کی آنحضرت ﷺ نے خبر دی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ نے فرمایا: ’’ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض فیتزوج ویولدلہ ویمکث خمساً واربعین سنۃ ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا وعیسیٰ بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر وعمر‘‘

(مشکوٰۃ ص۴۸۰ باب نزول عیسیٰ علیہ السلام الفصل الثالث)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر اتریں گے پس شادی کریں گے اور آپ

کی اولاد ہوگی اور آپ پینتالیس سال ٹھہریں گے پھر وفات پائیں گے اور میرے مقبرہ میں میرے ساتھ دفن ہوں گے پھر قیامت کو میں اور عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک قبر سے اٹھیں گے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے مابین۔

حدیث کی صحت کا اقرار

مرزا غلام احمد نے محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی پیش گوئی کرتے ہوئے اس حدیث کو پیش کیا ہے نہ محترمہ اس کے نکاح میں آئی نہ اس نے مرزا کے دین کو قبول کیا لیکن حدیث کے اس حوالے سے اتنی بات ضرور ثابت ہوگئی کہ مرزا قادیانی کے ہاں یہ حدیث معتبر ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳ حاشیہ، خزائن ج۱۱ص۳۳۷)

الفاظ حدیث میں دو اشکال

۱...... کیا واقعی حضور ﷺ کے مقبرہ میں جہاں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی مدفون ہیں، مزید ایک قبر کی جگہ خالی ہے؟

ہاں...... حضرت ابومودود مدنی (ھ) کہتے ہیں: ’’قال ابومودود فذبقی فی البیت موضع قبر‘‘ (ترمذی ج۲ص۲۰۶ ابواب المناقب باب ماجاء فی فضل النبی ﷺ)

۲...... جب آپ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم میری قبر میں میرے ساتھ دفن ہوں گے؟ اس میں لفظ قبر کس معنی میں ہے؟ یہ یہاں اسم ظرف کے معنی کے لئے ہے۔ بمعنی مقبرہ مصدر اپنے جمیع اسماء مشتقہ کے معنی دے سکتا ہے۔ محدثین کے نزدیک لفظ قبر یہاں مقبرہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے گویا حضور ﷺ نے فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

آنحضرت ﷺ اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام میں پہلے یہ کس کی قبر ہوگی؟ ظاہر ہے کہ اس مقبرہ میں پہلے حضور ﷺ کی ہی قبر بنے گی۔

آنحضرت ﷺ کی پہلی شہادت

جب آنحضرت ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات کی خبر ان لفظوں میں دی تو فرمایا: ’’ثم یموت فیدفن معی فی قبری‘‘ تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی وفات عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی وفات سے بہت پہلے ہوئی ہو اور پہلے یہ جگہ

آپ کی قبر بنے پھر اس میں حضرت عیسیٰ ابن مریم بھی دفن ہوں۔ حضور ﷺ کی قبر کا پہلے ہونا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آپ کی وفات تک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات نہ ہوئی تھی۔

آنحضرت ﷺ کی دوسری شہادت

احادیث سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی اس زندگی میں آنحضرت ﷺ کی قبر پر حاضری دیں گے اور حضور ﷺ پر سلام عرض کریں گے۔ حافظ ابویعلیٰ موصلی (۳۰۷ھ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ’’**والذی نفس ابی القاسم بیده لینزلنّ عیسٰی بن مریم اماماً مقسطا وحکماً عدلاً...... ثم لئن قام علٰی قبری فقال یا محمد لاجیبنّه**‘‘

(مسند ابی یعلی ج۵ ص۷۹ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

(ترجمہ) قسم اس ذات عالی کی جس کے قبضے میں ابوالقاسم کی جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور اتریں گے۔ امام ہوکر منصف ہوکر حکم بن کر عدل کرنے والے پھر آپ اگر میری قبر پر آئے اور کہا اے محمد! (سلام ہو تجھ پر) تو میں ضرور جواب دوں گا۔

اس سے یہ بات اور واضح ہوئی کہ حضور ﷺ کی قبر حضرت عیسیٰ بن مریم کی قبر سے تاریخاً پہلے سے ہے۔ زائر اور صاحب مزار میں سے پہلے یہاں کون آیا ہوتا ہے؟ صاحب مزار۔ اس سے یہ بات از خود واضح ہے کہ حضور ﷺ کی قبر پہلے سے ہوگی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس پر حاضری دیں گے۔ یہ اسی صورت ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ حضور ﷺ کے بعد پھر اس دنیا میں آئیں۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی قبر پہلے کہاں تھی؟

مرزا غلام احمد جب تک حیات مسیح کا قائل رہا حضرت عیسیٰ بن مریم کی قبر یہیں موعود رہی کہ آپ آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہوں گے لیکن مرزا قادیانی نے جب اپنی وحی سے اپنا عقیدہ بدلا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم فوت ہوگئے ہیں تو ظاہر ہے کہ اس نے کہیں آپ کی قبر کو بھی جا پانا تھا۔ اس نے ابن جریر طبری کی روایت سے کہیں اس قبر کا پتہ پالیا۔

غلام احمد اپنی کتاب چشمہ معرفت کے دوسرے حصے میں لکھتا ہے: ’’کتاب (تاریخ طبری ج۲ ص۷۳۹) میں ابن جریر نے ایک بزرگ کی روایت سے حضرت عیسیٰ کی قبر کا بھی

حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی۔‘‘ (چشمہ معرفت ص۲۵۰ حاشیہ، خزائن ج۲۳ ص۲۶۱)

یعنی ایک قبر پر پتھر پایا گیا جس پر یہ لکھا تھا کہ یہ عیسیٰ کی قبر ہے۔ دیکھئے قادیانیوں کو عقائد کتنے پختہ نشانوں سے ملے ہیں کتاب وسنت سے نہیں بلکہ پتھروں سے۔

وہ بزرگ کون ہے جس کا ابن جریر نے حوالہ دیا ہے؟ کسی کو معلوم نہیں۔ مگر چونکہ مرزا قادیانی نے اس سے اپنی حمایت میں بات لینی ہے اس کو بزرگ سمجھنا ضروری ہوگیا۔ اس بزرگ سے بھی یہ کوئی روایت نہ تھی کہ یہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے اس نے صرف ایک پتھر کا پتہ دیا جس پر یہ لکھا تھا کہ یہ عیسیٰ کی قبر ہے۔ یہاں عیسیٰ بن مریم کے الفاظ بھی نہ تھے کہ سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ عیسیٰ بن مریم ہیں یا عیسیٰ نامی کوئی اور صاحب ہیں ان کا نام بھی عیسیٰ ہوگا۔ غلام احمد کا یہ استدلال (اور وہ بھی عقائد میں) مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ عقائد اس طرح پتھروں سے نہیں لئے جاتے جب پتہ ہی نہ ہو کہ یہ پتھر کس نے رکھا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ’’**ولیأتین قبری حتی یسلم ولاردّن علیه**‘‘

(مستدرک حاکم ج۲ ص۶۵۱ باب ذکر نبی اللہ وروحه عیسیٰ ابن مریم اقربه الذهبی فی التلخیص)

(ترجمہ) اور حضرت عیسیٰ میری قبر پر ضرور آئیں گے مجھ پر سلام کہیں گے اور میں جواباً ان پر سلام کہوں گا۔

اس کے بعد حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عطاء مولیٰ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی کہا: ’’**ای بنی اخیی ان رأیتموہ فقولوا ابوهریرة یقرء ک السلام**‘‘ (مستدرک حاکم ایضاً)

(ترجمہ) اے میرے بھتیجے اگر تم حضرت عیسیٰ بن مریم کو دیکھ پاؤ تو کہنا ابوہریرہ بھی آپ پر سلام عرض کرتا تھا۔

تفسیر روح المعانی میں بھی یہ حدیث ان الفاظ میں روایت کی گئی ہے: ’’**ثم لئن قام علیٰ قبری وقال یا محمد لاجیبنّه**‘‘

آنحضرت ﷺ کی تیسری شہادت

مسلمان عرفاً حضرت خاتم النّبیین کی امت کو کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نماز جنازہ مسلمان پڑھیں گے اور مسلمان ہی آپ کو دفن کریں گے۔ یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ آپ کو مسلمان ہی قبر میں اتاریں گے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: ''الانبیاء اخوة لعلّات دینهم واحد وامّهاتهم شتٰی وانا اولی الناس بعیسٰی بن مریم لانه لم یکن بینی وبینه نبی وانه نازل...... فیمکث ماشاء الله ان یمکث ثم یتوفی فیصلی علیه المسلمون ویدفنونه'' (مسند امام احمد ج۲ ص۴۳۶ رقم الحدیث۹۶۳۲)

(ترجمہ) تمام پیغمبر آپس میں علاّتی بھائی ہیں، ان کا دین ایک ہے (باپ ایک ہے) اور مائیں (شریعتیں) مختلف ہیں اور میں سب سے زیادہ عیسیٰ بن مریم کے قریب ہوں کیونکہ ان کے اور میرے مابین کوئی نبی نہیں ہوا اور وہی عیسیٰ نازل ہوں گے...... پھر ان کی وفات ہوگی اور مسلمان آپ کی نماز جنازہ پڑھیں گے اور آپ کو دفن کریں گے۔

مسلمانوں کی قبریں شمالاً جنوباً ہوتی ہیں اور منہ قبلہ شریف کی طرف ہوتا ہے اور اہل کتاب کی قبریں شرقاً غرباً ہوتی ہیں اور ان کا منہ بیت المقدس کی طرف ہوتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کی قبر مسلمان بنائیں اور انہیں دفن کریں تو ظاہر ہے کہ ان کی قبر مسلمانوں کے انداز پر ہوگی۔ اگر آپ کی قبر سری نگر میں ہوتی تو وہ اہل کتاب کے طریقے سے شرقاً غرباً ہوتی۔ یہ قبر ان کی شمالاً جنوباً بنائی گئی ہے اب یہ قبر ایک جعلی قبر نہیں تو اور کیا ہے؟

آنحضرت ﷺ کی چوتھی شہادت

آنحضرت ﷺ نے اس حدیث میں اپنی اور عیسیٰ بن مریم کی وفات کا تقابلی ذکر کیا ہے اور ضمناً اشارہ فرمایا کہ پہلے کس کی وفات ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''انی لارجوا ان اطال بی عمر ان القی عیسٰی بن مریم فان عجل بی موت فمن لقیه منکم فلیقرئه منی السلام'' (مسند امام احمد ج۲ ص۲۹۸، رقم الحدیث۷۹۷۰)

(ترجمہ) مجھے امید ہے کہ اگر میری عمر طویل ہوئی تو میں عیسیٰ بن مریم سے ملاقات کروں گا اور اگر میرا پہلے وقت آجائے تو تم میں سے جو بھی انہیں ملے وہ میرا انہیں سلام کہہ دے۔

اس میں نقطہ منتہاء یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی وفات حضور ﷺ کی وفات کے بعد ہوگی۔

آنحضرت ﷺ کی پانچویں شہادت

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''من ادرک منکم عیسٰی

بن مریم فلیقرئه منی السلام ﷺ‘‘(مستدرک حاکم ج۴ ص۵۸۷، رقم الحدیث:۸۶۳۵، الدرالمنثور ج۲ ص۲۴۵ تفسیر وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته)

(ترجمہ)تم میں سے جو عیسیٰ بن مریم کو پائے آپ کو میری طرف سے سلام کہے۔

اس سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ اس امت کے اس وقت کے لوگ حضرت عیسیٰ کو پائیں گے نہ کہ ان کی قبر کو۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی قبر مسیح پر چھٹی شہادت

آپ نے فرمایا:’’یدفن عیسیٰ بن مریم مع رسول اللّٰہ وصاحبیه فیکون قبره رابعاً‘‘(معجم طبرانی کبیر ج۱۴ ص۳۳۵ رقم الحدیث ۱۴۹۶۷ شامله، مجمع الزوائد ج۸ ص۲۰۶ باب ذکر المسیح عیسیٰ بن مریم، الدرالمنثور ج۲ ص۲۴۵ زیر وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته)

(ترجمہ)عیسیٰ بن مریم حضور اکرم ﷺ اور آپ کے دو ساتھیوں کے ساتھ دفن کئے جائیں گے اور ان کی اس (مقبرہ میں) چوتھی قبر ہوگی۔

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر وہاں اس وقت بنے گی جب وہاں (روضہ رسول میں) تین قبریں پہلے بنی ہوں گے۔

مرزا غلام احمد کو پھر اپنے ایک دوست مولوی محمد السعیدی کا پتہ چلا وہ طرابلس کا رہنے والا تھا۔ مرزا قادیانی نے اس کی شہادت لی کہ یہ قبر حضرت عیسیٰ بن مریم کی ہے اور اسے ان الفاظ میں نقل کیا:’’وہ طرابلس بلاد شام کے رہنے والے ہیں اور انہیں کی حدود میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر ہے۔‘‘ (اتمام الحجہ ص۱۸، خزائن ج۸ ص۲۹۶،۲۹۷)

اہل علم غور کریں مرزا قادیانی نے کتنی کمزور اور بودی بات کی ہے اگر کوئی شخص کسی علاقے کا رہنے والا ہو اور کوئی دوسرا شخص جو اس کا دوست ہو اپنے طور پر کہہ دے کہ اس میں جو فلاں قبر ہے وہ فلاں شخص کی ہے تو کیا اس کے دوست کا اس علاقے میں سے ہونا بلا کسی بیان کے کیا اس قبر کے بارے میں شہادت ہو سکے گا کہ یہ فلاں شخص کی قبر ہے۔ مرزا قادیانی کا علمی ذوق دیکھئے کس ڈھٹائی سے وہ اسے حضرت عیسیٰ بن مریم کی قبر پر شہادت قرار دے رہے ہیں۔

مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا: ’’حضرت عیسیٰ کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے...... طرابلس سے قدس تک نو دن کا سفر آرام کے ساتھ ہے۔‘‘ (اتمام الحجہ حاشیہ ص۲۱،۲۲، خزائن ج۸ ص۲۹۹،۳۰۰)

حضرت عیسیٰ کی قبر پر اگر کوئی بڑا گرجا گھر بنا ہوتا تو کیا اس سے عیسائیوں کا یہ عقیدہ کوئی ربط پا سکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ واقعہ صلیب کے بعد زندہ ہوکر آسمانوں پر اٹھا لئے گئے تھے؟ ہرگز نہیں۔ یہ گرجا کی قبر خود اس بات کا پتہ دے رہی ہے کہ یا یہ جگہ گرجا نہیں تھی یا وہ قبر حضرت عیسیٰ کی قبر نہ تھی۔

مرزا قادیانی یہ کی تالیف ۱۸۹۴ء کی ہے۔ ۱۸۹۵ء میں آپ اس قبر کو کشمیر میں لے آئے اور فرمایا: ’’حضرت مسیح اپنے ملک سے نکل گئے اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کشمیر میں جا کر وفات پائی اور اب تک کشمیر میں ان کی قبر موجود ہے یزار و یتبرّک بہ۔‘‘

(ست بچن حاشیہ متعلقہ ص۱۶۴ ص زحاشیہ، خزائن ج۱۰ ص۳۰۷)

یہاں آپ نے کسی گرجا کا پتہ نہیں دیا کیونکہ عیسائی کسی جگہ پر آپ کا مدفون ہونا نہیں مانتے۔

یہ آخری الفاظ ’’یزار و یتبرّک بہ‘‘ بتلاتے ہیں کہ یہ قبر پہلے سے لوگوں میں معروف اور مرجع خلائق چلی آرہی ہے۔ مرزا قادیانی اس میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اس قبر نے اب شہرت نہیں پکڑی بلکہ پہلے سے یہ مزار مرجع خواص وعوام ہے اور وفات مسیح کا عقیدہ پہلے سے یہاں موجود ہے۔

مرزا قادیانی نے پھر اپنے اس بیان سے بھی ٹکر لی اور بتایا کہ یہ ابھی ابھی پتہ چلا کہ یہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی قبر ہے۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ جب مرزا قادیانی کے ماننے والے وہاں پہنچے تو انہوں اس پر قبر مسیح کا کتبہ لگایا ہوگا، پہلے سے یہ جگہ کہیں قبر مسیح کے نام سے معروف نہ تھی۔

مرزا قادیانی لکھتے ہیں: ’’عیسیٰ علیہ السلام کی قبر جو حال میں سری نگر کشمیر میں ثابت ہوئی ہے جس میں حضرت مسیح غشی کی حالت میں رکھے گئے وہ بعینہٖ اسی طرز کی قبر ہے جیسا کہ یہ قبر تھی۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں ص۱۹، خزائن ج۱۵ ص۲۱)

ایک تعجب کا ازالہ

یہ حضرت عیسیٰ بن مریم کی قبریں مختلف مقامات پر کیوں دکھائی جارہی ہیں؟ کیا یہ اس وجہ سے نہیں کہ دروغ گورا حافظہ نباشد اور کیا یہ سب روایات اس حدیث صحیح کے خلاف نہیں جس میں حضور ﷺ نے تصریح فرمائی کہ عیسیٰ بن مریم (مدینہ منورہ میں) میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے؟

پھران روایات کا ایک اور محمل بھی ہے وہ یہ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے ایلچی جب مختلف علاقوں میں ان کا پیغام لے کر گئے ہوں گے اور پھران علاقوں میں ان لوگوں کی قبریں بھی تو بنی ہوں گی تو ہوسکتا ہے کہ کہیں ان قبروں کی شہرت ان قاصدوں کے نام کی بجائے حضرت عیسیٰ بن مریم کے نام سے ہوگئی ہو۔

موسیٰ بن محمد اپنے باپ سے روایت کرتا ہے: ''وجد قبر آدمی علٰی رؤس حجاء ام خالد مکتوب فیه انا اسود بن سوادة رسول رسول اللّٰه عیسٰی بن مریم الٰی اهل هٰذه القریة'' (کتاب الوفا لابن الجوزی باب ۷ فصل ۴ و باب ۳)

(ترجمہ) ام خالد کی قبر کے سامنے ایک قبر پائی گئی جس پر لکھا تھا میں اسود بن سوادہ ہوں جو عیسیٰ بن مریم رسول اللہ کا اس بستی میں قاصر ہوکر آیا۔ (ماخوذ از علامہ عبدالغنی شیخ الحدیث)

کتاب الوفاء کے تیسرے باب میں اسے اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ وہاں ایک پتھر دریافت ہوا جس پر لکھا تھا: ''انا عبداللّٰه بن الاسود رسول رسول اللّٰه عیسٰی بن مریم الٰی اهل قریة عرمنته'' (ہدایۃ المہتری ص۲۲۶)

سو مرزا غلام احمد نے تاریخ طبری کے حوالہ سے جس پتھر کا پتہ دیا ہے کہ اس میں لکھا ہے: ''هٰذا قبر رسول اللّٰه عیسٰی علیہ السلام الٰی هٰذه البلاد'' اس کے الفاظ یہ ہیں۔

''اور کتاب تاریخ طبری کے ۷۳۹ میں ایک بزرگ کی روایت سے حضرت عیسیٰ کی قبر کا بھی حوالہ دیا ہے جو ایک جگہ دیکھی گئی یعنی ایک قبر پر پتھر پایا گیا جس پر یہ لکھا ہوا تھا کہ یہ عیسیٰ کی قبر ہے۔'' (چشمہ معرفت ص۲۵۰ حاشیہ، خزائن ج۲۳ ص۲۶۱)

اس میں رسول اللہ سے پہلے لفظ رسول مٹا معلوم ہوتا ہے اس روایت کی روشنی میں اصل الفاظ یہ تھے ''رسول رسول اللہ عیسیٰ علیہ السلام'' (حضرت عیسیٰ کا بھیجا ایلچی) اس عبارت کے

آخری الفاظ:’’الٰی ھٰذہ البلاد‘‘اس بات کا قرینہ ہیں کہ یہ کسی آپ کے ایلچی کی قبر ہے جوان علاقوں میں آپ کا پیغام لے کر آیا۔ یہ خود حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ہوسکتی کیونکہ آپ کل بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے نہ کہ:’’فقط الٰی ھذہ البلاد‘‘ یہ آخری الفاظ اس پر واضح دلالت کرتے ہیں کہ پیچھے کوئی لفظ لکھنے سے رہ گیا ہے۔

اس تفصیل سے محدث ابن جریر کا حیاۃ مسیح اور نزول مسیح کا عقیدہ (کہ وہ کھلے طور پر حیات مسیح اور نزول مسیح کے قائل تھے) ان روایات سے منطبق ہوجاتا ہے کہ ان قبروں میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ بن مریم کی قبر نہیں ہے۔

تاہم مرزا غلام احمد کا آخری مؤقف اس باب میں یہی رہا۔

’’تحقیقات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے صلیبی واقعہ سے نجات پاکر ضرور ہندوستان کا سفر کیا ہے اور نیپال سے ہوتے ہوئے آخر تبت پہنچے اور پھر کشمیر میں ایک مدت تک ٹھہرے...... اور آخر ایک سو بیس برس کی عمر میں سری نگر میں انتقال فرمایا اور محلہ خان یار میں مدفون ہوئے۔‘‘ (راز حقیقت ص۹ حاشیہ، خزائن ج۱۴ ص۱۶۱)

وہ تحقیقات کہاں ہیں جن کے حوالہ سے غلام احمد حضرت عیسیٰ کی قبر سری نگر میں سنا رہا ہے اب تک کسی شخص نے نہیں دیکھی۔ رہا وہمات کو تحقیقات کہنا تو اس میں کون کسی کا منہ بند کرسکتا ہے۔

قیاس کی راہوں میں چلتے کسی اصلیت کو نہ پہنچنا

مرزا قادیانی کی کچی اور بودی باتوں میں کتنا وزن ہے؟ اسے آپ ان کی اس عبارت میں دیکھیں کہ آپ کس طرح قیاسات واہیہ سے گزر رہے ہیں اور ایک فرضی عقیدہ کو ثابت کرنے کے لئے کس طرح مکڑی کے جالے سے کمزور ترین تار اپنے لئے جمع کر رہے ہیں۔ ان کی یہ عبارت ہم پہلے بھی دے آئے ہیں۔

’’یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اور اخیر مارچ یا اپریل کی ابتداء میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ

ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے۔ اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہوگی اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔ مگر افسوس کہ افغانوں کی قوم کا تاریخی شیرازہ نہایت درہم برہم ہے، اس لئے ان کے قومی تذکروں کے ذریعہ سے کوئی اصلیت پیدا کرنا نہایت مشکل امر ہے۔ بہرحال اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ افغان بنی اسرائیل میں سے ہیں جیسا کہ کشمیری بھی بنی اسرائیل میں سے ہیں۔'' (مسیح ہندوستان میں ص ۶۸، خزائن ج۱۵ص۷۰)

مرزا غلام احمد نے جب کشمیر کو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ربوہ ٹھہرایا اور وہیں آپ کی قبر تجویز کی تو پھر امرتسر کے مبلغ ختم نبوت جناب حبیب اللہ اکاؤنٹنٹ محکمہ انہار پنجاب نے اس پر نہایت بلند پایہ تحقیق فرمائی۔ شیخ الاسلام نے اپنی تفسیر میں اس کا اس طرح ذکر کیا ہے:''اہل اسلام میں کسی نے ربوہ سے مراد کشمیر نہیں لیا نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر بتلائی جس کا کوئی ثبوت تاریخی حیثیت سے نہیں محض کذب ودروغ بافی ہے۔ محلہ خان یار شہر سری نگر میں جو قبر یوزآسف کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت تاریخی اعظمی کے مصنف نے محض عام افواہ نقل کی ہے کہ لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا اور دوسرے ملک سے یہاں آیا اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتانا پرلے درجے کی بے حیائی اور سفاہت ہے۔ ایسی اٹکل پچو قیاس آرائیوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کو باطل ٹھہرانا بجز خبط اور جنون کے کچھ نہیں۔ اگر اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو اور یہ کہ یوزآسف کون تھا تو جناب منشی حبیب اللہ امرتسری کا رسالہ قبر مسیح دیکھو جو خاص اسی موضوع پر نہایت تحقیق وتدقیق سے لکھا گیا ہے اور جس میں ایک مہمل خیال کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء! (تفسیر عثمانی ص ۴۵۹ طبع تاج کمپنی کراچی)

غلام احمد کا اپنا اقرار بھی یہی تھا کہ یہ سب داستان قیاس پر مبنی ہے

مرزا غلام احمد نے مسیح کو ہندوستان لانے کے لئے ''ہوگا، ہوگا'' کی گردان جس شوق استدلال سے شروع کی ہے اسے وہ اپنے قیاس سے اس طرح پیش کرتا ہے:''یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نیپال اور بنارس آئے ہوں گے پھر جموں سے یا راولپنڈی

کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے وہاں جاڑے تک ٹھہرے ہوں گے اور کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کر لی ہو۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص۶۸، خزائن ج۱۵ص۷۰)

اب اگر اسے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے اٹکل پچو قیاس کہہ دیا تو غلام احمد کے پیروؤں کو اس سے ناراض نہ ہونا چاہئے انہیں کھلے دل سے تسلیم کرنا چاہئے کہ ان کے ہاں استدلال بس اسی قسم کے قیاسات پر مبنی ہوتا ہے۔ دلائل قطعیہ ان کے نصیب میں کہاں انہیں اپنے کسی عقیدے پر اب تک کوئی نص نہیں ملی۔ انہیں کسی اپنے استدلال میں جزم ونص کی کہیں ہوا تک نہیں لگی۔

قادیانیوں کا مقلدین ائمہ کو یہ کہنا کہ تم چونکہ قیاس کے قائل ہو اس لئے ہم نے اگر قیاس کر لیا تو اس میں کیا حرج ہے؟ وہ کہتے ہیں قیاس بھی تو تمہارے ہاں ایک دلیل ہے۔

جواباً عرض یہ ہے کہ قادیانیوں کا اپنے قیاس کو ہمارے قیاس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے؟ ادلہ اربعہ میں جو قیاس معتبر ہے وہ قیاس واقعی حجت ہے۔ فقہی قیاس بے بنیاد نہیں ہوتا، اس کی بنیاد کتاب وسنت پر ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد کوئی مجتہد نہیں اور نہ وہ مقلد ہی ہے کہ کسی مجتہد سے اپنی اس بات پر دلیل لائے۔ اس قسم کے قیاسات سے اسلامی عقائد میں کوئی لچک پیدا نہیں کی جاسکتی ہے؟ پھر قیاس فروعات میں ہوتا ہے عقائد میں نہیں۔ ایک طرف پوری امت اجماعاً اس بات کی قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اب تک کوئی قبر نہیں ہے آئندہ دور میں آپ کی وفات ہوگی اور پھر آپ دفن ہوں گے جب کہ دوسری طرف قادیانی نیپال سے اپنے قیاس کے گھوڑے دوڑا کر انہیں کشمیر کے علاقہ سری نگر میں محلّہ خان یار میں لے جارہے ہیں۔ غلام احمد کے اسی قسم کے قیاسات پر یہ بات پوری طرح صادق آتی ہے: ’’انّ اوھن البیوت لبیت العنکبوت‘‘ کمزورترین گھر مکڑی کا ہے۔

قبر ہمیشہ بعد از وفات بنتی ہے۔ الّا یہ کہ کوئی شخص پہلے سے اپنے دفن ہونے کے لئے کوئی جگہ خاص کر دے مگر قبر اس کو اس وقت بھی نہ کہا جائے گا۔ قبر وہ تبھی ہوگی کہ مقبور اس میں دب جائے۔ قبر ایک کور (cover) ہے جو فوت شدہ کو اپنے اندر لے لیتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ جب ان پر ابھی تک وفات نہیں آئی تو ان کی قبر کہیں کیسے ہوسکتی ہے۔ ہاں! حضور اکرم ﷺ نے بطور پیش گوئی فرمایا کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہونے

کے بعد اور زمین پر کچھ عرصہ رہیں گے اور اس کے بعد وفات پائیں گے اور پھر میری قبر میں (میرے مقبرہ میں) دفن ہوں گے۔ قبر مسیح میں خبر صحیح بس یہی ہے اس کے علاوہ جو خبریں آپ کسی غیر معصوم سے سنیں گے ان میں خود اتنا اختلاف ہوگا کہ بات کسی طرح بن نہ پائے گی۔

دنیا میں پہلا زندہ در گور

عیسائی عقیدہ رکھتے ہیں عیسیٰ بن مریم کو جب سولی دی گئی تو رومی حکمران سمجھے کہ وہ مرگیا ہے اور اس کی لاش اس کے وارث یوسف کو دے دی۔ انجیل مرقس کے پندرویں باب میں ہے کہ جب پیلاطوس نے صوبہ دار سے حال معلوم کرلیا تو لاش یوسف کو دلا دی۔

اس نے ایک مہین چادر مول لی اور لاش کو اتار کر اس چادر میں کفنایا اور ایک قبر کے اندر جو چٹان میں کھودی گئی تھی اسے رکھا اور اس قبر کے منہ پر ایک پتھر لڑھکا دیا اور مریم مگدلینی اور یوسیس کی ماں مریم دیکھ رہی تھیں کہ وہ کہاں رکھا گیا۔

پھر سولہویں باب کے شروع میں ہے:

جب سبت کا دن گزر گیا تو مریم مگدلینی اور یعقوب کی ماں مریم اور سلومی نے خوشبودار چیزیں مول لیں تاکہ آکر اس پر ملیں۔ وہ ہفتے کے پہلے دن بہت سویرے جب سورج نکلا ہی تھا، قبر پر آئیں اور آپس میں تھیں کہ ہمارے لئے پتھر کو قبر کے منہ سے کون لڑھکائے گا۔ جب انہوں نے نگاہ کی تو دیکھا کہ پتھر لڑھکا ہوا ہے کیونکہ وہ بہت ہی بڑا تھا اور قبر کے اندر جا کر انہوں نے ایک جوان کو سفید جامہ پہنے ہوئے داہنی طرف بیٹھے دیکھا اور نہایت حیران ہوئیں۔ اس نے ان سے کہا ایسی حیران نہ ہو تم یسوع ناصری کو جو مصلوب ہوا تھا، ڈھونڈتی ہو۔ وہ جی اٹھا ہے یہاں نہیں ہے...... وہ تم سے پہلے گلیل کو جالے گا تم وہیں اسے دیکھو گے، جیسا اس نے تم سے کہا اور وہ نکل کر قبر سے بھاگ گئیں۔

یہ مسیح کی قبر کا پہلا ذکر ہے جسے متی باب ۲۷ میں لوقا باب ۲۳ میں اور یوحنا باب ۱۹ میں ذکر کرتا ہے۔

اس سے پہلے پرانے عہد نامہ کتاب یسعیاہ باب ۵۳ میں بھی ایک قبر کا کچھ اس طرح ذکر ملتا ہے: ’’وہ زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا میرے گروہ کے گناہوں کے سبب اس پر مار پڑی اس کی قبر بھی شریروں کے درمیان ٹھہرائی گئی تھی پر وہ مرنے کے بعد دولتمندوں

کے ساتھ ہوا۔ (باب۵۳آیت:۹)

زندوں کی زمین سے کاٹ ڈالا گیا کا مطلب یہ ہے کہ اب اسے اس قبر سے زندہ آسمانوں پر اٹھا لیا گیا لیکن اٹھائے جانے سے پہلے وہ گلیل میں ظاہر ہوا اور اس نے اپنے ساتھیوں سے باتیں بھی کیں۔

مرزاغلام احمد قادیانی لکھتا ہے: ''اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ صلیب سے اتار کر مسیح کو سزایافتہ مردوں کی طرح قبر میں رکھا جائے گا مگر چونکہ وہ حقیقی طور پر مردہ نہیں ہوگا۔ اس لئے اس قبر میں سے نکل آئے گا اور آخر عزیز اور صاحب شرف لوگوں میں اس کی قبر ہوگی۔'' (تحفہ گولڑویہ ص۱۲۸، خزائن ج۱۷ حاشیہ ص۳۱۴)

قادیانی ایک مدت تک اسے ہی قبر مسیح سمجھتے رہے جہاں وہ ان کے عقیدہ میں مصلوب ہونے کے بعد رکھا گیا تھا اور وہ حقیقت میں مرا نہ تھا مگر زندہ درگور ہوا تھا۔

مرزاغلام احمد کو طرابلس کا ایک قادیانی محمد السعید لکھتا ہے: ''جو کچھ آپ نے عیسیٰ بن مریم کی قبر اور دوسرے حالات کے متعلق سوال کیا ہے سو میں آپ کی خدمت میں مفصل بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بیت اللحم میں پیدا ہوئے اور بیت اللحم اور بلدہ قدس میں تین کوس کا فاصلہ ہے اور حضرت عیسیٰ کی قبر بلدہ قدس میں ہے اور اب تک موجود ہے اور اس پر ایک گرجا بنا ہوا ہے اور وہ گرجا تمام گرجاؤں سے بڑا ہے اور اس کے اندر حضرت عیسیٰ کی قبر ہے اور اسی گرجا میں حضرت مریم صدیقہ کی قبر ہے اور دونوں قبریں علیحدہ علیحدہ ہیں اور بنی اسرائیل کے عہد میں بلدہ قدس کا نام یوروشلم تھا۔'' (اتمام الحجہ ص۲۱، خزائن ج۸ ص۲۹۹)

مرزاغلام احمد پھر اس عقیدہ پر رہا اور اس نے کہا حضرت عیسیٰ زیادہ عرصہ زندہ درگور نہ رہے بلکہ کسی اونچی جگہ اٹھا لئے گئے۔ وہ لکھتا ہے: ''ہاں! ہم نے کسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت مسیح کی بلاد شام میں قبر ہے مگر اب صحیح تحقیق ہمیں اس بات کے لکھنے پر مجبور کرتی ہے کہ واقعی قبر وہی ہے جو کشمیر میں ہے اور ملک شام کی قبر زندہ درگور کا نمونہ تھا جس سے وہ نکل آئے۔'' (ست بچن ص ذ حاشیہ متعلقہ ص۱۶۴، خزائن ج۱۰ ص۳۰۷)

وہ کون سے دلائل قطعیہ تھے جن کی وجہ سے مرزاغلام احمد اپنا پہلا عقیدہ بدلنے پر مجبور ہوا، انہیں اسی کی زبانی سنئے ایک ایک لفظ کس طرح قطعی پیرایہ میں اسے پہلا عقیدہ بدلنے پر مجبور کر رہا ہے۔

غلام احمد کے دلائل قطعیہ پر پھر ایک نظر کریں: ’’یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے، اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتداء میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا اور چونکہ وہ بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے اس لئے یہ یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت اختیار کر لی ہوگی اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو اور افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہو۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص ۶۸، خزائن ج ۱۵ ص ۷۰)

قادیانیوں کے قطعی دلائل کی قطعیت کس طرح ان کے ایک ایک دعوے سے جھلکتی ہے۔ اگر قطعیت ’’ہوگا، ہوگا‘‘ کی گردان سے ہی پیدا ہوتی ہے تو کیا سات ’’ہوگا‘‘ مل کر بھی ایک ’’ہے‘‘ کے برابر بھی نہیں اتر سکتے۔

’’آخر عزیز اور صاحب شرف لوگوں میں اس کی قبر ہوگی اور یہی بات ظہور میں آئی کیونکہ سری نگر محلہ خانیار میں حضرت عیسیٰ کی اس موقع پر قبر ہے جہاں بعض سادات کرام اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۸ حاشیہ، خزائن ج ۱۷ ص ۳۱۴)

کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر نہیں ہے غلام احمد کی تردید

مرزا قادیانی نے اپنے دلائل کی تان اس پر توڑی ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ آپ نے وہاں افغانستان میں شادی بھی کر لی۔

اب قادیانیوں کی مندرجہ ذیل تحریروں میں مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعوے کی تردید سنیں:

۱…… ’’مسیح کا شادی نہ کرنا دلالت کرتا ہے کہ آپ کی تعلیم ناقص ہے وجہ یہ کہ انبیاء ومرسلین دوسروں کے لئے نمونہ بن کر آئے ہیں۔‘‘ (تشحیذ الاذہان ج ۱۶ نمبر ۱ ص ۴)

۲…… ’’اور ظاہر ہے کہ دنیوی رشتوں کے لحاظ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی آل نہیں تھی۔‘‘ (تریاق القلوب ص ۹۹، خزائن ج ۱۵ حاشیہ ص ۳۶۳)

مرزا قادیانی نے اس کا جواب نہیں دیا کہ پھر قوم عیسیٰ خیل کہاں سے آ گئی؟

حضرت مریم کے والد عمران کی تو آل تھی لیکن حضرت عیسیٰ کی کوئی آل نہ ہوئی معلوم نہیں عیسیٰ خیل کہاں سے آ گئے جن کے بارے میں غلام احمد کہتا ہے کہ کچھ بعید نہیں کہ وہ حضرت عیسیٰ کی اولاد ہوں۔

یہ نہ سمجھا جائے کہ تریاق القلوب لکھتے وقت مرزا قادیانی کا وہی عقیدہ تھا لیکن مسیح ہندوستان میں لکھتے وقت وہ عیسیٰ خیل کو حضرت عیسیٰ کی اولاد سمجھنے لگ گئے تھے ایسا نہیں بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

مرزا قادیانی کی وفات کے سترہ سال بعد ۱۹۲۵ء میں الفضل قادیان کی یہ رپورٹ ملاحظہ فرمائیں: ’’سیدنا حضرت مسیح موعود کی تحقیق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی کوئی ظاہری اولاد نہ تھی۔‘‘ (الفضل قادیان ج۱۲ نمبر۸۲ ص۶ کالم نمبر۱ مؤرخہ ۲۹؍جنوری ۱۹۲۵ء)

تین سال بعد پھر یہی لکھا: ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شادی نہیں کی پھر کس طرح معلوم ہو کہ وہ اپنی بیوی بچوں سے اچھا سلوک کر سکتے تھے۔‘‘

(ضمیمہ اخبار الفضل قادیان ج۱۵ نمبر۸۸ ص۹۴ کالم نمبر۲ مؤرخہ ۸؍مئی ۱۹۲۸ء)

’’حضرت مسیح نے نہ صرف تجرد کو تاہل پر ترجیح دی بلکہ اسے آسمانی بادشاہت میں داخل ہونے کا ذریعہ بتایا ہے اور خود بھی انہوں نے شادی نہیں کی۔‘‘

(الفضل قادیان ج۱۵، نمبر۹۶، ۹۷ کالم نمبر۱، ۲ ص۵۲، مؤرخہ ۱۲؍جون ۱۹۲۸ء)

غلام احمد نے حضرت عیسیٰ کے افغانستان آنے کی بات کہاں سے لی

ایک روسی سیاح مسٹر نکوس نوڈوچ نے حضرت عیسیٰ کی زندگی کے کچھ واقعات جو عام لوگوں تک نہ پہنچ سکے، بودھوں سے لے کر فرانسیسی میں شائع کئے۔ اس کتاب کا ایک ہندو لالہ جے چند نے اردو میں ترجمہ کیا جو مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر سے ۱۸۹۹ء میں چھپا اس کتاب کا نام ہے ’’یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات‘‘ اس کتاب کے ستیارتھ پرکاش کی طرح چودہ باب ہیں۔

یہ کتاب مرزا غلام احمد کے زیر مطالعہ رہی اور اس پر اس نے اپنی کتاب ’’مسیح ہندوستان میں‘‘ کی بنیاد رکھی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزا غلام احمد کے لئے پیشواء کے درجہ میں کیا مسٹر نکوس نوڈوچ اور لالہ جے چند جیسے لوگ ہی رہ گئے تھے جن کا کھلا جھوٹ خود مرزا

غلام احمد کو بھی معلوم تھا مثلاً اس کتاب کے پانچویں باب میں ہے کہ حضرت عیسیٰ چودہ برس کی عمر میں سندھ آئے اور جب آپ پنجاب اور راجپوتانہ میں آئے تو ان کی وہاں جین مذہب کے پیرووٴں سے ملاقات رہی۔

اس کے دسویں باب میں ہے کہ اس کے بعد حضرت عیسیٰ پھر اسرائیلیوں کے ہاں آ نکلے اور ان میں انہوں نے خدا کے نام کا وعظ کیا اس وقت ان کی عمر ۲۹ سال کے قریب تھی۔ پھر آپ کو وہاں ۳۳ سال کی عمر میں صلیب دی گئی۔

اس کتاب کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر صلیبی کارروائی ہندوستان میں جانے کے بعد شام میں کی گئی اور مرزا غلام احمد کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ واقعہ صلیب کے بعد افغانستان اور ہندوستان کی طرف گئے اور کشمیر میں وفات پا کر وہاں سری نگر محلّہ خانیار میں دفن ہوئے۔

اس کھلے تعارض سے یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد کے ہاں یہ کتاب کوئی معتبر تاریخی دستاویز تھی جس کے سہارے اس نے ایک پوری کتاب ''مسیح ہندوستان میں'' لکھ ڈالی۔ مرزا غلام احمد نے یہ کتاب اسی سال لکھ لی تھی جس سال لالہ جے چند کا مذکورہ بالا ترجمہ کتاب چھپا لیکن اس خیال سے کہ ہوسکتا ہے کہ اب اس کتاب پر کچھ دوسرے حلقوں سے ردوقدح ہو اس نے اسے شائع نہ کیا۔ بالآخر ۱۹۰۸ء میں اس کی یہ کتاب شائع ہوگئی۔ اصل کتاب جس کے سہارے یہ کتاب لکھی گئی یہ نہیں بتلاتی کہ حضرت عیسیٰ صلیبی واقعہ کے بعد افغانستان کی طرف جا نکلے تھے۔

اس تفصیل سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر سری نگر کشمیر میں بتلانے کا یہ افسانہ کوئی واقعیت نہیں رکھتا۔ قادیانیوں نے مسٹر نکوسن نوڈوچ کی اس کتاب کا باب وار خلاصہ الفضل کی ۱۰/نومبر ۱۹۲۶ء کی اشاعت میں دیا ہے جس کا دل چاہے اسے دیکھ لے اور اس کا مرزا غلام احمد کی تحقیق سے کھلا ٹکراوٴ ملاحظہ کر لے۔

غلام احمد لکھتا ہے: ''یہ بات ہرگز صحیح نہیں ہے کہ حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے پہلے ہندوستان کی طرف آئے تھے۔'' (مسیح ہندوستان میں ص۷۳، خزائن ج۱۵ ص۷۵)

کشمیر میں یوز آسف نامی ایک پیغمبر کی تجویز

مرزا غلام احمد نے پہلے یوز آسف کے نام سے ایک مثیل تجویز کیا اور اس کی تاریخی مشابہتیں حضرت عیسیٰ بن مریم سے قائم کیں اور اسے خواہ مخواہ مسلمانوں کی فہرست

انبیاء میں لاکھڑا کیا۔ حالانکہ کوئی مسلمان اپنے عقیدہ میں یوز آسف کو جگہ نہیں دیتا۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوز آسف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا، دور دراز سفر کر کے کشمیر میں پہنچا وہ نہ صرف نبی بلکہ شہزادہ بھی کہلاتا تھا اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اس ملک کا وہ باشندہ اور اس کی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی تھی بلکہ بعض مثالیں اور بعض فقرے اس کی تعلیم کے بعینہٖ مسیح کے ان تعلیمی فقرات سے ملتے ہیں جو اب تک انجیلوں میں پائے جاتے ہیں۔‘‘ (ریویو بابت ماہ ستمبر ۱۹۰۳ء ج۲ ص۳۳۸ نمبر۹)

دیکھئے ایک ایک بات کس طرح دجل کی کھائی میں گری دکھلائی دیتی ہے اور پھر یہاں تک جھوٹ ملاحظہ ہو کہ اسے مسلمانوں کا متفق علیہ عقیدہ دکھلایا گیا ہے۔ (استغفر اللہ العظیم)

پھر مرزا غلام احمد نے یہ بھی لکھا: ’’حال ہی میں مسلمانوں کی تالیف میں چند پرانی کتابیں دستیاب ہوئی ہیں جن میں صریح یہ بیان موجود ہے کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شہزادہ بھی تھا اور کشمیر میں اس نے انتقال کیا اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی چھ سو برس پہلے ہمارے نبی ﷺ سے گزرا ہے۔‘‘ (راز حقیقت ص۱۲ حاشیہ، خزائن ج۱۴ ص۱۶۴)

لیجئے! حضرت عیسیٰ بن مریم کی قبر سری نگر کشمیر میں بنانے کی تمہید بچھ گئی اور اس فرضی نبی کا کشمیر میں فوت ہونا تسلیم کر لیا گیا۔

مرزا غلام احمد نے پھر یہ بھی لکھ دیا: ’’یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ ضرور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہندوستان میں آئے تھے اور حضرت عیسیٰ کی قبر سری نگر کشمیر میں موجود ہے۔‘‘

(چشمہ مسیحی ص۳، خزائن ج۲۰ ص۳۳۹)

اب یہ چند تاریخی حقائق بھی ملاحظہ فرمالیں:

۱...... قبر ایک ہے اور صاحب قبر دو ہیں

’’ایک زمانہ میں جو اس وقت شمار کی رو سے دو ہزار برس کے قریب گزر گیا ہے۔ ایک اسرائیلی نبی کشمیر میں آیا تھا، جو بنی اسرائیل میں سے تھا اور شہزادہ نبی کہلاتا تھا۔ اسی کی قبر محلّہ خانیار میں ہے، جو یوز آسف کی قبر کر کے مشہور ہے۔‘‘

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ ص۲۲۷، خزائن ج۲۱ ص۴۰۳)

یہ قبر حضرت عیسیٰ کی ہے یا یوزآسف کی یہ ابھی طے شدہ نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ قبر ایک ہے اور صاحب قبر دو ہیں۔

۲…… یوزآسف حضرت عیسیٰ سے پہلے کے کوئی بزرگ ہیں

کتاب یوزآسف وبلوہر یوزآسف کے سوانح پر مشتمل ہے اور مطبع شمسی دہلی سے چھپی ہے۔اس کے صفحہ۳ پر ہے:''کتاب سوانح یوزآسف حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے کچھ ہی پہلے لکھی گئی تھی۔''

پھر اس میں یہ بھی ہے:''پھون جب یوزآسف پر ایمان لایا تو اس وقت تین سو برس بدھ کو ہوچکے تھے۔'' (کتاب یوزآسف وبلوہر ص۳)

مہاتما بدھ کا زمانہ کون سا ہے؟ تاریخ ہند بتلاتی ہے کہ ۵۵۰ سال قبل مسیح پیدا ہوئے جب مہاتما بدھ کو پیدا ہوئے تین سو برس ہوچکے اور حضرت عیسیٰ کی پیدائش کو ابھی ۲۵۰ سال باقی تھے اس وقت یوزآسف پر ایمان لانے والے موجود تھے۔اس سے معلوم ہوا کہ یوزآسف کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے بہت پہلے کا ہے اور یہ دونوں کسی طرح بھی ایک شخصیت نہیں کہے جاسکتے۔سو یہ نہیں ہوسکتا کہ یہ قبر پہلے کی نہ ہو دوسرے کی ہو اور مشہور پہلے بزرگ یوزسف کے نام سے ہو۔

۳…… یوزآسف ایک بادشاہ کا بیٹا تھا، ابن مریم نہ تھا

''وتواتر علٰی لسان اھلھا انه قبر نبی کان ابن ملک وکان من بنی اسرائیل وکان اسمه یوز آسف…… واتفقوا علی ھذه الانبیاء بل عندھم کتب قدیمة توجد فیھا ھٰذا القصص فی العربیة والفارسیة ومنھا کتاب سمّی اکمال الدین'' (کتاب الہدیٰ ص۱۰۹، خزائن ج۱۸ ص۳۶۱)

(ترجمہ) وہاں کے لوگوں کی زبان پر متواتر چرچا ہے کہ وہ کسی نبی کی قبر ہے جو کسی بادشاہ کا بیٹا تھا اور بنو اسرائیل میں سے تھا اور اس کا نام یوزآسف تھا۔ وہ سب لوگ ان خبروں پر متفق بلکہ ان کی اور بھی کئی قدیم کتابیں عربی اور فارسی میں ہیں جن میں یہ قصہ مذکور ہے ان میں ایک کتاب اکمال الدین ہے۔

حقیقت حال کتاب اکمال الدین

۱...... کتاب ’’اکمال الدین واتمام النعمة فی اثبات الغیبة وکشف الخیرة‘‘ شیعہ مذہب کی ایک کتاب ہے جو مسئلہ غیبت امام (غیبۃ صغریٰ اور غیبۃ کبریٰ) پر لکھی گئی ہے۔ بلوہر اس کے مصنف شیخ السعید ابی جعفر محمد بن علی القمی ہیں۔ یہ ۱۳۰۱ھ میں ایران میں طبع ہوئی اس کا اردو ترجمہ ۱۸۹۶ء میں مفید عام پریس آگرہ میں چھپا۔ اسی اردو ترجمے کا نام ’’شہزادہ یوزآسف اور حکیم بلوہر‘‘ ہے۔ یہ لفظ شہزادہ اس کے نام کے ساتھ عام چلتا ہے۔ یہ ابن ملک کا ترجمہ یہ ابن ملک کے الفاظ مرزا غلام احمد نے بھی کتاب الہدیٰ میں اس کے لئے لکھے ہیں۔ سو یہ شخص یوزآسف ہرگز بن باپ نہ تھا کسی بادشاہ کا بیٹا تھا۔

۲...... یہ کتاب اسلامی عہد کی تالیف ہے اور اس کا نام آیت: ’’الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی‘‘ سے ماخوذ ہے۔ اکمال الدین واتمام النعمہ کو مرزا غلام احمد اسے حضور اکرم ﷺ سے پہلے کی کتاب بتاتا ہے۔ حالانکہ اس کا نام ہی بتلا رہا ہے کہ یہ نزول قرآن کے آخری دور کے مدتوں بعد کی ایک کتاب ہے۔ واقعات کی رو سے یہ کتاب ایران کے بادشاہ ناصر الدین کے عہد میں لکھی گئی۔ غلام احمد کا اسے بنی اسرائیل کی کتب قدیمہ میں لکھنا از راہ دجل ہے، از راہ حقیقت نہیں۔

۳...... اس کتاب میں ہندوستان کے ایک پرانے بادشاہ کا قصہ ہے جس کی کوئی نرینہ اولاد نہ ہوئی تھی۔ بہت مایوسیوں کے بعد اس کے ہاں ایک نہایت حسین وجمیل بیٹا پیدا ہوا جسے اس کی خوبصورتی کے باعث شہزادہ کہا جاتا تھا۔ اس کا نام یوزآسف رکھا گیا۔

’’فولد للملک فی تلک الایّام بعد ایاسه من الذکور غلام لمن یر الناس مولوداً مثلاً فقط حسناً وجمالاً وضیاء...... وسمی الغلام یوز آسف‘‘ (اکمال الدین ص۳۲۱، اردو ترجمہ شہزادہ یوزآسف وحکیم بلوہر...... ص۱۴)

۴...... یہ یوزآسف ہندوستان کے بعد ارض سولابط میں مقیم ہوا۔ اس نے شاہانہ زندگی ترک کر کے اللہ والوں کی وضع اختیار کر رکھی تھی اور وہ لوگوں کو آخرت کی طرف متوجہ کرتا تھا۔ اکمال الدین کے (ص۳۵۷) میں ہے کہ اس پر خدا کے احکام اترے۔ یہ مدتوں ارض سولابط میں رہا۔

’’ثم انتقل من ارض سولابط وسار فی بلاد مدائن...... حتی اتی

ارضاً تسمی کشمیر فسار فیہا احیی منہا ومکث حتی اتاہ الاجل الٰی خلع الجسد وارتفع الٰی النور وقبل موتہ دعا تلمیذاً لہ اسمہ یا بدالذی کان یخدمہ‘‘ (اکمال الدین ص۳۵۹)

(ترجمہ) پھر وہ ارض سولابط سے بھی چلتا بنا اور مدائن چلا گیا۔ پھر وہاں سے وہ کشمیر آیا۔ وہاں رہا اور وفات تک وہیں ٹھہرا۔ اس نے روشنی کی ایک بلندی پائی وفات سے پہلے اس نے اپنے ایک شاگرد یابد کو بلایا جو اس کی خدمت کرتا تھا (اور اس نے اسے اپنا جانشین کیا)

۵...... اسی شہزادہ یوزآسف کی قبر شہر سری نگر کے محلّہ خانیار میں پیر سید نصیر الدین کی قبر کے پاس ہے۔ (تاریخ کشمیر اعظمی ص۸۲ خواجہ محمد اعظم طبع ۱۳۰۳ھ مطبع محمدی لاہور)

یوزآسف پر جو کتاب اتری اس کا اصل نام بشوریٰ تھا اور یہ عبرانی زبان کی تھی۔ حکیم خدا بخش نے اس (عسل مصفی ج۱ ص۵۸۵) میں لکھا ہے کہ اس کا ایک اور نام بھی تھا یہ دوسرا نام وصفی نام ہوسکتا ہے اصل نام بشوریٰ ہی تھا جسے انگریزی میں (Gospel) کہتے ہیں۔ یہ وصفی نام انجیل ہوسکتا ہے۔ جیسے انجیل کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ عیسائیوں کا قرآن یا التذکرہ کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ قادیانیوں کا قرآن ہے۔ یہاں قرآن وصفی معنی میں ہوگا بمعنی آسمانی وحی۔

تاریخ مذاہب میں بھی انجیل کسی ایک کتاب کا نام نہیں نئے عہد نامے میں اناجیل اربعہ ہیں انجیل برنباس کو وہ اپنے ہاں ان کی سی حیثیت نہیں دیتے سو صرف لفظ انجیل کے وصفی استعمال سے اتنا بڑا مؤقف اختیار کرنا کہ یوزآسف ہی عیسیٰ بن مریم ہے اور یہ کہ وہ ہندوستان میں پیدا ہوا پھر وفات کے قریب شام آیا اتنی مضحکہ خیز بات ہے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی اسے کچھ بھی پذیرائی نہیں دے سکتا۔ یوزآسف کا شام میں آنا یہ کہیں دریافت نہیں ہوسکا نہ یہ کہیں معلوم ہوتا ہے کہ کہیں اس کے بن باپ پیدا ہونے کی بھی کوئی بات چلی ہو۔ حق بات یہ ہے کہ یوزآسف کوئی اور شخص ہے اور عیسیٰ بن مریم اور یوزآسف کا کشمیر آنا ایرانی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے اور وہ وہیں سری نگر محلّہ خان یار میں مدفون ہے اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے کشمیر آنے کی داستانیں سب اسی مفروضہ پر تیار کی گئی ہیں کہ یوزآسف اور عیسیٰ بن مریم ایک ہو۔ جس طرح مرزا غلام احمد خود کو غلط طور پر عیسیٰ بن مریم کہتا ہے اسی طرح وہ غلط طور پر ہندوستان کے ایک شہزادے کو عیسیٰ بن مریم کہتا ہے۔ یہودی بھی غلط طور پر ایک صلیب پانے والے کو عیسیٰ بن مریم کہتے رہے اور قادیانی بھی غلط طور پر غلام احمد بن غلام مرتضیٰ کو بن باپ کہتے ہیں اور

مثیل مسیح گردانتے ہیں۔ قارئین کرام کو ہم صرف ایک بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔
خدارا غور کریں کہ کیا کسی دین میں ایسے کمزور اور خیالی واقعات پر عقائد کی بنیاد رکھی جاسکتی ہیں اور کیا اللہ رب العزت ایسے وہمی وقائع پر یقین نہ رکھنے والوں کو کبھی جہنم میں بھیجیں گے یا اس قسم کے واقعات کی تصدیق نہ کرنے والے کو کسی صورت میں ذریۃ البغایا (بازاری عورتوں کی اولاد) کہا جاسکے گا۔

مرزاغلام احمد نے ''مسیح ہندوستان میں'' لکھ کر اپنے آپ کو بالکل بے نقاب کر دیا ہے۔ یہاں تک کہ بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ بلی تھیلے سے باہر آ گئی ہے۔ جیسے مرزا طاہر چناب نگر سے لندن آ گیا ہے۔

مرزاغلام احمد کا ایک موضوع روایت تمسک

مرزاغلام احمد نے اپنی کتاب چشمہ معرفت میں تاریخ طبری کے ایک حوالے سے لکھا ہے کہ: ''ایک جگہ حضرت عیسیٰ کی قبر دیکھی گئی۔'' (چشمہ معرفت ص۲۵۰ حاشیہ، خزائن ج۲۳ ص۲۶۱)

الجواب: یہ روایت ایک بالکل وضعی روایت ہے عسل مصفی کا مصنف حکیم خدابخش لکھتا ہے: ''یہ قبر فرضی ہے اور بلاشک فرضی ہے۔'' (عسل مصفی ج۱ ص۴۶۶)

اس روایت کا ایک راوی محمد بن اسحٰق ہے اس پر سرور شاہ قادیانی نے القول المحمود فی شان المحمود میں زبردست جرح کی ہے۔ یہ قبر کہیں بتائی جاتی ہے اور اس کے سرہانے کا پتھر کہیں سے سالہا سال بعد پڑھنے والے نے پڑھا۔ ایک مجہول قبر کے پاس سے ایک پتھر ملا جسے مختلف زبانوں کے ماہرین السنہ پڑھ نہ پائے اور اسے سالہا سال بعد ایک مجہول شخص نے پڑھا۔ اس پر لکھا تھا کہ یہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے کوئی دوسرا ان الفاظ کو پہچان نہ سکا۔ پھر اس میں یہ کہیں لکھا نہ پایا گیا کہ یہ وادی کشمیر کی ایک قبر ہے اور یہ بھی کوئی شخص نہ بتا سکا کہ جب یہ پتھر قبر سے دور دراز لے جایا گیا اور تو اب کیا اس قبر کی نشان دہی کسی انتہائی تاریک گوشے میں نہ جا پڑی؟ قادیانیوں کے ان دلائل پر غور کیجئے۔ ان میں سری نگر کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر ثابت کرنے کے لئے کس قدر قوت اور صیانت علم موجود ہے افسوس کہ اب اسی قبر سے اٹھا یہ نیا مسیح موعود ہے۔ ہم اس پر قبر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی بحث ختم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عقائد ایسے دلائل واہیہ سے ثابت نہیں ہوتے۔

حشر عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

’’الحمد للّٰہ وسلام علٰی عبادۃ الذین اصطفٰی. اما بعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم. بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم!

یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لاعلم لنا انک انت علّام الغیوب اذ قال اللّٰہ یٰعیسی بن مریم اذکر نعمتی علیک وعلٰی والدتک اذ ایدتک بروح القدس تکلم الناس فی المھد وکھلاً واذ علمتک الکتاب والحکمۃ والتوراۃ والانجیل واذ تخلق من الطین کھئیۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیراً باذنی وتبری الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتی باذنی واذ کففت بنی اسرائیل عنک اذ جئتھم بالبیّنات فقال الذین کفروا منھم ان ھذا الّا سحر مبین‘‘ (المائدہ:۱۰۹،۱۱۰)

جس طرح ہمارا قیامت کے دن پر ایمان ہے اسی طرح ہمارا مرکر پھر جی اٹھنے پر بھی ایمان ہے۔ یہ حشر کا دن ہوگا اور سب اوّلین وآخرین اس دن ایک میدان میں جمع ہوں گے۔ محشر کے دن تمام انبیاء سے اور ان کے اس دنیا میں گزارے دنوں کے بارے میں امتوں سے سوال ہوگا اور یہ وہ دن ہوگا جب صادقین کو ان کے صدق واخلاص کا پھل ملے گا۔ یہ بڑی حاضری دوسرا صور پھونکے جانے پر ہوگی۔

’’ونفخ فی الصور فصعق من فی السمٰوات ومن فی الارض الّا من شاء اللّٰہ ثم نفخ فیہ اخریٰ فاذاھم قیام ینظرون‘‘ (الزمر:۶۸)

(ترجمہ) اور صور پھونک دیا جائے گا۔ پس آسمانوں اور زمین والے سب بیہوش ہوکر گر پڑیں گے مگر جسے اللہ چاہے پھر دوبارہ صور پھونکا جائے گا پس وہ ایک دم کھڑے ہوکر ایک دوسرے کو دیکھنے لگ جائیں گے۔ یہ جو سب اولین وآخرین کا قیام ہوگا اسی لئے اسے قیامت کہتے ہیں۔

’’فلنسئلن الذین ارسل الیھم ولنسئن المرسلین‘‘ (الاعراف:۶)

(ترجمہ) اور ہم ان سے بھی ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے اور ہم پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔

اور یہ بھی فرمایا: ’’واذ قال اللہ یٰعیسی بن مریم أانت قلت للناس اتخذونی وامّی الٰھین من دون اللہ‘‘ (المائدہ:۱۱۶)

یہاں یہ سوال خاص حضرت عیسیٰ سے ہوگا اور کسی پیغمبر سے نہیں۔

’’قال اللہ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم‘‘ (المائدہ:۱۱۹)

(ترجمہ) فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آئے گا سچوں کا ان کا سچ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تمام پیغمبروں کے حشر کا اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

’’یوم یجمع اللہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم قالوا لا علم لنا انّک علّام الغیوب‘‘ (المائدہ:۱۰۹)

(ترجمہ) جس دن جمع کرے گا اللہ سب پیغمبروں کو پھر کہے گا ان سے تمہاری بات کہاں تک مانی گئی۔ وہ کہیں گے ہم کو کچھ خبر نہیں تو ہی ہے غیب کو جاننے والا (چھپی باتوں کو جاننے والا ہے)

پیغمبروں نے اپنے اپنے وقت میں اپنی امتوں کو وہ بات کہہ دی تھی جو اللہ رب العزت نے ان کو کہی تھی لیکن قومیں کہاں تک ان کے احکام پر چلیں یہ صرف اسی کو معلوم ہے جو چھپی باتوں کو بھی جاننے والا ہے۔ امتوں کے حالات کا علم محیط صرف اسی کو ہے۔ ’’انّک انت علّام الغیوب‘‘ پر ان کی بات ختم ہوگئی۔ ان کے بعد اللہ رب العزت حضرت عیسیٰ بن مریم سے خصوصی طور پر ان کی امت کا حال پوچھیں گے۔ ان کا جواب بھی یہی ہوگا۔ ’’انّک انت علّام الغیوب‘‘

حضرت عیسیٰ بن مریم سے سوال علیحدہ کیوں کیا جائے گا

سب پیغمبروں سے سوال کرنا ’’یوم یجمع اللہ الرسل‘‘ میں آچکا۔ اب یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے علیحدہ سوال کیوں؟ اس کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ انہوں نے دو دور پائے۔ (۱) ایک دور بنی اسرائیل کے ساتھ (۲) اور ایک دور امت محمدیہ کے ساتھ۔ آپ اپنے پہلے دور کی اپنی امت پر گواہی دیں گے اور جب آپ امت محمدیہ میں آئیں گے تو اس پر حضرت خاتم النّبیین گواہی دیں گے اور اس میں عیسیٰ بن مریم بھی آپ کے ساتھ ہوں گے تو اس صورت میں آپ کے دو حشر ہوں گے، دو دفعہ پیشی ہوگی۔

’’فکیف اذا جئنا من کل امۃ بشھید و جئنابک علٰی ھٰولاء شھیدا‘‘ (النساء:۴۱)

(ترجمہ) پھر کیا حال ہوگا جب ہم لائیں گے ہر امت پر ایک گواہی دینے والا اور لائیں گے آپ کو اس امت پر گواہ بنا کر۔

اہل کتاب کے جو لوگ حضرت عیسیٰ پر ان کے نزول پر ایمان لائیں گے ان پر بھی ایک گواہی حضرت عیسیٰ کی ہوگی۔ کیونکہ ان پر وہ اس وقت ایمان لائے ’’ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیدا‘‘ میں آپ کی ان پر شہادت دینے کی تصریح کی گئی ہے اور اس دور محمدی میں وہ حضور ﷺ کی امت میں بھی ہوں گے اس جہت سے وہ ’’جئنا بک علٰی ھٰولاء شھیدا‘‘ میں بھی حضور ﷺ کی امت میں شمار ہوں گے اور ان پر بھی حضور ﷺ شہادت دیں گے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم کی ان پر گواہی کا ذکر اس آیت قرآن میں بھی ملتا ہے: ’’وان من اھل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیامۃ یکون علیھم شھیداً‘‘ (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور اہل کتاب میں کوئی گروہ نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ آپ پر آپ کی موت سے پہلے اور آپ ان پر قیامت کے دن گواہ ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم اپنی آمد ثانی کے باعث کچھ نئے حالات سے بھی دوچار ہوں گے اس لئے اللہ رب العزت نے ان سے سوال کو دوسرے پیغمبروں سے علیحدہ ایک دوسرے پیرائے میں ذکر کیا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اللہ کے کئے گئے احسانات

دوسرے انبیاء سے سوال اور ان کے جواب کے بعد اللہ رب العزت نے ان سے سوال کرنے سے پہلے اپنے انعامات خاصہ کی ایک طویل فہرست ذکر کی ہے جو اس نے آپ پر فرمائے۔ (المائدہ:۱۱۰)

جب کہے گا اللہ: اے عیسیٰ بیٹے مریم کے یاد کر میرے احسانات کو جو تجھ پر ہوئے اور تیری ماں پر جب (۱) مدد کی میں نے تیری روح القدس سے (۲) کہ کلام کرتا تھا تو لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں (۳) جب سکھلا دی میں نے تمہیں کتاب (قرآن) اور حکمت

(سنت) اور تورات اور انجیل اور (۴) تو جب بناتا تھا میرے کہنے سے گارے سے پرندے کی صورت اور اس میں تو پھونک لگاتا تھا سو وہ ہو جاتا تھا پرندہ میرے حکم سے اور (۵) تو اچھا کرتا تھا مادرزاد اندھے کو اور برص کے مریض کو میرے حکم سے اور (۶) جب تو نکال کھڑا کرتا تھا۔ میرے حکم سے مردوں کو اور (۷) جب میں نے بنی اسرائیل کے (ناپاک) ہاتھوں کو تم سے روکے رکھا۔ جب تو لے کر آیا تھا ان کے پاس (میرے) نشان۔

یہ ان احسانات میں سے کچھ ہیں جو اللہ رب العزت نے آپ پر فرمائے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے حشر کے دن دوٹوک سوال

اللہ رب العزت نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر اپنے مذکورہ احسانات کا ذکر کرنے کے بعد اگلے رکوع کا آغاز اس سے کیا ہے: ’’**واذ قال اللہ یا عیسیٰ بن مریم أانت قلت للنّاس اتخذونی وامّی الٰهین من دون اللہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحق ان کنت قلته فقد علمته تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انک انت علّام الغیوب. ما قلت لهم الّا ما امرتنی به ان اعبدوا اللہ ربّی وربّکم وکنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرقیهم علیهم وانت علیٰ کل شئ شهید**‘‘ (المائدہ:۱۱۶،۱۱۷)

(ترجمہ) اور جب کہے گا اللہ تعالیٰ اے عیسیٰ بیٹے مریم کے کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود ٹھہرا لو کہے گا عیسیٰ، اے اللہ تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ ایسی بات کہوں جس کا مجھے حق نہیں اگر میں نے انہیں یہ کہا ہوگا تو تجھے ضرور معلوم ہے تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ بے شک تو ہی ہے چھپی باتوں کو جاننے والا۔ میں نے کچھ نہیں کہا ان کو مگر وہی جو تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ بندگی کرو ایک اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان میں نگہبان رہا (دھیان رکھنے والا) پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان کا دھیان رکھنے والا اور تو ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے۔

سوال وجواب پر ذرا اور غور فرمائیں:

۱...... جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ کیا تو نے لوگوں کو کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو معبود ٹھہراؤ تو اس پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام نے کسی تعجب کا اظہار نہیں کیا کہ اچھا ایسا

ہوا تھا؟ انہوں نے مجھے اور میری ماں کو معبود ٹھہرالیا تھا؟ اس پر آپ کا متعجب نہ ہونا اور سوال نہ کرنا بتلاتا ہے کہ آپ کو پہلے خبر ہو چکی تھی کہ ان لوگوں نے ایسا کیا ہے۔ اب سوال یہ نہیں کہ ایسا ہوا یا نہیں سوال یہ رہا ہے کہ کیا آپ نے کہا تھا؟ یا انہوں نے خود یہ راہ اختیار کی۔ آپ نے اسے علم الٰہی کی طرف لوٹایا کہ اگر میں نے ایسا کہا تھا تو یہ ضرور تیرے علم میں ہوگا اور تو ہر چھپی بات کو جاننے والا ہے۔

اگر یہ بات نئے سرے سے ہوئی گویا آپ کو اب بتایا جارہا ہے کہ آپ کی قوم نے آپ کے بعد ایسا کیا تھا تو آپ یقیناً اس پر متعجب ہوتے۔ اپنی حیرانی کا اظہار کرتے اور آپ کا کلام مقتضائے حال کے مطابق ہوتا اور قرآن کریم کا تو ہر بیان مقتضائے حال کے مطابق ہوتا ہے وہ اصالتاً ہو یا حکایتاً۔

سو اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کو اس سے پہلے اپنی قوم کے اس عمل کا پتہ چل چکا تھا ایسا نہ ہوتا تو یہ بات جملۂ خبریہ میں ہوتی یہ جملۂ استفہامیہ ہے کہ کیا آپ نے انہیں ایسا کہا تھا؟

آپ کو یہ خبر کب ہوئی ہوگی کہ لوگوں نے آپ کے بعد ایسا کیا تھا؟ آپ کے نزول فرمانے پر لوگوں کے بتانے سے آپ کو اپنی امت کے ان اعمال کا پتہ چل جائے گا اور جب یہ بات ہوگی آپ اس سے پہلے سے باخبر ہوں گے۔ البتہ یہ بات کہ یہ غلط عقیدہ کن لوگوں نے ایجاد کیا تھا، اسے صرف اللہ ہی جانتے ہیں۔ ’’واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم‘‘

۲…… حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی عبادت کرنے والوں کو کبھی نہ دیکھا تھا۔

حضرت عیسیٰ بن مریم نے اپنے پہلے دور میں بھی کسی کو اپنی یا اپنی ماں کی عبادت کرتے نہ پایا آپ رومیوں اور یہودیوں کے مظلوم رہے کسی طبقے کے معبود نہ مانے گئے تھے۔ آپ کی عبادت آپ کے اس دور کے بعد شروع ہوئی اور آپ اپنے دوسرے دور (عہد بعد نزول) میں بھی کسی کو اپنی عبادت کرتا نہ پائیں گے۔ آپ کے نزول کے بعد جملہ عیسائی آپ پر ایمان لے آئیں گے اور اس میں کوئی تاخیر نہ ہوگی۔ ابن آدم کی عبادت آپ کے نزول فرمانے پر بند ہو جائے گی۔

سو نہ آپ نے اپنے پہلے دور میں کسی کو اپنی عبادت کرنے پایا نہ دوسرے دور میں اور ان کے آپ کی عبادت کرنے کا علم محیط تفصیلی ایک اللہ رب العزت کے سوا اور کس کو ہوسکتا ہے۔ حضرت عیسیٰ کا اس دن ’’انک انت علام الغیوب‘‘ کہنا اس علم محیط تفصیلی کے

اعتبار سے ہوگا اور آپ کا انہیں اپنی عبادت کرتے نہ دیکھنا یہ امر واقعہ ہے اور اسی پر وہ کہیں گے کہ میں تو ان کے اس عمل کا گواہ اس وقت تک رہا جب میں ان میں تھا۔ یہ آپ کی زندگی کے درمیانی دور میں ہوا جب آپ ان میں نہ رہے تھے۔

۳...... یہ سوال وجواب چونکہ حشر کے دن کا ہے اور اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے رفع اپنے نزول اپنے کارناموں اور کاموں اور اپنی وفات سے گزر چکے ہوں گے تو اگر توفیتنی کو اپنے حقیقی معنی (اخذ الشئی وافیاً کسی چیز کو پورا پورا لینا) میں نے بھی نہ لیں مجازی معنی (موت) میں ہی لیں تو بھی اس سے آپ کے رفع ونزول کا انکار لازم نہیں آتا۔ یہ آپ کی عبادت ان دو دوروں کے درمیان میں ہوئی اور اگر اسے اس کے اصل معنی میں لیں کہ جب تو نے مجھے اٹھالیا تو بھی اس سوال وجواب میں کوئی بدمزگی واقع نہیں ہوتی اور یہ بات اسلامی عقیدے پر بالکل درست اترتی ہے۔

قادیانی اس بات سے بہت پریشان ہوتے ہے کہ اس سوال وجواب کو وہ قیامت کے دن پر رکھیں۔ کیونکہ اس وقت تو حضرت عیسیٰ باتفاق فریقین وفات پاچکے ہوں گے اور ان کا توفیتنی کہنا دونوں ترجموں کے مطابق صحیح اترے گا یعنی حقیقی کیا جائے یا مجازی۔ اس پر قادیانی مبلغین نے یہ غلط عقیدہ بنالیا کہ یہ بات پہلے سے ہوچکی ہے اور حضرت عیسیٰ سے یہ سوال وجواب پہلے سے ہوچکے ہوئے ہیں۔ یہ قیامت کے دن نہ ہوں گے یہ وہ اس لئے کہیں گے کہ وہ توفیتنی کو وفات مسیح کی دلیل بناسکیں۔ ان کا اس آیت کا ترجمہ مسلمانوں کے ترجمہ سے بہت مختلف ہوتا ہے۔

مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’آیت: ’’فلمّا توفّیتنی‘‘ سے پہلے یہ آیت ہے: ’’واذ قال اللہ یعیسیٰ بن مریم أانت قلت للنّاس...... الخ!‘‘ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اوّل اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ استقبال کا اور پھر ایسا ہی جو جواب حضرت عیسیٰ کی طرف سے ہے۔ یعنی فلمّا توفینتی وہ بھی بصیغہ ماضی ہے اور اس قصہ سے پہلے جو بعض دوسرے قصے قرآن کریم میں اسی طرز سے بیان کئے گئے وہ بھی انہیں معنوں کے مؤید ہیں۔ مثلاً یہ قصہ ’’واذ قال ربک للملٰئکۃ انّی جاعل فی الارض خلیفہ‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۰۲، خزائن ج۳ ص۴۲۵)

۴...... اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کے اس سوال و جواب پر فرمایا:''ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم'' (المائدہ:۱۱۹)

(ترجمہ) یہ وہ دن ہے کہ سچے لوگوں کو ان کا سچ کام آئے گا۔

یہ قاعدہ کلی نہیں ہے کہ اذ ہمیشہ ماضی کے لئے آتا ہے یہ کبھی اذا کے معنی بھی دیتا ہے۔

قرآن پاک میں ہے:''فسوف یعلمون اذا لاغلال فی اعناقھم والسلاسل یسحبون'' (المومن:۷۰،۷۱)

(ترجمہ) سو جلدی جان لیں گے جب طوق پڑیں گے ان کی گردنوں میں اور زنجیریں (ان کے پاؤں میں) گھسیٹے جائیں گے۔

یہاں اذ ظرف زمانی ہے اور یہ ایک اگلے دور کی خبر دی جارہی ہے۔''سوف'' اس کی دلیل ہے کہ یہ آئندہ واقع ہوگا اور''یعلمون'' بھی اس پر دال ہے۔ یہ اس طرح ہے جیسے اذا جو ماضی پر داخل ہوکر مضارع کے معنی دیتا ہے کبھی اذ کے معنی بھی دیتا ہے اور ماضی بن جاتا ہے۔ جیسے:

۱...... ''حتی اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنّوا انّ لا ملجأ من اللہ الّا الیہ'' (التوبہ:۱۱۸)

(ترجمہ) یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ ہوگئیں ان پر ان کی جانیں اور سمجھ گئے کہ اب کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف۔

۲...... ''اذا راؤ تجارۃ او لھوٍ انفضّوا الیھا وترکوک قائما'' (الجمعہ:۱۱)

(ترجمہ) اور جب دیکھا انہوں نے سودا بکتا یا کوئی تماشا تو چلے گئے ان کی طرف اور آپ کو کھڑے چھوڑ دیا۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ اذ اور اذا دونوں کبھی ایک دوسرے کے معنی میں بھی آتے ہیں۔''والیل اذ ادبر والصبح اذا اسفر''(المدثر:۳۳،۳۴) سو جب اذ بمعنی اذا ہونے کا احتمال نکل آیا تو مرزا غلام احمد کا یہ استدلال کہ یہ واقعہ ہوچکا ہوگا اور یہ سوال جواب بھی ہوچکے ہوئے ہیں اور حضرت عیسیٰ کی وفات ہوچکی ہوئی ہے، جاتا رہا''اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال'' غلام احمد نے لفظ اذ سے وہ استدلال کیا کہ اس کے

دوسرے معنی میں ہونے کی بھی پوری گنجائش موجود ہے۔ سو یہ ایک دوسرے احتمال کے ہوتے ہوئے ایک طرف کا استدلال ہے جو اہل علم کے ہاں کوئی وزن نہیں رکھتا۔

نحو کی کتاب مغنی اللبیب میں اذا کی بحث میں لکھا ہے: ''تجئ للماضی کما تجئ اذ للمستقبل''

(ترجمہ) اذا کبھی ماضی کے لئے بھی آجاتا ہے، جیسے اذ کبھی مستقبل کے لئے آجاتا ہے۔

افسوس کہ مرزا غلام احمد نے اپنا یہ عقیدہ بنالیا کہ یہ سوال و جواب قیامت کے دن نہ ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ کا یہ حشر ہو چکا ہوا ہے۔ یہ اعتقاد قطعاً باطل ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی یہ شہادت قیامت کے دن ہوگی

قرآن کریم نے بہ نص صریح ی بات کہی ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن ہوگا۔ مگر غلام احمد کہتا ہے یہ ہو چکا: ''یہ سوال حضرت عیسیٰ سے عالم برزخ میں ان کی وفات کے بعد کیا گیا تھا نہ یہ کہ قیامت میں کیا جائے گا۔'' (ازالہ اوہام ص ۷۴۸، خزائن ج ۳ ص ۵۰۳)

اب قرآن پاک کی یہ شہادتیں ملاحظہ فرمائیں:

قرآن پاک کی پہلی شہادت

۱...... ''ویوم القیامة یکون علیهم شهیدا'' (النساء:۱۵۹)

(ترجمہ) اور حضرت عیسیٰ قیامت کے دن ان اہل کتاب پر ان کے ایمان لانے پر گواہ ہوں گے۔

قرآن کی دوسری شہادت

۲...... حضرت عیسیٰ بن مریم کی اس شہادت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کی اس دن کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ ''یوم یجمع اللّٰہ'' میں استقبال کی خبر کر دی گئی ہے اور وہ ایک دن ہوگا اسے ہی قیامت کا دن کہتے ہیں۔

''یوم یجمع اللّٰہ الرسل فیقول ما ذا اجبتم'' (المائدہ:۱۰۹)

(ترجمہ) جس دن اللہ تمام پیغمبروں کو جمع کرے گا اور پوچھے گا تمہاری بات کہاں تک مانی گئی۔

قرآن کی تیسری شہادت

۳…… امتوں اور رسولوں سے یہ سب سوال وجواب اسی دن ہوں گے جسے قیامت کا دن کہتے ہیں۔

’’فلنسئن الذین ارسل الیھم ولنسئلن المرسلین‘‘ (الاعراف:۶)

(ترجمہ) سو ہم ضرور پوچھیں گے ان سے جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے اور پیغمبروں سے بھی ہم ضرور سوال کریں گے۔

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب سوال وجواب قیامت کے دن ہوں گے اور وہی یوم الحساب ہے نہ کہ یہ سوال وجواب ماضی میں ہوگئے ہوئے ہیں۔ (استغفر اللہ)

انّی متوفّیک کے وعدہ کی تکمیل کا ذکر

۱…… حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ توفیتنی (کہ تو نے مجھے پورے کو لے لیا) کہنا وعدہ ’’انّی متوفیک‘‘ (آل عمران:۵۵) کی تکمیل ہے اور اس میں جو ’’رافعک الیّ‘‘ تھا (کہ تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں) اس وعدہ کی تکمیل ’’بل رفعہ اللہ‘‘ (النساء:۱۵۸) میں ہو چکی۔ حضرت عیسیٰ کی اپنی قوم سے جدائی ’’متوفیک‘‘ سے ہوئی تھی اور اللہ کے ہاں پہنچنا ’’رافعک الیّ‘‘ سے ہوا۔ اب حشر کے دن سوال کا جواب یہ ہوگا کہ میں ان سے خبردار اسی دور تک رہا جب تک میری توفی نہ ہوئی تھی اس لئے متوفیک کی تکمیل یاد دلائی گئی کہ اس میں یہ اگلے سب وعدے آگئے ہیں۔

متوفیک (آپ کو پورا لینے والا ہوں) اس قوم کی نسبت سے تھا جن سے آپ علیحدہ ہوئے اور رافعک الیّ اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت سے کہا کہ تجھے میں اپنی طرف اٹھا لوں گا۔ آپ کو میں اپنے پاس رکھوں گا سو یہ ایک ہی عمل ہے جسے اپنے بدو امبداء کے اعتبار سے توفی کہا اور اگلے پہلو سے اس نے رفع کا نام پایا یہ ایک ہی عمل کے دو پہلو ہیں۔

’’مطھرک من الذین کفروا‘‘ میں بتایا گیا کہ اب آپ کا رہنا اللہ کے ہاں مقربین (فرشتوں) میں ہوگا، کافروں میں نہیں۔ اللہ نے آپ کو کافروں سے نکال لیا ہے سو یہ نہ ہوگا کہ اب آپ کشمیر میں پھر ہندوؤں میں جا گھریں۔ کسی صفت سے تطہیر (جیسے لیذھب عنکم الرجس) اور موصوف سے تطہیر میں اصولی فرق ہے۔ ’’مطھرک من

الذین کفروا ‘‘ سے مراد یہ ہے کہ آپ کا کافروں میں رہنا نہ ہوگا۔ ان کے ہاتھ آپ تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان سے پورے کا پورا لے لینا ہے۔ توفی کی حقیقت (اخذ الشئ وافیاً) آپ پر پوری طرح اتری اور اس میں اس مجازی معنی کا بھی انکار نہیں جس سے آپ کو آخر کار گزرنا ہوگا اور موت بہر حال آپ پر آ کر رہے گی اور آپ کو ان کافروں سے پاک کر دیا گیا، ان کے ہاتھ کبھی آپ کو چھو نہ پائے۔

’’واذ کففت بنی اسرائیل عنک‘‘

اور جب میں نے بنی اسرائیل کے ہاتھوں کو تجھ سے روکے رکھا۔ وہ تجھ تک پہنچ نہ پائے۔

۲...... بنی اسرائیل سے نکلنے کو قرآن پاک نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی توفی کہا ہے اور مطھرک من الذین کفروا اسی توفی کی تفسیر ہے۔ سو آپ کی یہ توفی بجسدہ وروحہ ہوئی اور رافعک الیّ اور مطھرک من الذین کفروا اسی توفی کی مختلف تعبیریں ہیں۔ واؤ سے اس مغالطہ میں نہ پڑیں کہ یہ توفی علیحدہ علیحدہ مکمل ہوئی۔

اس توفی سے آپ اس بات کے ذمہ دار نہ ٹھہرے کہ آپ کی قوم نے کیوں آپ کو خدا کا بیٹا ٹھہرا لیا اور معبود بنا لیا آپ پر اس وقت یہ ذمہ داری نہ تھی۔

’’یاد رہے کہ واؤ کا حرف تفسیر کے واسطے بھی ہوا کرتا ہے۔‘‘

(مولوی حکیم نور الدین کا خط ایک سائل کے جواب میں ملحقہ ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۶، خزائن ج ۳ ص ۶۳۰)

مرزا غلام احمد کے عقیدہ میں بھی آپ کی توفی موت سے نہ ہوئی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل سے جن کی طرف آپ مبعوث ہوئے تھے۔ ’’لقولہ تعالیٰ ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل‘‘ نکال کر کشمیر پہنچا دیا۔ یہ آپ کی توفی ہوئی جو آپ کافروں سے اٹھا لئے گئے اور کشمیر پہنچا دیئے گئے۔ کشمیر کی طرف چونکہ آپ کی بعثت ہی نہ تھی اس لئے وہاں کے لوگ آپ کے مخاطب نہ تھے، نہ آپ کے نہ ماننے سے وہ کافروں میں شمار ہوئے۔ رہے بنی اسرائیل تو انہوں نے بدھ مذہب اختیار کر لیا تھا سو آپ کی توفی شام سے کشمیر کی طرف ہوئی اور پھر ۷۵ سال بعد آپ کی موت ہوئی اور آپ کی توفی موت کی صورت سے نہ ہوئی۔ آپ پورے کے پورے کشمیر آ گئے اور اسی کا اقرار آپ (حضرت عیسیٰ بن مریم) قیامت کے دن اللہ کے حضور میں فلمّا توفیتنی (جب تو نے مجھے توفی دی) سے کریں گے کہ تو نے مجھے وہاں سے نکال کر کشمیر میں

پہنچا دیا تو اس دوران ان کا (بنی اسرائیل) تو ہی نگہبان تھا۔

بنی اسرائیل سے نکلنے کو قرآن نے توفی کہا ہے۔ بے شک حضرت عیسیٰ بن مریم بنی اسرائیل کی طرف رسول ہو کر آئے تھے۔ ’’ورسولاً الیٰ بنی اسرائیل ‘‘(آل عمران:۴۹) اور انہوں نے ہی آپ سے بدسلوکی کی اور بقول مرزا غلام احمد انہیں صلیب پر کھینچا اور سمجھتے رہے کہ انہوں نے صلیب پر جان دے دی ہے مگر وہ زندہ رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان لوگوں سے نکال کر ارض کشمیر میں لا آباد کیا۔ وہ وہاں ۷۵ سال زندہ رہے۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’چونکہ مسیح جانتا تھا کہ میں صلیب سے بچ کر دوسرے ملک میں چلا جاؤں گا اور خدا نہ مجھے ہلاک کرے گا اور نہ دنیا سے اٹھائے گا جب تک کہ میں یہودیوں کی بربادی اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لو اور جب تک کہ وہ بادشاہت جو برگزیدوں کے لئے آسمان میں مقرر ہوتی ہے، اپنے نتائج نہ دکھلاوے، میں ہرگز وفات نہ پاؤں گا۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں ص ۳۵، خزائن ج ۱۵ ص ۳۷)

اس عبارت کی روشنی میں حضرت عیسیٰ بن مریم زندگی کے تین دائروں میں رہے۔

۱...... یہودیوں کے اقتدار میں تکلیفوں کا دور اور صلیب پر لے جایا جانا۔

۲...... صلیب پر موت سے بچ نکلنا اور افغانستان اور کشمیر میں چلے آنا۔

۳...... کشمیر میں ۷۵ سال گمنامی کی زندگی بسر کرنا اور پھر وفات پانا۔

ان میں توفی پہلے دو ادوار کے درمیان واقع ہوئی اور وفات تیسرے دور کے آخر میں، یہ صورت حال بتلاتی ہے کہ آپ کی توفی اور موت دو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ہیں اور آپ کے لئے توفی یعنی موت کبھی واقع نہ ہوئی۔

قرآن پاک کی پہلی شہادت کہ توفی بمعنی موت نہیں

قرآن کریم نے آپ کے بنی اسرائیل سے نکلنے کو ان کی توفی سے ذکر کیا ہے اور آپ کی یہ توفی بروحہ وجسدہ واقع ہوئی جب آپ روح مع الجسد کشمیر میں آباد ہوئے انہیں دنوں بنواسرائیل میں عقیدہ الوہیت مسیحیت پیدا ہوا جس وقت پیلاطوس نے ان میں اس عقیدہ کو فروغ دیا اس وقت حضرت عیسیٰ ان میں نہ تھے۔ وہاں سے کشمیر جاچکے تھے۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ آپ سے پوچھیں گے کہ کیا انہوں بنی اسرائیل میں یہ عقیدہ تثلیث

پھیلایا تھا تو وہ کہیں گے کہ میں ان پر اسی وقت تک گواہ تھا جب تک میں ان میں رہا اور جب تو نے مجھے ان سے نکال لیا تو تو ہی ان کا نگران تھا اور تو ہر بات پر گواہ ہے۔ میری توفی تو تو نے کشمیر میں کردی تھی۔ توفی لغت میں اخذ الشئ وافیاً کو کہتے ہیں (کہ تو نے مجھے توفی دی) مجھے پورے کا پورا وہاں (کشمیر) پہنچادیا۔

قرآن پاک کی اس آیت میں ان کے بنواسرائیل میں نہ رہنے کے جواب میں توفیتنی وارد ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ ان کے شام سے کشمیر جانے کی صورت میں واقع ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو پورے کا پورا (بجسدہ وروحہ) شام سے کشمیر پہنچادیا وہاں اس کے ۸۵ سال بعد آپ کی وفات ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی توفی (شام سے پورے کا پورا کشمیر لے جایا جانا) آپ کی موت سے ۸۵ سال پہلے ہوئی۔ یہ صحیح ہے کہ توفی مجازی طور پر موت کے معنی میں بھی آتا ہے لیکن یہاں قرآن میں یہ اپنے حقیقی معنی میں رہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنی اسرائیل سے توفی دے کر کشمیر میں لاآباد کیا۔ آپ پورے کے پورے وہاں جاآباد ہوئے۔

قادیانیوں کے چیلنج کو چیلنج

قرآن پاک کی یہ آیت اس پر نص ہے کہ توفی موت کے معنی میں نہیں اور یہی توفی کی حقیقت ہے۔ اس آیت میں توفی فعل ہے، اللہ اس کا فاعل ہے اور ایک ذی روح انسان اس کا مفعول ہے اور معنی پورے طور پر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کے ہیں، موت کے نہیں۔

ہم قادیانیوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ قرآن پاک سے ایک جگہ کی نشان دہی کریں جہاں توفی باب تفعل میں ہو فاعل اس کا خدا ہو اور مفعول ذی روح ہو اور یہ لفظ حقیقی پیرائے میں موت کے معنی میں آیا ہو۔

قرآن پاک میں آپ یہ کہیں نہ دکھاسکیں گے، قرآن کریم میں تو نیند کو بھی توفی کہا گیا ہے۔

قرآن کریم کی دوسری شہادت کہ توفی بمعنی موت نہیں

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی توفی کی یہ صورت بیان کی ہے: ’’ومطھرک من الذین کفروا ‘‘ کہ جن لوگوں نے تیرا انکار کیا میں تمہیں ان سے

پاک رکھوں گا، بچالوں گا۔ یہ آپ کی تطہیر انہیں کفار کی اس پوری سوسائٹی سے نکالنا ہے۔ یہ تطہیر تبھی فائدہ مند ہوسکتی ہے کہ بصورت موت نہ ہو۔ توفی بصورت تطہیر اسی طرح ہوسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو شام سے نکال کر جن کی طرف آپ مبعوث کئے گئے تھے، کشمیر پہنچادے۔ موت کبھی بصورت تطہیر نہیں ہوتی موت وارد ہونے کے بعد میت کو غسل دیا جاتا ہے۔ تب اس کی تطہیر ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی توفی کی تفسیر رفع اور تطہیر من الکفار سے کی ہے سو آپ کی یہ توفی موت کے معنی میں نہیں۔ موت کو کبھی تطہیر من الکفار سے تعبیر نہیں کیا جاتا اور قرآن پاک نے یہاں حضرت عیسیٰ کی توفی کو رفع اور تطہیر من الکفار سے تعبیر کیا ہے۔ دیکھئے! یہاں فاعل بھی خدا ہے، مفعول ذی روح انسان ہے اور باب تفعل ہے اور معنی موت کے نہیں۔ ’’**یا عیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ**‘‘ (آل عمران:۵۵)

’’**رافعک الیّ**‘‘ اور ’’**مطھرک**‘‘ میں عطف تفسیر کا ہے اور یہاں توفی رفع اور تطہیر من الکفار کے معنی میں ہے۔ رفع کی تفسیر دوسرے مقام پر بمقابلہ قتل مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ قتل بدن کا ہوتا ہے نہ کہ روح کا۔

سو توفی یہاں پورا اٹھائے جانے کے معنی میں ہے قرآن نے جب توفی کا معنی رفع وجودی کردیا ہے اور **مطھرک من الذین کفروا** کے معنی مرزا قادیانی نے شام سے کشمیر پہنچانے کے کردیئے تو اب اس میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ یہاں توفی لے جانے کے معنی میں ہے موت کے معنی میں نہیں ہے۔

توفی کے معنی پر مسلمانوں اور قادیانیوں کا اتفاق

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم کی توفی شام سے ارض کشمیر فرمائی اور آپ بنو اسرائیل سے نکال کر بجسدہ وروحہ کشمیر پہنچادیئے گئے تو اس میں ہمارا قادیانیوں سے اختلاف نہ رہا کہ دونوں اس پر متفق ہوئے کہ توفی کا معنی موت نہیں ایک جگہ سے نکال کر پورے کا پورا دوسری جگہ لے جانا ہے۔ اختلاف صرف اس میں ہے کہ آپ شام سے نکال کر کشمیر پہنچائے گئے یا آپ آسمانوں پر اٹھالئے گئے۔ انصاف سے کام لیا جائے تو اب توفی کی

بحث ختم ہوجاتی ہے اور اس کی تفسیر میں رفع کا لفظ زیر بحث آجاتا ہے۔ قادیانی یہ نہیں کہتے کہ آپ کی توفی تو کشمیر تک ہوئی اور پھر وہاں سے آپ کا رفع ہوا وہ سری نگر کشمیر میں حضرت عیسیٰ کی قبر کے قائل ہیں۔ ہمارے نزدیک آپ کی توفی رفع اور کافر معاشرے سے تطہیر سب ایک ہی حقیقت کے مختلف پیرائے ہیں۔

رفع سے کیا مراد ہے اس کی پوری تحقیق ہم رفع عیسیٰ بن مریم میں کر آئے ہیں یہاں صرف لفظ توفی کی بحث پیش نظر ہے، ہم مرزا قادیانی کی تحریرات سے ثابت کر آئے ہیں کہ توفی موت کے معنی میں نہیں گو مجازی طور پر ہم موت کو بھی توفی کہہ سکتے ہیں۔

ہمارا یہ جواب علیٰ سبیل التنزل ہے۔ یہ قادیانی مسلمات کے مطابق ہے ہم حضرت عیسیٰ بن مریم کے کشمیر جانے کے قائل نہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ کی توفی رفع کی صورت میں ہوئی۔ آپ کی بنی اسرائیل سے جدائی اور آسمان پر لے جایا جانا معاً واقع ہوا۔ قرآن پاک کی یہ دونوں آیتیں ان دونوں بلکہ تینوں باتوں کو متصلاً بیان کر رہی ہیں۔

ایک سوال: حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے **متوفیک کا معنی ممیتک** بیان کیا ہے۔ مندرجہ بالا آیات کا سیاق وسباق جب یہ معنی نہیں دیتا تو حضرت ابن عباسؓ جیسے فاضل نے اس کے یہ معنی کیسے کر دیئے ہیں۔

الجواب: انہوں نے توفی کے مجازی معنی مراد لئے ہیں اور لغت میں یہ تصریح موجود ہے کہ لفظ توفی مجازاً موت کے معنی بھی آتا ہے اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ بن مریم تجھے موت میں دوں گا تیری موت طبعی ہوگی۔ یہ تجھے مار نہ سکیں گے۔ اس وقت ان کے مکر اور ان کی سازش سے نکلنے کی صورت یہ ہوگی کہ تجھے میں اپنی طرف اٹھا لوں گا ان لوگوں کی پکڑ سے تجھے پاک رکھوں گا، ان کے ناپاک ہاتھ تجھ تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اس میں اللہ رب العزت نے اپنی تدبیر بھی بتلا دی اور پھر یہ بھی بتا دیا کہ تیری موت ان کے ہاتھوں نہیں، میرے حکم سے آئے گی میں تمہیں موت دوں گا۔

آپ کو ان کے پروگرام سے بچانے کی خبر پہلے دے دی۔ زیادہ فکر اسی کی تھی۔ یہاں اس نے بتلا دیا کہ وہ تجھے مار نہ سکیں گے تجھے اپنے وقت پر موت میں دوں گا۔ یہ بچانے کی صورت کیا ہوگی وہ آگے بیان کر دی۔

یہ جواب ہم نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے اپنے عقیدہ کی روشنی میں دیا ہے آپ کا عقیدہ تھا کہ آپ کا رفع بھی بجسدہ العنصری ہوا اور آپ قرب قیامت میں بجسدہ العنصری دوبارہ زمین پر آئیں گے۔

۱...... ’’یاعیسیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ ومطهرک من الذین کفروا‘‘ (آل عمران:۵۵)

۲...... ’’کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم فلمّا توفّیتنی‘‘ (المائدہ:۱۱۷)

پھر اس پر پوری امت کی شہادت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بنو اسرائیل سے علیحدگی کے ساتھ ہی آپ کی توفی (رفع) ہوئی تھی اور سب مسلمانوں نے فلمّا توفیتنی کا معنی یہی کیا ہے کہ اے اللہ جب تو نے مجھے (آسمانوں میں) اٹھالیا تو پھر تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ رفع کی بحث میں ہم اس پر صدی وار شہادتیں پیش کر آئے ہیں، کچھ اشارات ہم یہاں بھی کئے دیتے ہیں۔

۱...... علامہ بغوی (۵۱۶ھ) لکھتے ہیں: ’’(فلما توفیتنی) قبضتنی ورفعتنی الیک‘‘ (معالم التنزیل ج۱ ص۲۵۲، المائدہ:۱۱۷)

۲...... علامہ رازی (۶۰۶ھ) ’’والمراد منه وفاة الرفع الی السماء‘‘ (تفسیر کبیر ج۱۲ ص۴۶۶، المائدہ:۱۱۷)

۳...... علامہ قرطبی (۶۷۱ھ)

۴...... ابن حیان اندلسی (۶۵۴ھ)

۵...... علامہ بیضاوی (۶۸۵ھ)

۶...... علامہ خازن (۷۴۱ھ) ’’توفیتنی یعنی فلمّا رفعتنی الی السماء فالمراد به وفاة الرفع لاالموت‘‘ (تفسیر خازن ج۱ ص۳۷۷، المائدہ:۱۱۷)

۷...... علامہ زمخشری (۸۱۵ھ)

۸...... علامہ مہائمی (۸۳۵ھ)

۹...... علامہ ابوالسعود (۹۸۲ھ) ’’فلمّا توفیتنی بالرفع الی السماء کما فی قوله تعالیٰ انی متوفیک ورافعک الیّ فان التوفی اخذالشئ وافیاً والموت نوع منه‘‘ (ج۳ ص۱۰۱، المائدہ:۱۱۷، الشاملة)

تمہید

مقام عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام

الحمد لله وسلام علی عباده الذين اصطفیٰ. امّا بعد!

آج کی مجلس میں اس امر کا بیان ہے کہ اسلامی عقیدے میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی کیا عظمت وشان ہے اور قادیانی آپ کی تنقیص شان میں کس پستی میں گرے اور گھرے ہیں۔ **اعاذنا الله منه!**

مسلمان جب شاہ روم ہرقل کے دربار میں پہنچے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے برسر دربار بڑے زور سے سورۃ مریم کی تلاوت فرمائی۔ پیرایہ تلاوت اتنا پرتاثیر تھا کہ ہرقل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کا اس موقع پر قرآن کریم کی سورۃ مریم کی تلاوت کرنے کا ایک بڑا مقصد یہ تھا کہ قرآن کریم نہ صرف حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی تکریم بتلاتا ہے بلکہ اس پورے خاندان کو ایک برگزیدہ سلسلہ بیان کرتا ہے۔ عمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نانا کا نام تھا۔ سورۃ آل عمران انہی کے خاندان کا تذکرہ ہے اس سے پہلے ایک اور عمران گزرے ہیں وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد تھے۔

’’ انّ الله اصطفیٰ آدم ونوحاً وآل ابراهيم وآل عمران علی العالمين ‘‘ (آل عمران:۳۳)

(ترجمہ) بے شک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو سارے جہانوں سے۔

قرآن کریم کی ان ہدایات اور تصریحات کی روشنی میں مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی عزت وتوقیر کے ساتھ ساتھ اس پورے خاندان کی شرافت ونجابت کے قائل

ہیں اور ان کی توہین میں ایک لفظ بولنا ایمان کے منافی جانتے ہیں مگر قادیانی مذہب کے لوگ جن کا سربراہ مرزا طاہر (جو لندن کے علاقہ ٹلفورڈ میں رہتا ہے) وہ اس پورے خاندان کی بے عزتی اور توہین میں برابر لگا رہتا ہے اور جب تک اس پورے خاندان کے خلاف زہر نہ اگلے اسے سکون نہیں ملتا۔ اس کا آپ کے بارے میں عقیدہ دیکھئے جو اس نے اپنے دادا سے وراثت میں پایا ہے۔

غلام احمد لکھتا ہے: ''آپ (یعنی حضرت مسیح) خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زناکار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص۷ حاشیہ، خزائن ج۱۱ ص۲۹۱)

مسلمان جب اس پر احتجاج کرتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہم یہ بات از روئے بائبل کہتے ہیں۔ حالانکہ بائبل میں بھی اس قسم کی کوئی بات اس پیرایہ میں نہیں ملتی۔ یہ اس کے دل کی اپنی بھڑاس ہے جو وہ بار بار نکالتا ہے۔

برطانیہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں چار قومیں دو حصوں میں بٹی ہوئی ہیں، یہودی اور قادیانی ایک طرف ہیں، عیسائی اور مسلمان دوسری طرف۔

یہودی اور قادیانی شروع دن سے حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کے مخالف ہیں۔ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح بن مریم اور آپ کی والدہ مطہرہ پر طرح طرح کے الزامات لگائے اور آپ کو قتل کرنے کے منصوبے تک بنائے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی اور ان پر لگائے گئے الزامات کا قرآن کریم میں جواب دیا اور بتایا کہ یہودیوں کے الزامات قطعاً غلط ہیں۔ آپ کا دامن ان برائیوں سے پاک ہے جو آپ کی جانب ان لوگوں نے منسوب کر رکھی ہیں۔

قادیانی بھی ابتدا سے حضرت مسیح کے بارے میں سب وشتم کرتے رہے اور آپ پر انتہائی غلط بہتان لگاتے رہے۔ ان کی تعلیمات کے نتیجہ میں ہر چھوٹا بڑا قادیانی حضرت مسیح کے بارے میں زبان دراز ہے اور آپ کی پاک ذات کو اسی انداز میں نشانہ طعن بناتے ہیں

کہ شرافت اپنا سر پیٹ کر رہ جاتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان کتابوں کو جن میں حضرت مسیح بن مریم کے بارے میں بدزبانی کی گئی ہے بڑے آب وتاب سے شائع کیا گیا ہے۔ یہ محض اس لئے کہ مسلمانوں کو حضرت مسیح کے بارے میں اسی زبان پر لایا جائے جو مرزا غلام احمد کی اپنی زبانی ہے۔

برصغیر پاکستان وہند کے مسلمان اس صورت حال سے واقف تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی عزت وتکریم کے لئے اپنا سب کچھ داؤ پر لگا چکے تھے وہ قادیانیوں کو ہر موڑ پر بے نقاب کرتے رہے۔ جب قادیانی برطانیہ آئے اور یہاں انہوں نے وفات مسیح کے نام سے کانفرنس کر کے حضرت مسیح کے بارے میں زہر اگلا تو ہم نے انہیں دنوں حضرت مسیح کی تکریم وتوقیر کے لئے حیات مسیح کے نام سے لندن اور ووکنگ میں عظیم الشان کانفرنسیں اور پورے برطانیہ میں حضرت مسیح بن مریم کے خلاف اٹھنے والی ہر آواز کو دبانا اپنا دینی فریضہ جانا۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری اس محنت کو شرف قبولیت سے نوازا اور کچھ ہی دنوں میں ووکنگ کی مسجد قادیانیوں کے قبضہ سے نکل گئی اور مسلمانوں نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا ہم نے وہاں سجدہ شکر ادا کیا۔ یہاں بھی حضرت مسیح کی توقیر وتکریم کے مخالفوں کو ذلت اٹھانی پڑی۔

قادیانیوں نے پھر سے حضرت مسیح کی توہین کے لئے ایک جال بچھایا ہے اور اپنے ٹیلی ویژن کے ذریعے عرب اور افریقہ کے لوگوں کو حضرت مسیح کے بارے میں اس بداعتقادی پر لا رہے ہیں۔ مسلمان جہاں بھی حضرت مسیح کے مناقب ومحامد بیان کرتے ہیں، قادیانیوں سے رہا نہیں جاتا۔ وہ حضرت مسیح کے بارے میں توہین آمیز انداز اختیار کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالتے ہیں۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ کیا تمہارا مذہب اس کے بغیر نہیں چل سکتا تو وہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی میں ان کی موت ہے۔ قادیانی مذہب کی بقاء اسی میں ہے کہ آپ پر وہ سب الزامات لگائے جائیں جو مرزا غلام احمد نے آپ پر لگائے ہیں۔

ہم یہاں کے ان عیسائی علماء اور عوام سے (ان عیسائیوں سے نہیں جو صرف نام کے ہیں اور جنہیں حضرت مسیح کی تکریم وتوقیر سے کوئی غرض نہیں) جو حضرت مسیح کی عزت

وتوقیر کے قائل ہیں۔ یہ عرض کریں گے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کرنے والے یہودی اور قادیانی دونوں ہیں۔ اس صورت حال میں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ حضرت مسیح کی توقیر وتکریم کے بارے میں مسلمانوں کا ساتھ دیں۔ اہل اسلام سے تعاون کریں اور ان کے جھنڈے تلے آ کر حضرت مسیح کی عزت وتکریم کے لئے اٹھیں۔

ان شاءاللہ! ایک وقت آنے والا ہے جہاں پھر سے عیسائی اور مسلمان ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہوں گے اور یہودی اور قادیانی دوسرے طرف ہوں گے۔ ہمارے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے اور ان کے ساتھ دجال اکبر ہوگا۔ اس معرکہ میں فتح اہل اسلام کی ہی ہوگی اور دنیا ایک بار پھر دیکھے گی کہ توہین مسیح کے مجرم کس ذلت وخواری کی موت مرتے ہیں۔

یہودیوں کی کتابیں حضرت مسیح کی توہین وگستاخی سے بھری پڑی ہیں جن سے عیسائی دانشور اور مذہبی رہنماء ناواقف نہیں۔ قادیانیوں کی طرف سے بھی آپ کے بارے میں کی گئی توہین کچھ کی ان گستاخیوں سے کم نہیں لیکن افسوس کہ ان کی گستاخیوں سے یہاں کے لوگ ناواقف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ بعض مقامات پر قادیانی یہودیوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہم قادیانیوں کی ان گستاخیوں کے کچھ لائق نفرین مناظر سامنے رکھیں۔ یہ رسالہ قادیانیوں کی انہیں گستاخیوں کا ایک منہ توڑ جواب ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت اور آپ کی عقیدت کا تقاضا ہے کہ عیسائی حکمران قادیانیوں کی بدزبانیوں کو قانون کی رو سے لگام دیں یہاں توہین رسالت کو قانوناً جرم قرار دیا جائے اور حضرت مسیح کے ناموس کے تحفظ کے لئے ایک نیا قانون عمل میں آئے۔ ہم اس سلسلے میں اپنا تعاون پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔ ہم بحیثیت مسلمان ہونے کے اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اللہ کے کسی پیغمبر کی توہین نہ ہو اور ہم اس کا قانونی تحفظ چاہتے ہیں۔ اگر یورپ کے عیسائی حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کی عقیدت میں مخلص ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ ہماری اس درخواست کی روشنی میں قدم آگے نہ بڑھائیں اور اپنی محبت کا ثبوت نہ دیں۔ فقط! مؤلف: حال وارد المالیہ

مقام عیسیٰ بن مریم علیہما السلام

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد!

مرزا غلام احمد اپنی شخصیت اور کردار کے آئینہ میں اس مقام پر نہیں کہ اس کا مقابلہ ایک اولوالعزم پیغمبر سے کیا جائے لیکن چونکہ اس نے خود کو بڑے اہتمام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں لا کھڑا کیا ہے اور ایک جماعت اسے مسیح موعود کہتی ہے تو ضروری معلوم ہوا کہ ہم قادیانیوں کے اس جھوٹ کو بے نقاب کریں کہ اس نے جو کچھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین میں لکھا ہے وہ صرف عیسائی لٹریچر کی رو سے ہے ایسا نہیں، حقیقت میں وہ خود حضرت عیسیٰ کے بارے میں بدگمان اور بدزبان ہے اور وہ طنز کے پیرایہ میں اپنی بات کہہ رہا ہے۔

کسی قضیہ میں صحیح صورت حال کو سمجھ پانا خوش قسمت قوموں کا نصیب ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل سوال پر تحقیقی نظر کیجئے اور سمجھ آجائے تو اللہ کا شکر کیجئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی...... عیسائیت کے مقابلے میں نکلا تھا؟

یا وہ خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر آیا ہے؟

افسوس کہ قادیانی ان دو باتوں میں فرق نہ کر سکے ورنہ وہ کبھی اس کے ساتھ وابستہ نہ رہتے۔ مرزا غلام احمد نے انہیں اس غلط فہمی میں رکھا کہ وہ عیسائیوں کی تردید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہ سخت زبان استعمال کر رہا ہے۔ حقیقت اس کے خلاف ہے، مرزا غلام احمد کی یہ تحریرات عیسائیت کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے مقابلے میں ہیں۔ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ابن خدا ہونے کی نفی ان تحریرات کے بغیر نہ ہو سکتی تھی؟ ایسا ہرگز نہیں سو یہ ناقابل برداشت تحریرات ہرگز اسلام، بمقابلہ عیسائیت کے موضوع پر نہیں ہیں۔ اصل کیس مرزا غلام احمد قادیانی بمقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہے۔

اسلام اور عیسائیت میں حضور اکرم ﷺ کی ذات گرامی حد فاصل ہے۔ جب تک کسی قوم کو حضور ﷺ کے قدموں میں نہ لایا جائے اسے اسلام قبول کرنا نہیں کہا جا سکتا۔ مرزا غلام احمد جب اپنے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں لاتا ہے تو وہاں حضور ﷺ کی طرف کوئی دعوت نہیں دی جا رہی ہوتی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرانا اور آپ کی توہین کرنا اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔ کیا حضور ﷺ نے دعوت اسلام میں کبھی یہ راہ اختیار کی؟ کبھی

نہیں۔سو مرزا غلام احمد کی یہ سخت تحریرات دو نظریوں (Idealogies) کا مقابلہ نہیں دو شخصیتوں (persons) کا مقابلہ ہے۔قارئین یہ جانچنے کی کوشش کریں کیا مرزا غلام احمد ایک جلی القدر پیغمبر کی توہین سے کفر کی سرحد پر تو نہیں آ رہا؟

پیغمبرانہ تاریخ کا اجتماعی کارنامہ

قرآن کریم میں جن پیغمبروں کا ذکر کیا گیا ہے ان سب میں یہ بات مشترکہ طور پر پائی جاتی ہے کہ جو پیغمبر بھی دنیا میں آئے صرف ان کی صداقت زیر بحث رہی۔جوں ہی کسی دعویٰ میں کوئی نور نظر آیا دیکھنے والوں نے نبوت کی تصدیق کردی۔ان وقائع میں یہ بات کہیں نہ ملے گی کہ نبیوں کے درجوں پر بحث چل نکلے۔کسی نبی نے اپنے دعویٰ نبوت کے ساتھ اپنے درجے کی بحث نہیں چھیڑی نہ کسی پیغمبر نے سابق انبیاء میں سے کسی کے ساتھ مقابلہ کر کے لوگوں کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی ہے۔

مرزا غلام احمد کو اگر اپنی نبوت منوانی تھی تو وہ اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے پیش کرتا۔اپنی زندگی کی پاکیزگی اور اپنے ایام رفتہ کی یاد لوگوں کے سامنے لاتا اور جس طرح ایک سچے پیغمبر نے کہا تھا:’’ھل وجدتمونی صادقاً او کاذباً‘‘ وہ لوگوں کو دعوت دیتا کہ میری زندگی پر کوئی سوال اٹھاؤ اور میری سیرت میں کسی عیب کی نشان دہی کرو مگر افسوس کہ وہ اس ادا پر نہ آیا اور اپنا سارا غصہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نکالنے کی راہ قائم کرلی اور پھر ایک دفعہ نہیں کئی سو جگہوں پر وہ ایک ہی پیرایہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برستا رہا اور اپنے دل کی بھڑاس نکالتا رہا۔

انبیاء کی تاریخ کا یہ مشترکہ کارنامہ ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کے لوگوں کو اپنی نبوت کی طرف ہی دعوت دی اور لوگوں کے سامنے یہ ایک بات ہی رہی کہ اس دعویٰ میں صداقت ہے یا نہیں۔کسی نبی کے درجے پر بحث ہو یہ دلفگار صورت کہیں پیش نہ آئی۔مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت میں یہ بحث کہاں سے آ گئی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کس درجہ کے انسان تھے اور کیا مرزا غلام احمد کی نبوت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو درمیان سے نکالے بغیر چل نہ سکتی تھی۔اگر ایسا نہیں تو یہ کہنے کی ضرورت کیا پڑ گئی تھی۔

’’ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو،اس سے بہتر غلام احمد ہے۔‘‘

(دافع البلاء ص۲۰،خزائن ج۱۸ص۲۴۰)

کیا یہ حضرت عیسیٰ کی کھلی توہین نہیں۔ اس میں خطاب عیسائیوں کو نہیں وہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں نہ کہ ابن مریم اور یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ابن مریم کہہ کر ذکر کیا گیا ہے سو مرزا غلام احمد یہ بات اپنے دائرہ میں کہہ رہا ہے مسلمانوں کو یہ بات سنا رہا ہے۔

مرزا غلام احمد کے پیش نظر حضرت عیسیٰ کی نبوت کا اقرار ہوتا تو پھر وہ ان کی ذات گرامی پر بحث نہ کرتا جو شخص ان کی نبوت تسلیم کرے پھر اسے ان کی ذات گرامی کو زیر بحث لانے کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے؟ قارئین اس پر غور کریں اور بار بار غور کریں۔ آپ خود اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ مرزا غلام احمد اپنی ان سخت تحریرات میں اسلام بمقابلہ عیسائیت کا کیس لے کر نہیں نکلا وہ غلام احمد بمقابلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کیس بنا کر میدان میں اترا ہے۔

آنحضرت ﷺ سب پیغمبروں کے سردار تھے اور لوگوں نے آپ کے بڑے بڑے معجزات دیکھے پھر بھی آپ کو کوئی ایسی حدیث نہ ملے گی جس میں آپ نے کسی پیغمبر کا نام لے کر اس پر اپنی برتری ثابت کی ہو۔ حضرت یونس علیہ السلام ان پانچ اولوالعزم رسولوں میں سے نہیں جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر بھی آپ نے ان کا نام لے کر فرمایا: ”لا یقولن احدکم انّی خیر من یونس“ (صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۸۵ کتاب احادیث الانبیاء باب قولہ تعالیٰ وان یونس) یونس کا نام لے کر مجھے ان پر فضیلت نہ دو۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر کی تعریف کی تو انہیں ایک بات میں اپنے سے بھی آگے رکھا، بڑھا دیا:

”لو لبثت فی السجن طول ما لبث یوسف لاجبت الداعی“

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۷۸ کتاب الاحادیث الانبیاء باب قولہ وفیھم عن ضیف ابراھیم)

(ترجمہ) اگر میں قید میں اتنی مدت رہتا جتنا حضرت یوسف رہے تو میں بلانے والے کی بات مان لیتا۔

اب اس کے برعکس مرزا غلام احمد کی حضرت یوسف سے بڑھنے کی بڑ ملاحظہ ہو:

”پس اس امت کا یوسف یعنی یہ عاجز اسرائیلی یوسف سے بڑھ کر ہے۔ کیونکہ یہ عاجز قید کی دعا کر کے بھی قید سے بچایا گیا مگر یوسف بن یعقوب قید میں ڈالا گیا۔“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۷۶، خزائن ج ۲۱ ص ۹۹)

(نوٹ) اتنے بڑے دعوے کرنے والا عاجز آپ نے کہیں نہ دیکھا ہوگا نہ سنا ہوگا۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ!

مرزا غلام احمد اپنے آپ کو ظلی نبی ہونے کے دعوے سے حضور ﷺ کے نقش پا پر چلنے والا بتاتا ہے لیکن یہ حضور ﷺ کی اس سیرت کے خلاف جب وہ اپنے آپ کو تمام پیغمبروں سے برتر کہتا ہے اور نام لے لے کر کہتا ہے تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسے حضور ﷺ اور اسلام سے ہرگز کوئی نسبت نہیں ہے۔ ہم اس سے بلاتردد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ مرزا کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف لکھی ان تحریروں میں اسلام اور عیسائیت ایک دوسرے کے آمنے سامنے نہیں۔ مرزا غلام احمد خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر نکلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

وہ لکھتا ہے: ''خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بڑھ کر ہے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانے میں ہوتا تو وہ کام جو میں کرسکتا ہوں ہرگز نہ کرسکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہورہے ہیں وہ ہرگز نہ دکھلا سکتا۔'' (حقیقت الوحی ص۱۴۸، خزائن ج۲۲ ص۱۵۲)

قارئین کرام! ذرا غور فرمائیں کیا یہ بات مرزا نے عیسائیوں کے مقابلہ میں کہی ہے۔ نہیں وہ یہ بات مسلمانوں کو سنا رہا ہے۔ کیا اس نے اپنے آپ کو کسی ایک پہلو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے برتر کہا ہے؟ نہیں اس نے ان کے مقابلے میں اپنی سبقت کا دعویٰ کیا ہے اور پھر اسی پر نہیں رہا۔ اگلے فقرے میں وہ کھلے طور پر منفی پیرایہ بیان پر سامنے آ گیا کہ مسیح میرے جیسے کام ہرگز نہ دکھلا سکتا اور پھر دیکھئے کہ وہ کس عامیانہ انداز میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نام لے رہا ہے۔

مرزا غلام احمد کی ایک یہ تحریر بھی ملاحظہ فرمائیں یہ ہم اس کی کتاب ''نسیم دعوت'' سے نقل کررہے ہیں۔ اس نے یہ کتاب عیسائیوں کے مقابلہ میں نہ لکھی تھی۔ اس کی یہ بات اپنے حلقے میں ہے ان کے لئے جو اسے مسیح موعود مانتے ہیں۔ مرزا غلام احمد کو شوگر کا مرض تھا، کسی معتقد نے افیون کھانے کا مشورہ دیا۔

اس پر غلام احمد نے کہا: ''اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔''

(نسیم دعوت ص۶۷، خزائن ج۱۹ ص۴۳۵)

شراب عیسائیوں کے ہاں حرام نہیں سمجھی جاتی وہ اس پر ٹھٹھا کیوں کریں گے۔ شراب کو صرف اسلام کی رو سے حرام سمجھا جاتا ہے۔ سو یہ بات مرزا نے اپنے حلقوں کے لئے

کہی ہے۔ مرزا کے افیون کھانے پر کون لوگ حضرت عیسیٰ کو شرابی کہیں گے؟ یہی قادیانی جو مرزا کو دوسرا مسیح مانتے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں یہ نہیں کہا کہ انہوں نے شراب پی، ان کے لئے لفظ شرابی کہا یہ اسی کو کہا جاتا ہے جو ہمہ وقت شراب میں دھت مخمور رہے، خود تو افیون نہ کھانے سے اپنے پر لفظ افیونی بھی نہ آنے دیا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یہ لفظ بڑے دھوکے سے اتار دیا اور انہیں شرابی کہہ کر اپنی بھڑاس نکال لی اور اپنے لئے ٹانک وائن پینے کی راہ سوچ لی۔

ملحوظ رہے کہ (ست بچن ص ۱۷۲ حاشیہ، خزائن ج۱۰ ص۲۹۶) میں شرابی کے ساتھ کبابی کا لفظ موجود ہے جس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کس قدر عامیانہ زبان پر اترا ہوا تھا۔

نسیم دعوت کا حوالہ ہم نے اس لئے پیش کیا ہے کہ عام قادیانی یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے جہاں کوئی بات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کہی وہ عیسائیوں کے لئے الزاماً کہی ہے۔ مسلمانوں میں حضرت عیسیٰ کے خلاف کوئی بات نہیں کی۔ یہ تحریرات بتاتی ہیں کہ مرزا غلام احمد کا اپنا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں یہی تھا کہ وہ (**معاذاللہ! استغفراللہ**) شرابی کبابی قسم کے آدمی تھے ورنہ وہ اپنے حلقوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی باتیں نہ کہتا۔ مرزا غلام احمد کی درج ذیل عبارت میں ’’میرے نزدیک‘‘ کے الفاظ انتہائی قابل غور ہیں۔

وہ لکھتا ہے: ’’ہاں! آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی، ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں۔ کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔‘‘ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵، خزائن ج۱۱ ص۲۸۹)

ایک اور جگہ اس نے لکھا ہے: ’’میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز رکھنے والا نہیں تھا۔‘‘ (ریویو آف ریلیجنز ج۱، نمبر۳ ص۱۲۴ بابت ماہ مارچ ۱۹۰۲ء)

اس عبارت میں ’’میرے نزدیک‘‘ کا لفظ خود اس بات پر شاہد ہے کہ وہ اپنی بولی بول رہا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرانے کی ناپاک جسارت کر رہا ہے۔ اگر وہ یہ بات کسی اور سے نقل کر رہا تھا تو اسے لفظ ’’میرے نزدیک‘‘ لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد جب عیسائیوں کے مقابلہ میں کوئی بات لکھتا ہے تو وہ اس کا اپنا مؤقف بھی ہوتا ہے اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ باتیں صرف عیسائیوں کے مسلّمات کی رو سے لکھی گئی ہیں۔ وہ لکھتا ہے میرے نزدیک جس کا حاصل یہ ہے کہ میں بھی یہی کہتا ہوں۔

پھر اس نے یہ بھی لکھا: ''عیسائیوں نے بہت سے آپ کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔'' (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص۶، خزائن ج۱۱ ص۲۹۰)

یہ جو اس نے دوسری بات کہی ہے کیا یہ مرزا غلام احمد کا اپنا مؤقف نہیں جسے وہ حق کہہ کر بیان کر رہا ہے۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ صریحاً قرآن کے خلاف نہیں؟

قرآن کہتا ہے: ''واٰتینا عیسٰی بن مریم البیّنات وایدناہ بروح القدس'' (البقرہ:۲۵۳)

(ترجمہ) اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسٰی کو دیئے کھلے معجزات اور قوت دی اسے روح القدس سے۔

اب آپ سوچیں کہ مرزا غلام احمد کا یہ کہنا ''حق بات یہ ہے'' کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ کیا یہ قرآن کی اس آیت کا کھلا انکار نہیں؟ پھر اس کا یہ کہنا کہ آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا (ایضاً) قرآن کی مذکورہ آیت کے انکار پر مبنی نہیں۔

اس وقت مرزا غلام احمد کا ایمان بالقرآن زیر بحث نہیں۔ ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے خلاف مرزا غلام احمد کا یہ زوروشور صرف عیسائیوں کی تردید کے لئے نہ تھا، اس کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا۔ دوسروں کے مسلمات پر کوئی شخص اپنے قطع ویقین کی بنیاد نہیں رکھتا لیکن مرزا غلام احمد حضرت عیسٰی علیہ السلام کی شان گرانے میں اپنے قطع ویقین کی تصریح کرتا ہے۔ اب اس پر جو وہ حوالہ پیش کرے گا وہ صرف عیسائیوں کے مسلمات کی رو سے نہ ہوگا۔ اس میں اس کے اپنے عقیدے کا بھی پتہ ملے گا اور اس کا اپنا مذہب بھی ساتھ چلے گا۔

ایک جگہ وہ لکھتا ہے: ''اور اب یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح بن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب (مسمریزم) میں کمال رکھتے تھے گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے۔''

(ازالہ اوہام ص۳۰۸،۳۰۹ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۲۵۷)

پھر آگے جا کر حضرت عیسیٰ کے اس کمال کو بھی وہ مکروہ اور قابل نفرت سمجھتا ہے کہتا ہے ’’اگر وہ (مرزا) اسے قابل نفرت نہ سمجھتا تو...... ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح بن مریم سے کم نہ رہتا۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۰۹، خزائن ج۳ ص۲۵۸ حاشیہ)

ان عبارات سے یہ بات کھلے طور پر واضح ہوتی ہے کہ اس کا اپنا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں وہی تھا جو ان عبارات سے متبادر ہوتا ہے اور ہر کوئی اسے سمجھ رہا ہے۔

مسلمانوں میں جو بات قرآن کے حوالے سے کہی جائے اور کہنے والا خود اسلام کا مدعی ہو تو اس میں اپنا عقیدہ ساتھ ہوتا ہے اسے کسی اور قوم کے گھر کی کارروائی نہیں سمجھا جاتا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان گرانے میں کیا کہیں قرآن کا بھی ذکر کرتا ہے۔

ازالہ اوہام کی اس عبارت پر غور کیجئے: ’’اور یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ان کا ہلنا اور جنبش کرنا بھی بپایہ ثبوت نہیں پہنچتا اور نہ درحقیقت انکا زندہ ہو جانا ثابت ہوتا ہے۔ اس جگہ یہ بھی جاننا چاہئے کہ سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈال دینا درحقیقت یہ سب عمل الترب (مسمریزم) کی شاخیں ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۳۰۷ حاشیہ، خزائن ج۳ ص۲۵۶، ۲۵۷)

قرآن کریم میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کو حصور بھی کہا گیا یعنی لذات وشہوات سے دور رہنے والے مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان کو گرانے اور آپ کو بدنام کرنے کے لئے ایک یہ چال بھی چلی ہے۔

عبارت ملاحظہ کیجئے: ’’یحییٰ نبی کو اس پر (یعنی حضرت عیسیٰ پر) فضیلت ہے۔ کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔ کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔‘‘

(دافع البلاء ص فرنٹ ٹائٹل، خزائن ج۱۸ ص۲۲۰ بقیہ حاشیہ)

کیا یہاں قرآن کا حوالہ عیسائیوں پر حجت تمام کرنے کے لئے دیا گیا ہے؟ قرآن میں تو کئی انبیاء کا ذکر ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا سب پیغمبروں کے نام کے ساتھ حصور

نام ملتا ہے اگر مرزا غلام احمد کے اس بیان سے استدلال کیا جائے تو پھر کسی نبی کی عزت وشرافت اور عفت وطہارت محفوظ نہ رہے گی مرزا غلام احمد نے ان سب انبیاء میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کر کے آپ پر یہ کیچڑ اچھالی ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ اس کا اپنا عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں گند سے بھرا ہوا ہے اور اس کی پوری کوشش ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے مقام اور آپ کے تقدس کو قرآن کا نام لے کر بھی مجروح کرے۔ (معاذ اللہ)

مرزا غلام احمد قرآن کے نام پر کن لوگوں سے مخاطب ہے؟ یہ آپ خود سوچ لیں۔ مرزا غلام احمد کا یہ کہنا کہ یہ قرآن کریم میں کہیں مذکور نہیں جھوٹ نہیں تو اور کیا ہے؟ قرآن کریم سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے مٹی سے بنائے ہوئے پرندے اللہ کے حکم سے اڑنے لگتے تھے۔ آپ نے کہا تھا: ''**انی اخلق لکم من الطین کھئیة الطیر فانفخ فیه فیکون طیراً باذن اللّٰه**'' (آل عمران:۴۹)

(ترجمہ) میں تمہارے سامنے مٹی سے پرندوں کی سی صورت بناتا ہوں اور ان میں پھونک لگاتا ہوں (جو خدا نے مجھے بتا رکھی ہے) سو وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگتے ہیں۔

قرآن کریم کے حوالے سے مرزا غلام احمد کی بات اس کا اپنا عقیدہ تو ہوسکتا ہے آپ اسے مسلمانوں پر حجت تمام کرنا بھی کہہ سکتے ہیں لیکن اسے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ ساری کارروائی عیسائیت کے جواب میں کی جارہی ہے۔ عیسائیوں کے سامنے قرآن پاک کے حوالے سے اس غلط بیانی کی کیا ضرورت تھی کہ آپ کے ہاتھوں مٹی سے بنے پرندوں کا زندہ ہوجانا کہیں ثابت نہیں ہوتا۔

اس معجزہ کو مسمریزم کہنا مرزا غلام احمد کا اپنا عقیدہ تھا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس معجزہ کو مسمریزم کہنا کیا یہ مرزا کی محض عیسائیوں کے خلاف کی جانے والی کارروائی تھی یا غلام احمد کا اپنا عقیدہ بھی یہی تھا۔ اس کے لئے مرزا غلام احمد کا یہ بیان ملاحظہ کیجئے: ''یہ جو میں نے مسمریزمی طریق کا عمل الترب نام رکھا جس میں حضرت مسیح بھی کسی درجہ تک مشق رکھتے تھے یہ الہامی نام ہے۔''

(ازالہ اوہام ص۳۱۱، خزائن ج۳ ص۲۵۹ حاشیہ)

حضرت مسیح علیہ السلام کے معجزات کو مسمریزم ٹھہرانے میں اپنے الہام کا حوالہ پتہ دیتا ہے کہ یہ کوئی محض عیسائیوں کے خلاف کی جانے والی کارروائی نہ تھی یہ مرزا غلام احمد کا اپنا عقیدہ تھا۔ سو قادیانیوں کا یہ کہنا کہ مرزا کی تحریرات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہ گرمجوشی اور شوراشوری عیسائیت بمقابلہ اسلام کے جواب میں ہے، ہرگز صحیح نہیں۔ حقیقت میں یہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مقابلہ ہے اور آپ کی ذات پاک کو نشانہ طعن بنایا گیا ہے۔

مرزا غلام احمد کی ان وحشت ناک تحریروں کا انگریز حکومت پر اثر

مرزا غلام احمد جس کی ہر کوشش انگریزوں کی وفاداری اور خیرخواہی میں ڈھلی ہوتی تھی۔ اس کی ان وحشت ناک اور فحش تحریروں کا انگریزی حکومت پر کیا اثر ہوا ہوگا اور اس بوجھ کو ہلکا کرنے کے لئے اس نے (مرزا غلام احمد نے) کیا چال چلی اس کے لئے اس کی اپنی ایک تحریر دیکھیں جس سے بلی تھیلے سے باہر آ گئی۔

ان تحریرات سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ انگریز حکمران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس توہین وتحقیر سے سخت ناراض ہوئے ہوں گے لیکن جب انہیں بتایا گیا کہ یہ سخت کارروائی محض مسلمانوں کو بیوقوف بنانے کے لئے کی گئی ہے تو انگریزوں کا غصہ یکسر سرد پڑ گیا اور ان کی سیاست ان کے دین پر غالب آ گئی۔ انہوں نے محض اسی لئے کہ ہندوستان پر ان کا قبضہ مضبوط رہے اور آزادی کی کوئی تحریک اٹھنے نہ پائے، مرزا غلام احمد کی ان وحشتناک اور فحش تحریروں کو گوارا کرلیا۔ مرزا غلام احمد کی تحریر یہ ہے۔

ملاحظہ فرمائیں: ''مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں پیدا ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کے دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہو جائیں اور ملک میں کوئی بدامنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت وحشیانہ جوش والے آدمی

موجود ہیں۔ ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔ کیونکہ عوض معاوضہ کے بعد کوئی گلہ باقی نہیں رہتا۔ سو یہ میری پیش بینی کی تدبیر صحیح نکلی اور ان کتابوں کا یہ اثر ہوا کہ ہزارہا مسلمان جو پادری عمادالدین وغیرہ لوگوں کی تیز اور گندی تحریروں سے اشتعال میں آچکے تھے، ایک دفعہ ان کے اشتعال فرو ہوگئے، کیونکہ انسان کی یہ عادت ہے کہ جب سخت الفاظ کے مقابل پر اس کا عوض دیکھ لیتا ہے تو اس کا وہ جوش نہیں رہتا۔ بایں ہمہ میری تحریر پادریوں کے مقابل پر بہت نرم تھی گویا کچھ بھی نسبت نہ تھی...... سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اوّل درجہ کا خیرخواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیرخواہی میں اوّل درجہ پر بنادیا ہے۔ اوّل والد مرحوم کے اثر نے، دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے، تیسرے خداتعالیٰ کے الہام نے، اب میں اس گورنمنٹ محسنہ کے زیرسایہ ہر طرح سے خوش ہوں۔''

(حضور گورنمنٹ عالیہ میں عاجزانہ درخواست ضمیمہ تریاق القلوب ص ب، ج، خزائن ج۱۵ ص۴۹۰،۴۹۱)

مرزاغلام احمد کی اس تحریر میں یہ بات ضرور واضح طور پر سامنے آگئی ہے کہ مرزا کی ان تحریروں کا اصل موضوع مسلمانوں کے وحشیانہ جوش کو ٹھنڈا کرنا تھا۔ سو یہ بات صحیح نہیں کہ اس کی یہ کارروائی اسلام بمقابلہ عیسائیت کے طور پر تھی۔ پھر اس عبارت میں مرزا نے دبے لفظوں میں یہ بھی اقرار کرلیا ہے کہ اس نے حضرت عیسیٰ کو گالیاں دی ہیں (معاذاللہ) کیونکہ یہ ساری کارروائی ان گالیوں کے جواب میں ہے جو عیسائیوں نے آنحضرت ﷺ کو دیں۔ سو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فحش زبان استعمال کی ہے۔ سو اب کسی قادیانی کا یہ کہنا درست نہیں کہ مرزاغلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی نہیں دی۔ ہمیں اس وقت اس کی غرض سے بحث نہیں مگر یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ اس نے توہین مسیح کا جرم کیا ہے اور یہ ان وجوہ میں سے ایک مستقل وجہ ہے جس کے باعث مرزاغلام احمد صف اسلام سے نکل کر دور جا کھڑا ہوا ہے اور اب تک اس کے پیرو ملک بہ ملک دھکے کھا رہے ہیں اور وہ اب تک کہیں ایک آزاد قوم کی حیثیت سے فروکش نہیں ہوسکے۔ (اس کی تفصیل ہم نے اپنے ایک دوسرے مضمون میں کردی ہے)

مرزاغلام احمد قادیانی کی عبارات اناجیل کے آئینہ میں

بعض قادیانی یہ کہتے سنے گئے ہیں کہ مرزاغلام احمد نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں باتیں لکھیں ہیں وہ شرمناک واقعات بائبل میں بھی ملتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا گو اپنا عقیدہ بھی یہی ہو لیکن انہوں نے یہ باتیں خود نہیں گھڑیں، بائبل سے اخذ کی ہیں۔ ہم نے انہیں کہا کہ آپ نے ان عبارات کو بائبل میں پڑھ کر کبھی محسوس کیا ہے کہ یہ عبارات یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کے لئے اور ان کا کریکٹر بتلانے کے لئے لائی جارہی ہیں؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ بائبل میں ان کا ذکر صرف واقعات کے طور پر ہے۔ مسیح کے مقام کو گرانے کی نیت صاف معلوم نہیں ہوتی؟ (معاذاللہ) اگر بات اس طرح ہے اور یقیناً اسی طرح ہے تو مرزاغلام احمد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کا مجرم قرار پاتا ہے۔ کیونکہ اس کی نیت بائبل سے ان واقعات کو نقل کرنے میں یہی رہی ہے کہ جس طرح بن پڑے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو معاذ اللہ بدکردار ثابت کیا جائے۔ ظاہر ہے کہ یہ غرض اور خواہش مرتبین بائبل کی ہرگز نہ تھی۔ بائبل سے حضرت مسیح کی توہین دلالۃ النص سے ملتی ہے۔ استدلال کیا جائے تو واضح ہوتی ہے لیکن مرزاغلام احمد کی تحریرات میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چال چلن کو بدنام کرنا عبارت النص کے طور پر موجود ہے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

بہ بیں تفاوت راہ از کجا است تا بہ کجا

ایک مضمون دونوں جگہوں سے لیجئے اور انصاف کیجئے

مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ''ایک کنجری خوبصورت ایسی قریب بیٹھی ہے گویا بغل میں ہے۔ کبھی ہاتھ لمبا کر کے سر پر عطر مل رہی ہے کبھی پیروں کو پکڑتی ہے اور کبھی اپنے خوشنما اور سیاہ بالوں کو پیروں پر رکھ دیتی ہے اور گود میں تماشہ کر رہی ہے۔ یسوع صاحب اس حالت میں وجد میں بیٹھے ہیں اور کوئی اعتراض کرنے لگے تو اس کو جھڑک دیتے ہیں اور طرفہ یہ کہ عمر جوان اور شراب پینے کی عادت اور پھر مجرد اور ایک خوبصورت کسبی عورت سامنے پڑی ہے جسم کے ساتھ جسم لگا رہی ہے۔ کیا یہ نیک آدمیوں کا کام ہے۔'' (نورالقرآن حصہ۲ ص۷۴، خزائن ج۹ ص۴۴۹)

مرزاغلام احمد نے مذکورہ قصہ انجیل کے نام سے پیش کیا ہے، آپ بائبل اٹھائیں۔ (لوقا باب ۷ ورس ۳۶ تا ۵۰ یوحنا باب ۱۲ ورس ۴ تا ۸، متی باب ۲۶ ورس ۶ تا ۱۳) کو بغور

پڑھیں۔ آپ کو کہیں بھی مرزا غلام احمد کی بنائی مذکورہ کہانی نہیں ملے گی۔ بغل میں بیٹھنا، گود میں تماشہ کرنا، جسم کے ساتھ جسم ملانا، یسوع صاحب کا وجد کرنا، یہ سب الفاظ مرزا غلام احمد کے اپنے ہیں۔ بائبل سے اس ترتیب کے ساتھ کہیں نہ ملیں گے۔ نہ بائبل کے کسی مقام کو دیکھ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد نے یہ الفاظ محض اس لئے استعمال کئے ہیں کہ حضرت مسیح کے بارے میں اپنا عقیدہ اگلے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ مرزا غلام احمد کا مقصد عیسائیت کی تردید نہیں اس کا اصل مقصد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مقام کو گرانا اور آپ کی تذلیل کرنا تھا اور اس مقصد کے حصول کے لئے اس نے بائبل کے بعض واقعات کو بھی اپنی تائید میں پیش کیا ہے۔

مولانا آل حسن مہانی پر ایک الزام

مرزا غلام احمد کے پیرو اپنے اس کفر کا بوجھ کبھی حضرت مولانا آل حسن مہانی رحمۃ اللہ علیہ پر بھی رکھتے ہیں۔ ہم کتاب الاستفسار کے مقدمہ میں اس کا جواب دے چکے ہیں۔ قادیانی مولانا آل حسن کی یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔

’’عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ آؤ ہم بھی ایسی کچھ بات کریں یا شاید بطور مالیخولیا کے اس کے جی میں آئی کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ بعض حمقاء اس کے دام میں پھنس گئے اور اس کے خادم خاص بنے یہاں تک کہ اپنی حماقت سے اپنی جان دینے تک بھی دریغ نہ کیا۔‘‘

(کتاب الاستفسار ص۶۷۴ طبع دارالمعارف لاہور)

ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ یہ عبارت بے شک ملحدانہ ہے اور اس کا قائل توہین نبی کے جرم میں بلاشبہ کافر ہے لیکن یہ صحیح نہیں کہ مولانا آل حسن یہ اعتقاد رکھتے تھے یا وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان اقوال وافعال کے قائل تھے۔ آپ نے یہ کفریہ عبارت (ص۴۷۴ سطر۲۰) سے معاذ اللہ کہہ کر شروع کی ہے اور (۴۷۷ ص۴۷۸) تک اسے کھینچا ہے۔ ۴۷۸ کے آخر میں لکھا ہے۔ انتہیٰ (بات ختم ہوئی)

گویا یہ ان کی اپنی بات نہیں کسی اور کی بات ہے جو الزاماً نقل کر رہے ہیں۔ اس کے بعد ۴۷۹ پر آپ لکھتے ہیں: ’’میں نے بہ نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو ملحدانہ تقریر لکھی، واللہ صرف الزاماً لکھی اور اللہ کی عنایت سے میرے دل میں اس کا وسوسہ بھی نہیں چھ جائے کہ گمان۔‘‘ (ایضاً)

کیا مرزا غلام احمد نے بھی انجام آتھم، نسیم دعوت، ضمیمہ انجام آتھم، ست بچن اور نورالقرآن کی عبارات کو جن میں صریحاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین کی ہے، کہیں ملحدانہ کہا ہے؟ کہیں اپنی کسی عبارت کو کفریہ عبارت کہا ہے؟ اگر نہیں تو معلوم ہوا وہ عبارات مرزا غلام احمد کی اپنی ہیں اور مذکورہ عبارت حضرت مولانا آل حسن کی نہیں ہے۔ انہوں نے اناجیل کے مسلّمات سے ان باتوں کا لزوم ان سے ثابت کیا ہے تو اب دونوں کو ایک صف میں کیسے لایا جاسکتا ہے؟

یہودی اگر اس قسم کی باتیں کہیں جو اناجیل سے لزوماً نکلتی ہیں تو اسے بھی حضرت مولانا مہانی خباثت اور بدباطنی قرار دیتے ہیں نہ کہ حقیقت (ص۴۷۵) کی پانچویں سطر میں دیکھیں: ''پس اگر یہودی از راہ خباثت اور بدباطنی کے کہے کہ حضرت عیسیٰ خوشرو جوان تھے، رنڈیاں ان کے ساتھ صرف حرام کاری کے لئے رہتی تھیں اسی واسطے حضرت عیسیٰ نے بیاہ نہ کیا......تو کیا جواب ہوگا۔'' (ایضاً)

کیا مرزا غلام احمد نے بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر لگے اپنے کسی الزام کو خباثت اور بدباطنی کہا ہے؟ حضرت مولانا مہانی آگے جاکر لکھتے ہیں:

''خداوندتعالیٰ مجھے انبیاء علیہم السلام کی تکذیب اور توہین سے محفوظ رکھے مگر صرف پادریوں صاحبوں کے الزام کے لئے نقل کرتا ہوں اور بعض باتوں کا پتہ اسی جگہ دیتا ہوں اور بعض باتوں کا پتہ اسی میری کتاب کے اور مقاموں سے مل سکتا ہے۔'' (ایضاً۴۹۵)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''یہ سب شبہات جو میں نے انبیاؤں کی پیشین گوئی پر کئے تو میں نے اپنے دل سے نہیں کئے بلکہ میں ہزار دل سے (ان سے) بیزار ہوں اس لئے کہ میں نہیں جانتا کہ انہوں نے ایسا کہا ہے یا نہیں اور اگر کہا ہے تو ان کا مطلب معلوم نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ یہ شبہات صرف پادریوں کی تقریروں پر مبنی ہیں۔'' (ایضاً)

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی اوّلین کتاب ''ازالہ اوہام فارسی'' میں اس کی تصریح کی ہے کہ موجودہ انجیل سے جو باتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے لازم آرہی ہیں وہ ہرگز ہرگز ان کا اعتقاد نہ تھا۔ الزام سے اعتقاد ثابت نہیں ہوتے، الزام کو اپنی حدود میں رہنا ہوتا ہے اور اس الزام سے جو چیز لازم آئے اس سے اپنا اظہار بیزاری ضروری ہے۔

مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ’’در جواب ایں فرقہ ادلہ ہائے الزامی بہماں تقریر نقل کردہ شدند وروایات کتب مقدسہ شاں ہم بطور مشتے نمونہ از خروارے علیحدہ آوردہ شدند حاشا وکلا کہ اعتقادم ہجو ومذمت کدامی نبی از انبیاء علیہم السلام باشد یا اہانت شریعت مقرر فرمودہ شاں مدنظر بود بلکہ بہزار زبان تبرا از ہچو اموری نمائم واعتقاد رسولاں برحق من جملہ عقائد ماست۔‘‘ (ازالہ اوہام فارسی ص۵)

(ترجمہ) عیسائیوں کے جواب میں الزامی دلیلیں اسی تقریر سے نقل کی گئی ہیں (جو انجیل میں دی گئی تھی) اوران کی کتب مقدسہ کی روایات بھی بطور نمونہ مشتے از خروارے علیحدہ دی گئی ہیں۔ حاشا وکلا کہ میرا عقیدہ انبیاء کرام علیہم السلام میں سے کسی کی ہجو یا مذمت کا ہو یا ان کی ٹھہرائی ہوئی شریعت کی کوئی اہانت مقصود ہو بلکہ میں ایسی باتوں سے بہزار زبان بیزار ہوں اور رسولان برحق پر عقیدہ رکھنا ہم اہل اسلام کے عقائد میں سے ہے۔

مولانا نے جس واضح انداز میں انجیل کے الزامی امور سے لاتعلقی کا اظہار کیا ہے اس کی رو سے حضرت مولانا کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی تحریر موجب قدح نہیں رہتی اور مرزا غلام احمد نے جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب وشتم کا نشان بنایا ہے اوران کے کھلے بندوں توہین کی ہے وہ ان حضرات کے الزامات سے قطعاً مختلف ہے۔

اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر فرمایا ہے کہ ہم نے بعض رسولوں کو بعض رسولوں پر فضیلت دی اوراس کے بعد حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا خصوصی طور پر ذکر فرمایا۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس سے تائید یافتہ بتلایا ہے۔

’’تلک الرسل فضّلنا بعضهم علٰی بعض منهم من کلّم اللّٰه ورفع بعضهم درجات واٰتینا عیسٰی بن مریم البینات وایدناه بروح القدس‘‘ (البقرہ:۲۵۳)

(ترجمہ) وہ رسولوں کی جماعت ہم نے ان سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں وہ بھی ہوئے جن سے خدا نے باتیں کیں اور بلند کئے بعض کے درجات اور دیئے ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو کھلے معجزات اور قوت دی اسے روح القدس سے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کتاب بھی عطاء فرمائی اور آپ کے آنے سے تورات کے بعض احکام منسوخ ہوئے۔ آپ نے اعلان کیا: ’’ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم‘‘ (آل عمران:۵۰)

یہ آپ کے صاحب شریعت ہونے کی وضاحت ہے۔ آپ ایک صاحب عزیمت، صاحب شریعت، صاحب کتاب، صاحب بینات اور ایک اولوالعزم پیغمبر تھے۔ یہ شان ومقام اپنی جگہ، اسلام میں تو ایک عامی نبی کی گستاخی اور بے ادبی بھی کفر ہے۔

اسلام میں کسی پیغمبر کی بے ادبی کا حکم

سیدنا حضرت عمر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دونوں فرماتے ہیں کہ جس نے کسی پیغمبر کی گستاخی اور بے ادبی کی وہ ارتداد کی گود میں آ گرا۔‘‘ (الصارم المسلول للحافظ ابن تیمیہ ص۱۹۵)

علامہ ابن نجیم (۹۶۱ھ) بھی لکھتے ہیں: ’’یکفر بنسبة الانبیاء الی الفواحش‘‘ (الاشباہ والنظائر ص۱۳۷ کتاب السیر، باب الردة)

انبیاء کی فحش کاموں کی طرف نسبت کرنے والوں پر کفر کا حکم کیا گیا ہے۔

مرزا غلام احمد خود بھی اس کا اقرار کرتا ہے کہ: ’’اسلام میں کسی نبی کی تحقیر کفر ہے۔‘‘ (ضمیمہ چشمہ معرفت ص۱۸، خزائن ج۲۳ ص۳۹۰)

سو پیغمبر کی تنقیص کسی درجے کی کیوں نہ ہو اس کا مرتکب صف اسلام میں نہیں رہ سکتا، شرعاً اس پر مرتد کا حکم ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین ایک مستقل وجہ کفر ہے

مرزا غلام احمد اگر دعویٰ نبوت نہ کرتا اور مسیح موعود بننے کے درپے نہ بھی ہوتا تو بھی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین اور تحقیر کے ارتکاب سے صف اسلام سے نکل چکا ہے۔ توہین مسیح علیہ السلام اس کے کفر کی وجوہ میں ایک مستقل وجہ کفر ہے جس کے باعث مرزا غلام احمد اور اس کے پیروؤں کو صف اسلام سے خارج ماننا ضروری ہے۔ مرزا غلام احمد کے پیروؤں میں اس کے دعویٰ نبوت کے متعلق تو بے شک کچھ اختلافات رہے ہیں لیکن توہین مسیح کی یہ سیاہ چھتری مرزا غلام احمد کے سر پر برابر کھلی رہی ہے۔ توہین مسیح کے سائے میں ان کے یہ دونوں فریق جمع ہیں اور اس کفر میں قادیانیوں کے ان دونوں گروہوں میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا۔

لاہوریوں قادیانیوں کے کافر ہونے کی کھلی وجہ

مرزا غلام احمد کے وہ پیرو جو لاہوری فرقہ کہلاتے ہیں بعض اوقات یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتے صرف مجدد مانتے ہیں۔ ہمیں کیوں کافر کہا جاتا ہے؟ آپ ان سے کہیں کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی توہین وتحقیر میں تم مرزا غلام احمد کے اس جرم میں برابر کے شریک ہو۔ اگر تم اس کفر سے نکلنا چاہتے ہو تو تم مرزا غلام احمد کو جو توہین مسیح کے جرم میں کافر ہے، کافر کہے بغیر صف اسلام میں واپس نہیں آسکتے۔

محدث العصر حضرت امام انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے قادیانیوں کے وجوہ کفر میں پہلی وجہ مرزا غلام احمد کے اسی جرم کو رکھا ہے:

الا یا عباداللہ قوموا وقوّموا ۔۔۔ خطوبا المت مالھن یدان
یسب رسول من اولی العزم فیکم ۔۔۔ تکاد السماء والارض تنفطران
وحارب قوم ربھم ونبیہ ۔۔۔ فقوموا النصر اللہ اذ ھو دان
فشائی شان الانبیاء مکفر ۔۔۔ ومن شک قل ھٰذا لأوّل ثان

(اکفار الملحدین ص۱۰۸،۱۰۹)

اے اللہ کے بندو سب کے سب اٹھ کھڑے ہو اور ان مصائب کو سیدھا کرو جن کو سیدھا کئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ اولوالعزم پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گالی دی جارہی ہے) قریب ہے کہ آسمان اور زمین پھٹ پڑیں۔ ایک قوم نے اپنے رب سے اور اس کے پیغمبر سے جنگ شروع کررکھی ہے جو شخص انبیاء کی شان میں گستاخی کرے وہ کافر ہو چکا۔

حضرت موصوف اس سے پہلے یہ بھی لکھ آئے ہیں: ’’فعلم ان سبّ الرسل والطعن فیھم ینبوع جمیع انواع الکفر وجماع جمیع الضلالات‘‘

(اکفار الملحدین ص۱۰۴)

جان لینا چاہئے کہ اللہ کے کسی پیغمبر کو سب وشتم کرنا کفر کی تمام انواع کا سرچشمہ اور تمام گمراہیوں کی جڑ ہے۔

یہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب تھے جنہوں نے قادیانیوں کو اس (مسلمانوں سے) ایک علیحدہ قوم کہا جب ابھی یہ قانونی پیرایہ میں غیر مسلم قرار نہ دیئے گئے تھے انہوں نے قادیانیوں کو اسی وقت سے ایک علیحدہ قوم قرار دے دیا تھا۔ قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید۔

غیر پیغمبر جب کسی پیغمبر پر برتری کا دعویٰ کرے تو یہ اس پیغمبر کی صریح توہین اور تحقیر ہوگی۔ لاہوری مرزائی جب مرزا غلام احمد کو غیر پیغمبر مانتے ہیں اور پھر اس کو اس کی تمام تحریروں میں سچا کہتے ہیں تو اب وہ مرزا غلام احمد کے کفر میں برابر کے شریک ہیں۔ نہ وہ پیغمبر ہے نہ یہ اسے پیغمبر ماننے کے مجرم ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مرزا غلام احمد کا کافر ہونا کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ سو لاہوری قادیانی جب اسے اپنا پیشواء مانتے ہیں تو یہ اس کے اس جرم میں برابر کے شریک ہوئے اور اب ان کا بھی کافر ہونا کوئی اختلافی مسئلہ نہ رہا۔

مرزا غلام احمد کا تمام پیغمبروں کی توہین کرنا

مرزا غلام احمد نے پھر یہیں تک اکتفاء نہ کی اپنے آپ کو تمام پیغمبروں سے افضل بتایا۔ یہ کفر نہیں تو اور کیا ہے، یہ سب پیغمبروں کی توہین ہے۔ اس کفر نے اس کے توہین مسیح کے کفر کو اور مضبوط کردیا۔ مرزا غلام احمد کی یہ تصریحات ملاحظہ کیجئے۔ انہیں درست کرنے کے بعد مرزا قادیانی کا کوئی پیرو وہ قادیانی ہو یا لاہوری گروہ میں سے کسی طرح مسلمان تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔‘‘ (تذکرہ ص۵۴۹ طبع چہارم)

مرزا غلام احمد یہ بھی لکھتا ہے: ’’انبیاء گرچہ بودہ اند بسے...... من بعرفان نہ کمترم ز کسے۔‘‘ (نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

انبیاء اگرچہ بہت آئے مگر میں معرفت الٰہیہ میں کسی سے کم نہیں ہوں۔

’’کم نیم زان ہمہ بروئے یقین ...... ہر کہ گوید دروغ ہست لعین۔‘‘

(ایضاً ص۱۰۰، خزائن ج۱۸ ص۴۷۸)

میں ان تمام انبیاء میں سے کسی سے کم نہیں ہوں جو جھوٹ بولے اس پر لعنت ہو وہ لعین ہے۔

پھر اس نے یہ بھی کہا: ’’روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تلک ...... میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ وبار۔‘‘ (براہین احمدیہ پنجم ص۱۱۳، خزائن ج۲۱ ص۱۴۴)

بنی آدم کا یہ لگا باغ ابھی تک نامکمل پڑا تھا میرے آنے سے اس کے تمام پتے اور پھل لگ گئے۔

اس میں بھی اس نے اپنے آپ کو تمام انبیاء سے برتر کہا ہے۔ پھر اس کا یہ عقیدہ بھی دیکھیں: ’’آنچہ داد است ہر نبی را جام...... داد آں جام را مرا بتمام‘‘

(نزول المسیح ص۹۹، خزائن ج۱۸ ص۴۷۷)

(ترجمہ) وہ جو کہ اس نے ہر نبی کو (اپنی معرفت کا) ایک پیالہ دیا مجھے اس نے وہ پیالہ پورے کا پورا دے دیا (اور باقی ہی نہ رہا)

توہین مسیح کی یہ کچھ تصریحات آپ کے سامنے آ چکی ہیں پھر دیگر انبیاء پر فضیلت کا عمومی دعویٰ بھی آپ نے اس کا دیکھا حضرت یوسف علیہ السلام پر برتری کی بڑ بھی آپ نے پڑھی۔ اب خاتم النّبیین ﷺ پر اس کی مشق ستم بھی دیکھیں۔ اس کی خباثت کس کھلے طور پر اچھل رہی ہے۔

حضرت خاتم النّبیین ﷺ پر فضیلت کا دعویٰ

مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’له خسف القمر المنير وان لى...... غسا القمران المشرقان أتنكر‘‘

(ترجمہ) اس کے لئے (یعنی نبی کریم ﷺ کے لئے صرف) چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔‘‘

(اعجاز احمدی ص۷۱، خزائن ج۱۹ ص۱۸۳)

۲...... ایک قادیانی شاعر نے ۱۹۰۶ء میں مرزا غلام احمد کے سامنے یہ شعر پڑھا جسے مرزا غلام احمد نے اپنے پرچہ البدر قادیان کی (ج۲ نمبر۴۳ ص۱۴، مؤرخہ ۲۵/اکتوبر ۱۹۰۶ء) کی اشاعت میں شائع کیا اور شاعر کی تعریف کی۔ اب ان کے ہاں یہ بات مرزا غلام احمد کے اپنے بیان کے درجہ میں سمجھی جائے گی۔

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں ۔۔۔ اور آگے سے بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل ۔۔۔ غلام احمد کو دیکھے قادیان میں

۳...... مرزا غلام احمد آنحضرت ﷺ کے معجزات کی تعداد کے بارے میں لکھتا ہے: ’’ہمارے نبی اکرم ﷺ کے معجزات کی تعداد تین ہزار لکھی ہے۔‘‘ (تحفہ گولڑویہ ص۴۰،

خزائن ج۱۷ص۱۵۳) جب کہ اس نے اپنے معجزات کی تعداد ۱۰ لاکھ بتائی ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم ص۵۶، خزائن ج۲۱ص۷۲)

۴...... مرزا غلام احمد لکھتا ہے: ’’وکان الاسلام بدأ کالھلال وکان قدر انہ سیکون بدراً فی آخر الزمان والمآل باذن اللہ ذی الجلال فاقتضت حکمۃ اللہ ان یکون الاسلام بدراً فی مائۃ تشابہ البدر عدۃ‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۱۸۴، خزائن ج۱۶ص۲۷۵)

’’اسلام ہلال کی طرح شروع ہوا اور مقدر تھا کہ انجام کار آخری زمانہ میں بدر ہو جائے...... پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اسلام اس صدی میں بدر کی طرح شکل اختیار کرے جو شمار کے رو سے بدر کی طرح مشابہ ہو۔‘‘

۵...... ’’ومن فرّق بینی وبین المصطفیٰ فما عرفنی وما رأی‘‘

(خطبہ الہامیہ ص۱۷۱، خزائن ج۱۶ص۲۵۹)

(ترجمہ) اور جو شخص مجھ میں اور مصطفیٰ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھے نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا ہے۔‘‘

اس وقت ہمارا موضوع مرزا غلام احمد کی خاتم النّبیین ﷺ کی شان میں گستاخی کا نہیں ہم یہاں صرف یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی تحریرات پر آپ جتنا غور کریں گے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں لکھی گئی اس کی توہین آمیز تحریرات کو جس پہلو سے بھی دیکھیں آپ یہ تسلیم کئے بغیر نہ رہیں گے کہ مرزا غلام احمد کی یہ تحریرات محض عیسائیت کو گرانے کے لئے نہیں بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کی ذات مقدسہ کو نیچے لگانے کی اس کی اپنی ایک شرمناک کارروائی اور ذلیل حرکت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف چند الزامات کا بار بار تکرار مرزا غلام احمد کے اندرونی کفر کا بار بار ظاہر ہے اور ان الزامات کا زور وشور بتا رہا ہے کہ وہ ان فحش باتوں کے مزے لے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تقدس پر حملہ کر رہا ہے۔ اگر یہ باتیں اس کا اپنا عقیدہ نہ تھیں تو توہین مسیح کی غلیظ صدائیں بار بار اس کے سینے سے کیوں ابل رہی ہیں؟

اب تم ہی کہو کس کی صدا دل کی صدا

دو خلاف فطرت پیدائشیں دجال اور عیسیٰ بن مریم

الحمد للّٰہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ. اما بعد!

اللہ تعالیٰ نے فرشتے اور جنّات ایک ایک عنصر سے پیدا کئے۔ فرشتوں کو نور سے اور جنات کو نار سے تخلیق بخشی۔ نور اور نار میں ایک سی چمک تھی صرف حرارت مابہ الفصل ہوئی۔ یہ بات اللہ کی قدرت میں رہی کہ جب چاہے آگ سے حرارت چھین لے پھر نور اور نار کو مختلف صورتوں اور شکلوں میں تبدیل ہونے کی قوت بھی دی گئی۔ ملائکہ کو پل بھر میں شرق وغرب میں پھرنے کی استعداد ودیعت کی تو جنّات کو بھی آن واحد میں کہیں سے کہیں اڑنے اور گھومنے کی استعداد دے دی۔ ایک جن نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو کہا کہ میں ملکہ بلقیس کا تخت آپ کے پاس آپ کے اس جگہ سے اٹھنے سے پہلے پہلے لے آتا ہوں: ’’**قال عفریت من الجن انا اٰتیک به قبل ان تقوم من مقامک وانّی علیه لقوی امین**‘‘ (النمل:۳۹)

آگ اپنی ذات میں کوئی بری چیز نہ تھی لیکن اس کی فطرت میں شعلہ زنی تھی۔ وہ جنّات سعادت مند رہے جنہوں نے نور ایمان سے اپنے وجود نار کو ٹھنڈا رکھا اور وہ فطری ہدایت پاگئے۔ قرآن کریم میں جنّات کے ان دونوں حلقوں کی اس طرح خبر دی گئی ہے: ’’**انا منّا المسلمون ومنّا القاسطون فمن اسلم فاْلئک تحرّوا رشدا وامّا القاسطون فکانوا لجهنم حطباً**‘‘ (الجن:۱۴،۱۵)

(ترجمہ) اور یہ کہ کچھ ہم میں حکم بردار رہے اور کچھ ہیں بے انصاف سو جو لوگ حکم میں آگئے انہوں نے نیک راہ ڈھونڈ پائی اور جو ظلم کرنے والے رہے وہ دوزخ کا ایندھن ہوئے۔

یہ جنّات کا اپنا اقرار ہے کہ ہم میں دو طرح کے لوگ ہوئے ایک وہ جو نیکی کے رستہ پر پہنچ گئے اور دوسرا گروہ بے انصافوں کا رہا جو کجروی اور بے انصافی کی راہ سے فرمانبرداری کی راہ سے انحراف کر گئے۔ یہی جہنم کا کندا اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔ جہنم کی آگ اس آگ سے کہیں زیادہ تیز اور گرم ہوگی۔ جس سے یہ بنے تھے تو باوجودیکہ ان کی فطرت نار سے ہے پھر بھی جہنم کی آگ ان پر سختی سے بھڑکے گی۔

عزازیل مدتوں فرشتوں کے زیر اثر رہا

ایک جن مدتوں فرشتوں کے زیر اثر رہا لیکن جوں ہی اس نے عناصر اربعہ سے بنی ایک

نئی مخلوق (حضرت آدم) دیکھی، اس کی فطرت نے شعلہ مارا اور وہ اپنے رب کے حکم سے نکل گیا۔
''کان من الجنّ ففسق عن امر ربه'' (الکہف:۵۰)
(ترجمہ) وہ (اپنی اصل میں) جنّات میں سے تھا سو نکل باہر ہوا اپنے رب کے حکم سے۔
اپنی غلطی ظاہر ہونے پر بھی وہ تائب نہ ہوا بلکہ بڑ ماری کہ اب میں آدم کی اولاد کو ہاتھوں ہاتھ لوں گا اور اکثر بندے شکر گزار نہ رہ پائیں گے۔
''قال فبما اغویتنی لاقعدن لهم صراطک المستقیم ثم لاٰتینهم من بین ایدیهم ومن خلفهم وعن ایمانهم وعن شمائلهم ولاتجد اکثرهم شاکرین'' (الاعراف:۱۶،۱۷)
(ترجمہ) کہا جیسا تو نے مجھے راہ سے نکال دیا تو اب میں ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر پھر میں آؤں گا ان پر ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور ان کے دائیں سے اور ان کے بائیں سے اور نہ پائے گا تو ان میں اکثروں کو شکر گزار۔

اولاد آدم میں کس نے جنّات کو دبایا

ابلیس و آدم کا قصہ ایسا چلا کہ ابلیس اپنے پورے قبیلہ کے ساتھ اولاد آدم سے نبرد آزما ہوگیا۔ قرآن پاک میں اس کے پورے قبیلے کا ذکر موجود ہے ''انه یراکم هو وقبیله من حیث لا ترونهم'' پھر ایک وقت آیا کہ اولاد آدم میں اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو جنّات پر تسخیر بخشی اور آدم کا پلہ پھر بھاری ہوگیا۔ اب جنّات شکل انسانی میں آکر اولاد آدم کو اللہ کی راہ سے ہٹانے لگے۔ یہاں سے شیطان کا دور دجل شروع ہوا۔ اب جنات زیادہ اپنی شکلوں میں نہیں، انسانی شکلوں میں انسانوں کے منہ آئے بہت سے چہرے انسانی تھے جن میں ابلیس اپنی پوری قوت سے کارفرما رہا۔

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست   بس بہر دستے نباید داد است

کاملین کی نگاہ جب کسی جن پر پڑ جائے (وہ کسی بھی شکل میں ہو) وہ اسے اس صورت میں باندھ دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک دفعہ شیطان بلی کی صورت میں گزرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نے اسے بلی کی صورت میں باندھ دیا اور پھر چھوڑ دیا کہ لوگ یہ نہ

سمجھیں گے یہ دور سلیمانی کہیں پھر سے تو نہیں آ گیا۔

یہ اس لئے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اللہ کے حضور دعا کی تھی: ’’**رب اغفرلی وھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی**‘‘ (ص:۳۵)

اب حضور ﷺ کے زمانے میں بھی اگر اسی طرح جنات ضبط میں آتے دکھائی دیں تو کسی کو یہ گمان نہ گزرے کیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی وہ دعا قبول نہ ہوئی تھی۔

حضور ﷺ نے نہ چاہا کہ کوئی کسی پیغمبر کا نام لے کر اس کے بارے میں کسی کسر شان کا مرتکب ہو۔

’’**عن ابی ھریرۃ عن النّبی ﷺ قال انّ عفریتاً من الجنّ تفلّت او کلمۃ نحوھا علیّ البارحۃ لیقطع علیّ الصلوٰۃ فامکننی اللہ منہ واردت ان اربطہ الیٰ ساریۃ من سواری المسجد حتی تصبحوا او تنظروا الیہ کلّکم فذکرت قول اخی سلیمان رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی قال روح فردّہ خاسئاً**‘‘

(رواہ البخاری کتاب تفسیر القرآن باب قولہ رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی)

اس روایت میں گو بلی کا لفظ نہیں مگر المصنف لعبدالرزاق میں ہے کہ یہ شیطان بلی کی شکل میں آیا تھا۔

محدث کبیر مولانا بدر عالم مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ’’عالم روحانیات میں صورت کی تبدیلی ممکن ہے اگر کہیں انسان میں اس کی ٹھوس مادیت حائل نہ ہوتی تو وہ بھی اپنی صورت بدل سکتا۔ انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل کی تبدیلی کا ذکر بہت سے مواقع میں آیا ہے۔‘‘ (ترجمان السنۃ ج۳ ص۲۲۶)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل پر ایک شخص کی شکل کی تبدیلی کا ذکر تو قرآن پاک میں بھی موجود ہے۔ ’’**ولکن شبہ لھم**‘‘ اور وہ شخص سولی پر لٹکایا گیا تھا۔

حاصل ایں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان کے سرغنہ جن کو انسانی شکل میں باندھ کر کہیں کسی جزیرہ میں قید کر دیا۔ یہی وہ دجال ہے جس کی فطرت ہمہ جہت شیطانی ہے اور وہ صورت انسانی رکھتا ہے۔

علامہ ابن حجر لکھتے ہیں: بعض علماء اسے اولاد آدم میں سے مانتے ہیں مگر اسے حواء کی اولاد میں سے تسلیم نہیں کرتے۔ یہ اس طرح ہے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ماں کی طرف سے تو بے

شک اولاد آدم ہیں لیکن باپ کی طرف سے آدمی نہیں ان کی پیدائش نفخہ جبرئیل سے ہوئی اوراس اثر سے آپ مدت سے ملائکہ میں مقیم ہیں سو دجال کے مقابل آپ کی ہی ذات گرامی ہے دجال کن میں سے ظاہر ہوگا؟ یہ کون سی برزخی مخلوق ہے؟ یہ یاجوج وماجوج ہیں جنہوں نے پہلے بھی کسی دور میں عام انسانوں پر سرکشی کی تھی اور لوگوں نے ذوالقرنین سے ان کی شکایت کی تھی۔

’’قالوا یاذا القرنین ان یأجوج ومأجوج مفسدون فی الارض فھل نجعل لک خرجاً علیٰ ان تجعل بیننا وبینھم سداً‘‘ (الکھف:۹۴)

(ترجمہ) انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج وماجوج اس ملک میں بھاری فساد پر تل گئے ہیں کیا ہم آپ کے لئے کچھ خرچ کا انتظام کردیں اس لئے کہ آپ ان میں اور ہم میں ایک بڑی دیوار بنادیں۔ یہ قرآن میں اس قوم کا تذکرہ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ قوم پہلے سے موجود چلی آرہی ہے۔

یہ قوم اب کہاں ہے؟ اگر ہمیں ان کا نہ بھی پتہ ہوتا ہم یہ ضروری ہے کہ قیامت سے پہلے یہ پھر ظہور کریں گے اور احادیث صحیحہ میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ شیخ الاسلام لکھتے ہیں۔

دجال قوم یاجوج سے ہوگا

’’یاجوج وماجوج کون ہیں؟ کس ملک میں رہتے ہیں؟ ذوالقرنین کی بنائی ہوئی دیوار کہاں ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے متعلق مفسرین ومؤرخین کے اقوال مختلف رہے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ یاجوج وماجوج کی قوم عام انسانوں اور جنّات کے درمیان ایک برزخی مخلوق ہے اور جیسا کہ کعب احبار نے فرمایا اور نووی نے فتاویٰ میں جمہور علماء سے نقل کیا ہے ان کا سلسلہ نسب باپ کی طرف سے آدم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے۔ مگر ماں کی طرف سے حواء تک نہیں پہنچتا۔ گویا وہ عام آدمیوں کے محض باپ شریک بھائی ہوئے۔ کیا عجب ہے کہ دجال اکبر جسے تمیم داری نے کسی جزیرہ میں مقید دیکھا تھا، اسی قوم کا ہو۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۴۰۵ طبع تاج کمپنی)

جب اسے حضرت تمیم داری نے دیکھا اور دوسرے صحابہ اسے نہ دیکھ پائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دجال گو ایک انسانی شکل رکھتا ہے لیکن جنّات سے تعلق کے باعث اس کا کسی کو دکھائی دینا اور کسی کو دکھائی نہ دینا ہوسکتا ہے یہ بھی کوئی برزخی کیفیت ہوتا ہم اس میں شبہ نہیں کہ یہ لوگ جنّات کی نسبت انسانوں کے زیادہ قریب ہوں گے اور صورۃً ان سے ملتے جلتے ہوں گے۔

ایک دوسری غیر فطری پیدائش

دجال کی اس غیر فطری پیدائش کے مقابل ایک اور بھی غیر فطری پیدائش ہوئی اور وہ یہ کہ ایک خاتون نے بدوں مس بشر ایک بچہ جنا۔ اس بچے نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا نام پایا کیونکہ اس کا کوئی باپ نہ تھا۔

حضرت شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ’’یعنی اسی طرح بدون مس بشر کے ہو جائے گا، خلاف عادت ہونے کی وجہ سے تعجب نہ کر، حق تعالیٰ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کر دے، اس کی قدرت کی حد بندی نہیں ہوسکتی۔ ایک کام کا ارادہ کیا اور وہ ہوگیا نہ وہ مادہ کا محتاج نہ اسباب کا پابند۔‘‘ (تفسیر عثمانی ص۷۲ طبع تاج کمپنی)

کیا عیسیٰ علیہ السلام بشر ہیں یا فرشتہ ہیں؟

’’حضرت مسیح علیہ السلام جو محض ایک آدم زاد خاتون (حضرت مریم صدیقہ) کے بطن سے بتوسط نفخہ ملکیہ پیدا ہوئے، نزول من السماء کے بعد دجال کو ہلاک کریں گے۔ اس وقت یہ قوم یاجوج وماجوج دنیا پر خروج کرے گی اور آخرکار حضرت مسیح کی دعا سے غیر معمولی موت مرے گی۔‘‘ (ایضاً ص۴۰۵)

اس سے پتہ چلا کہ قتل دجال پر تمام شرور کا خاتمہ نہ ہوگا ہاں دجال اکبر کی موت سے دجالی فتنوں کا زور ٹوٹ جائے گا تاہم یاجوج وماجوج اس کے بعد ظہور کریں گے اور وہ مخفی دیوار ٹوٹ جائے گی جس نے اب تک ان کو ہم سے دور رکھا ہوا ہے۔

ایمان وکفر کے اپنے اپنے مراکز

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آب حیات میں ایمان وکفر کے منابع کی اس طرح نشان دہی کی ہے:

منابع الایمان والھدایة	منابع الکفر والضلالة
(۱) غیر انسانی مخلوق سے فرشتے	(۱) غیر انسانی مخلوق سے شیاطین اور
(۲) انسانی مخلوق سے انبیاء ومرسلین	(۲) انسانی مخلوق سے دجالین

آخری معرکہ خیر وشر

آخری معرکہ خیر وشر دجال اکبر اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے مابین ہوگا اور اس میں فتح خیر کی ہوگی۔ دجال حضرت عیسیٰ بن مریم کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ انہی دو کی پیدائش غیر فطری ہوئی تھی اور ان میں اس جہت سے مناسبت بھی تھی۔ تاریخ مذاہب میں یہی دو شخصیتیں غیر فطری پیدائش سے ممتاز ہوئیں اور قیامت سے پہلے خیر وشر کا آخری بڑا معرکہ انہی دو کے مابین ہوگا جس میں دجال اکبر مارا جائے گا۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ''اعلم انّ اللہ سبحانہ وتعالیٰ لما اراد ان یظہر صفة انعامه وانتقامه خلق الخلق وجعله اصنافاً فخلق منابع الایمان والهدایة من غیر نوع الانسان وهم الملٰئکة ومن النوع الانسانی وهم الانبیاء والمرسلون صلوٰت اللہ وسلامه علیهم اجمعین وخلق معادن الکفر والضلالة من غیر نوع الانسان وهم الشیاطین ومن النوع الانسانی وهم الدجالون الکذابون علیهم لعنة اللہ فالاوّلون هم سادة السعداء النازلین فی دار کرامته وفضله ومظاهر رحمته ورضاه سبحانه وتعالیٰ والآخرون هم رؤوس الاشقیاء الساقطین فی محل عقوبته وسخطه ومظاهر نقمته وغضبه والمحاربة قائمة بین الفریقین والمخالفة واقعة بین الطرفین علیٰ ما یقتضیه نظام التجاذب والواقع بین صفات اللہ الجمالیة والقهریة'' (فتح الملہم ج۱ ص۲۹۹)

''...... ومن المعلوم المتیقن انه کلما ظهر فی هٰذه الامة دجال کذاب قام من ورثة سید الانبیاء ﷺ شخص او قوم بدفع مکائده وابطال حیله وکبت معالمه واللہ سبحانه وتعالیٰ نصر الصادق وخذل الکاذب ولا تزال هٰذه المحاربة بین اولیاء الرحمن واولیاء الشیطان حتی یخرج رأس الکفر من المشرق وهو الدجال الاعظم وعدو اللہ الاکبر'' (ایضاً)

(ترجمہ) یہ جانتے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اپنی صفت انعام اور عمل انتقام کے ظہور کا ارادہ فرمایا تو اس نے کئی اوصاف کی مخلوق پیدا کی۔ اس نے ایمان اور ہدایت کے منابع (چشمے) بنائے اور ان میں نوع انسانی سے مختلف فرشتے بھی پیدا کئے اور نوع انسانی سے انبیاء ومرسلین بنائے اور اس نے کفر اور گمراہی کے معاون بھی پیدا کئے بغیر نوع انسان وہ شیاطین تھے اور نوع انسانی سے اس نے (اللہ تعالیٰ نے) دجالین پیدا کئے۔ پہلے قسم کے لوگ وہ خوش قسمت ہیں جو اللہ کے عزت وفضل کے گھر میں اور اس کی رحمت ورضا کے مظاہر میں اترے اور دوسری قسم کے لوگ وہ سرداران شقاوت ہیں جو اللہ کے محل عقوبت اور اس کی ناراضگی میں اترے اور اس کے انتقام وغضب میں گھرے اور ان دونوں فریق میں جنگ جاری ہے اور ان میں خاص مخالفت واقع ہے جیسا کہ اس نظام تجاذب کا مقتضا رہا ہے جو اس کی صفات جمالیہ اور قہریہ میں قائم ہے...... اور یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ جب کبھی اس امت میں کوئی دجال وکذاب ظاہر ہوا تو حضور اکرم ﷺ کے وارث علماء میں سے کوئی شخص یا گروہ علماء اس کے مقابلے میں اٹھا تاکہ اس کے فکر وفریب کو روکے اور اس کے حیلوں کو باطل کرے اور اس کے نشانات کو مٹائے اور اللہ تعالیٰ نے صادق کی مدد کی اور کاذب کو رسوا کیا اور یہ جنگ برابر قائم رہے گی۔ اللہ کے دوستوں میں اور شیطان کے دوستوں میں۔ یہاں تک کہ شیطان کا سینگ مشرق سے نکلے اور وہ دجال اعظم کا ظہور اور اللہ کے سب سے بڑے دشمن کا خروج ہے۔

شیطان کی سی لمبی عمر دجال کو ملی

شیطان نے جنت سے نکلتے نکلتے اللہ رب العزت سے اس وقت تک کی زندگی مانگی جب کل اولاد آدم کا قبروں سے اٹھنا ہوگا اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس وقت تک کی مہلت دی۔ اب جو شیطان دجل کے پیرایہ میں انسانی شکل میں آ ٹھہرا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے ایک جزیرہ میں قید کر دیا اور وہ اب تک وہاں موجود ہے اور قیامت سے پہلے وہ وہاں سے نکلے گا۔ اسے ایک لمبی عمر ملی۔

دجال گو ایک شخص ہے لیکن دجالی قوتیں صرف اس ایک میں منحصر نہیں، دجالی قوتوں کے اور بھی بیشمار آئینے ہیں جن میں وہ اترتا ہے اور جب حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام دجال کو قتل

کریں گے اس کے بعد بھی یاجوج وماجوج میں دجالی قوتیں ظہور کریں گی اور پھر حضرت عیسیٰ بن مریم کے توجہ باندھنے سے ان دجالی قوتوں کی پسپائی ہوگی۔ امام نووی (۶۷۶ھ) نے قاضی عیاض مالکی (۵۴۴ھ) سے نقل کیا ہے: ''ھٰذہ الاحادیث التی ذکرھا مسلم وغیرہ فی قصة الدجال حجة لمذھب اھل الحق فی صحة وجودہ وانہ شخص بعینہٖ ابتلی اللّٰہ بہ عبادہ واقدرہ علٰی اشیاء من مقدورات اللّٰہ من احیاء المیت الذی یقتلہ ومن ظھور زھرة الدنیا والخصب معہ...... واتباع کنوز الارض لہ وامرہ السماء ان تمطر فتمطر والارض ان تنبت فتنبت فیقع کل ذٰلک بقدرة اللّٰہ تعالٰی ومشیتہ ثم یعجزہ اللّٰہ تعالٰی بعد ذالک فلا یقدر علٰی قتل ذالک الرجل ولا غیرہ ویبطل امرہ ویقتل عیسی علیہ السلام ویثبت اللّٰہ الذین اٰمنوا ھذا مذھب اھل السنة وجمیع المحدثین والفقھاء النظار خلافاً لمن انکرہ وابطل امرہ من الخوارج والجھمیة''

(شرح صحیح مسلم ج۲ ص ۳۹۹ باب ذکر الدجال قد سبق فی شرح خطبة الکتاب)

(ترجمہ) یہ احادیث جنہیں امام مسلم نے قصہ دجال میں ذکر کیا ہے یہ اہل حق کے مذہب کی دلیل ہیں کہ دجال کہیں موجود ہے اور وہ ایک شخص ہوگا جس کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزما رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اسے (دجال کو) اپنے مقدورات الٰہیہ پر قدرت بخشی ہوگی جیسے اس مردے کو زندہ کرنا جسے اس نے خود قتل کیا ہوگا اور دنیا کی رونق کا ظہور اور اس کے کہنے پر سبزے کا اگ آنا...... اور اس کے حکم پر زمین کا اپنے خزانے اگلنا اور اس کا آسمان کو کہنا کہ وہ بارش برسائے اور بارش کا ہونے لگنا اور زمین کو کہنا کہ سبزہ اگائے اور زمین کا اسی وقت سبزہ بپا کر دینا۔ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مشیت سے (ظاہراً اس کے حکم پر) واقع ہوں گی پھر اللہ تعالیٰ اسے (دجال کو) عاجز کر دیں گے اور اس کے بعد وہ کسی کے قتل پر قادر نہ ہوسکے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے پروگرام کو باطل کر دیں گے۔ اسے حضرت عیسیٰ بن مریم قتل کریں گے اور ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اس آزمائش میں ثابت قدمی عطا فرمائیں گے۔ یہ مذہب اہل السنۃ کا ہے اور تمام محدثین اور فقہاء اور متکلمین کا بخلاف گمراہ فرقوں کے جو خروج دجال کا انکار کرتے ہیں۔

دجال کی غیر فطری پیدائش

دجال دیکھنے کو تو ایک انسان ہے مگر اس کی حقیقت ایک جن کی ہے۔ انسانوں سے اس کا کوئی ماں باپ نہیں۔ وہ ایک مدت سے کسی جزیرہ میں محبوس ہے اس سے وہ قیامت سے پہلے نکلے گا اور دائیں بائیں ہر طرف فساد کرتا آئے گا۔ یہود کی ایک بڑی جمعیت اس کے ساتھ ہوگی۔ عجیب وغریب کاموں پر وہ قادر ہوگا اور اس کا دعویٰ خدائی کا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک طویل حیات عطا کی ہے اور یہ اس لئے کہ وہ دنیا کے آخر میں علامات قیامت کے طور پر ظاہر ہو۔

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی غیر فطری پیدائش

جب عیسیٰ بن مریم علیہما السلام بغیر باپ کے حضرت جبرائیل کی ایک پھونک سے پیدا ہوئے تو آپ کی حقیقت ملکی رہی۔ آپ نے صورت انسانی پائی اب تک ایسا کوئی انسان نہ دیکھا گیا تھا جو صرف ماں سے بغیر باپ پیدا ہوا ہو۔ آپ ایک مدت سے آسمان پر زندہ مقیم ہیں اور آپ کو بھی ایک لمبی عمر دی گئی۔ قیامت سے پہلے آپ زمین پر اتریں گے۔ آپ کے بارے میں ایک قوم دعویٰ خدائی کی مدعی ہے وہ ابن آدم کو خدا کہتے ہیں اور آپ کے دوبارہ یہاں آنے سے وہ تمام اعتقادی فتنے مٹ جائیں گے جو یہود ونصاریٰ نے آپ کے بارے میں پیدا کئے۔

دجال کو مختلف مقامات پر دیکھا گیا

دجال جس طرح ایک برزخی مخلوق ہے کہ اس کی حقیقت شیطانی اور صورت انسانی ہے، وہ اسی زمین پر کہیں فروکش ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم اسے ہر وقت عیاناً دیکھ سکیں۔ ہاں! دجال کو کشفی صورت میں مختلف مقامات پر دیکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ اس کا وہ برزخی مقر ہے جہاں وہ محبوس ہے۔ حکم الٰہی سے پہلے وہ وہاں سے نکل نہ سکے گا۔

اگر وہ کبھی خراسان سے نکلتا دیکھا گیا ہے اور کبھی اصفہان سے اور کبھی شام اور عراق سے تو جب تک ان تمام کشوف میں وحدت زماں نہ ہو، ان روایات کو تعارض پر محمول نہ کیا جاسکے گا۔ تمام روایات اپنی جگہ صحیح تسلیم کی جاسکیں گی۔

دجال کہاں سے نکلے گا؟

جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم کے لئے یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے کہ وہ پیدا ہوں گے ان کے لئے ینزل کے الفاظ ملتے ہیں کہ وہ آسمان سے اتریں گے اسی طرح دجال کے بارے میں بھی یہ الفاظ کہیں نہیں ملتے کہ وہ پیدا ہوگا، وہ کسی جزیرہ جو کہیں برزخی طور پر موجود ہے، محبوس ہے۔ وہ کوثی نامی کسی گاؤں سے نکلے گا۔

امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں: ''یخرج الدجال من قریۃ یقال لہ کوثیٰ'' (مسند ابی الجعد ص۳۵۶ رقم الحدیث ۲۴۶۲)

(ترجمہ) دجال نکلے گا کوثی سے (یہ ایک بستی کا نام ہے جہاں سے دجال کا خروج ہوگا)

ہوسکتا ہے کہ کوثی ان دنوں کسی جزیرہ کی کوئی آبادی ہو اور دجال اس جزیرہ میں کہیں محبوس ہو۔ جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ دجال پیدا ہوگا اور کوثی سے نکلے گا وہ ایک غلطی میں مبتلاء ہیں۔

دجال کی کنیت تجویز کرنے والوں کا تعصب

جو اہل حدیث دجال کی کنیت ابویوسف بتاتے ہیں یہ ان کے تعصب کی انتہاء ہے۔ اتنے بڑے امام کے نام پر دجال کو موسوم کرنا بہت بڑی بدتمیزی اور بداخلاقی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی عبدالرحمٰن بن مصھر اخو علی بن مصھر کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کہ: ''اس نے علامہ شعبی کے نام سے یہ بات گھڑی کہ دجال کی کنیت ابویوسف ہے۔''

(لسان المیزان ج۳ ص۴۳۸، رقم الحدیث ۱۷۱۰)

علامہ شعبی امام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دونوں کے استاد تھے۔

ظہور دجال قطعی علامات قیامت میں سے ہے

علامہ نووی کے بیان سے یہ بات واضح ہوچکی ہے کہ تمام اہل حق قیامت سے پہلے ظہور دجال پر متفق رہے ہیں اور اس کو ایک معین شخص مانتے ہیں۔ یہی اہل حق کا مذہب ہے اور اس کا انکار اہل حق میں سے کسی نے نہیں کیا ہاں مرزا غلام احمد نے دجال کے ایک شخص ہونے کا انکار کیا ہے اور وہ عیسائیوں کو دجال کہتا رہا ہے۔

ہم مولانا مودودی کی اس بات سے اتفاق نہیں کر سکتے کہ آپ ﷺ دجال کے نکلنے میں خود کسی شک میں سے تھے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں: ’’کبھی آپ ﷺ نے یہ خیال ظاہر فرمایا کہ دجال خراسان سے اٹھے گا کبھی یہ کہ اصفہان سے اور کبھی یہ کہ شام اور عراق کے درمیان علاقہ سے۔ پھر کبھی آپ نے ابن صیاد نامی ایک یہودی بچے پر جو مدینہ میں پیدا ہوا تھا، یہ شبہ کیا کہ شاید یہی دجال ہو۔‘‘ (رسائل ومسائل طبع اوّل ص۵۵)

پیش نظر رہے کہ انبیاء پر وحی کبھی لفظی آتی ہے تو کبھی کشفاً بھی ان پر حالات کھلتے ہیں اور وحی کبھی ان پر قلباً بھی اترتی ہے اور یہ وحی آپ ﷺ پر ثقیل گزرتی تھی۔ سو اگر حضور ﷺ نے کشفاً دجال کو مختلف وقتوں میں مختلف جگہوں پر نکلتے دیکھا تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ ظہور دجال میں آپ کسی شک میں مبتلا تھے یا یہ کہ آپ کا خیال (معاذ اللہ) غلط تھا۔ حضور ﷺ کی بات کو اپنی سوچ پر قیاس کرنا ایک بڑی جسارت ہے۔

کیا ظہور دجال کی خبر قرآن کریم میں بھی ہے

قرآن پاک میں ظہور دجال کی خبر لفظ آیت کے ذیل میں دی گئی ہے: ’’ھل ینظرون الّا ان تاتیھم الملٰئکة او یأتی ربک او یاتی بعض آیات ربک یوم یأتی بعض آیات ربّک لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً قل انتظرو انا منتظرون‘‘ (الانعام:۱۵۸)

(ترجمہ) کیا یہ لوگ صرف اس کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا آئے تیرا رب یا آئیں ان کے پاس تیرے رب کی بعض بڑی آیات (نشانیاں) جس دن آئیں وہ آیات کسی کو جو پہلے ایمان نہ لایا ہو، اس دن ایمان لانا کام نہ آسکے گا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ انہیں کہہ دیں انتظار کرو ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔

’’عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ ثلٰث اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانھا لم تکن اٰمنت من قبل او کسبت فی ایمانھا خیراً طلوع الشمس من مغربھا والدجال ودابة الارض‘‘

(صحیح مسلم ج۱ ص۸۸ کتاب الایمان باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان)

(ترجمہ) آنحضرت ﷺ نے فرمایا تین باتیں جب واقع ہو جائیں تو کسی شخص کو جو پہلے ایمان نہ لایا ہو، ایمان لانا نفع نہ دے گا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی اچھا کام نہ کیا ہو گویا اس کے لئے توبہ کا دروازہ بند ہو چکا۔ وہ تین باتیں یہ ہیں (۱) سورج کا مغرب سے نکلنا (۲) دجال کا ظہور اور (۳) دابۃ الارض کا نکلنا۔

اس حدیث نبوی سے پتہ چلا کہ قرآن پاک نے ''بعض آیات ربک'' میں خروج دجال کی خبر دی ہے۔ ترمذی کی روایت میں ترتیب یہ دی گئی۔ (۱) دجال (۲) دابۃ الارض (۳) طلوع الشمس من مغربها.

توبہ کا دروازہ طلوع الشمس من مغربها پر بند ہوگا۔ ظہور دجال اور نزول عیسیٰ بن مریم پر توبہ ہو سکے گی اور ابھی نظام عالم برہم نہ ہوا ہوگا جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ نظام عالم برہم ہو جائے گا اور اس کے ساتھ ہی وہ وقت آجائے گا جس کی قرآن نے خبر دی ہے کہ اس وقت کسی کا ایمان لانا اسے نفع نہ دے سکے گا۔ توبہ کا دروازہ اب بند ہو چکا۔

سو اس میں شک نہیں کہ قرآن کریم نے اجمالاً ظہور دجال کی خبر دی ہے۔

علامہ بغوی (۵۱۶ھ) لکھتے ہیں کہ دجال کے آنے کی خبر اس آیت میں بھی مذکور ہے: ''لخلق السمٰوات والارض اکبر من خلق النّاس'' (المؤمن:۵۷)

(ترجمہ) البتہ آسمانوں اور زمین کا بنانا تو یہ انسان کے بنانے سے کہیں بڑا کام ہے۔

یعنی جب اس نے زمین وآسمان بنا لئے تو دجال جیسا انسان بنانا کیا اس کے لئے کوئی مشکل کام ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی بھی لکھتے ہیں: ''وقد وقع فی تفسیر البغوی انّ الدجال مذکور فی القرآن فی قوله تعالٰی لخلق السمٰوات والارض اکبر من خلق الناس وانّ المراد بالنّاس ھٰنا الدجال''

(فتح الباری ج۱۳ ص۸۰ باب ذکر الدجال طبع دار المعرفة بیروت)

(ترجمہ) تفسیر معالم التنزیل میں ہے کہ دجال کا ذکر قرآن مجید میں ہے اور وہ اس آیت میں ہے (جو اوپر مذکور ہوئی)

دجال کے مقابل عیسیٰ بن مریم کی آمد

دجال کی فطرت شیطانی اور صورت انسانی تھی۔ اس کے استدراج کو توڑنے کے لئے ایک دوسری غیر فطری پیدائش درکار تھی کہ ایک فطرت ملکی صورت انسانی میں جلوہ گر ہو اور وہ عیسیٰ بن مریم ہیں اور یہ دونوں حضورﷺ کو ایک خواب میں اکٹھے دکھائے گئے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں آنحضرتﷺ نے فرمایا: ’’**ارانی اللیلة عن الکعبة فرأیت رجلاً اٰدم کاحسن ما انت راء من اٰدم الرجال له لمة کاحسن ما انت راء من اللمم قد رجلها فهی تقطر ماء ومتکئاً علی رجلین او علیٰ عواتق رجلین یطوف بالبیت فسألت من هٰذا فقیل المسیح بن مریم واذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنیٰ کانه عنبة طافئة فسألت من هٰذا فقیل المسیح الدجال**‘‘

(صحیح بخاری ج۲ص۸۷۶ کتاب اللباس باب الجعد، فتح الباری ج۱۳ص۸۴ باب ذکر الدجال طبع بیروت)

(ترجمہ) میں نے رات اپنے آپ کو کعبہ کے پاس دیکھا میں نے ایک گندمی رنگ کے شخص کو دیکھا کہ تم نے اس سے زیادہ حسین آدمی نہیں نہ دیکھا ہوگا اس کا سر کے بالوں کا پھلانا ایسا تھا کہ تم نے کسی کے سر پر اسے نہ دیکھا ہوگا۔ اس نے ان بالوں کو کنگھی کیا اور اس سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔ دو آدمیوں کے کندھوں پر ٹیک لگائے وہ بیت اللہ شریف کا طواف کر رہا تھا۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں پھر وہیں ایک اور آدمی کو دیکھا جس کے بال گھرے گندے ہیں، گھنگریائے ہیں، اس کی دائیں آنکھ نہ تھی جیسے پھولا ہوا انگور ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔

حضورﷺ کو ایک خواب میں یہ دو شخص دکھائے گئے اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ دو کسی ایک دور میں اکٹھے ضرور ہوں گے اور دونوں کا ایک معرکہ ہوگا۔ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی فطرت ملکی اور صورت انسانی تھی۔ دجال کی فطرت شیطانی اور صورت انسانی ہوگی اور دنیا میں خیر و شر کا آخری معرکہ ان میں لگے گا اور اس میں فتح خیر کی ہوگی۔ ان دونوں میں ایک مناسبت ہے جس پر یہ دونوں حضورﷺ کو ایک خواب میں اکٹھے دکھلائے گئے۔

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں۔

جس طرح حضرت مسیح کو آیت کہا گیا: ’’ولنجعله اٰیة للناس‘‘ (مریم:۲۱)

اسی طرح دجال کو بھی آیت کہا گیا: ’’او یأتی اٰیت ربک‘‘ (الانعام:۱۵۸)

آپ کے رب کی بعض آیات آجائیں۔ ’’بعض آیات ربک‘‘ سے دجال وغیرہ کا ظاہر ہونا مراد ہے۔ حضرت مسیح آیت رحمت ہیں اور دجال آیت ابتلاء ہے۔

غرض یہ کہ جناب مسیح بن مریم علیہ السلام اور دجال کے اوصاف اور احوال اس درجہ مقابلہ کی رعایت کی گئی کہ لقب تک میں تقابل کو نظر انداز نہ کیا گیا۔ جس طرح عیسیٰ علیہ السلام کا لقب مسیح ہدایت رکھا گیا، دجال کا لقب مسیح ضلالت رکھا گیا اور چونکہ دجال ملک شام میں ظاہر ہوگا اس لئے جناب مسیح بن مریم بھی اس کے قتل کے لئے شام میں جامع مسجد دمشق کے مشرقی مینار پر نازل ہوں گے اور باب لد کے قریب اس کو قتل کریں گے۔

دجال اس امت میں کیوں ظاہر ہوگا

ہر سلسلہ کا سرچشمہ اور کوئی نہ کوئی مخزن اور کوئی نہ کوئی معدن ضرور ہوتا ہے۔ آفتاب ہے کہ تمام روشنیوں کا منبع ہے۔ کرہ نار ہے کہ جو تمام حرارتوں کا مخزن ہے۔ کرہ آب ہے کہ تمام برودتوں کا معدن ہے۔ کرہ ارضی اور کرہ ہوائی ہے کہ جو تمام رطوبتوں اور یبوستوں کا سرچشمہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح ضرور ہے کہ اس عالم اجسام میں ایک معدن اور منبع ایمان کا ہو، کہ جس سے تمام مؤمنین کے ایمان مستفاد ہوں۔ جیسا کہ زمین کی تمام روشنیاں آفتاب سے مستفاد ہیں اور ایک مخزن کفر کا ہو کہ اسی سے تمام کافروں کے کفر نکلتے ہوں اور ہر کافر کا کفر اسی مخزن کفر کا ایک پرتو ہو۔ سو وہ مخزن ایمان ذات بابرکات نبی اکرم سرور عالم سیدنا محمد ﷺ ہے اور مخزن کفر وہ سراپا شیطنت اور معدن کفر ومعصیت دجال اکبر ہے۔

اور جس طرح نبی اکرم ﷺ ارواح مؤمنین کے لئے روحانی والد ہیں۔ دجال کافرین کے لئے روحانی والد ہے۔ دجال ابوالکافرین ہے اور نبی اکرم ﷺ ابوالمؤمنین ہیں۔ کما قال تعالیٰ!

’’النّبی اولٰی بالمؤمنین من انفسهم وازواجه امهاتهم‘‘ (الاحزاب:۶)

اور ایک قرأت میں ہے: ’’وهو اب لهم‘‘

(ترجمہ) نبی کریم مؤمنین کے حق میں ان کے نفوس سے زیادہ اقرب ہیں اور آپ ﷺ کی ازواج مطہرات مؤمنین کی روحانی مائیں ہیں یعنی نبی کریم ﷺ مؤمنین کے روحانی باپ ہیں۔

اور جس طرح آپ ﷺ خاتم الانبیاء والمرسلین ہیں، دجال اکبر خاتم الدجالین ہے۔

اور جس طرح خاتم الانبیاء کی ایک مہر نبوت ہے، اسی طرح خاتم الدجالین کی مہر کفر ہے۔ جیسا کہ حدیث میں: ''مکتوب بین عینه کافر''

(ترجمہ) یعنی دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہوا ہوگا۔

جس طرح مہر نبوت حضور ﷺ کی نبوت ورسالت کی حسی دلیل تھی اسی طرح دجال کی پیشانی پر کافر کی کتابت اس کے دجل اور کفر کی حسّی اور بدیہی دلیل ہوگی۔

اور جس طرح خاتم الانبیاء کی نبوت بذریعہ مہر نبوت اور خاتم الدجالین کا کفر بذریعہ کتابت بین عینه ظاہر کیا گیا۔ اسی طرح قیامت کے قریب دابة الارض کے ذریعہ سے مؤمنین کا ایمان اور کافرین کا کفر پیشانی سے ظاہر کیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ جماعت مؤمنین کی اور کافرین کی آخری جماعت ہوگی اور انہی پر سلسلہ ایمان اور کفر کا ختم کر کے قیامت قائم کی جائے گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ قیامت کے قریب مکہ یا اجیاد کی زمین سے ایک جانور نکلے گا جس کے ہاتھ میں ایک مہر ہوگی۔ مومن اور کافر کی پیشانی پر ایمان اور کفر کا نشان لگائے گا۔ مومن کی پیشانی پر سفید نکتہ اور کافر کے ماتھے پر سیاہ نکتہ لگائے گا اور لوگ اے مومن اور اے کافر سے ایک دوسرے کو خطاب کریں گے۔ دابة الارض کا زمین سے نکلنا قرآن اور احادیث متواترہ سے ثابت ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس طرح سلسلہ نبوت اور سلسلہ دجل کے خاتم پر نبوت اور دجل کی مہر لگائی گئی اسی طرح سلسلہ ایمان اور کفر کے خاتم النّبیین پر بھی ایمان اور کفر کی مہر مناسب ہوئی اس لئے کہ خاتم کے معنی جس طرح آخر کے ہیں اسی طرح صاحب مہر کے بھی ہیں۔ پس خاتم کے لئے مہر کا ہونا نہایت مناسب ہے۔

آمدم برسر مطلب

پس جس طرح خاتم الانبیاء کی بعثت اخیر زمانہ میں اخیر امم کی طرف ہوئی اسی طرح خاتم الدجالین کا ظہور بھی اخیر زمانہ میں مناسب ہوا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

قیاس اس کو مقتضی ہے کہ خاتم الدجالین کا مقابلہ خاتم النّبیین کریں اور آپ ﷺ خود اپنے دست مبارک سے اس کو قتل کریں اور اگر بالفرض نبی اکرم ﷺ خود نہ قتل فرمائیں تو حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کی کیا خصوصیت ہے کہ وہی نازل ہو کر دجال کو نبی کریم ﷺ کی طرف سے قتل فرمائیں؟

جواب: یہ ہے کہ اوّل تو نبی کریم ﷺ کمالات نبوت و رسالت کے اس رتبہ کو پہنچ چکے ہیں کہ نہ کوئی آپ ﷺ کے مماثل ہے اور نہ مقابل۔ جس طرح آفتاب کے سامنے کسی ظلمت کا ظاہر ہونا ناممکن اور محال ہے اسی طرح آفتاب رسالت کے سامنے دجل کی ظلت کا ظاہر ہونا محال ہے اور غالباً دجال اسی وجہ سے آپ ﷺ کی موجودگی میں ظاہر نہ ہوسکا۔

دوم یہ کہ آیت شریفہ: ''واذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیین لما اٰتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قال أاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری'' (آل عمران:۸۱)

(ترجمہ) اس وقت کو یاد کرو کہ جب اللہ نے سب انبیاء سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب اور حکمت دوں اور پھر تم سب کے بعد ایک رسول آئیں جو تمہاری کتاب اور حکمت کی تصدیق کریں تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ان کی ضرور مدد کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کیا تم نے اس عہد کو قبول کیا۔ کہا انہوں نے سب نے اس کو قبول کیا۔

حضور پرنور ﷺ پر ایمان اور نصرت کا عہد دوسرے انبیاء علیہم السلام سے لیا گیا ہے لہٰذا آپ ﷺ کی امداد کے لئے انبیاء سابقین علیہم السلام سے کسی کا ظہور ضروری ہے اور انبیاء سابقین سے کوئی نبی دجال کا ضد اور مقابل ہونا چاہئے تاکہ نبی اکرم ﷺ کی طرف سے آپ ﷺ کی امت کی نصرت ظہور میں آئے۔

اب رہا یہ امر کہ اس بارے میں کون آپ ﷺ کی نیابت کرے تو غور کرنے سے یہ معلوم ہوا کہ جناب مسیح بن مریم علیہما السلام آنحضرت ﷺ کے نائب خاص ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو سورہ جن میں عبداللہ کے لقب سے ملقب فرمایا ہے: ''لمّا قام عبداللّٰہ یدعوہ کادوا یکونون علیہ لبدا'' (جن:۱۹)

(ترجمہ) جب اللہ کا بندہ اللہ کو پکارنے کھڑا ہوتا ہے تو لوگ اس پر جمع ہو جاتے ہیں۔

اور حضرت مسیح نے بھی اپنے لئے اسی لقب کو ثابت فرمایا ہے: ’’قال انی عبداللہ‘‘ اور دوسرے حضرات انبیاء سے یہ ادّعاء ثابت نہیں ہوا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ یہاں خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام وصف عبدیت کے مخبر اور مظہر ہیں اور نبی اکرم ﷺ کی عبدیت کو خود جناب باری عزاسمہ نے بیان فرمایا ہے۔

اور غالباً اسی نیابت خاصہ کی وجہ سے سرور عالم ﷺ کی آمد کی بشارت کا منصب حضرت مسیح بن مریم علیہ السلام کو سپرد کیا گیا۔

’’واذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول اللہ الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراۃ ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد‘‘ (الصّف:۶)

علاوہ ازیں حضرت عیسیٰ کو آنحضرت ﷺ سے ایک خاص قرب بھی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے: ’’انا اولی الناس بابن مریم لیس بینی وبینہ نبی‘‘

(رواہ البخاری ج۱ ص۴۸۹ کتاب احادیث الانبیاء، ابوداؤد ج۲ ص۲۸۶ کتاب السنۃ)

اور غالباً حضرت مسیح کو نبی اکرم ﷺ کی طرح معراج جسمانی میں شریک کرنا اسی اوّلیت کی وجہ سے ہوا اور جس طرح خاتم الانبیاء سے پیشتر نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری رکھا گیا اسی طرح خاتم الدجالین سے پہلے دجل کا سلسلہ جاری رکھا گیا (تیس مدعیان نبوت مختلف وقتوں میں اپنے لئے نبوت ثابت کرتے رہے ہیں)

قتل دجال کے بعد بھی شر ایک صورت میں باقی رہے گا اور قیامت زیادہ بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں حضرت عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے: ’’فنزل وقتل الدجال وملک الارض ...... ثم سطع روح الدجال وھی شرور المتوحدۃ شراً واحداً فاھلک الناس بیاجوج وماجوج ثم ارتفعت بھمۃ عیسیٰ ولما قبض عیسیٰ وانھمک الناس فی الشرور وقد صار الدجال روحاروحاً مطروحاً عم الفساد عموماً لا یستطاع تحریرہ ولا تقریرہ فجاء ت القیامۃ محاء النظام العالم‘‘ (الخیر الکثیر ص۱۱۲ طبع مجلس علمی انڈیا)

اس سے پتہ چلا کہ قتل دجال کے بعد بھی کچھ شرور وفسادات باقی رہیں گے اور قیامت بدترین خلائق لوگوں پر واقع ہوگی۔

عقیدہ وفات مسیح اور بزرگان دین

الحمد ﷲ وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی. اما بعد!

علماء اسلام نے حیات مسیح اور نزول عیسیٰ بن مریم کو اسلام کا ایک اجماعی عقیدہ ثابت کیا ہے۔ قادیانیوں نے ان کے اس دعویٰ اجماع کو توڑنے کے لئے کئی بزرگان دین پر یہ اختراء کیا کہ وہ اپنے دور میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر وفات ہوچکنے کے قائل تھے۔ قادیانیوں نے اپنے اس دعویٰ پر بہ طریق نقل نہیں یہ بطریق دجل کچھ عبارات پیش کی ہیں۔ ہم نے مناسب سمجھا کہ ایک مضمون ان بزرگوں کی صفائی پر بھی ہدیہ قارئین کریں تاکہ اس اجماعی عقیدہ اسلام پر کسی طرف سے جھوٹ راہ نہ پاسکے۔

پیشتر اس کے کہ ہم صدی وار ان بزرگوں کے عقیدہ کی صفائی پیش کریں ہم قادیانیوں کی اس راہ دجل کی ایک اجمالی نشان دہی کئے دیتے ہیں جس کے لوازم آپ کو اس کی جملہ انواع وافراد میں ملیں گے۔

قادیانیوں کی راہ دجل کا ایک اجمالی جائزہ

(۱) عموم سے استدلال:

قادیانی جب اپنے اس دعویٰ خاص پر خاص دلیل پیش نہیں کر پاتے تو وہ عموم کے سایہ میں آکھڑے ہوتے ہیں۔ مثلاً: ’’**وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل**‘‘ (آل عمران:۱۴۴)

اس آیت کا ترجمہ وہ اس طرح کرتے ہیں: ’’محمد مصطفیٰ ایک رسول ہی تو ہیں آپ سے پہلے سب رسول فوت ہوچکے۔‘‘

استدلال: جب سب فوت ہوچکے تو عیسیٰ بن مریم بھی فوت ہوچکے۔

اس میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے فوت ہونے کی تصریح نہیں محض عموم کے سہارے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات کا دعویٰ کیا جارہا ہے ترجمہ میں سب رسول کے الفاظ لاکران کی وفات ثابت کی جاتی ہے یہ ترجمہ صحیح نہیں۔ صحیح ترجمہ وہ ہے جو حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۲۳۰ھ) نے تیرہویں صدی میں کیا تھا: ’’اور محمد ﷺ تو ایک

رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت رسول۔‘‘

’’من قبله الرسل ‘‘میں الف لام استغراق کا نہیں لام جنس ہے۔کیونکہ اثبات مدعا میں استغراق کو کوئی دخل نہیں۔ یہی جملہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں بھی فرمایا:’’ما المسیح بن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرسل وامه صدیقه کانا یأکلان الطعام‘‘ (المائدہ:۷۵)

(ترجمہ)نہیں ہے مسیح مریم کا بیٹا مگر رسول گزر چکے اس سے پہلے رسول اور اس کی ماں ولی ہے کھاتے تھے دونوں کھانا۔

اب کیا کوئی یہاں’’من قبله الرسل ‘‘میں لام استغراق مراد لے کر یہ معنی کرسکتا ہے کہ تمام پیغمبر حضرت مسیح سے پہلے گزر چکے کوئی ان کے بعد آنے والا نہیں تھا۔

یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی مندرجہ ذیل آیت کے عموم سے یہ استدلال کرے کہ (معاذ اللہ) حضرت آدم، حضرت حوّا اور حضرت عیسیٰ ماں باپ کے ملے جلے نطفہ سے پیدا ہوئے تھے۔

’’انّا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتلیه فجعلناه سمیعاً بصیرا‘‘ (الدھر:۲)

(ترجمہ) ہم نے پیدا کیا انسان کو ملے جلے نطفے سے۔ہم پلٹتے رہے اسے یہاں تک کہ بنادیا ہم نے اسے سننے والا اور دیکھنے والا۔

کیا حضرت آدم انسان نہ تھے؟ اگر تھے تو ان کا بھی کوئی ماں باپ ہوگا۔عموم کے سایہ میں تمام انواع وافراد کے لئے ایک حکم ثابت کرنا ایک ایسی راہ استدلال ہے جس سے کسی خاص فرد کے لئے صریح حکم ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کی وفات پر جب یہ آیت پڑھی تھی: ’’وما محمد الّا رسول قد خلت من قبله الرسل ‘‘تو اس سے صرف اس استعجاب کو اٹھانا تھا کہ حضور ﷺ پر وفات نہیں آسکتی۔ظاہر ہے کہ بہت سے رسول اس جہاں کو پہلے بھی تو خالی کر گئے تو اب حضور ﷺ کے وفات پا جانے میں بھی کوئی استعجاب نہ ہونا چاہئے۔

اس استعجاب کو دور کرنے کے لئے لام استغراق کی ہرگز ضرورت نہیں اسے اثبات مدعا میں کوئی دخل نہیں۔

شیخ الاسلام لکھتے ہیں: ’’ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی وفات کے بعد جب صحابہ رضی اللہ عنہم کے مجمع میں یہ پوری آیت: ’’الشاکرین‘‘ تک بلکہ آیت: ’’انک میّت وانھم میّتون‘‘ بھی پڑھی تو لوگ قد خلت اور افان مات اور انک میت سے خلو اور موت کے جواز اور عدم استعجاب پر متنبہ ہوگئے جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی غرض تھی۔ موت کے واقع ہوچکنے پر نہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس سے استدلال ا اور نہ کسی اور نے سمجھا۔ اگر یہ الفاظ موت واقع ہوچکنے کی خبر دیتے تو چاہئے تھے کہ نزول آیت کے وقت یعنی وفات کے سات برس پہلے ہی سمجھ لیا جاتا کہ آپ کی وفات ہوچکی ہے۔‘‘ (حواشی القرآن عثمانی ص۸۸)

اب آپ خود سوچیں کہ اس قسم کے کمزور استدلال سے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات ثابت کرنا اور اس پر پھر یہاں تک جرأت کرنا کہ اس سے اس دن حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات پر سب صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوگیا تھا کیا اپنے اندر کوئی علمی وزن رکھتا ہے؟ یہ وہ راہ دجل ہے جس سے قادیانی وفات مسیح پر دلیل لاتے ہیں اور اسے وفات مسیح پر نص کہنے سے انہیں اپنے طور پر کوئی علمی حجاب محسوس نہیں ہوتا۔ اب اس پر ایک قادیانی کی یہ بڑ ملاحظہ ہو:

آپ کے نام نہاد اجماع امت کو صحیح بخاری کی اس ایک حدیث نے پارہ پارہ کردیا اور ہمیشہ کے لئے اس کا سر توڑنے کے لئے اس پر یہ آیت نگران رہے گی: ’’وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل‘‘ (ولکن شبہ لھم ص۵)

(نوٹ) قد خلت کا ترجمہ یہ کرنا کہ اس سے پہلے سب رسول فوت ہوچکے یہ قرآن پاک میں ایک کھلی تحریف ہے۔ خلت کے معنی جگہ خالی کرنے کے ہیں۔ یہاں سے گزر جانے کے ہیں۔ وہ جس طرح بھی ہو موت سے بھی انسان جگہ خالی کرتا ہے اور کسی دوسری جگہ چلا جائے تو بھی وہ اس پہلی جگہ کو خالی کر جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: ’’واذا خلوا الیٰ شیاطینھم قالوا انّا معکم‘‘ (البقرہ:۱۴)

اس میں لفظ خلوا پر غور کیجئے۔ یہ صرف جانے کے معنی میں ہے، مرنے کے معنی میں نہیں۔

(۲) وقتی موت سے حقیقی موت پر استدلال:

قرآن کریم نے ایک وقتی موت کا بھی پتہ دیا ہے حضرت عزیر علیہ السلام پر یہ موت سو سال تک رہی اور اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو اس دنیا میں اٹھایا۔ یہ سو سالہ موت آپ پر ایک نیند کی سی صورت میں رہی آپ عالم برزخ میں داخل نہ ہو پائے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ کو یہ

سوسال کا وقت ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ہی محسوس ہوا۔ اصحاب کہف بھی جب لمبی نیند سے اٹھے تو انہیں تین سو سالہ نیند بھی ایک دن یا اس کا ایک حصہ ہی محسوس ہوئی تھی۔

’’قال قائل منهم كم لبثتم قالوا لبثنا يوماً او بعض يوم‘‘ (الکہف:۱۹)

(ترجمہ) ایک نے کہا ان میں سے تم کتنی دیر اس طرح رہے انہوں نے کہا ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے بھی کم۔

حضرت عزیر علیہ السلام نے بھی سو سالہ موت کے بعد یہی جواب دیا تھا۔

’’فاماته الله مأة عام ثم بعثه قال كم لبثت قال لبثت يوما او بعض يوم‘‘ (البقرہ:۲۵۹)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سو سال موت میں رکھا پھر اس نے آپ کو اٹھایا اور پوچھا تم کتنا عرصہ اس حالت میں رہے۔ اس نے کہا ایک دن یا اس سے بھی کم مدت۔

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے اس حالت موت میں برزخ کا دروازہ نہ کھولا تھا ورنہ آپ اپنے اس دور کو ایک دن نہ کہتے سو یہ موت کی حالت ایک لمبی نیند کی سی حالت رہی یہ سو سال تک کی موت بھی ایک وقتی موت ہی سمجھی جائے گی۔ کیونکہ اس کے بعد بھی تو آپ کسی وقت ضرور فوت ہوئے ہوں گے۔

’’وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد أفان متّ فهم الخالدون‘‘ (الانبیاء:۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ کبھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی پر یہ وقتی موت بھی اتاری جاتی ہے اور اسے حقیقی موت کہیں آگے جاکر آتی ہے۔ بعض علماء اس طرف گئے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آسمانوں پر اٹھائے جانے کے لئے موت وارد کر دی تھی۔ تاکہ آپ کو اس سفر کی کچھ وحشت محسوس نہ ہو۔ محققین گو اس سے متفق نہیں لیکن اس سے انکار نہیں کہ بعض علماء اس سفر رفع میں آپ کے لئے اس وقتی موت کے قائل ہوئے لیکن ان سے آپ کی آسمان پر زندگی اور اس دنیا کے آخر میں یہاں پھر آنے کا انکار کہیں منقول نہیں۔ ظاہر ہے کہ قادیانی اس کے بغیر آپ کی اس آنی موت کو آپ کی حقیقی وفات (جس پر آگے عالم برزخ کے دروازے کھل جاتے ہیں) ثابت نہیں کر سکتے۔

قادیانی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے لئے حقیقی موت کے قائل ہیں اور جن علماء نے آپ کے لئے یہ وقتی موت تسلیم کی ہے ان کا یہ قول شاذ قادیانی عقیدہ وفات مسیح کی ہرگز

تائید نہیں کرتا کیونکہ وہ سب آپ کے آسمانوں پر جانے اور پھر نزول فرمانے کا عقیدہ رکھتے تھے مگر افسوس کہ یہ لوگ از راہ دجل پھر بھی ان کے اس قول سے آپ کی حقیقی موت پر دلیل لاتے ہیں اور اس راہ دجل کو نہیں چھوڑتے۔

علامہ ابوحیان اندلسی (۷۵۴ھ) نے یہ ضعیف قول جسے محققین تسلیم نہیں کرتے اس طرح نقل کیا ہے: ’’**قیل ھذا یدل علیٰ ان اللہ سبحانہ توفاہ وفات الموت قبل ان یرفعہ**‘‘ (البحر المحیط ج۴ ص۶۴، المائدۃ:۱۱۷)

ان کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ کو اٹھانے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان پر یہ وقتی موت وارد کی تھی یہ لوگ ان کے اس رفع سے ہرگز روحانی رفع کے قائل نہیں ان کے ہاں بھی آپ کا رفع جسمانی ہوا سو یہ اس وقتی موت کا عقیدہ آپ کے رفع جسمانی اور پھر اپنے اصل جسد سے نزول فرمانے کے اجماع کو ہرگز نہیں توڑتا۔

مگر افسوس کہ قادیانی از راہ دجل اس وقتی موت سے اسلام کے حیات مسیح اور نزول مسیح کے اجماعی عقیدہ کے خلاف بڑی تعلّی سے اجماع ٹوٹنے کا اعلان کرتے ہیں اور انہیں کوئی علمی حجاب مانع نہیں آتا کہ اثبات تعارض کے لئے دونوں قول ایک جہت سے سامنے لائے جانے ضروری ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ صورت یہاں نہیں وقتی موت، حیات اور دور آخر کے نزول بجسدہ العنصری کے ہرگز خلاف نہیں۔

(۳) حقیقت عیسوی کے بار بار ظہور کا عقیدہ:

جس طرح صوفیاء کرام کے ہاں ذات محمدی اور حقیقت محمدیہ ﷺ میں فرق ہے۔ اسی طرح ذات عیسیٰ بن مریم اور حقیقت عیسوی علیہ السلام میں بھی فرق ہے۔ بعض صوفیاء کے ہاں حقیقت عیسوی کا بار بار ظہور امت کے اس اجماعی عقیدہ کے ہرگز خلاف نہیں کہ قرب قیامت میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اپنے اصلی جسد سے پھر اس دنیا میں تشریف لائیں، یہ عقیدہ اسلام میں متواتر احادیث سے ثابت ہے سو یہ بات کہ حقیقت عیسویہ مختلف اوقات میں اور مختلف ابدان میں اترے اس سے آپ کے آخری دور میں اپنے اصل جسد سے اترنے کے عقیدہ کی ہرگز نفی نہیں ہوتی۔ حقیقت عیسوی کے کسی دوسرے بدن میں اترنے کو اگر کسی نے نزول مسیح سے تعبیر کیا تو اس سے نزول مسیح کے قطعی الثبوت عقیدہ کا انکار لازم نہیں آتا۔

علامہ سراج الدین ابن الوردی (۷۴۹ھ) کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ (صوفیوں کے

لئے) صرف ایک فرقے کا ہے یہ وہی لوگ ہیں جو حقیقت عیسویہ کے بار بار ظہور کے قائل ہیں۔

نامناسب نہ ہوگا کہ اس بار بار کے ظہور کا عقیدہ ہم مرزا غلام احمد کے اپنے الفاظ میں سامنے لے آئیں۔ اسے ہم پہلے بڑی تفصیل سے پیش کر چکے ہیں تاہم موقع کی مناسبت سے ہم یہاں بھی اسے مختصراً نقل کئے دیتے ہیں۔ اس میں اس نے حضور اکرم ﷺ کی بعثت کو بھی حقیقت عیسوی کا ایک دوسرا ظہور کہا ہے۔

غلام احمد لکھتا ہے: ’’مسیح کو دو دفعہ یہ موقع پیش آیا کہ ان کی روحانیت نے قائم مقام طلب کیا اوّل جب کہ ان کے فوت ہونے پر چھ سو برس گزر گیا اور یہودیوں نے اس بات پر حد سے زیادہ اصرار کیا کہ وہ نعوذ باللہ مکار اور کاذب تھا اور اس کا ناجائز طور پر تولد تھا اور اسی لئے وہ مصلوب ہوا...... تب یہ اعلام الٰہی مسیح کی روحانیت جوش میں آئی اور اس نے ان تمام الزاموں سے اپنی بریت چاہی اور خدا تعالیٰ سے اپنا قائم مقام چاہا تب ہمارے نبی ﷺ مبعوث ہوئے...... یہ مسیح ناصری کی روحانیت کا پہلا جوش تھا جو ہمارے سید، ہمارے مسیح خاتم الانبیاء کے ظہور سے اپنی مراد کو پہنچا۔ فالحمدللہ!

پھر دوسری مرتبہ مسیح کی روحانیت اس وقت جوش میں آئی کہ جب نصاریٰ میں دجالیت کی صفت اتم اور اکمل طور پر آ گئی...... پس اس زمانہ میں دوسری مرتبہ حضرت مسیح کی روحانیت کو جوش آیا اور انہوں نے دوبارہ مثالی طور پر دنیا میں اپنا نزول چاہا...... وہ نمونہ مسیح علیہ السلام کا روپ بن کر مسیح موعود کہلایا کیونکہ حقیقت عیسویہ کا اس میں حلول تھا۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۲ تا ۳۴۵، خزائن ج۵ ص۳۴۲ تا ۳۴۵)

مرزا قادیانی مزید لکھتا ہے: ’’تب پھر مسیح کی روحانیت سخت جوش میں آ کر جلالی طور پر اپنا نزول چاہے گی تب ایک قہری شبیہ میں اس کا نزول ہو کر اس زمانہ کا خاتمہ ہو جائے گا تب آخر ہوگا اور دنیا کی صف لپیٹ دی جائے گی۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام ص۳۴۶، خزائن ج۵ ص۳۴۶)

اب ظاہر ہے کہ ایک حقیقت عیسوی جب مختلف زمانوں میں مختلف ایوانوں میں اتر رہی ہے تو اس سے مراد اس کا ہر دفعہ اسی بدن میں آنا ضروری نہ ہوگا جو عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا اپنا عنصری بدن تھا لیکن اس سے یہ بھی لازم نہ آئے گا کہ وہ مختلف ابدان میں اترتے کبھی اس اصلی بدن میں نہ اترے، جیسے اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی تدبیر کو مات کرنے کے لئے چپکے سے آسمانوں پر اٹھا لیا تھا وہ اپنی تدبیر کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر کی۔ پھر نتیجہ کیا رہا؟ اللہ کی تدبیر ان

کی تدبیروں پر غالب آئی اور قرآن نے کہا: ’’ویمکرون ویمکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین‘‘

حضرت عیسیٰ بن مریم کا یہ آخری دفعہ کا نزول قیامت کی علامات میں سے ہوگا جب کہ دوسرے مواقع پر حقیقت عیسوی کا مختلف ابدان میں اترنا وقت کے حالات کے مطابق ہوتا رہا نہ کہ قیامت کی علامات کے طور پر۔

مرزاغلام احمد نے اپنے کو مسیح موعود کہا تو بھی حضرت مسیح کے اس ظہور کے لئے جگہ خالی رکھی جس پر احادیث کے ظاہر الفاظ صادق آسکیں اور مسیح کا وہ آنا جلالی شان سے ہو جس پر دوسری سب ملتیں آپ کے سامنے سب ایک ہو جائیں۔

مرزاغلام احمد لکھتا ہے: ’’ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے اور جب کہ یہ حال ہے تو پھر علماء کے لئے اشکال ہی کیا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت ان کی یہ مراد بھی پوری ہو جائے۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۲۰۰، خزائن ج۳ ص۱۹۷،۱۹۸)

جب یہ ممکن ہے تو جو قادیانی اسے ناممکن کہتے ہیں وہ خود سوچیں وہ غلام احمد کے خلاف کیوں جارہے ہیں۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حقیقت عیسویہ کا کسی زمانے میں کسی دوسرے بدن میں آنا مسلمانوں کے عقیدہ نزول مسیح کے خلاف نہیں جاتا ان دونوں صورتوں میں آپس میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔ یہ قادیانیوں کی راہ دجل ہے کہ وہ ایسی کسی عبارت کو لے کر اسے مسلمانوں کے اجماعی عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو توڑنے کے لئے استعمال کرتے ہیں انسان جب حیاء کو چھوڑ دیتا ہے تو پھر اسے اپنے آپ سے ٹکرانے میں بھی کوئی عیب محسوس نہیں ہوتا۔ مرزاغلام احمد بھی تسلیم کرتا ہے کہ آخری دور میں شاید پھر حقیقت عیسوی قہری ظہور کرے۔

قادیانیوں کے دجل کی ایک اور مثال

ابن عربی (۶۳۸ھ) ان صوفیوں میں سے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی روحانیت کے مختلف پیرایوں میں اترنے کا قول کیا ہے انہوں نے ان کے ایک نزول کی اس طرح خبر دی ہے: ’’وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر‘‘

(تفسیر ابن عربی ص۲۹۶)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پھر آخری دور میں اترنا لازم ٹھہرا اس بدن سے مختلف دوسرے بدن میں جس میں کہ یہ حقیقت (دوسری مرتبہ) ظاہر ہوئی تھی۔

ظاہر ہے کہ یہ دوسرا بدن اس دوسرے بدن سے متغائر ہے نہ کہ پہلے بدن سے اور پہلے بدن سے بھی اس معنی میں متغائر ہوسکتا ہے کہ پہلے اس بدن سے حجب بشری کلیۃً منفی نہ تھے لیکن اب مدت دراز فرشتوں میں رہنے کے باعث وہ کاملاً اتر چکے ہوں گے سو بدن آخر کے سمجھنے میں غلطی نہ کیجئے۔

مسیح کی روحانیت کے یہ نزول اکیلے پیرائے کے ہیں ان کے ساتھ کسی اور شخصیت کا ذکر نہیں۔ ابن عربی کے دوسرے بیان میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے اس نزول کا ذکر بھی ہے جس میں وہ اکیلے نہ ہوں گے امام مہدی کے ساتھ ہوں گے تب وہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں گے اور یہ صرف اس لئے ہوگا کہ وہ اسرائیلی ہوں گے اور اس دن کا اعزاز اسماعیلی سلسلے کا ہوگا۔ آپ کے اس طرح آنے کا ذکر ابن عربی نے اس طرح کیا ہے۔

آپ لکھتے ہیں: ’’**فلما دخل اذاً لعیسیٰ علیہ السلام بجسدہ وعینہ فانہ لم یمت الی الآن بل رفعہ اللہ الیٰ ھٰذہ السماء واسکنہ بھا**‘‘ (تفسیر ابن عربی ج۱)

یہ آپ کی آسمانوں میں سکونت آپ کے اسی جسد سے ہے جو دنیا میں تھا اور ابھی اس پر موت نہیں اتری ابن عربی کے الفاظ ’’**فانہ لم یمت**‘‘ سامنے رکھیں ان کا واضح ترجمہ یہ ہے کہ ابھی تک آپ پر موت نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آسمان میں ہی ٹھہرا رکھا ہے۔

سو آپ کا اس سے پہلے کسی دوسرے بدن میں اترنا آپ کے اس حقیقی بدن سے آنے کے خلاف نہ ہوگا جس میں آپ کچھ عرصہ آسمان میں سکونت پذیر رہے آپ کا حضرت مہدی کو نماز میں آگے کرنا آپ کے اسی نزول سے ہے جس میں آپ اپنے اصل بدن سے اتریں گے۔

آپ اس میں یہ بھی لکھتے ہیں: ’’**وتقدیم عیسیٰ علیہ السلام ایاہ واقتداءہ بہ علی الشریعۃ المحمدیۃ اشارۃ الیٰ متابعتہ للملۃ المصطفویۃ وعدم تغییرہ للشرائع...... والامام الذی یتاخر ھوالمھدی وانما یتاخر مع کونہ قطب الوقت مراعاۃ لادب صاحب الولایۃ مع صاحب النبوۃ ...... وتقدیم عیسیٰ علیہ السلام ایاہ لعلمہ بتقدمہ فی نفس الامر لمکان لقطبیۃ ...... وصلوٰتہ علی الشریعۃ المحمدیۃ اقتداءہ بہ تحقیقاً لاستفاضۃ منہ ظاھراً وباطناً**

واللہ اعلم‘‘ (تفسیر ابن عربی ج۲ص۴۵، تقدیم الدکتور مصطفیٰ غالب طبع ۱۹۷۸ء، دارالاندلس بیروت)

(ترجمہ) عیسیٰ علیہ السلام کا امام مہدی کو آگے کرنا اور خود اس کی شریعت محمدی کے مطابق اقتدا کرنا اس میں اشارہ ہے کہ آپ حضور اکرم ﷺ کی امت کی متابعت میں رہیں گے اور قوانین شریعت کو ہرگز نہ بدلیں گے اور وہ امام جو پیچھے ہٹے گا تاکہ انہیں وہ آگے کرے وہ مہدی ہوگا اور وہ باوجود یہ کہ وقت کا قطب ہوگا پیچھے ہٹے گا اس لئے کہ صاحب ولایت صاحب نبوت کے ادب میں رہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس لئے ان کو آگے کریں گے کہ آپ کو ان کے قطب ہونے کا علم ہوگا اور آپ کا شریعت محمدیہ کے مطابق پیچھے نماز پڑھنا اور ان کی اقتداء کرنا اس بات کی تحقیق ہے کہ انہیں ان سے ظاہری اور باطنی فیض ملے اور یہ حقیقت ہے کوئی دکھاوا نہ ہوگا۔

اس تفصیل سے کسی صاحب انصاف کو دل میں تل بھر جگہ دینے کا موقع نہ ملے گا کہ حقیقت عیسوی کے کسی دوسرے بدن میں ظہور کرنے سے ابن عربی اسلام کے اس عقیدہ کا انکار کررہے ہیں کہ قرب قیامت میں وہ اسرائیلی پیغمبر جو حضرت مریم سے پیدا ہوئے تھے شریعت محمدی کی اقتداء میں زمین پر نہ اتریں گے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ اسلام کے اس متفق علیہ اجماعی عقیدہ کی تردید کریں۔ قادیانیوں کی راہ دجل یہی ہے کہ اس ایک نزول کی عبارت سے یہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی وفات اور ان کا قیامت سے پہلے اپنے بدن عنصری سے نازل نہ ہونا ثابت کرنے پر آگئے ہیں۔

ان لوگوں کا گمان یہ ہوتا ہے کہ ہم جس کا نام لے کر وفات مسیح ثابت کریں گے عام لوگوں نے ان کی دوسری تصریحات کب دیکھی ہوں گی۔ بس اس وقت تو بات بن گئی گو یہ بات کتنی ہی خلاف واقع کیوں نہ ہو اہل علم اسی کو دجل کہتے ہیں۔

(۴) قادیانیوں کی چوتھی راہ دجل:

اب قادیانیوں کی چوتھی راہ دجل بھی سمجھ لیجئے یہ ان کی کھلی خیانت ہے انہیں معلوم تھا کہ ایک گمراہ فرقہ جس کی اہل علم ہمیشہ تردید کرتے رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ آنے کو تشبیہ پر محمول کرتا ہے کہ کسی دوسرے شخص کو حضرت عیسیٰ بن مریم کے فضل وشرف سے تشبیہ پانے پر دور آخر میں اتارا جائے گا۔ قادیانی لوگ کتابوں سے اس فرقے کا یہ عقیدہ پیش کرتے ہیں اور اس کے آگے جہاں اس کی تردید لکھی ہوتی ہے اسے یکسر چھوڑ

دیتے ہیں ذکر نہیں کرتے۔ یہ ان کی کھلی خیانت ہے اور یہ ان کی چوتھی راہ دجل ہے۔

ان کا ایک رسالہ نظر سے گزرا جس کے (ص۱۲) پر علامہ ابن الوردی کے نام سے یہ عبارت لکھی تھی: ’’**قد قالت فرقة نزول عیسٰی خروج رجل یشبه عیسٰی فی الفضل والشرف کما یقال للرجل الخیر ملک وللشریر شیطان تشبیها بهما ولا یراد الاعیان**‘‘

(ترجمہ) اور ایک گروہ کہتا ہے کہ نزول عیسیٰ سے مراد ایسے شخص کی آمد ہے جو فضیلت اور شرف میں عیسیٰ سے مشابہ ہو جس طرح اچھے آدمی کو فرشتہ اور برے کو شیطان کہہ دیتے ہیں اور اس سے مراد فرشتہ اور شیطان نہیں بلکہ ان سے مشابہت ہوتی ہے۔

یہ عبارت قادیانیوں نے ساتویں صدی کے علامہ سراج الدین ابوحفص عمر بن الوردی (۷۴۹ھ) کی کتاب ’’**خریدة العجائب وفریدة الغرائب**‘‘ سے نقل کی ہے کتاب کے نام سے ہی پتہ چلتا ہے کہ اس میں اسلام کی کوئی معروف اور جانی پہچانی بات نہیں کہی جارہی اور ظاہر ہے کہ اسلامی عقائد اس قسم کے نادر اور شاذ اقوال سے ثابت نہیں کئے جاتے۔ جب مسائل میں زیادہ اعتبار ظاہر الروایت کا ہوتا ہے تو عقائد کی دنیا تو ان سے بھی اہم اور زیادہ لائق احتیاط ہے۔ جب تک عقائد درست نہ ہوں کوئی نیک عمل بھی اللہ کے ہاں قبولیت نہ پاسکے گا۔

اب ہم یہ پوری عبارت آپ کے سامنے پیش کئے دیتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ ابن الوردی نے کس طرح واضح الفاظ میں اس قول کی تردید کی ہے اس سے آپ کے سامنے قادیانیوں کی چوتھی راہ دجل اور ان کی کھلی خیانت اور کھل کر سامنے آجائے گی۔ حدیث میں جھوٹے مدعیان نبوت کو اس لئے ’’**دجالون**‘‘ کہا گیا ہے۔ اب آپ اس پوری عبارت کو ملاحظہ فرمائیں: ’’**قال بعض المفسرین فی قوله تعالٰی وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته انه عند نزول عیسٰی وقال عزوجل وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم ثم قال بل رفعه الله الیه ثم اختلف التؤولون له فقال اکثرهم واحقهم بالتصدیق هو عیسٰی علیہ السلام بعینهٖ یرد الی الدنیا وقالت فرقة نزول عیسٰی خروج رجل یشبه عیسٰی فی الفضل والشرف کما یقال للرجلا لخیر ملک وللشریر شیطان تشبیهاً بهما ولایراد الاعیان وقال**

قوم ترد روحه فی رجل اسمه عیسٰی ولآخران لیس بشئ اللّٰہ اعلم‘‘

(خریدۃ العجائب وفریدۃ الغرائب ص۲۶۳ طبع مصر باب نزول عیسٰی علیہ السلام)

(ترجمہ) بعض مفسروں نے قرآن کریم کی آیت ’’وان من اهل الکتاب الّا لیؤمنن به قبل موته ‘‘ کے بارے میں کہا ہے کہ یہ نزول عیسٰی کے وقت میں ہوگا۔ وہ عیسٰی کو نہ قتل کر پائے اور نہ انہیں سولی پر چڑھا سکے کوئی اور عیسٰی کی شکل میں ان کے سامنے لایا گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے (عیسٰی) کو اپنی طرف اٹھالیا۔ اس کی مراد بیان کرنے والوں نے یہ کہا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام بعینہٖ دنیا میں لائے جائیں گے اور ایک گروہ نے یہ کہا ہے کہ اس سے مراد عیسٰی کا کسی دوسرے شخص میں ظاہر ہونا ہے جو فضل وشرف میں عیسٰی کے مشابہ ہوگا اور کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ عیسٰی کی روح کسی اور شخص میں جس کا نام عیسٰی ہوگا لوٹائی جائے گی۔ یہ پچھلی دونوں باتیں بالکل بودی ہیں یہ کوئی شئ نہیں ہیں۔

اب دنیا سے انصاف اگر ختم نہیں ہوگیا تو خدارا آپ دیکھیں کہ اس عبارت میں کس طرح پہلے عقیدے کو جو مسلمانوں کا ہے: ’’فقال اکثرهم واحقهم بالتصدیق هو عیسٰی علیہ السلام بعینهٖ یرد الی الدنیا ‘‘ کہہ کر قبول کیا گیا ہے اور قادیانی جس عبارت سے تمسک کرتے ہیں اسے لکھ کر کس طرح واضح طور پر اس کا رد کیا گیا ہے ان لفظوں پر غور فرمائیں: ’’ولآخران لیس بشئ ‘‘ یہ پچھلی دونوں باتیں بالکل بے بنیاد ہیں۔

یہ قادیانیوں کی چوتھی راہ دجل ہے کہ جس کتاب کا حوالہ دے رہے ہیں خود اسی میں اس کی کھلی تردید موجود ہے کسی نے کیا سچ کہا ہے: ’’اذا لم تستحیی فاصنع ماشئت‘‘

حضرت عیسٰی کا آخری نزول کسی متغائر جسم میں نہ ہوگا

انسان دنیا میں بشریت کے پردوں میں گھرا ہے کسی کے ماتھے پر نہیں لکھا ہوتا کہ وہ اندر سے کیا ہے؟ اسی راہ سے یہود عوام حضرت عیسٰی علیہ السلام کے منکر ہوئے اور اس راہ سے کفار مکہ حضور ﷺ کے درپے انکار ہوئے۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام مدتوں فرشتوں میں رہنے کے باعث اب اس بشریت سے شفاف ہوکر نکلیں گے جس میں ان کی پیدائش بدنی تھی اب ان کے بدن پر بشریت کا یہ حجاب نہ ہوگا۔ اب اس کو دیکھتے ہی ہر شخص یہ جان لے گا کہ آپ سچ کا ایک کھلا نشان ہیں۔

آنحضرت ﷺ پر بھی جب وحی کا نزول ہوتا تھا تو آپ سے یہ حجاب بشریت اتر جاتا تھا اب کسی انسان کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ آپ پر اپنی نظر جما سکے۔ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اپنے اس آخری نزول میں بشریت کے اس حجاب سے بالکل شفاف ہوں گے۔ ابن عربی کی مراد آپ کے بدن آخر سے یہی ہے کہ اس دن آپ کے بدن پر یہ پردہ نہ ہوگا۔ آپ کو ہر ایک دیکھنے والا پوری طرح پہچان لے گا سو بدن آخر سے ابن عربی کی مراد کوئی متغائر جسد نہیں اسی بدن کی ایک دوسری شفاف صورت ہے۔ اس دن جو لوگ آپ پر ایمان لائیں گے وہ بھی اپنے جسمانی پردوں سے نکل آئیں گے یہ نہیں کہ انہیں اس دن کوئی اور اجساد دیئے جائیں گے۔

قادیانیوں نے یہاں مسیح کے بدن آخر سے ان کا کوئی اور جسد مراد لینے میں بڑی غلطی کی ہے وہ اگر ابن عربی کی یہ پوری عبارت نقل کر دیتے ہیں کسی کو اس میں کسی اور شک کی راہ نہ ملتی۔ اب آپ بدن آخر کا یہ معنی خود ابن عربی کی زبان سے سنیں: ’’**وجب نزوله فی آخر الزمان بتعلقه ببدن آخر وحینئذ یعرفه کل احد فیؤمن به اهل الکتاب ای اهل العلم العارفین بالمبدء والمعاد کلهم عن آخرهم قبل موت عیسیٰ بالفناء فی الله واذ آمنو به یکوّن یوم القیامة ای یوم بروزهم عن الحجب الجسمانیة وقیامهم عن حال غفلتهم ونومهم الذی هم علیه الآن**‘‘ (تفسیر شیخ محی الدین ابن عربی ص۲۹۶)

(ترجمہ) آپ (حضرت عیسیٰ) کا آخری دور میں دوسرے بدن میں اترنا لازم ٹھہرا اس وقت آپ کو ہر شخص پہچان لے گا سو آپ پر سب اہل کتاب ایمان لے آئیں گے اور ایسا ہونا حضرت عیسیٰ کی موت سے پہلے ہوگا۔ حضرت عیسیٰ اپنی موت سے ذات خداوندی میں پورے فنا ہو جائیں گے (اب آپ کا لوگوں سے کوئی واسطہ نہ رہے گا) جب سب لوگ جو اپنے مرنے کے بعد کی زندگی کا یقین رکھتے ہیں ان پر ایمان لے لائیں گے اس دن وہ بھی اپنے جسم کے پردوں سے نکل آئیں گے۔

سو حضرت عیسیٰ کا اس وقت کسی دوسرے بدن میں ظہور اس معنی میں ہے کہ آپ سے بشریت کا پردہ اٹھ جائے گا اور آپ کو ہر کوئی پہچان لے گا آپ کا بدن ایسا شفاف ہوگا جیسے فرشتوں کے ابدان ہوتے ہیں۔ اس طرح ابن عربی کی اس عبرت کی ان کی دوسری عبارات سے بھی جو ہم نے پیش کی ہیں پوری تطبیق ہو جاتی ہے۔ ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان

بزرگوں کے عقائد پر بحث کرنے سے پہلے ہم قادیانی مؤلف کی اس تحریف کو بھی کچھ اور بے نقاب کردیں جو اس قادیانی مصنف نے اپنے اس رسالہ میں قرآن کریم کی ایک آیت کا غلط ترجمہ کرنے میں کی ہے۔

آیت:’’وما محمد الّا رسول قد خلت من قبله الرسل‘‘ (آل عمران:۱۴۴)

(قادیانیوں کا غلط ترجمہ) ’’محمد مصطفیٰ ﷺ ایک رسول ہی تو ہیں اور آپ سے پہلے سب رسول فوت ہوچکے ہیں۔‘‘ (ولکن شبه لهم ص۴)

(دعویٰ) حضرت محمد ﷺ سے پہلے سب رسول فوت ہوچکے سو حضرت عیسیٰ بھی فوت ہوچکے۔

(تحریف): قادیانی یہ ’’سب رسول‘‘ کا لفظ اپنی طرف سے بنالائے ہیں جو سراسر خیانت ہے اسی طرح ’’فوت ہوچکے‘‘ کا لفظ بھی یہ ان کی اپنی اختراع اور ایک ان کا اپنا افتراء ہے۔

اس ترجمہ کے غلط ہونے کی پہلی دلیل

ذرا آگے چلئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح بن مریم علیہما السلام کے بارے میں بھی تو یہی الفاظ فرمائے ہیں اس وقت تو سب رسول آ بھی نہ چکے تھے ابھی حضور بھی دنیا میں تشریف نہ لائے تھے چہ جائے کہ فوت بھی ہوچکے ہوں۔

’’ماالمسیح بن مریم الّا رسول قد خلت من قبله الرسل‘‘ (المائدہ:۷۵)

ترجمہ مجدد قرن ثانی حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۷۶ھ)

’’نیست عیسیٰ پسر مریم مگر پیغمبرے گزشتہ اند پیش از وے پیغمبراں و مادر ولیہ بعد۔‘‘

(المائدہ:۷۵)

اگر اس آیت میں یہ کہا گیا ہے کہ حضرت مسیح بن مریم سے پہلے سب رسول فوت ہوچکے تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آپ کے بعد حضور اکرم ﷺ کیسے آگئے؟ کیا آپ رسول نہ تھے اگر تھے تو اس آیت میں سب رسولوں کے فوت ہونے کا اعلان کیا ہے؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ آپ پر وفات ابھی تک نہ آئی تھی۔

قادیانی اس کے جواب میں کہتے ہیں سورۃ المائدہ کی آیت ’’قد خلت من قبله

الرسل ‘‘میں لفظ:’’الرسل ‘‘پر الف لام عہد کا ہے اور مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ سے پہلے کے تمام رسول فوت ہوگئے اور آل عمران کی آیت:’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘میں الف لام استغراق کا ہے کہ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہوگئے۔ دیکھئے ایک سے الفاظ میں وہ کس طرح الف لام کی تفریق کررہے ہیں۔ ہم یہاں پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ اگر یہ لام استغراق کا ہے تو کیا اس میں کہیں مرزا غلام احمد بھی غرق ہوا دکھائی دیتا ہے؟ اگر نہیں ہے تو یہ استغراق کیا ہے؟

قادیانیوں کی تحریف ترجمہ تو آپ دیکھ چکے۔ اب اس آیت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سورۃ آل عمران کی (آیت:۱۴۴) کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:’’ونیست محمد مگر پیغمبر ہر آئینہ گزشتہ اند پیش از پیغمبراں‘‘

اوران کے بیٹے شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (۱۲۳۰ھ) نے اس کا اردو ترجمہ یہ کیا ہے:’’اور محمد ﷺ تو ایک رسول ہے ہو چکے اس سے پہلے بہت سے رسول۔‘‘ (ص۱۰۹)

سب اور بہت میں جو فرق ہے وہ کسی پڑھے لکھے سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ حق سمجھنے کے لئے دیانت درکار ہے۔

ظاہر ہے کہ مجددین کے ترجمہ کے خلاف کوئی ترجمہ بھی ہو وہ تحریف تو ہوسکتا ہے ترجمہ نہیں۔ مولانا فتح محمد صاحب کا ترجمہ بھی دیکھ لیں۔

’’اور محمد ﷺ تو صرف خدا کے پیغمبر ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر گزرے ہیں۔‘‘ (ص۱۰۹)

اس قادیانی ترجمے کے غلط ہونے کی دوسری دلیل

’’قد خلت ‘‘ کا ترجمہ فوت ہوگئے یہ بھی درست نہیں لفظ خالی اسی سے ماخوذ ہے جب کوئی چلا جائے تو اس کی جگہ خالی ہوجاتی ہے۔ دنیا میں جو رسول بھی آئے اپنے اپنے وقت جگہ خالی کر گئے۔ یہ جانا عام طور پر بصورت موت ہوتا ہے لیکن اگر ایک دفعہ یہ جانا آسمانوں پر چلے جانے کی صورت میں واقع ہو تو یہ لفظ خلو (جگہ چھوڑنا) اپنے عموم سے اسے بھی شامل رہے گا۔ اسے موت نہ کہیں گے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد عطاء بن ابی رباح (۱۱۷ھ) کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص طلاق کے ارادے سے بیوی کو یہ کہہ دے’’خلوت

منّی ‘‘(تو مجھ سے جا چکی) تو اس سے طلاق ہو جائے گی۔ اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ مرگئی ’’خلا یخلوا ‘‘ سے کوئی جگہ خالی کرتا ہے۔ ’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘ سے ان رسولوں کا صرف چلے جانا ثابت ہوتا ہے اس سے کسی کی موت ثابت نہیں ہوتی۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد محدث عبدالرزاق (۲۱۱ھ) قاضی شریح سے نقل کرتے ہیں: ’’عن شریح فی البتة والبریة والبائنة والخلیة وخلوت منی قال یدین فیها ‘‘ (المصنف ج۶ ص۳۵۸ باب البتة والخیلة)

امام بیہقی (۴۵۸ھ) بھی لکھتے ہیں: ’’وعن عطاء فی قوله خلیة وخلوت منی وبریة وبرأت منی وبائنة وبنت منی انه یدین فیها وکذالک عن عمرو بن دینار ‘‘ (سنن کبریٰ ج۷ ص۵۶۳ باب ماجاء فی کنایات الطلاق)

اب خلا منہ کے معنی معلوم ہو گئے۔ اس سے جدا ہونا مراد ہے نہ کہ مر جانا۔

سورۃ الاحقاف میں ہے: ’’واذکر اخا عاد اذ انذر قومه بالاحقاف وقد خلت النذر من بین یدیه ومن خلفه ‘‘ (الاحقاف:۲۱)

(ترجمہ: حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی) ویاد کن برادر قوم عاد را چوں بترسانید قوم خود را بسرزمین احقاف دہر آئینہ گزشتہ بودند ترسانندگان پیش روئے وے وپس از وے۔

(ترجمہ: حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی) اور یاد کرو عاد کے بھائی جب ڈرایا اپنی قوم کو احقاف میں اور گزر چکے تھے ڈرانے والے (اس کے) آگے سے اور پیچھے سے۔

یہاں ’’قد خلت النذر ‘‘ میں تو کسی نے دعویٰ نہیں کیا کہ الف لام استغراق کا ہے اس وقت سب رسول فوت ہو چکے ہیں نہ کسی نے یہ دعوی کیا ہے کہ خلا کا معنی مات کا ہے جگہ خالی کرنے کا نہیں جیسا کہ ہم اپنی زبان میں کہتے ہیں ’’وہ گزر گیا‘‘ اور مطلب یہ ہوتا ہے وہ فوت ہو گیا۔ ہم اس کا انکار نہیں کرتے کہ گزر جانا یا جگہ خالی کر جانا موت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے لیکن یہ ان الفاظ کے حقیقی معنی نہیں مجازی معنی ہیں اور تحقیق کے وقت پہلے حقیقی معنی معلوم کئے جاتے ہیں سو صحیح بات یہ ہے کہ یہاں ’’قد خلت من قبله الرسل ‘‘ کے معنی رسولوں کے یہاں سے چلے جانے کے ہیں۔

مرزا غلام احمد خود بھی یہی معنی کرتا تھا: ’’اس سے پہلے بھی رسول ہی آتے رہے ہیں۔‘‘ (جنگ مقدس ص۷، خزائن ج۶ ص۸۹)

علامہ نسفی (۷۰۱ھ) بھی خلت کا معنی مضت لکھتے ہیں۔ مضت کا معنی ہے چلے گئے۔ ’’وما محمد الّا رسول قد خلت (مضت) من قبله الرسل فسیخلوا کما خلوا‘‘ (مدارک ج۱ ص۲۵۷، آل عمران:۱۴۴)

وہ جانا کس طرح واقع ہوا ہے یہ بات ذرا تفصیل طلب ہے۔ مسلمان حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے یہاں سے جانے پر ایک خاص عقیدے پر ہیں اور ان کے پاس اپنے خاص عقیدے پر قرآن وحدیث کے مستقل دلائل ہیں۔ قادیانیوں کا ان کے مقابلے میں صرف عمومات کے سہارے حضرت عیسیٰ بن مریم کی وفات ثابت کرنا ہوتا ہے۔ ان کی پیش کردہ عبارات میں نہ عیسیٰ بن مریم کا نام ہوتا ہے نہ فعل میں لفظ موت ہوتا ہے نہ وہ بیان بصیغہ ماضی ہوتا ہے نہ بات قرآن وحدیث کی ہوتی ہے۔ محض ضد کی ایک لکیر ہے جسے قادیانی پیٹتے چلے جاتے ہیں۔ خاص حضرت عیسیٰ کا نام لے کر ان کے پاس ان کی وفات ہوچکنے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جن بزرگوں کے نام سے انہوں نے عقیدہ وفات مسیح کا ڈھنڈرا پیٹ رکھا ہے۔ ان میں سے کسی بزرگ کے کلام میں آپ ہماری مذکورۃ الصدر چار شرطوں کے مطابق کوئی دلیل نہ پائیں گے۔

قادیانیوں سے ان چار شرطوں پر پورا اترنے کا مطالبہ

ان چار باتوں کو ملحوظ رکھیں اور جہاں چاہیں آپ قادیانیوں کو چیلنج دے سکتے ہیں کہ وہ اسلام کی پہلی تیرہ صدیوں میں ان چار شرائط کے ساتھ مسلمانوں کے کسی امام یا بزرگ سے یہ ثابت کریں کہ اس کے عقیدہ میں نزول قرآن کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر موت آچکی تھی۔ یقین رکھئے کہ وہ کسی ایک بزرگ کا قول بھی پیش نہ کرسکیں گے جس میں اس نے حضرت عیسیٰ کا نام لے کر آپ پر بصیغہ ماضی موت آچکنے کی صراحت کی ہو۔ موت حقیقی مراد ہو وہ بات اس دنیا کی ہو اگلے جہاں کی نہ ہو اور حوالہ بھی درست ہو۔

انگلینڈ میں قادیانیوں نے ایک اردو رسالہ ’’ولٰکن شبّہ لھم‘‘ کے نام سے انٹرنیشنل پبلی کیشنز لمیٹڈ کی طرف سے شائع کیا ہے اور اس میں ان آٹھ بزرگوں کو اس عقیدہ میں اپنا ہمنوا ثابت کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اس میں مؤلف نے اپنی حمایت میں یہ نام دیئے ہیں:

۱...... نواسہ رسول حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ (۴۹ھ)
۲...... عم زاد رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما (۶۸ھ)
۳...... صحابی رسول حضرت بشر بن عمرو جارود بن معلیٰ رضی اللہ عنہ (۲۱ھ)
۴...... امام بلدہ رسول امام مالک (۱۷۹ھ)
۵...... علامہ ابن حزم اندلسی (۴۵۷ھ)
۶...... علامہ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ)
۷...... علامہ ابن حیان اندلسی (۷۴۱ھ)
۸...... علامہ ابن قیم (۷۵۱ھ)

اس میں مؤلف نے مشہور مغربی ابومسلم اصفہانی (ھ) اور اثنا عشریوں کے علامہ قمی (۳۸۱ھ) اور علامہ فضل بن الحسن الطبرسی (ھ) کو بھی اپنے ہمنواؤں میں بتایا ہے۔ صوفی حضرات میں اس نے علامہ ابن عربی (۶۳۸ھ) اور علامہ سراج الدین ابن الوردی (۷۴۹ھ) کو اپنا ہم عقیدہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔

پھر مؤلف نے چودھویں صدی کے کچھ حضرات کے نام بھی لئے ہیں اور ان کے بارے میں بھی اپنے اس قادیانی عقیدے کا دعویٰ کیا ہے ہم قادیانیوں کے اس دعویٰ میں بھی کوئی صداقت نہیں پاتے۔ پھر یہ حضرات اپنی عزت اور شہرت میں مسلمانوں کے کسی حلقے کے امام اور پیشواء تسلیم نہیں کئے گئے۔ نہ اس امت کے کسی حلقے میں ان کی پیروی جاری ہوئی ہے۔ سو یہ اس وقت ہمارے زیر بحث نہیں ہیں ہم اس کتاب میں اپنے مؤقف کو صرف تیرہویں صدی تک لائے ہیں۔

مرزاغلام احمد قادیانی نے جس طرح چودھویں صدی کا نام لے کر آنحضرت ﷺ پر احادیث کا جھوٹ باندھا ہے اس کے پیروکار اس سے زیادہ کمر ہمت باندھ کر چودھویں صدی کے کچھ بزرگوں پر عقیدہ وفات مسیح کا الزام لگاتے ہیں۔ ہمارے قارئین ان کی اس حرکت پر تعجب نہ کریں۔

ہم کوشش کریں گے کہ آئندہ کسی اور موقع پر ہم اس باب میں ان مظلومین کی بھی کچھ صفائی پیش کریں۔ ’’واللہ ھو المؤفق والمعین‘‘ یہاں چودھویں صدی ہمارا موضوع نہیں ہے۔ ہم اپنے آپ کو اسلام کی پہلی تیری صدیوں تک محدود رکھے ہوئے ہیں۔

ہم نے یہاں تک قادیانی دجل کی ان چار راہوں کی نشان دہی کی ہے۔

۱...... اپنے دعویٰ خاص پر عموم سے استدلال۔

۲...... وقتی موت سے حقیقی موت ثابت کرنا۔

۳...... حقیقت عیسوی سے بار بار ظہور کا عقیدہ۔

۴...... پوری عبارات ازراہ خیانت نقل نہ کرنا۔

قادیانی دجل کی ان راہوں سے گزر کر مسلمانوں کو وفات مسیح کا مغالطہ دیتے ہیں۔ ان اصول اربعہ کو ذہن میں رکھ کر آپ ان کے تمام حوالوں پر نظر کریں جو یہ لوگ بعض بزرگوں کو وفات مسیح پر اپنا ہمنواء ثابت کرنے کے لئے پیش کرتے ہیں۔ ہم نے اس عنوان پر یہ تفصیلی تمہید ہدیہ قارئین کی ہے کہ اگر کوئی قادیانی مبلغ کسی مسلمان کے سامنے کسی بزرگ کا وفات مسیح کا عقیدہ بتلائیں تو آپ انہیں اس مضمون کا چیلنج دے سکیں۔

۱...... اگر کسی نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول قرآن سے پیشتر موت کا دعویٰ کیا ہو تو یہ وہ موت ہو جس سے انسان عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے وقتی اور توفی موت نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سو سال تک حضرت عزیر علیہ السلام کو حالت موت میں رکھا تھا اور پھر ان کو زندہ اٹھا دیا تھا۔ اس کے بعد بھی تو وہ آخر کسی وقت فوت ہوئے ہوں گے ان کی دوسری موت حقیقی موت سمجھی جائے گی۔ پہلی نہیں گو اس کے لئے موت کا لفظ وارد ہے۔

۲...... اس بزرگ کی اسلامی لٹریچر میں اس مسئلے پر اور کوئی دوسری عبارت موجود نہ ہو جو اسے عقیدہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام میں مسلمانوں کا ہمنوا ثابت کرتی ہو ایسا ہو تو صورت میں تطبیق کی راہ تلاش کی جائے گی اور ان کی اس عبارت کی تشریح ان کی اس موضوع کی دوسری عبارتوں کی روشنی میں کی جائے گی۔

۳...... شریعت کے فیصلے فقہاء کے بیانات سے معلوم کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ یہی لوگ ہیں جو کتاب وسنت کے مطالب ومعانی کو بہتر سمجھتے ہیں: ’’**وکذالک قال الفقهاء وهم اعلم بمعانی الحدیث**‘‘ (جامع ترمذی ج۱ ص۱۹۳ باب ماجاء فی غسل المیت)

صوفیہ کے قول سے نہیں اگر کسی صوفی نے یہ عقیدہ اختیار کیا ہو کہ حقیقت عیسوی تاریخ کے مختلف موڑوں میں مختلف ابدان میں ظاہر ہوتی رہی ہے تو ان کے اس عقیدہ کو قرب قیامت میں عیسیٰ بن مریم کے اپنے اصلی بدن سے اترنے کا انکار نہ سمجھا جائے۔ قرآن وسنت

کی شہادت اسی نزول پر ہے جو ان کے اپنے اصلی بدن سے ہوگا۔

۴...... حوالہ صحیح دیا جائے اور متداول کتابوں سے دیا جائے شریعت ہم تک تواتر عمل اور متداول کتابوں سے پہنچی ہے۔ جو لوگ ظاہر الروایہ کے مقابل نادر روایتوں سے فتویٰ دینے کو جائز نہ سمجھتے ہوں ان کے سامنے کسی نادر حوالے سے شریعت کا اثبات خصوصاً عقائد کی تاسیس کسی طرح قرین عقل نہیں ہے پھر حوالہ بھی پورا دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ قادیانی ناقل کسی عبارت کے بعض الفاظ جو اس کی تردید کرتے ہوں انہیں اس حوالے کے ساتھ نہ دے۔ جیسا کہ احمدیہ پاکٹ بک کے مؤلف نے توفی کی بحث میں کلیات ابی البقاء کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے آخری الفاظ: ’’اوالاستیفاء واخذ الحق وعلیه استعمال البلغاء ‘‘ چھوڑ دیئے ہیں۔ نقل نہیں کی کیونکہ ان سے اس کی بات بنتی نہ تھی۔ اپنے اس عقیدہ میں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر موت آچکی ہے کسی ایک بزرگ سے بھی ایسی عبارات لائیں جو ان شرائط پر پوری اترتی ہو اور اسے اپنا ہمنوا ثابت کریں تو یقین کیجئے وہ کبھی اس پر ایک صریح حوالہ بھی پیش نہ کرسکیں گے۔ ’’ولو کان بعضهم لبعض ظهیرا ‘‘ مسلمانوں کا یہ چیلنج ان شرائط سے مشروط رہنا چاہئے۔

۱...... اس عبارت میں خاص حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے لئے لفظ موت بصیغہ ماضی وارد ہو اس طرح نہ ہو کہ آپ پر موت آئے گی ممیتک سے استدلال کیا جائے۔ ہمیشہ پیش نظر رہے کہ جب آپ کو متوفیک کہا گیا تھا تو اس وقت آپ سب کے ہاں بالفعل حیات تھے آپ کو بتایا گیا تھا کہ آپ کی موت اللہ کے ہاتھوں سے ہوں گی۔ یہ یہودی آپ پر موت نہ لاسکیں گے سو اس صورت میں یہ کسی آئندہ دور کی خبر ہے یہ نہیں کہ آپ اب موت آچکی ہے ان سے ایسا حوالہ طلب کریں جس میں آپ پر بصیغہ ماضی موت آچکنے کی صراحت ہو۔

۲...... یہ بات اس دنیا کی ہو عالم آخرت کی نہ ہو۔ اگلے جہاں میں تو سب انسانوں پر موت آچکی ہوگی اور یہ بحث وہاں کسی کے لئے نہ ہوگی کہ کسی پر موت کب آئی تھی۔ سو اس جہاں کا اختلاف اسی جہان میں ختم ہونا چاہئے نہ کہ اگلے جہان میں۔ وہاں کسی کے بارے میں بحث نہ چلے گی کہ اس پر موت کب آئی تھی۔

۳...... قادیانی اپنے اس عقیدہ پر کسی بزرگ کی جو عبارت پیش کریں وہ اس پر اس بزرگ کے کسی معاصر کی جرح بھی پیش کریں کیونکہ مسلمانوں میں جب عقیدہ حیات مسیح شروع سے

ہی قائم تھا تو اب اس کے خلاف اگر کسی نے وفات مسیح کا قول ظاہر کیا ہوتا تو ظاہر ہے کہ اسی وقت اس بزرگ کے معاصرین اس سے اختلاف کریں گے۔ ایسے مسلم اور اجماعی عقیدے کے خلاف کہیں کسی نے کوئی بات کہی ہوتی تو اس پر معاصرانہ جرح ضرور ہوتی یا یوں کہئے کہ یہ قول کسی مسلم بزرگ کا نہیں ہوگا کسی بہروپئے کا ہوگا جس کی وجہ سے اس کی تردید کی کوئی ضرورت نہ محسوس کی گئی۔ باطل قوتیں تو ہر دور میں کسی نہ کسی طور پر ابھرتی رہی ہیں اور ہر کسی کی تردید ضروری بھی نہیں سمجھی جاتی۔

۴...... حوالہ کسی متداول کتاب کا ہو کسی نادر کتاب نہ ہو شرعی فیصلے کھلے میدان کے ہونے چاہئیں کسی چھپے کونے کے نہیں۔

اب ہم ان بزرگوں پر نمبروار گفتگو کرتے ہیں یہ پڑھتے آپ جان لیں گے کہ قادیانیوں کی سواری اب تک صرف ایک گدھے پر ہی چل رہی ہے جو کچھ نہ سوچ سکے نہ سمجھ سکے۔

فسوف تری اذا انکشف الغبار أفرس تحت رجلک ام حمار

جن بزرگان دین پر افتراء باندھا گیا

۱......حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ (۴۹ھ) نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر فرمایا

۱...... ’’ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسیٰ بن مریم لیلة سبع وعشرین من رمضان‘‘ (الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۳ص ۲۸ ذکر عبدالرحمٰن بن ملجم المرادی)

(ترجمہ) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس رات فوت ہوئے جس رات حضرت روح اللہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اوپر اٹھایا گیا ماہ رمضان کی ستائیسویں رات۔

اور یہاں اس روایت کی کوئی سند نہیں جو صاحب کتاب ابن سعد سے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ تک جاتی ہو اور اس کے راوی قابل اعتبار اور ایک دوسرے سے متصل ہوں۔

۲...... یہاں روح حضرت عیسیٰ بن مریم کو کہا گیا ہے اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اس کا بدل ہے۔ قادیانی اس ترجمے پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہما السلام کا لقب روح اللہ ہے نہ کہ روح۔ ہم جواباً کہتے ہیں قرآن پاک نے آپ کو صرف روح سے ہی ذکر کیا ہے۔

’’وکلمة القاها الیٰ مریم وروح منه‘‘ (النساء:۱۷۱)

(ترجمہ) آپ اللہ کا کلمہ ہیں جو مریم کی طرف ڈالا گیا اور ایک روح ہیں اللہ کی طرف سے۔

قرآن کریم نے آپ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں صرف روح ہی کہا ہے سو یہ صحیح نہیں کہ آپ کو یہاں روح اللہ کہنا ضروری تھا۔

علامہ شنقیطی لکھتے ہیں: ’’سمی روحاً بسبب نفخة جبریل علیہ السلام المذکورة فی سورة الانبیاء والتحریم والعرب تسمی النفخ روحاً‘‘

(اضواء البیان ج۱ ص۴۹۴، النساء:۱۷۱)

۳...... پھر یہاں دو لفظ متقابل لائے گئے ہیں (۱) قبض اور (۲) عرج فیھا۔ یہ بتلاتے ہیں کہ حضرت علی اور حضرت عیسیٰ کا قبض روح ایک جیسا نہ تھا۔ حضرت علی مرتضیٰ کی روح واقعی قبض کی گئی اور حضرت عیسیٰ بن مریم کو اوپر اٹھایا گیا۔ عرج کی نسبت کسی مادی چیز کی طرف ہو تو اس سے جسم کا اٹھایا جانا ہی مراد لیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ حدیث معراج میں فرماتے ہیں: ’’ثم عرج بنا الی السماء...... ثم عرج بناء الی السماء الثانیة...... ثم عرج بنا الی السماء الثالثة ثم عرج بنا الی السماء الرابعة...... ثم عرج بنا الی السماء الخامسة...... ثم عرج بنا الی السماء السادسة...... ثم عرج بنا الی السماء السابعة‘‘ (مسلم عن انس بن مالک ج۱ ص۹۱ کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ ﷺ)

امام نووی (۶۷۶ھ) عرج کا معنی لکھتے ہیں ای صعد، آپ اوپر چلے گئے۔ معراج اور مصعاد سیڑھی کو کہتے ہیں۔ سو اس میں کوئی شک نہیں کہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں حضرت روح کا بجسدہ والعنصری ہی آسمانوں کی طرف اٹھایا جانا مراد ہے۔ پورے کلام عرب میں یہ کہیں نہ ملے گا کہ یہ لفظ قبض کے مقابل آیا ہو اور پھر کسی نے اس سے صرف روح کا اٹھایا جانا مراد لیا ہو۔ یہ بات آپ کو پورے عربی لٹریچر میں نہ ملے گی۔

مذکورہ روایت میں تشبیہ صرف رمضان کی ستائیسویں رات میں ہے کہ یہ دونوں عمل رمضان کی ۲۷ تاریخ کو واقع ہوئے نہ یہ کہ اس رات دونوں کی موت واقع ہوئی تھی۔

اگر تشبیہ صورت وفات میں بھی ہوتی تو آپ اپنے باپ کے لئے قبض اور حضرت روح کے لئے عرج کے مختلف الفاظ استعمال نہ کرتے۔ ایک ہی فعل سے دونوں کی وفات کا بیان ہوتا۔

۴...... حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے ایک دوسرے موقع پر یہ روایت ان الفاظ سے بھی مروی ہے: ’’سمعت الحسن بن علی یقول قتل (ابی) لیلة انزل القرآن ولیلة اسری بعیسیٰ ولیلة قبض موسی‘‘

(مستدرک حاکم ج۳ص۱۴۳، رقم الحدیث ۴۶۸۸ ذکر مقتل امیر المؤمنین علی ابن ابی طالبؓ)

(ترجمہ) حضرت حسن کو میں نے کہتے سنا۔ میرے والد اس رات قتل کئے گئے تھے جس رات قرآن اتارا گیا اور اس رات حضرت عیسیٰ کو رات کا سفر کرایا گیا اور اسی رات حضرت موسیٰ کی وفات ہوئی۔

یہاں صریح طور پر حضرت عیسیٰ کے آسمانوں پر لے جائے جانے کا ذکر لفظ اسراء سے ہے۔ یہاں تین الفاظ (۱)انزل (۲)اسری اور (۳)قبض اپنے اپنے معنی دے رہے ہیں۔ اسراء کا لفظ قرآن کریم میں جسد سے لے جائے جانے کے لئے آتا ہے۔ دیکھئے:

۱...... ’’فاسر بعبادی لیلاً انکم متبعون واترک البحر رهوا‘‘(الدخان:۲۴)

۲...... ’’فاسر باهلک بقطع من اللیل واتبع ادبارهم‘‘ (الحجر:۶۵)

تینوں میں ساتھ رات کا ذکر ہے سو اسراء رات کو بالجسد لے جانے کو ہی کہہ سکتے ہیں۔

۵...... مصنف کتاب ہذا علامہ ابن سعد پہلے اس کتاب کے (ص۲۶) پر حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں اپنا یہ عقیدہ نقل کر چکا ہے: ’’انه رفع بجسده وانه حیّ الآن وسیرجع الی الدنیا‘‘

اب اگر یہاں حضرت امام حسن سے حضرت عیسیٰ کے بارے میں کوئی اور عقیدہ منقول ہوتا تو علامہ ابن سعد وہاں یا یہاں کسی ایک پر جرح ضرور کرتے۔ ان مختلف وجوہ سے ہم سمجھتے ہیں کہ قادیانی حضرت امام حسن کے ذمہ وفات مسیح کا عقیدہ لگانے میں ہرگز دیانت پر نہیں ہیں۔

۲...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پر افترا

دوسرے بزرگ جن پر قادیانیوں نے عقیدہ وفات مسیح کا الزام لگایا ہے وہ عم زاد رسول ﷺ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کہتے ہیں متـــوفیک کے معنی ممیتک کے ہیں۔

متوفیک کے معنی ممیتک کے:

ناظرین غور کریں! کیا یہاں حضرت عیسیٰ کے لئے لفظ موت بصیغہ ماضی کہیں موجود ہے؟ نہیں۔ اہل اسلام آپ پر آئندہ وفات آنے کا انکار نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تسلی دی کہ آپ پر جب بھی وفات آئے گی خدا کے حکم سے آئے گی۔ یہود آپ کو موت آشنا نہ کرسکیں گے۔ اس میں یہ کہاں پایا گیا کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر وفات آچکی ہے؟

پھر جب یہ بھی احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (ایک قول کے مطابق) آپ کو آسمان پر لے جانے سے پہلے کچھ مختصر ساعات کے لئے وہ موت دی جس سے عالم برزخ کا دروازہ نہیں کھلتا۔ جیسا کہ حضرت عزیر کو دی تھی تو اس احتمال کے ہوتے ہوئے ممیتک کے الفاظ سے حقیقی موت مراد لینا درست نہ ہوگا۔ اس موضوع میں مدعی قادیانی ہیں ہم ان کے اس استدلال میں ایک احتمال کی نشان دہی کردیں تو ان کا استدلال بقاعدہ ''**اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال**'' باطل ہوجاتا ہے۔

پھر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے اس موضوع میں مات کے الفاظ منقول نہیں ہیں۔ آپ سے اسلامی لٹریچر میں آپ کے اس وقت زندہ ہونے اور قرب قیامت میں دنیا میں نزول فرمانے کی متعدد شہادتیں موجود ہیں۔ ان کے ہوتے ہوئے قادیانیوں کا ممیتک کے الفاظ سے دلیل لانا قواعد علمی کی رو سے ہرگز صحیح نہیں اور یہ ہماری شرائط کے بھی یکسر خلاف ہے۔

ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر محققین نے جمع کی ہے۔ اس میں دیکھئے آپ اس میں لکھتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا ظہور علامات قیامت میں سے ہے۔ یہ تبھی ہوسکتا ہے کہ آپ اب تک آسمان میں زندہ ہوں اور قرب قیامت میں پھر سے زمین پر نزول فرمائیں۔

صحیح ابن حبان میں ہے: ''**عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ وانہ لعلم للساعۃ قال نزول عیسیٰ بن مریم قبل یوم القیامۃ**''

''**عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فی قولہ تعالیٰ وان من اہل الکتاب الّا لیؤمنن بہ قبل موتہ قال خروج عیسیٰ بن مریم**''

(درمنثور ج۲ ص۲۴۱، النساء:۱۵۹، مستدرک حاکم ج۲ ص۳۰۹، رقم الحدیث ۳۲۰۷، النساء)

قرآن کے بعد اب آیئے حدیث کے حوالے سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا

مذہب دیکھیں۔ آپ کہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیف تھلک امة انا فی اوّلھا وعیسٰی بن مریم فی آخرھا والمھدی من اھل بیتی فی وسطھا''

(کنز العمال ج۷ ص۲۰۳ رقم الحدیث ۳۸۶۸۲ باب خروج المہدی)

(ترجمہ) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ امت کیسے برباد ہوگی میں جس کے شروع میں ہوں اور عیسیٰ بن مریم اس کے آخری حصہ میں ہوں گے اور میرے اہل بیت سے مہدی اس کے درمیان ہوں گے۔

(رواہ النسائی عن ابن عباس کما نقلہ السیوطی فی الدرالمنثور ج۲ ص۳۶)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس عقیدے پر نظر رکھتے ہوئے ممیتک کے معنی اس عارضی موت کے سواء جو بقول بعض آپ پر کچھ ساعات کے لئے وارد کی گئی، کچھ ہو ہی نہیں سکتے۔ یہ عارضی موت نیند کی سی ایک صورت تھی جس پر توفی کا اطلاق ہونے میں کوئی مانع علمی نہیں ہے۔ مگر افسوس کہ قادیانی مبلغین کو اس کا یہ معنی کرتے ہوئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر حقیقی موت واقع ہو چکی ہے اور وہ اگلے جہان میں جا چکے، کچھ بھی خدا کا خوف لاحق نہیں ہوتا جب کوئی شخص اتنا جلی جھوٹ بولنے میں اس قدر جری ہو تو وہ جو کچھ کہے اسے ایسا کہتے کچھ حجاب محسوس نہ ہوگا۔ مرزا غلام احمد تو خود اقرار رہے کہ: ''مات کے معنی لغت میں نام کے بھی ہیں۔'' (ازالہ اوہام ص۶۴۰، خزائن ج۳ ص۴۴۵)

صاحب شرح العقائد علامہ نسفی (۷۰۱ھ) لکھتے ہیں: ''او متوفی نفسک بالنوم ورافعک وانت نائم حتی لایلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء اٰمن مقرب'' (تفسیر مدارک ج۱ ص۲۲۳، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور میں تجھے نیند کی توفی دوں گا اور تجھے اس طرح اٹھا دوں گا کہ تو نیند میں ہوگا تاکہ تجھے ڈر لاحق نہ ہو اور جب تو آسمان میں پہنچے گا تو جاگ جائے گا تو اس وقت پورے امن میں ہوگا اور میرے پاس ہوگا۔

علامہ ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ان کا یہ عقیدہ ان الفاظ میں نقل کیا ہے: ''ان اللہ رفعہ بجسدہ وانہ حی الآن وسیرجع الی الدنیا فیکون فیھا ملکاً ثم یموت کما یموت النّاس''

(طبقات کبری ج۱ ص۲۶ ذکر القرون والسنین التی بین آدم ومحمد)

(ترجمہ) آپ کو اپنے جسد سمیت اٹھایا گیا آپ ابھی زندہ ہیں اور عنقریب دنیا میں پھر لوٹیں گے آپ کی حکومت قائم ہوگی پھر آپ پر وفات آئے گی جیسا کہ دوسروں پر آتی ہے۔

قارئین کرام! ہم سمجھتے ہیں کہ تحقیق پسند حضرات صرف آپ کے قول ممیتک پر کبھی آپ کے عقیدے کا فیصلہ نہ کریں گے بلکہ ان کے دوسرے قول ثم یموت کو بھی ساتھ ملانا پڑے گا اور اس میں تطبیق یوں کی جائے گی کہ ممیتک سے مراد آپ کی وہ عارضی موت ہے جو بقول بعض آپ کو دوران رفع قید ساعات کے لئے دی گئی تھی۔ یہ موت نیند کی طرح تھی نہ کہ وہ موت جس کے بعد انسان عالم برزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔

علامہ شنقیطی مالکی انی متوفیک کے تحت لکھتے ہیں: ’’قال بعض العلماء ای منیمک ورافعک الیّ ای فی تلک النومة لہٰذا التفسیر بالآیات التی قد جاء فی القرآن اطلاق الوفاة علی النوم کقولہ تعالٰی اللہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا‘‘

(اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن ج۱ ص۳۴۲، زخرف:۶۱)

(ترجمہ) بعض علماء کہتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کو یہ وعدہ دیا تھا میں تجھے نیند دوں گا (متوفیک) اور اس نیند میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔ اس تفسیر سے وہ آیات مطابقت رکھتی ہیں جن میں وفات کا اطلاق نیند پر بھی کیا گیا ہے۔ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں وہ جانوں کو توفی دیتا ہے موت کے وقت (روح پوری لی جاتی ہے) اور جن کی موت کا ابھی وقت نہیں آیا ان کی توفی نیند میں ہوئی ہے۔

اس میں واضح ہے کہ توفی کے لازمی معنی موت کے نہیں یہ لفظ نیند کے لئے بھی آتا ہے۔ (ازالہ اوہام ص۳۳۱، خزائن ج۳ ص۲۶۹)

اور اس نیند کو موت سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں جو محض ایک وقتی موت ہو جس سے میت عالم برزخ میں داخل نہیں ہوتی۔

۳...... حضرت بشر بن عمرو جارود بن معلٰی رضی اللہ عنہ (۲۱ھ) پر افتراء

قادیانی مؤلف اپنے رسالہ کے (لکن شبہ لھم ص۶) پر لکھتا ہے:

حضرت جارود بن معلٰی صحابی رسول ﷺ نے وفات رسول ﷺ کے بعد اپنے ایک

خطبہ میں وفات مسیح کا جو اعلان کیا ہے علامہ محمد بن عبدالوہاب اپنی کتاب مختصر سیرت الرسول ﷺ میں اس کا یوں ذکر فرماتے ہیں:’’ **انہ قال ما شہادتکم علیٰ موسیٰ؟ قالوا نشہد انہ رسول اللہ قال فما شہادتکم علیٰ عیسیٰ قالوا نشہد انہ رسول اللہ قال وانا اشہد انّ لا الٰہ الّا اللہ وانّ محمداً عبدہ ورسولہ عاش کما عاشوا ومات کما ماتوا** ‘‘ (مختصر سیرت الرسول ص۱۸۷ ذکر ردۃ البحرین طبع بیروت)

(ترجمہ) جارود بن معلیٰ نے کہا اے لوگو! موسیٰ کے بارے میں تم کیا گواہی دیتے ہو۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں حضرت جارود نے پھر پوچھا کہ عیسیٰ کے بارے میں تمہاری گواہی کیا ہے؟ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں وہ اللہ کے رسول ہیں۔ اس پر حضرت جارود بن معلیٰ نے فرمایا اور میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں وہ بھی اس طرح زندہ رہے اور وفات پاگئے جس طرح پہلے رسولوں نے وفات پائی۔

ناظرین کرام! کچھ انصاف کی نظر رکھئے حضرت بشر بن عمرو جارود نے اس روایت کی رو سے کیا حضرت عیسیٰ کی وفات کا اعلان کیا یا اس وقت کا موضوع حضور اکرم ﷺ کی وفات کا اعلان تھا؟ صحیح بات یہ ہے کہ اس وقت حضور اکرم ﷺ کی وفات کا یقین دلانا تھا اس میں حضرت جارود نے پہلے انبیاء کی عموم وفات سے حضور کی وفات پر استدلال فرمایا۔ آپ نے کہا پہلے بھی تو بہت سے رسول فوت ہو چکے ہیں۔ (ماتوا پہلے رسول بھی تو فوت ہوئے) کیا اس میں خاص حضرت عیسیٰ کی وفات کا اعلان مقصود تھا یہاں استغراق کو اثبات مدعا میں کوئی دخل نہیں ہے کہ ایک ایک پیغمبر کی وفات ثابت کرنی ضروری قرار دی جائے۔ کچھ انصاف فرمائیں کیا اس عموم وفات انبیاء کو اس طرح پیش کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے وفات عیسیٰ کا اعلان کیا ہے ہرگز نہیں۔ کسی بھوکے سے کہا گیا تھا دو اور دو کتنے ہوئے؟ اس نے کہا چار روٹیاں۔

ہم اس مضمون کے مقدمہ میں پہلے کہہ آئے ہیں کہ قادیانی وفات مسیح پر جب بھی کوئی دلیل لاتے رہے ہیں وہ عمومات سے ہی استدلال کرتے رہے ہیں وہ آج تک پہلی تیرہ صدیوں سے اسلام کے کسی مسلم بزرگ کا ایک قول بھی نہیں پیش کر سکے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام پر وفات آچکی ہے اور وہ عالم برزخ میں تشریف لے جاچکے ہیں۔

’’وان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودها الناس والحجارۃ اعدت للکافرین‘‘ (البقرہ:۲۴)

ہم اپنے قارئین کو پھر سے یقین دلاتے ہیں کہ وہ جب چاہیں قادیانیوں کو اس بات کا چیلنج دیں کہ وہ اسلام کی پہلی تیرہ صدیوں سے کسی ایک بزرگ کا قول دکھادیں جس میں (۱) حضرت عیسیٰ بن مریم کے نام کی تصریح ہو (۲) ان پر موت آچکنے کا بیان ماضی کے صیغہ سے ہو (۳) وہ عارضی موت نہ ہو جو بقول بعض نیند کی صورت میں حضرت عیسیٰ کو دوران رفع دی گئی تھی اور (۴) حوالہ کسی متداول کتاب کا ہو جس کا مأخذ معلوم کیا جاسکے کسی نایاب اور نادر رسالے کا نہ ہو جس سے عقیدہ بناتے ہوئے ہر سمجھدار شرم محسوس کرے عقائد بالا اس قسم کی تحریروں سے ثابت نہیں کئے جاتے۔

اگر حضرت بشر بن عمرو جارود کا اس سے مقصد وفات مسیح کا اعلان ہوتا تو آپ بصیغہ تثنیہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے لئے موت آچکنے کا اعلان کرتے بلکہ ایک ایک کے لئے موت آچکنے کا بطریق نص اس طرح اظہار فرماتے: ’’ان موسیٰ مات وان عیسیٰ مات وان محمداً ﷺ ایضاً قد مات‘‘

حضرت جارود نے لوگوں سے شہادت تو صرف موسیٰ اور عیسیٰ کی رسالت کی طلب کی لیکن ان کی موت کا اعلان ان لفظوں میں نہ کیا صیغہ بدل دیا تثنیہ کی بجائے جمع کا صیغہ لائے یہ نہ کہا: ’’عاش کما عاشا ومات کما ماتا‘‘

(ترجمہ) حضور ﷺ بھی اسی طرح زندہ رہے جس طرح یہ دونوں زندہ رہے اور اسی طرح فوت ہوئے جیسے یہ دونوں فوت ہوئے۔

اس کی بجائے آپ نے کہا: ’’عاش کما عاشوا ومات کما ماتوا‘‘

یہ جمع کا صیغہ کیوں اختیار کیا گیا؟ یہ اس لئے کہ اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے موت کی نص نہ کہا جاسکے اور کئی یہ نہ کہہ دے کہ حضرت جارود نے وفات عیسیٰ کا اعلان کردیا ’’مات کما ماتا‘‘ نہ کہا۔ مراد صاف ظاہر ہے کہ پہلے بھی تو بہت سے انبیاء فوت ہوئے۔ اب اگر آپ بھی فوت ہوجائیں تو تعجب کی کیا بات ہے۔

(نوٹ) وفات رسول کے وقت ایسا خطبہ کہ موت کو منصب کے عالی مقام حاملین کے لئے کوئی استبعاد نہ سمجھا جائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دیا تھا تاریخ سے یہ نہیں ملا کہ حضرت

جارود رضی اللہ عنہ نے یہ خطبہ کب اور کہاں دیا اور اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہاں تھے اور کیا وجہ رہی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خطبے کو کافی نہ سمجھا گیا پھر بھی یہ بتلانا ہوگا کہ حضرت جارود رضی اللہ عنہ کا یہ خطبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے دیا گیا تھا یا اس وقت ہر کوئی اپنا اپنا خطبہ دے رہا تھا۔ اس پر مزید گفتگو ہم آئندہ کسی اور موقع پر کریں گے اور اس کی سند پر بھی کچھ بحث کی جائے گی۔

۴…… حضرت امام مالک کا عقیدہ نزول مسیح

حضرت امام مالک (۱۷۹ھ) حضرت عیسیٰ بن مریم کو علامات قیامت میں ذکر کرتے ہیں۔ حضرت امام بخاری اپنی صحیح میں اپنے استاد عبداللہ بن مسلمہ کی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''**عن مالک عن نعیم بن عبداللہ المجمر عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ علیٰ انقلاب المدینۃ ملئکۃ لا یدخلھا الطاعون ولا الدجال**''

(**صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۶ کتاب الفتن باب لا یدخل الدجال المدینۃ**)

(ترجمہ) مدینہ کی سرحدوں پر فرشتے مقرر ہوں گے اس میں نہ طاعون آسکے گا نہ وہاں دجال داخل ہوسکے گا۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں یہ صراحت ہے کہ یہ سب قیامت کے دن کی بات ہے۔ آپ نے فرمایا: ''**لایدخل المدینۃ رعب المسیح الدجال ولھا یومئذ سبعۃ ابواب علیٰ کل باب ملکان**'' (بخاری ج ۲ ص ۱۰۵۵ کتاب الفتن)

(ترجمہ) مدینہ میں مسیح دجال کا رعب داخل نہ ہو پائے گا اس وقت مدینہ کی سات سرحدیں ہوں گی ہر سرحد پر دو فرشتے پہرے پر ہوں گے۔

اس سے واضح ہے کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ظہور دجال کو علامات قیامت میں سے سمجھتے تھے اور حضور اکرم ﷺ کی یہ حدیث روایت کرتے تھے کہ دجال ان دنوں مدینہ میں داخل نہ ہوسکے گا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتے مدینہ کی اس کے شر سے حفاظت فرمائیں گے وہ جوں ہی داخل ہونے لگے گا۔ فرشتے اس کا رخ دوسری طرف کردیں گے۔

''**تصرف الملئکۃ وجھہ الی الشام وھنالک یھلک**''

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۴، کتاب الحج باب صیانۃ المدینۃ)

(ترجمہ) فرشتے اس کا رخ شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہ وہاں ہلاک ہوجائے گا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اپنے موطا میں: ’’باب ما جاء فی وباء المدینة‘‘ میں یہ حدیث نقل کرتے ہیں۔ اس میں دجال کا ظہور اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا آنا ایک ہی عہد میں دکھایا گیا ہے۔ (مؤطا ص۳۶۰)

دجال کا شر کس کے ہاتھوں ٹوٹے گا؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے موطا میں اس پر یہ عنوان قائم کیا ہے: ’’صفة عیسیٰ بن مریم والدجال‘‘ (مؤطا ص۳۶۸ طبع دیوبند)

یہ حضرت امام مالک کی اپنی کتاب ہے۔ اس کی شہادت کے سامنے کسی دوسرے شخص کا کچھ کہنا کچھ وزن نہیں رکھتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس میں آنحضرت ﷺ کی یہ حدیث روایت کی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’قال اراتنی اللیة عند الکعبة فرأیت رجلاً اٰدم کاحسن ماانت رای من اٰدم الرجال له لمة کاحسن مارایٰ من اللمم قد رجلها فهی تقطر ماء متکئاً علیٰ رجلین او علیٰ عواتق رجلین یطوف بالبیت فسألت من هٰذا فقالوا هٰذا المسیح بن مریم ثم اذا انا برجل جعد قطط اعور العین الیمنی کانها عینة طافئة فسألت من هذا فقالوا المسیح الدجال‘‘ (مؤطا ص۳۶۸)

(ترجمہ) کعبہ کے پاس میں ایک رات سویا ہوا تھا کہ مجھے خواب دکھایا گیا میں نے گندمی رنگ کا ایک آدمی دیکھا کہ تم نے ایسا شاید ہی کہیں دیکھا ہو اس کے سر کے بال ایسے گندھے تھے کہ تم نے شاید ہی ایسے حسین بال کہیں دیکھے ہوں ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے وہ دو آدمیوں کا سہارا لئے تھے یا دو آدمیوں کے کندھوں کو پکڑے ہوئے تھے اور کعبہ کا طواف کررہے تھے میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ مجھے بتایا گیا کہ یہ مسیح بن مریم ہیں۔ پھر میں نے اپنے آپ کو ایک اور آدمی کے پاس دیکھا جس کے سر کے بال گھنے تھے وہ ایک آنکھ کا نا تھا جیسے پھولا ہوا انگور کا دانا ہو۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ مجھ بتایا گیا کہ یہ مسیح دجال ہے (دونوں ایک ہی عہد میں دکھائے گئے)

یہ حدیث ''اصح الاسانید فی الدنیا'' کی سند سے امام مالک نے روایت کی ہے اس میں آنحضرت ﷺ کو حضرت عیسیٰ کعبہ کا طواف کرتے دکھائے گئے۔ آپ نے غیب سے یہ آواز سنی ''ھذاالمسیح ابن مریم ''سواب یہ آپ کی ہی حدیث نہ رہی۔ حدیث قدسی ہوگئی۔ یہ پیغمبر کا خواب وحی ہوتا ہے اسے گویا آپ کو خدا کی طرف سے دکھایا گیا کہ دجال کے شر کو توڑنے والے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام ہیں۔ آپ نے اسی خواب میں دجال کو کسی دوسری جگہ دیکھا اور آپ نے یہ آواز سنی ''ھذا المسیح الدجال'' کہ یہ مسیح دجال ہے۔

ان دونوں کا آپ کو ایک خواب میں دکھایا جانا اس لئے تھا کہ دونوں علامات قیامت میں سے ہیں اور ان کا ظہور ایک دور میں ہوگا اور یہ بعینہ وہی بات ہے جو قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہی گئی تھی کہ آپ قیامت کی ایک علامت ہیں: ''وانه لعلم للساعة'' (الزخرف:۶۱)

سو اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام امام مالک کے ہاں واقعی حقیقی طور پر وفات پاگئے تھے تو پھر امام مالک کے نزدیک یہ ان کا قرب قیامت میں پھر سے ظہور کیسا؟ اور دجال کے دور میں آنا کیسا؟ سو اگر آپ نے کہیں مات کہا بھی تو اس سے مراد وہ موت ہوگی جو وقت رفع آپ کو بقول بعض چند ساعات کے لئے دی گئی تھی نہ کہ وہ موت جس سے انسان عالم برزخ میں داخل ہوتا ہے اور مالکی علماء نے اس کی تصریح بھی کردی ہے کہ یہاں موت بمعنی نیند تھی۔

علامہ ابن رشد مالکی (۵۹۵ھ) کی جلالت قدر سے کون واقف نہیں۔ آپ امام مالک کے ان الفاظ سے (اگر وہ واقعی آپ سے ثابت ہوں) جو علامہ طاہر فتنی (۹۸۶ھ) نے (مجمع البحار ج۱ص۲۸۶) اور شارح صحیح مسلم علامہ ابی (۸۲۷ھ) نے (اکمال ج۱ص۴۴۵) میں ''قال مالک مات عیسٰی بن مریم'' کی عبارت میں نقل کئے ہیں کیا سمجھے؟

اسے علامہ ابی کی اس عبارت میں دیکھئے: ''قال ابن رشد یعنی بموته خروجه من عالم الارض الی عالم السماء...... اذ لا بد من نزوله لتواتر الاحادیث ''(اکمال اکمال المعلم شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۴۵ باب ما جاء فی نزول عیسٰی بن مریم حاکماً طبع دارالکتب العلمیه بیروت)

(ترجمہ) ابن رشد کہتے ہیں کہ (متواتر احادیث کی روشنی میں) ان حضرات کی

مــات عیسیٰ سے مراد آپ کا اس دنیا سے آسمان پر چلا جانا ہے۔ (نہ کہ حقیقی موت جس سے برزخ کا دروازہ کھل جاتا ہے)

سو جن حضرات نے امام مالک سے یہ الفاظ نقل کئے ہیں انہوں نے ساتھ ہی ان کی مراد بھی واضح کر دی ہے قادیانیوں کا اس پوری عبارت کو نقل نہ کرنا۔ یہ ازراہ دجل ہے جو بھی حضور ﷺ کے بعد اپنے لئے دعویٰ نبوت کرے گا وہ دجل کی راہ کے سوا ذرا بھی اپنے دعوے میں نہیں چل سکتا۔ آنحضرت ﷺ نے **کذابون** کہتے ہوئے **دجالون** بھی کہا۔ ہم ان کی اس صفت دجل کا مظاہرہ ان کے ہر استدلال میں کرتے ہیں۔

مجمع البحار کی پوری عبارت نقل نہ کرنے میں ان کا دجل

مؤلف نے مجمع البحار کی یہ عبارت نقل کی ہے ''**قال مالک مات** '' ہم اس سے آگے کے الفاظ بھی نقل کئے دیتے ہیں۔

''ولها اراد رفعه الی السماء او حقیقة ویجیء آخر الزمان لتواتر خیر النزول''

(ترجمہ) امام مالک کی مراد اس سے آپ کا آسمان پر اٹھایا جانا ہے یا حقیقۃً (چند ساعات رفع کے لئے) مرنا مراد ہے اور آپ آخر زمانے میں پھر آئیں گے کہ آپ کے نزول کی روایات حد تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں۔ (دیکھئے مجمع البحار تحت مادہ حکم ج۱)

علامہ ابی مالکی اور علامہ السنوسی مالکی کا عقیدہ نزول مسیح

علامہ ابی (۸۲۷ھ) اور علامہ ابوعبداللہ محمد بن محمد بن یوسف السنوسی (۸۹۵ھ) نے حدیث جبریل کے تحت علامہ ابن رشد (۵۹۵ھ) سے نقل کیا ہے کہ قیامت کی علامات کبریٰ دو طرح کی ہیں ایک وہ جن کا ثبوت تواتر سے ہے اور دوسری وہ جن کے تواتر میں اختلاف ہے۔ وہ علامات کبریٰ جن کا ثبوت تواتر سے ہے اور ان پر ایمان لانا واجب ہے یہ پانچ ہیں:

(۱) دجال کا نکلنا (۲) عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول (۳) یاجوج وماجوج کا خروج (۴) دابۃ الارض کا نکلنا اور (۵) سورج مغرب سے طلوع ہونا۔

پانچویں علامت حضور اکرم ﷺ نے ان لفظوں میں بیان فرمائی: **''لا تقوم الساعة حتی تطلع الشمس من مغربها''**

علامہ ابی مالکی نے (شرح صحیح مسلم ج۱ ص۷۰) میں نزول عیسیٰ بن مریم کو قیامت کی ان پانچ علامات میں ذکر کیا ہے جو حضور اکرم ﷺ سے تواتر کے ساتھ منقول ہیں۔ پھر آپ آگے جا کر ایک مقام پر لکھتے ہیں: ’’**وتقدم فی حدیث جبریل قول ابن رشد الاشراط عشرۃ ومتواترۃ منھا خمسۃ**‘‘ (اکمال اکمال المعلم ج۱ ص۴۵۲ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت)

یہ قادیانیوں کی راہ دجل ہے کہ وہ جن کتابوں سے کوئی قول نقل کرتے ہیں، وہاں اسے جس معنی میں سمجھا گیا ہے۔ اسے یکسر چھوڑ دیتے ہیں نقل نہیں کرتے۔ مبادا لوگ انہیں دجال کیسے کہیں گے۔ وہ اپنے اسی ٹائٹل کو کبھی چھوڑنے کے لئے تیار نہیں۔

امام مالک کے اس قول کی گو سند متصل کسی کتاب میں نہیں ملتی نہ امام مالک کا کوئی شاگرد آپ سے اسے براہ راست روایت کرتا ہے تاہم اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا جن لوگوں نے بھی اسے آپ کے نام سے ذکر کیا ہے۔ انہوں نے ساتھ ہی اس کی شرح بھی کردی ہے۔ سو اس سے وہ مراد قطعاً نہیں لی جاسکتی نہ کسی نے لی ہے کہ آپ اس دنیا سے نکل کر عالم برزخ میں جاچکے ہیں اور آپ کا اس دنیا میں آنا نہیں ہوگا۔ اس کے برعکس آپ کے اس دنیا میں دوبارہ آنے کو احادیث صحیحہ متواترہ سے ثابت بتلایا گیا ہے۔ جس کا انکار کسی طرح نہیں ہوسکتا۔

اب کون یہ گمان کرسکتا ہے کہ حضرت امام مالک (معاذ اللہ) حضرت عیسیٰ کے فوت ہوچکنے کا عقیدہ رکھتے تھے اور مالکی مذہب کے تمام جید علماء آپ کے اس مذہب کو یکسر چھوڑ گئے۔ پہلی بات سے حقیقی موت کسی طرح مراد نہیں لی جاسکتی مرزا غلام احمد تسلیم کرتا ہے کہ: ’’مات کے معنی لغت میں نام کے بھی ہیں۔‘‘ (ازالہ اوہام ص۶۴۰، خزائن ج۳ ص۴۴۵)

اب حضرت امام مالک کا عقیدہ ان علماء سے بھی سن لیجئے

علامہ عبدالعزیز اندلسی القرطبی المالکی (۲۵۴ھ) امام مالک کے مسلک کے مشہور عالم گزرے ہیں۔ آپ ایک واسطے سے امام مالک کے شاگرد ہیں۔ آپ نے العتبیۃ میں امام مالک سے نقل کیا ہے: ’’**قال مالک بینا الناس قیام یستمعون الاقامۃ الصلوٰۃ فتغشاھم غمامۃ فاذا عیسیٰ قد نزل**‘‘ (شرح اکمال الاکمال للعلامۃ الابی ج۱ ص۴۴۶، ایضاً)

(ترجمہ) امام مالک فرماتے تھے لوگ کھڑے نماز کی اقامت سن رہے ہوں گے کہ

ان پر ایک بادل چھا جائے گا کیا دیکھیں گے کہ حضرت عیسیٰ اترے ہیں۔ اس وقت بھی نماز کی اقامت کھڑے کھڑے سنی جائے گی سو اقامت سننے کے لئے بیٹھنے رہنا ضروری نہ ہوگا۔

کیا یہ فوت شدہ عیسیٰ اتر رہے ہیں یا وہ جو یہودیوں سے بچا کر بجسدہ العنصری زندہ آسمانوں پر اٹھا لئے گئے تھے؟

قرون وسطیٰ میں مالک مذہب کی آواز علامہ قرطبی مالکی (۶۷۱ھ) رہے ہیں۔ ان کی جلالت قدر سے کون واقف نہیں۔ آپ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی موت بصیغہ ماضی نہیں کسی آئندہ دور میں بتلاتے ہیں کہ عمارت کعبہ اس وقت گرے گی جب قرآن سینوں سے اٹھا لیا جائے گا۔ آپ لکھتے ہیں: ''ان خرابہ یکون بعد رفع القرآن من الصدور والمصاحف وذالک بعد موت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام وھو الصحیح'' (منقول از عینی عمدۃ القاری علی البخاری ج۹ ص۲۳۳ رقم الحدیث ۱۹۵۱، باب قولہ جعل اللہ الکعبۃ البیت الحرام)

(ترجمہ) عمارت کعبہ کا گرنا اس کے بعد ہوگا کہ قرآن سینوں سے اور اوراق سے اٹھ جائے گا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے بعد ہوگا۔ اس سلسلہ میں یہی بات صحیح ہے۔

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر موت نہیں آئی قرآن کا سینوں اور ورقوں سے اٹھا لیا جانا اس کے بعد ہوگا۔

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم دو اور مالکی مسلک کے معروف عالموں کی شہادت بھی پیش کردیں تاکہ آپ کو اس باب میں مالکی مسلک واضح طور پر معلوم ہو جائے۔ یہاں تک کہ امام مالک کا یہ مسلک بتانے میں کہ آپ وفات مسیح ہو چکنے کے قائل تھے ہر انسان حیا محسوس کرے۔

۱...... علامہ زرقانی مالکی (۱۱۲۴ھ) شارح مؤطا امام مالک اور شارح المواہب اللدنیہ العلامۃ القسطلانی (۹۲۳ھ) لکھتے ہیں: ''ھو الصحیح ان عیسیٰ رفع''
(شرح المواہب ج۱ ص۳۴)

(ترجمہ) عیسیٰ بن مریم صحیح قول کے مطابق زندہ ہونے کی حالت میں اوپر اٹھائے گئے۔

۲...... علامہ محمد امین شنقیطی مالکی (۱۳۹۳ھ) صاحب اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن آیت: ''ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین'' کے تحت لکھتے ہیں: ''ان مکرہ بھم القاء الشبہ علیٰ غیر عیسیٰ انجاء عیسیٰ علیہ السلام وعلیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام

وذالک فی قوله وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم قولوه وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه'' (اضواء البیان ج۱ص۳۴۲)

(ترجمہ) خدا کی تدبیر یہود سے یہ رہی کہ خدا نے حضرت عیسیٰ کی شبیہ اس پر ڈال دی جو عیسیٰ نہ تھا اور اس نے (اللہ تعالیٰ نے) اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے ہاتھوں میں جانے سے بچالیا اور اس بات کو اس نے قرآن کریم میں ان لفظوں میں بیان کردیا ہے کہ نہ انہوں نے آپ کو قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا اور وہ آپ کے قتل کا یقین نہیں رکھتے بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تو اپنی طرف اٹھالیا تھا۔

۵......حافظ ابن حزم (۴۵۷ھ)

''ولٰکن شبه لهم'' کے قادیانی مؤلف نے (ص۱۲) پر علامہ ابن حزم کو بھی وفات مسیح کے قائلین میں پیش کیا ہے۔ حافظ ابن حزم ان علماء میں سے ہیں جو روایات میں ذرا سی تاویل بھی برداشت نہیں کرتے ظاہر کو قائم رکھنے سے وہ ظاہری کہلائے اور قادیانی اس کے برعکس کھلی اور روشن نصوص کو بھی ظاہر سے پھیر دینے میں کوئی باک محسوس نہیں کرتے۔ اب یہ دونوں ایک ہو جائیں یہ بات محالات میں سے تھی مگر قادیانی یہاں بھی خم ٹھونک کر نکلے کہ حافظ ابن حزم بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ غلام احمد کے بارے میں مفتی اعظم دیوبند نے بالکل صحیح کہا تھا۔

حمل النصوص علی المجاز باسرها الا المنارة اذا بنی بصفیح

(ترجمہ) اس نے سب نصوص کو مجازی کا لباس پہنا رکھا ہے۔ سوائے منارۃ المسیح کے جسے بنانے کے لئے اسے مٹی مل گئی تھی۔

پہلے حافظ ابن حزم کا عقیدہ ان کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ کتاب الفصل میں لکھتے ہیں: ''فکیف یستجیز مسلم ان یثبت بعده علیہ السلام نبیا فی الارض حاشا ما استثناه رسول الله ﷺ فی الآثار المسندة الثابتة فی نزول عیسیٰ بن مریم آخر الزمان'' (کتاب الفصل فی الملل ج۴ص۱۸۰)

(ترجمہ) کسی مسلمان کے لئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ حضور ﷺ کے بعد اس زمین پر کسی اور نبی آنے کا عقیدہ رکھے ماسوائے اس کے جسے حضور اکرم ﷺ نے سند سے دیئے گئے معتبر آثار سے اس سے مستثنیٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آخری دور میں زمین پر اتریں گے۔

قادیانی حافظ ابن حزم کے عقیدہ کی زد میں

قادیانی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد ایسا نبی پیدا ہوسکتا ہے کہ جو نئی شریعت نہ لائے حضور ﷺ کی شریعت کو منسوخ نہ کرے اور یہ عقیدہ اسلام کے عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں۔ اب حافظ ابن حزم کا عقیدہ ختم نبوت بھی ملاحظہ فرمالیں۔

آپ لکھتے ہیں: ’’**واما من قال ان بعد محمد ﷺ نبیاً غیر عیسیٰ بن مریم فانہ لا یختلف اثنان فی تکفیرہ لصحۃ قیام الحجۃ بکل ھذا علیٰ کل احد**‘‘ (الفصل فی الملل ج۳ص۲۴۹)

(ترجمہ) اور جس نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے سوا کوئی اور نبی یہاں ہوسکتا ہے تو دو عالم بھی ایسے نہ نکلیں گے جو اس شخص کے کافر ہونے میں کسی طرح کا اختلاف کریں کیونکہ ان جملہ امور میں ہر شخص پر حجت تمام ہوچکی۔ یعنی یہ نہ دیکھا جائے گا کہ وہ کسی نئی شریعت کا دعویٰ نہیں کرتا بلکہ صرف یہ دیکھا جائے گا کہ وہ وہی ہے جسے حضور ﷺ سے پہلے نبی بنایا گیا تھا یا وہ حضور ﷺ کے بعد ایک نئی نبوت کا مدعی ہے۔ اس فرق کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

حافظ ابن حزم کا عقیدہ ختم نبوت اور عقیدہ نزول مسیح اس عبارت میں مطالعہ فرمائیں اور قادیانیوں کے دجل کو اور قریب سے دیکھیں۔

حافظ صاحب لکھتے ہیں: ’’**وقد صح عن رسول اللہ ﷺ بنقل الکواف التی نقلت نبوتہ واعلامہ وکتابہ انہ اخبر انہ لا نبی بعدہ الا ما جاءت الاخبار الصحاح من نزول عیسیٰ علیہ السلام الذی بعث الیٰ بنی اسرائیل وادعی الیھود قتلہ وصلبہ ووجب الاقرار بھذہ الجملۃ**‘‘ (کتاب الفصل ج۱ص۷۷)

(ترجمہ) ساری امت جس نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت آپ ﷺ کی نشانیوں اور آپ ﷺ کی لائی کتاب کو آگے نقل کیا ہے۔ انہی کی نقل سے حضور اکرم ﷺ سے صحیح روایت سے مروی ہے۔ آپ نے خبر دی کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا سوائے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے جن کے نزول پر صحیح احادیث آچکیں یہ اسی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کا اترنا ہوگا جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے اور جن کے بارے میں یہودیوں نے ان کے قتل اور انہیں صلیب دینے کا دعویٰ کر رکھا ہے سو ان کے دوبارہ آنے کا اقرار واجب ہے۔

یہ اس مسیح ناصری کے آسمان سے اترنے کی خبر ہے جو حضور اکرم ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں نہ یہ کہ ان کی صفات پر کوئی اور شخص پیدا ہوگا جو مسیح موعود ہوگا عیسیٰ بن مریم کی دوبارہ آمد حدیث: ''لا نبی بعدی'' کے اس لئے خلاف نہیں کہ آپ حضور ﷺ سے پہلے کے نبی ہیں اور حدیث: ''لا نبی بعدی'' کا معنی یہ ہے کہ میرے بعد کسی کو نبوت نہ ملے گی۔ اس حدیث سے جو چیز منع ٹھہرتی ہے، وہ انشاء نبوت (نئے سرے سے نبوت ملنا) ہے نہ کہ کسی پہلے نبی کا آنا بھی ممنوع ٹھہرے۔ ایسا نہیں ہوسکتا معراج کی رات بیت المقدس میں پچھلے سب پیغمبر آ گئے تھے۔ حدیث: ''لا نبی بعدی'' ان کے آنے میں مانع نہ تھی۔

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲ھ) لکھتے ہیں: ''فوجب حمل النفی علی انشاء النبوۃ لاحد من الناس لاعلیٰ نفی وجود نبی کان قد نبی قبل ذالک''

(الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ ج۱ص۴۲۵)

(ترجمہ) سو ضروری ہے کہ حدیث: ''لا نبی بعدی'' میں نفی کو اس معنی میں لیا جائے کہ اب لوگوں میں سے کسی کو نئے سرے سے نبوت نہ ملے گی۔

یہ نہیں کہ جس کو پہلے سے نبوت ملی ہوا یسا بھی کوئی نبی پایا نہیں جاسکتا اور کبھی آ نہیں سکتا۔

سو اس میں کوئی شک نہیں کہ نزول عیسیٰ بن مریم علیہما السلام میں اس عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آمد مراد ہے جو بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے تھے اور یہودی اب ان کے قتل اور صلیب دینے کے مدعی ہیں۔ پھر اس کی تائید شیخ الاسلام علامہ سید محمود آلوسی (۱۲۹۱ھ) نے اس طرح کی ہے۔ اس پر پوری امت کا اجماع نکھر کر سامنے آ جاتا ہے: ''ولا یقدح فی ذالک ما اجمعت الامۃ علیہ واشتھرت فیہ الاخبار لعلّھا بلغت مبلغ التواتر المعنوی ونطق بہ الکتاب علیٰ قول ووجب الایمان بہ واکفر منکرہ کالفلاسفۃ من نزول عیسیٰ علیہ السلام آخر الزمان لانہ کان نبیاً قبل تحلی نبینا ﷺ بالنبوۃ فی ھٰذۃ النشائۃ'' (روح المعانی ج۱۱ص۲۱۳، الاحزاب:۴۰)

مؤلف کی پیش کردہ ابن حزم کی عبارت

''وان عیسیٰ علیہ السلام لم یقتل ولم یصلب ولکن توفاہ اللہ عزوجل ثم رفعہ الیہ'' (بحوالہ المحلی ج۱ص۲۴)

(ترجمہ) اور بے شک حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے اور نہ پھانسی چڑھے بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں توفی دی اور پھر انہیں اپنی طرف اٹھالیا۔

الجواب: مؤلف کا استدلال ''ولٰکن توفاہ اللہ'' سے ہے ہم کہتے ہیں حافظ ابن حزم کے ہاں توفی دو طرح کی ہے توفی نوم اور توفی موت۔ مؤلف کو یہاں توفی کا معنی توفی نوم لینا چاہئے تھا تاکہ اس عبارت کی ان کی دوسری عبارت سے تطبیق ہو سکے۔ حافظ ابن حزم لکھتے ہیں۔

(ترجمہ) اور حضور کے آخری نبی ہونے میں یہ بات رخنہ انداز نہیں جس پر تمام امت کا اجماع ہو چکا اور احادیث اس پر درجہ شہرت میں آچکی گویا وہ تواتر کے درجہ تک پہنچ چکی ہیں اور یہ تواتر اس کے معنی کے پہلو سے ہے اور قرآن کریم بھی ایک روایت کی روشنی میں اسی پر ناطق ہے۔ یہاں تک کہ اس پر ایمان لانا واجب ٹھہرتا ہے اور اس کا منکر کافر ٹھہرتا ہے۔ وہ دنیا کے آخری دور میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہے۔ کیونکہ آپ (حضرت عیسیٰ) آنحضرت ﷺ کے اس دنیا میں نبوت ملنے سے پہلے کے نبوت یافتہ ہیں۔

سو حدیث: ''لانبی بعدی'' کے اس معنی پر پوری امت کا اتفاق ہے کہ اس میں صرف اس نبوت کی نفی کی گئی ہے جو خاتم النّبیین ﷺ کے بعد کسی کو ملے یہ حدیث آنحضرت ﷺ سے پہلے کے کسی نبی کو یہاں آنے سے نہیں روکتی۔

ابن حزم کی نزول عیسیٰ بن مریم پر ایک اور شہادت

''انہ ﷺ خاتم النّبیین لا نبی بعدہ...... الّا ان عیسٰی بن مریم سینزل'' (المحلی لابن حزم ج۱ ص۲۸،۲۹)

(ترجمہ) حضور نبیوں کے ختم پر ہیں آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ سوائے عیسیٰ بن مریم کے جو عنقریب اتریں گے۔

۶...... حافظ ابن تیمیہ (۷۲۸ھ) پر قادیانی مؤلف کا افتراء

قادیانی مؤلف ''ولٰکن شبہ لھم'' نے (ص۸) پر حافظ ابن تیمیہ کی ایک عبارت نقل کی ہے اور لفظ توفی کا ترجمہ اپنے عقیدے کے مطابق وفات سے کیا ہے۔ یہ صریح خیانت ہے مخالفین کو دلیل اپنے مسلمات سے نہیں دی جاتی۔ انہیں ان کے اپنے مسلمات سے الزام دیا جاتا ہے۔ اب اس عبارت کو ملاحظہ کریں۔ اس میں حافظ ابن تیمیہ کا انہیں الزام

دیناان کے مسلمات کی رو سے ہے نہ یہ کہ وہ یہاں اپنے عقیدے کو بیان کررہے ہیں:
جوشخص اپنی زندگی میں لوگوں کے سامنے کوئی کتاب پیش کررہا ہے۔موجودہ بائبل میں حضرت عیسیٰ کا سولی دیا جانا بصیغہ ماضی مذکور ہے (دیکھئے انجیل) اب یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ وہی انجیل ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اتری تھی۔ یہ حصہ یقیناً ان کے علماء کا اپنا اضافہ ہے۔ یہ خدا کا کلام نہیں اوران کا یہ اضافہ حضرت عیسیٰ سے سنا گیا بھی نہیں ہوسکتا ہے۔سو یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اس موجودہ انجیل میں تحریف نہیں ہوئی ہوگی۔حافظ ابن تیمیہ اس عبارت میں عیسائیوں کو الزام دے رہے ہیں نہ کہ اپنا عقیدہ بیان کررہے ہیں۔اسے حافظ ابن تیمیہ کا عقیدہ قرار دینا قادیانی مؤلف کا صریح جھوٹ ہے۔آپ قادیانی کی پیش کردہ اس عبارت کو ملاحظہ فرمائیں:’’**ومعلوم انّ هٰذا الذی فی التوراة والانجیل من الخبر عن موسٰی وعیسٰی بعد توضیهما لیس هو مما انزله الله ومما تلقوه عن موسٰی وعیسٰی علیهما السلام**‘‘ (مجموعۃ الرسائل الکبریٰ ص۸۰،۸۱)

(ترجمہ) اور یہ بات واضح ہو کہ یہ جو تورات اور انجیل میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی وفات کا ذکر ہے یہ اللہ کا اتارا ہوا نہیں اور نہ یہ ایسا کلام ہے جوانہوں نے حضرت موسیٰ اورحضرت عیسیٰ سے لیا ہو۔سو اس میں کوئی شک نہیں رہ جاتا کہ تورات اور انجیل کے یہ حصے الحاقی ہیں اور تورات اور انجیل دونوں میں تحریف ہوچکی ہے۔اب اس عبارت سے یہ ثابت کرنا کہ حافظ ابن تیمیہ وفات مسیح ہوچکنے کے قائل تھے۔صرف انہی لوگوں کا کام ہوسکتا ہے جن کے پورے مذہب کی بنا ہی دجل وخداع پر ہو۔ **اعاذنا الله منه!**

حافظ ابن تیمیہ کا عقیدہ نزول

حضرت عیسی علیہ السلام نے اپنے مبلغ مختلف علاقوں میں بھیجے جو لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دیں۔حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم کے آسمان پر جانے کے بعد بھی ان مبلغوں کا یہ عمل جاری رہا۔

’’**فبعث المسیح علیہ السلام رسله یدعونهم الٰی دین الله تعالٰی فذهب بعضهم فی حیاته فی الارض وبعضهم بعد رفعه الی السماء فدعوهم الٰی دین الله**‘‘ (**الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح ج۱ ص۱۱۶ فصل فی الدلائل**

الدالة علی انه علیہ السلام رسول الی النصاریٰ)

آسمان میں آپ کس حال میں رہ رہے ہیں؟ دنیا کے سے حالات میں نہیں۔

''لیس حاله کحال اهل الارض فی الاکل والشرب واللباس والنوم والغائط والبول'' (الجواب الصحیح ج۲ ص۲۸۵ طبع المجدالتجاریة)

آپ لکھتے ہیں کہ بڑے شہروں میں انطاکیہ پہلا شہر ہے جس کے لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے۔آپ لکھتے ہیں یہ آپ کے آسمان پر جانے کے بعد ہوا۔

''ویقال ان انطاکیه اول المدائن الکبار الذین اٰمنوا بالمسیح علیہ السلام وذالک بعد رفعه الی السماء''

(الجواب الصحیح ج۱ ص۲۸۷ طبع المجد التجاریه)

حافظ ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ اگر وعدہ الٰہیہ انّی متوفیک میں توفی موت مراد لی جائے تو اس میں آپ سے اس وعدہ کی کوئی اہمیت نہیں رہتی۔ایسا تو تمام مؤمنین سے ہوتا ہے کہ ان کی موت ہوتی ہے اور ان کی روحیں اوپر لے جائی جاتی ہیں اور وہ دنیا سے پاک بھی ہوجاتے ہیں۔سو اس وعدہ میں اللہ تعالیٰ کی یہ مراد ہرگز نہیں ہوسکتی کہ آپ پر وہی حالات گزریں گے جو ہر مومن پر گزرتے ہیں۔

''فهذا دلیل علیٰ انه لم یعن بذالک الموت اذ لو اراد بذالک الموت لکان عیسیٰ فی ذالک کسائر المؤمنین فان الله یقبض ارواحهم ویعرج بها الیٰ السماء'' (فتاویٰ ابن تیمیہ ج۴ ص۳۲۲،۳۲۳ طبع دارالعربیہ بیروت)

افسوس کہ مرزا غلام احمد نے (کتاب البریہ ص۱۸۸ حاشیہ،خزائن ج۱۳ ص۲۲۱) میں یہ جھوٹ بولتے کچھ بھی شرم محسوس نہ کی کہ:''ابن تیمیہ وفات مسیح کے قائل تھے۔''

''ولٰکن شبه لهم'' کے مؤلف نے یہ جھوٹ مرزا غلام احمد سے ہی لیا اور اس کے عذاب میں اور اضافہ کیا ہے۔

۷...... حافظ ابن قیم (۷۵۱ھ) پر قادیانی مؤلف کا افتراء

قادیانی مؤلف نے اپنے رسالہ''ولکن شبه لهم'' کے (۹) پر حافظ ابن قیم کی ایک عبارت اس دعوے سے پیش کی ہے۔

علامہ ابن قیم زاد المعاد میں مسیح علیہ السلام کے جسمانی رفع کے عقیدہ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’واما ما یذکر عن المسیح انه رفع الی السماء وله ثلٰث وثلاثون سنة فهذا لایعرف به اثر متصل یجب المصیر الیه‘‘ (زاد المعاد ج۱ ص۸۴)

(ترجمہ) اور یہ جو مسیح کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ۳۳ برس کی عمر میں آسمان پر اٹھا لئے گئے اس کی کوئی ایسی سند نہیں جس کے راوی متصل ہوں اور اسے اختیار کرنا لازم ٹھہرے۔

یہ صرف اس روایت کا رد ہے جس میں آپ کی اس وقت عمر ۳۳ سال بتائی گئی ہے۔ اس میں ان کے رفع کی کوئی تردید نہیں ہے۔

حافظ ابن قیم حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں لکھتے ہیں: ’’وهو نازل من السماء فیحکم بکتاب الله وسنة رسول الله ﷺ‘‘

(هدایة الحیاریٰ فی رد النصاریٰ ص۴۳)

(ترجمہ) اور آپ آسمان سے اتریں گے اور قرآن کریم پر اور سنت رسول اللہ ﷺ پر عمل پیرا ہوں گے۔

حافظ ابن تیمیہ کی طرح آپ بھی عقیدہ رکھتے تھے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی آسمان پر غذا فرشتوں کی طرح ہے دنیا کی سی نہیں ہے۔

’’وهذا المسیح بن مریم حی لم یمت وغذاءه من جنس غذاء الملٰئكة‘‘ (کتاب التبیان فی ایمان القرآن ص۳۹)

(ترجمہ) یہ مسیح بن مریم زندہ ہیں ابھی تک ان کی موت نہیں ہوئی اور آپ کی (آسمان پر غذا) فرشتوں کی سی ہے۔

سو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ حافظ ابن قیم اس عقیدے میں پوری امت کے ساتھ ہیں اور آپ کا عقیدہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں: ’’وان رفع المسیح الیه‘‘ (کتاب التبیان ص۲۲)

قادیانی مؤلف ’’ولٰکن شبه لهم‘‘ کے پیش کردہ (اہل سنت کے) آٹھ بزرگوں کا عقیدہ ہم نے آپ کے سامنے رکھ دیا ہے ان کے مطالعہ سے ہمارے قارئین کے سامنے قادیانی دجل کی راہیں اور روشن ہوگئی ہوں گی۔

۸......علامہ ابوحیان الاندلسی (۶۵۴ھ) پرافتراء

قادیانی مؤلف نے ’’ولٰکن شبہ لھم ‘‘(ص۹) پر علامہ ابوحیان الاندلسی کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے بعض علماء سے توفی کے معنی موت نقل کر کے ان کے وفات مسیح کے قائل ہونے کا ذکر کیا ہے اور اس پر اس نے علامہ ابوحیان الاندلسی کی یہ عبارت پیش کی ہے:’’قیل ھذا یدل علٰی انہ توفاہ قبل ان یرفعہ‘‘

(البحر المحیط ج۴ ص۶۱، المائدہ:۱۱۶)

یہ کہا گیا ہے کہ یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح کو رفع سے پہلے وفات عطاء فرمائی۔

مؤلف نے یہاں بھی اپنے سلسلہ دجل کا ایک اور مظاہرہ کیا ہے اس عبارت کے بعد علامہ ابوحیان اندلسی نے اس کی واضح لفظوں میں تردید کی ہے اس عبارت کے معاً بعد لکھا ہے:’’لیس بشیٔ ‘‘کہ یہ کوئی قابل قبول بات نہیں ہم یہاں البحر المحیط کی پوری عبارت ہدیہ قارئین کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے جن تیس جھوٹے مدعیان نبوت کی خبر دی تھی تو ساتھ یہ بھی فرمادیا تھا کہ وہ کذّابون ہی نہیں دجّالون بھی ہوں گے۔اب ان لوگوں کا بات بات میں دجل وفریب ظاہر ہورہا ہے۔مؤلف کی (ص۹) کی آخری سطر ایک دفعہ پھر دیکھیں اور پوری عبارت ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:’’قیل ھذا یدل علٰی انہ توفاہ وفاۃ الموت قبل ان یرفعہ ولیس بشیٔ لان الاخبار تظاھرت برفعہ حیاً وانہ فی السماء حیّ وانہ ینزل ویقتل الدجال ومعنی توفّیتنی قبضتنی الیک بالرفع وقال الحسن الوفاۃ (۱)وفاۃ الموت (۲)ووفاۃ النوم و (۳)وفاۃ الرفع‘‘ (البحر المحیط ج۴ص۶۱،المائدہ:۱۱۶)

(ترجمہ) یہ کہا گیا ہے کہ یہ ترتیب اس پر دلالت کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو وفات موت دی پھر آپ کو اٹھایا۔ یہ بات بالکل درست نہیں آپ کے زندہ اٹھائے جانے کی روایات بہت قوی درجے میں وارد ہیں اور آپ آسمان میں زندہ موجود ہیں اور یہ کہ آپ پھر نزول فرمائیں گے دجال کو قتل کریں گے اور توفیتنی کا معنی یہ ہے کہ اے اللہ! تو نے مجھے اٹھا کر پورا اپنے قبضہ میں لے لیا۔

امام حسن بصری کہتے ہیں کہ وفات تین طرح سے ہے: (۱) موت کی صورت میں (۲) نیند کی صورت میں اور (۳) پورا اٹھالینے کی صورت میں۔

یہ تیسری صورت اس طرح پر واقع ہوئی کہ آپ کی توفی اور رفع ایک ہی وقت میں واقع ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا کر پورا اپنے قبضے میں لیا۔ علامہ ابوحیان ایک دوسرے مقام پر اس کی اس طرح وضاحت کرتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے ہاں حضرت عیسیٰ بن مریم کی توفی اور رفع ایک ہی وقت میں واقع ہوئے۔

’’ولمّا کان التوفی والرفع کل منهما خاص بزمان بدیء بهما ولما کان التطهیر عاماً یشمل سائر الازمان اخّر عهنما ولما بشّره بهٰذه البشائر الثلاث وهی اوصاف له فی نفسه بشّره برفعة اتباعه فوق کل کافر لتقر بذالک عینه ویسر قلبه‘‘ (البحرالمحیط ج۲ص۴۷۴، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور جب توفی اور رفع میں سے ہر ایک، ایک خاص وقت سے مخصوص تھا اس لئے بات وہاں سے شروع کی گئی اور تطہیر ایک لمبا عمل تھا جو سب زمانوں کو شامل رہے گا اسے مؤخر کیا گیا اور جب آپ کو یہ تین بشارتیں دی گئیں اور ان کا تعلق آپ کی ذات سے تھا تو چوتھی بشارت آپ کے پیروؤں کو دی گئی کہ وہ ہر کافر پر غالب رہیں گے۔ یہ اس لئے کہ اس بشارت سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور آپ کا دل مسرور ہو۔

اس سے واضح ہوتا ہے کہ علامہ ابوحیان امام حسن بصری کی موافقت میں توفی کا معنی وفاۃ الرفع ہی لیتے ہیں جس میں اس آیت میں کہے گئے۔ پہلے دو وعدے ایک ہی عمل میں ایک ہی وقت میں پورے ہوئے۔ ہاں! جن علماء نے توفی سے مراد وفات موت لی یا وفات نوم ان میں سے بھی کوئی قادیانیوں کے عقیدہ وفات مسیح سے متفق نہ ہوا، کیونکہ یہ دو معنی لینے والے بھی حضرت عیسیٰ کی توفی کو اس طرح نہیں مانتے کہ وہ اس کے بعد اپنے بدن عنصری سے آسمان میں نہ ٹھہرے ہوں اور پھر اپنے اس بدن عنصری سے قرب قیامت میں زمین پر اترنے والے نہیں۔ ان کے لئے اگر کسی عالم نے توفی کے معنی موت ہی کئے ہوں تو اس سے ان کے اپنے عقیدے کی تائید ہرگز نہیں ہوتی کہ آپ پر موت اس طرح آئی کہ آسمان پر آپ کا مقرّ نہ بنا اور آپ ملائکہ مقربین کے ہم مجلس نہ ہوسکے ہوں۔ ہم نے اس مضمون کی تمہید میں قادیانیوں کے عقیدے کے جو چار پہلو پیش کئے ہیں۔ قادیانی ان چار شرطوں کے ساتھ

مسلمانوں کے کسی بزرگ کو وفات مسیح کا قائل نہیں گردان سکتے۔

اس وقت ہم اس مسئلے سے بحث نہیں کررہے، یہ مباحث پہلے گزر چکے ہیں۔ یہاں ہم صرف اس قادیانی مؤلف کے دجل کا پردہ چاک کررہے ہیں۔ علامہ ابوحیان اندلسی کی اس وسیع وضاحت کے ساتھ وہ کس طرح ان حضرات کو اپنے قادیانی عقیدہ کا ہم خیال کہہ رہا ہے: ''چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد'' کوئی توفی کا معنی وفات موت کرے یا وفات نوم یا وفات رفع۔ اس عقیدے پر سب متفق ہوجاتے ہیں کہ اس کے بعد آسمان حضرت عیسیٰ بن مریم کا مقر بنا اور وہاں زندہ ملائکہ مقربین کے ہم نشین ہیں اور وہی عیسیٰ بن مریم علیہما السلام قرب قیامت میں زمین پر اتریں گے۔ ان ضمنی اختلافات کو سامنے لاکر قادیانی اس اجماع کو نہیں توڑ سکتے جو مسلمانوں کا رفع مسیح، حیات مسیح اور نزول مسیح پر ہو چکا ہے۔

قادیانی نزول مسیح کے اس عقیدے سے اسلام کی تیرہ صدیوں میں سے کسی بزرگ کو اپنا ہمنواء ثابت نہیں کرسکتے۔ ''ولو کان بعضهم لبعض ظهيرا'' کاش کہ: ''ولکن شبه لهم'' کا قادیانی مؤلف علامہ ابوحیان اندلسی کی قیل سے شروع ہونے والی عبارت نامکمل نقل کرتے ہوئے اس کے حاشیہ میں النہر الماد کی یہ عبارت ہی دیکھ لیتا۔

''(فلمّا توفيتنى) هى وفاة رفعه علیہ السلام لاوفاة الموت الاترى الىٰ قوله تعالىٰ وما قتلوه يقيناً بل رفعه الله اليه وتظاهرت الاخبار الصحيحة عن رسول الله ﷺ انه فى السماء حى وانه ينزل ويقتل الدجال وقال تعالىٰ وان من اهل الكتاب الّا ليؤمنن به قبل موته اى بعيسىٰ قبل موته اى الموتة الحقيقة'' (النہر الماد ج۴ ص۶۱)

(ترجمہ) (جب تو نے مجھے توفی دی) اس سے مراد وفات رفع ہے (پورے کا پورا اٹھایا جانا) نہ کہ وفات موت۔ کیا تم اللہ کے اس بیان کو نہیں دیکھتے (اور انہوں نے پورے یقین سے اس کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا) اور آنحضرت ﷺ نے احادیث صحیحہ اس پر قوت سے جمع ہوچکیں کہ آپ اس وقت آسمان میں زندہ موجود ہیں۔ آپ اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ اہل کتاب میں سے کوئی نہ رہے گا۔ مگر یہ کہ آپ پر ضرور ایمان لائے گا۔ آپ کی (عیسیٰ کی) موت سے پہلے وہ موت حضرت عیسیٰ کی حقیقی موت ہوگی۔

قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ کے مقربین میں ہونے کی خبر دی تھی۔ علامہ ابن حیان اندلسی اس پر علامہ زمخشری سے نقل کرتے ہیں: ’’**وکونہ من المقربین رفعہ الی السماء وصحبتہ الملئکۃ**‘‘ (ایضاً ص۴۶۱)

(ترجمہ) اور آپ کا ’’مقربین‘‘ میں سے ہونا آپ کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور فرشتوں کی صحبت میں رہنے کے معنی میں ہے۔

حضرت مریم جب آپ کو مصر لے گئیں اور ان لوگوں نے اپنے بچوں کو ان سے ملنے سے روکا اور اپنے بچوں کو اپنے گھر میں بند کر دیا تو حضرت عیسیٰ نے ان سے پوچھا ان کے بچے کہاں ہیں؟ انہوں نے کہا یہاں نہیں۔ آپ نے کہا اس گھر میں کیا ہے؟ انہوں نے کہا خنزیر بندھے ہیں۔ آپ نے کہا اسی طرح ہو جائیں گے۔ انہوں نے انہیں کھولا تو وہاں خنزیر پائے اور یہ بات بنی اسرائیل میں پھیل گئی...... آپ بارہ برس کے تھے کہ حضرت مریم کی طرف وحی آئی کہ شام کی طرف چلی جاؤ۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت عیسیٰ کی عمر تیس سال کو پہنچی۔ آپ پر وحی کا آغاز ہوا۔

اس کے بعد علامہ ابوحیان لکھتے ہیں: ’’**فکانت نبوۃ ثلاث سنین ثم رفعہ اللہ الیہ وکان اوّل انبیاء بنی اسرائیل یوسف...... وآخرھم عیسیٰ**‘‘

(البحرالمحیط ج۲ ص۴۶۵، آل عمران:۴۵،۴۶)

(ترجمہ) آپ پر نبوت کے تین سال گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھا لیا انبیاء بنی اسرائیل میں پہلے حضرت یوسف تھے اور ان کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ تھے۔

انبیاء بنی اسرائیل کے پہلے نبی یوسف کا کنعان سے مصر جانا ایک غیبی سفر تھا۔ ان کے آخری پیغمبر حضرت عیسیٰ کا شام سے آسمانوں پر جانا بھی ایک غیبی سفر تھا۔ اہل مصر نے آپ سے اچھا سلوک نہ کیا۔ ان کے بچے خنزیروں کی صورت پا گئے۔ حضرت عیسیٰ اپنے نزول پر ان کا سلسلہ ختم کریں گے۔ حدیث میں اس کی بشارت آ چکی۔ اس وقت دنیا میں خنازیر بکثرت موجود ہیں۔ حضرت عیسیٰ کے قتل خنزیر سے ان کا آئندہ سلسلہ ختم ہو جائے گا۔

علامہ اندلسی کے اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے عقیدہ میں حضرت عیسیٰ ابھی آسمان میں تھے اور اس وقت تک ان کا نزول نہ ہوا تھا۔ اب آپ ہی سوچیں قادیانیوں کا انہیں اپنا ہم عقیدہ بتلانا اگر دجل نہیں تو اور کیا ہے؟

حضرت عیسیٰ بن مریم کی توفی وفات نوم (نیند) ہو۔جیسا کہ ربیع نے کہا یا کچھ (وقت کے لئے) وفات موت ہو۔جیسا کہ حضرت ابن عباس سے ایک نقل ہے۔ وہب بن منبہ کہتے ہیں آپ تین ساعات تک موت میں رہے۔اللہ تعالیٰ نے اس دوران آپ کو اٹھالیا اور آسمان میں لاکر زندہ کردیا۔فراء نے کہا ہے کہ یہ وفات موت تھی لیکن قرآن میں دیا گیا وعدہ ''انّی متوفیک'' ان کے رفع اور نزول کے بعد پورا ہوگا۔سو یہاں واؤ ترتیب کے لئے نہیں ہے (اور یہ کلام عرب میں عام ملتا ہے) لیکن اس پر سب متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے کہ آپ اس وقت آسمانوں میں زندہ موجود ہیں اور آپ وہاں فرشتوں کے ساتھ محو تسبیح وتقدیس ہیں۔فرشتوں نے تخلیق آدم سے پہلے اپنے اس عمل کا اظہار کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمایا کہ یہ کام ابن آدم بھی کرسکے گا اور اب آپ فرشتوں کے ساتھ برابر تسبیح وتقدیس میں لگے ہوئے ہیں۔

توفی کے معنی جو بھی کئے جائیں (وہ توفی موت ہو یا توفی رفع) قادیانی عقیدے کے موافق آپ کو اسلام کی تیرہ صدیوں میں سے کئی بزرگ نہ ملے گا۔علامہ اندلسی لکھتے ہیں:

''ومتوفّیک معنیً وفاۃ یوم رفعہ اللہ فی منامہ قالہ الربیع من قولہ وھو الذی یتوفاکم باللیل ای ورافعک وانت نائم حتی لا یلحقک خوف وتستیقظ وانت فی السماء اٰمن مقرب او وفاۃ موت قالہ ابن عباس وقال وھب مات ثلٰث ساعات ورفعہ فیھا ثم احیاہ اللہ بعد ذالک فی السماء وفی بعض الکتب سبع ساعات وقال الفراء معنی وفات موت ولکن المعنی متوفیک فی آخر امرک عند نزولک وقتلک الدجال''

(البحر المحیط ج۲ ص۴۷۳، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور متوفیک کے معنی آپ کو وفات نوم (نیند) دینا ہے آپ کو اللہ تعالیٰ نے نیند میں اٹھایا یہ بات ربیع نے کہی ہے قرآن کی اس آیت سے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں رات کو توفی دیتا ہے (یہاں نیند کو توفی کہا گیا) اس کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے نیند میں اٹھاؤں گا تاکہ تجھے کوئی خوف لاحق نہ ہو اور تو اس وقت جاگے جب تو آسمان پر ہو بالکل امن میں اور اللہ کے قرب میں اور اس سے وفات موت بھی مراد ہوسکتی ہے (جو کچھ وقت کے لئے ہو) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کہا ہے۔حضرت وہب کہتے ہیں آپ پر یہ موت تین گھنٹے

رہی اور اللہ نے انہیں اس حالت میں اٹھایا اور پھر آپ کو آسمان میں زندہ کرلیا بعض کتابوں میں اس موت کا سات گھنٹے تک رہنا بھی ہے۔ فرّاء اس سے وفات موت کا معنی بھی لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آخری دور میں اتارے گا۔ آپ دجال کو قتل کریں گے اور اس کے بعد آپ پر یہ موت وارد ہوگی (گویا کہ یہ وعدہ اس آخری دور سے متعلق ہے)

سوتوفی کی جوصورت بھی ہو، اس پر سب کا اجماع ہے کہ آپ اس وقت آسمان پر زندہ موجود ہیں اور وہی عیسیٰ بن مریم (جو بنی اسرائیل کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے تھے) دنیا کے آخر میں پھر سے نزول فرمائیں گے۔ علامہ ابوحیان نے ابن عطیہ (۵۴۶ھ) کی سند سے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

’’واجمعت الامة علی ما تضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسٰی فی السماء حیّ وانه ینزل فی آخر الزمان فیقتل الخنزیر ویکسر الصلیب ویقتل الدجال ویفیض العدل وتظهر به الملة ملة محمد ﷺ ویحج البیت ویعتمر ویبقی فی الارض اربعاً وعشرین سنة‘‘

(البحر المحیط ج۲ ص۴۷۳، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور اس پر اجماع امت ہو چکا جیسا کہ اس پر متواتر احادیث شامل ہوچکیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان میں زندہ موجود ہیں اور وہ آخری دور میں قتل خنزیر اور کسر صلیب اور قتل دجال کے لئے اتریں گے اور انصاف بڑھ جائے گا اور حضور ﷺ کی امت ان سے قرب پائے گی اور وہ بیت اللہ شریف کا حج بھی کریں گے اور عمرہ بھی کریں گے اور زمین میں ۲۴ سال تک زندہ رہیں گے۔

علامہ ابوحیان آگے (رافعک الیّ) کے تحت لکھتے ہیں: ’’الرفع نقل من سفل الیٰ علوّ والیّ اضافة تشریف والمعنی الیٰ سمائی ومقر ملٰئکتی وقد علم انّ الباری تعالیٰ لیس بمتحیز فی جهة‘‘ (ایضاً)

(ترجمہ) رفع کسی چیز کو نیچے سے اوپر لیجانے کو کہتے ہیں اور الیّ میں اضافت تشریفی ہے اور مراد اللہ کا آسمان ہے جو مقر ملائکہ ہے، جہاں فرشتے رہتے ہیں اور یہ چیز واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی جہت نہیں وہ مکانی نہیں سب جگہیں اس کی تخلیق ہیں۔ سو وہ مکانی نہیں ہوسکتا۔ وہ زمان ومکان سے بالاذات ہے۔

اور یہ بھی لکھتے ہیں: ’’قال ابن عباس رفعه الی السماء سماء الدنیا وفیها یسبح مع الملائکة ثم یهبط الله عند ظهور الدجال علٰی صخرة بیت المقدس قیل کان عیسٰی علٰی طور سینا ووهبت الریح فهرول عیسٰی فرفعه الله فی مهرولته وعلیه مدرعته من شعر وقال الزجاج کان عیسٰی فی بین کوّة فدخل رجل لیقتله فرفع عیسٰی من البیت‘‘

(البحر المحیط ج۲ ص۴۷۳، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) ابن عباس کہتے ہیں آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے سے آسمان دنیا میں اٹھایا جانا ہے اور اس آسمان میں ہی آپ فرشتوں کے ساتھ تسبیح وتقدیس میں شامل ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ آپ کو ظہور دجال کے وقت بیت المقدس کی چٹان پر اتارے گا۔ یہ بھی کہا گیا کہ آپ کوہ سینا پر تھے اور ہوا تیزی سے چلی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جلدی سے چلے آپ کی اسی دوڑ میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو اوپر اٹھالیا اور آپ پر اون کی ایک گدڑی تھی اور زجاج کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ ایک گھر میں تھے جس میں روزن تھا ایک شخص آیا کہ آپ کو سپرد قتل کرے کہ آپ اسے گھر براستہ روزن اٹھالئے گئے۔

حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو لیا ہے کہ اس گدڑی میں آسمان پر لے جائے گئے تھے اور علامہ اندلسی نے علامہ راغب سے نقل کیا ہے کہ رفع سے رفع درجہ مراد نہیں تو بھی اس سے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کی نفی نہیں ہوتی دونوں طرح کا رفع بیک وقت مراد لیا جاسکتا ہے۔ کسی طرح اس کی تشریح کریں اسلام کے تیرہ صدیوں کے اس اجماعی عقیدہ سے کسی طرح گریز ممکن نہیں۔ علامہ ابوحیان اندلسی علامہ راغب سے ایک یہ شرح بھی نقل کرتے ہیں۔ اس سے بھی آپ کے رفع الی السماء کا انکار لازم نہیں آتا۔

’’قال الراغب متوفیک اٰخذک عن هواک ورافعک الٰی عن شهواتک ولم یکن ذالک رفعاً مکانیاً واذ هو رفعة المحل وان کان قد رفع الی السماء وتطهیره من الکافرین اخراجه من بینهم وقبل تخلیصه من قتلهم لان ذالک نجس طهّر الله منه‘‘ (البحر المحیط ج۲ ص۴۷۳، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) راغب نے متوفیک کا یہ معنی بھی کیا ہے کہ تجھ سے تیری تمام خواہشات کو اٹھالوں گا اور تجھے تیری تمام حاجات سے اپنی طرف لے آؤں گا اور یہ رفع مکانی نہ ہوگا یہ

رفع درجہ ہوگا اور بے شک آپ کو آسمان کی طرف بھی اٹھایا گیا اور کافروں سے آپ کی تطہیر بھی کی گئی اور اس سے مراد آپ کو ان سے نکال لیا جانا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے۔ آپ ان کے قتل سے بچ جائیں گے۔ ان کا یہ عمل ناپاک ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پاک رکھا۔

معلوم ہوا جس نے ان الفاظ کے کچھ مختلف معنی کئے اس نے بھی آپ کے آسمان پر اٹھائے جانے کی ضرور موافقت کردی اور مسلمانوں کا یہ اجماع کسی طرح نہ ٹوٹا۔

’’وھٰذہ الاخبار الاربعة ترتیبھا فی غایة الفصاحة بدء اوّلاً باخبار اللہ تعالٰی لعیسی انه متوفیه فلیس للماکرین به تسلط علیه ولا توصل الیه ثم بشرہ ثانیاً...... برفعه الی سماء بتطھیرہ من الکفار اوّلاً وآخراً ولما کان التوفی والرفع کل منھما خاص بزمان بدء بھما‘‘

(البحر المحیط ج۲ ص ۴۷۴، آل عمران: ۵۵)

(ترجمہ) قرآن کریم نے حضرت عیسیٰؑ کو جو یہ چار وعدے دیئے ان کی ترتیب بہت اونچی فصاحت میں ہے۔ ان کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی اس اطلاع سے بشارت دے دی گئی کہ آپ اس طرح کافروں کے ناپاک ہاتھوں سے پاک رکھے جائیں گے۔ آپ کی توفی اور رفع ایک ہی وقت میں وقوع میں آئے گی۔ ان سے ان وعدوں کے پورا کرنے کی ابتداء کی گئی۔

یہ پہلے تینوں وعدے حضرت عیسیٰؑ کی ذات سے متعلق تھے۔ چوتھا آپ کے پیروؤں سے متعلق تھا، ان میں سے پہلے تین مقدم رکھے گئے۔ ذات کو اتباع پر تقدم حاصل ہے۔ ان تین میں سے تیسرا وعدہ ایک لمبے دور کو شامل ہے اسے دو کے بعد رکھا گیا ہے اور پہلے دور میں ایک ہی وقت میں واقع ہوئے مخالفوں سے آپ کو پورا بچانا جانا تھا اور آپ کی ذات کریمہ کو اوپر اٹھایا جانا تھا۔ سو ان دو کو ایک جگہ جمع رکھا گیا۔

علامہ ابوحیان اندلسی جنہیں اہل دجل اپنے عقیدہ وفات مسیح میں اپنا ہمنوا ابتلاتے ہیں۔ آپ ’’بل رفعه اللہ الیه‘‘ کے تحت رقم طراز ہیں: ’’ھذا ابطال لما ادعوہ من قتله وصلبه وھو حی فی السماء الثانیة علٰی ما صح عن الرسول اللہ ﷺ فی حدیث المعراج وھو ھنالک مقیم حتی ینزله اللہ الی الارض یقتل الدجال ولیملأ ھا عدلاً کماملئت جوراً ویحیی فیھا اربعین سنة ثم یموت کما تموت البشر وقال قتادۃ رفع اللہ عیسٰی الیه فکساہ الریش والبسه

النور وقطع عنه المطعم والمشرب وصار مع الملئكة فهو معهم حول العرش فصار انسیاً ملكیاً سماویا ارضیاً والضمیر فی الیه عائد الٰی الله تعالٰی علٰی حذ التقدیر الٰی سمائه وقد جاء ورافعک الیّ''

(البحر المحیط ج۳ ص ۳۹۱، النساء:۱۵۷، ۱۵۸)

(ترجمہ) یہ یہودیوں کے دعویٰ قتل وصلب کا ابطال ہے اور آپ دوسرے آسمان میں زندہ موجود ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ سے حدیث معراج میں صحیح طور پر نقل ہوا کہ آپ وہاں مقیم ہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو زمین پر قتل دجال کے لئے اتاریں گے اور اس لئے کہ آپ زمین کو عدل وانصاف سے پھر بھر دیں گے۔ جیسا کہ یہ ظلم سے بھرپور ہے اور آپ اس میں چالیس سال زندہ رہیں گے پھر آپ پر وہ موت آئے گی جو عام انسانوں پر آتی ہے۔ (حقیقی موت جس سے انسان عالم برزخ میں داخل ہوجاتا ہے) اور قتادہ نے کہا ہے:

اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی طرف اٹھایا آپ کو پر پہنا دیئے اور نور میں لپیٹ دیا اور آپ سے کھانے پینے کی خواہشات روک لیں اور آپ فرشتوں میں جا بیٹھے۔ آپ ان کے ساتھ عرش کے گرد بھی گھومتے ہیں اور آپ ایسے انسان ہو چکے جو فرشتے بھی ہوں آسمانی بھی اور زمینی بھی اور پھر یہ بھی لکھتے ہیں: ''قال ابن زید اذا نزل عیسٰی علیہ السلام لقتل الدجال لم یبق یهودی ولا نصرانی الا اٰمن باالله حین یرون قتل الدجال وتصیر الامم كلّها واحدة علٰی ملة الاسلام ویعزی هٰذاالقول ایضاً الی ابن عباس والحسن وقتادة'' (ایضاً نساء:۱۵۸، ۱۵۹)

(ترجمہ) ابن زید کہتے ہیں جب حضرت عیسیٰ نزول فرمائیں گے دجال کو قتل کریں گے تو کوئی یہودی اور نصرانی نہ رہے گا مگر یہ کہ وہ دجال کو قتل ہوتے دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر (صحیح معنی میں) ایمان لے آئے اور سب قومیں ایک ہوجائیں ملت اسلام پر یہ بات حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت حسن بصری اور حضرت قتادہ کی طرف بھی نسبت کی جاتی ہے۔

ابومسلم (ھ) نے قرآن پاک کی ایک آیت میں ایک اشکال محسوس کیا پہلے وہ آیت سمجھ لیں پھر ابومسلم مغربی کی وہ عبارت دیکھیں جس میں انہوں نے سب انبیاء کے اموات میں ہونے کا ذکر کیا ہے اور پھر دیکھیں کہ قادیانی اس سے کس بہادری سے وفات مسیح کی سند لائے ہیں۔ ہم ان تین باتوں کو آپ کے سامنے لاکر چوتھے درجے میں ان لوگوں کی

بے سمجھی ذکر کریں گے اور اگر یہ بات وہ بے سمجھی سے نہیں کررہے تو پھر آپ اسے ان کی راہ دجل کے سواء اور کوئی نام نہ دے سکیں گے۔

۱…… قرآن کریم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں تمام انبیاء علیہم السلام سے حضور اکرم ﷺ کا دور بعثت پانے کی صورت میں ان سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا عہد لیا تھا۔ یہ میثاق سورۂ آل عمران میں اس طرح ملتا ہے: ’’اذا اخذ اللہ میثاق النّبیین لما اتیتکم من کتاب وحکمۃ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنّہ قال أاقررتم واخذتم علیٰ ذالکم اصری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین‘‘ (آل عمران:۸۰،۸۱)

(ترجمہ) اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جو کچھ میں نے دیا تمہیں کتاب اور حکمت (کا علم) پھر آئے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتادے تمہارے پاس کی کتاب کو تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر تم نے میرے سے عہد باندھا بولے ہم سب نے اقرار کیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم اب گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

ابومسلم کا استدلال

حضور ﷺ کی بعثت کے وقت سب انبیاء زمرہ اموات میں تھے اور موت کے بعد کوئی انسان ایمان لانے اور کسی دعوت کی نصرت کرنے کا مکلّف نہیں رہتا۔ سو اب ان انبیاء کے حضور ﷺ پر ایمان لانے کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ ابومسلم کہتے ہیں اس جگہ انبیاء کرام علیہم السلام کا اپنا ایمان لانا اور حضور اکرم ﷺ کی نصرت کرنا مراد نہیں ان پیغمبروں کی امتوں سے آپ پر ایمان لانے اور آپ کے دین کی نصرت کا تقاضا ہے۔ انبیاء سے تو کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ اس میثاق کی بدعہدی کریں۔ البتہ امتوں میں سے کئی ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اس عہد پر قائم نہ رہیں۔

اس آیت کے بعد یہ آیت ہے: ’’فمن تولّٰی بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون‘‘ (آل عمران:۸۲)

اہل سنت کی طرف سے حضرت قفال مروزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا یہ جواب دیا ہے: ’’لم

لایجوز ان یکون المراد من الأیة ان الانبیاء لو کانوا فی الحیوٰۃ لوجب علیھم الایمان بمحمد ﷺ ونظیرہ قولہ تعالٰی لئن اشرکت لیحبطن عملک (الزمر:۶۵) وقد علم اللہ تعالٰی انہ لا یشرک قط ولکن خرج ھٰذا الکلام علٰی سبیل التقدیر والفرض فکذا ھٰھنا...... وقال فی صفۃ الملٰئکۃ ومن یقل منھم انی الٰہ من دونہ فذلک نجزیہ جھنم کذالک نجزی الظالمین (الانبیاء:۲۹) مع انہ تعالٰی اخبر عنھم بانھم لا یسبقونہ بالقول وبانھم یخافون ربھم من فوقھم فکلّ ذالک خرج علٰی سبیل الفرض والتقدیر فکذا ھٰھنا‘‘

(تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی (۶۰۶ھ) ج۸ ص۱۰۲ بیروت، آل عمران:۸۱)

یہ کیوں نہیں ہوسکتا کہ اس آیت میں مراد یہ ہو کہ اگر یہ انبیاء کرام (اس زمین پر) زندہ ہوں تو ان کو حضور ﷺ پر ایمان لانا واجب ٹھہرے۔ اس کی یہ ایک نظیر قرآن میں اس طرح ہے کہ حضور ﷺ کو کہا گیا کہ اگر آپ نے شرک کیا تو آپ کے سب نیک اعمال ضائع ہوجائیں گے اور یہ بات اللہ تعالٰی کو پہلے سے معلوم ہے کہ آپ کبھی شرک نہ کریں گے یہ بات علٰی سبیل الفرض والتقدیر کہی گئی ہے۔ اس طرح بات اس آیت میں ہے اللہ تعالٰی نے فرشتوں کے بارے میں بھی کہا کہ ان میں سے جو کہے کہ میں بھی اللہ کے ماسوٰی معبود ہوں تو ہم اسے بدلہ دیں گے دوزخ۔ اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو حالانکہ اللہ تعالٰی نے ان (فرشتوں) کے بارے میں پہلے یہ خبر دے رکھی ہے کہ وہ کبھی اللہ کے حکم سے تجاوز نہیں کرتے اور یہ بھی کہ وہ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ سو ایسی باتیں سب علٰی سبیل الفرض والتقدیر کہی جاتی ہیں۔ یہی معاملہ یہاں سمجھو۔

۳...... اس وقت ہمیں ابومسلم مغزلی اور حضرت قفال مروزی کے سوال وجواب سے بحث نہیں قادیانی ابومسلم کی یہ عبارت دیکھ کر پھولے نہیں سماتے کہ اس نے یہ کہہ دیا: ’’**وکل الانبیاء علیہم السلام یکونون عند مبعث محمد ﷺ من زمرۃ الاموات**‘‘

(ولکن شبہ لھم ص۱۰)

جب کل انبیاء کو زمرہ اموات میں شریک کیا تو یہ وفات مسیح کا اعلان ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام فوت ہوچکے ہیں اور اب وہ کسی شریعت کے مکلّف نہیں ٹھہرائے جاسکتے۔

الجواب: یہاں موضوع بحث یہ نہیں کہ انبیاء کرام پر موت آئی یا نہ۔ موضوع بحث یہ

ہے کہ اب وہ مکلّف نہیں رہے کہ ان سے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا تقاضا کیا جائے وہ اس دنیا سے جاچکے ہیں۔ انسان مکلّف اسی وقت تک ہے جب تک وہ اس زمین میں رہے اور اس کی زندگی دنیوی ہو دیکھئے شہدائے کرام بنص قرآن زندہ ہیں مگر چونکہ وہ اس عالم دنیا میں نہیں رہے اگلے جہاں جاچکے۔ وہ اب وہاں کسی شریعت کے مکلّف نہیں ہیں۔ اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام جو اگلے جہان میں بنص حدیث زندہ ہیں۔ اب وہ وہاں کسی شریعت کے مکلّف نہیں ہیں۔ مکلّف ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں (۱) زندگی دنیوی ہو اور (۲) اسی زمین پر ہو۔ چاند بھی کبھی زمین کا ہی ایک حصہ تھا سو یہ پابندیاں وہاں بھی رہیں گی۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو اللہ تعالیٰ نے جب اس زمین سے اٹھالیا تو اس زمین سے تعلق نہ رہنے کی وجہ سے آپ کی زندگی اگلے جہاں کی زندگی کی طرح ہوگئی جب آپ دوبارہ اس زمین پر آئیں گے پھر آپ شریعت محمدی پر عمل کرنے کے مکلّف ٹھہریں گے آپ اس وقت یہاں کی تکالیف شرعیہ اٹھائی گئی ہیں۔ وہاں آپ کی عبادات فرشتوں کے پیرایہ میں ہوں گی نہ کہ یہاں کے آداب شریعت وہاں اپنائے جائیں گے گو ابھی تک آپ کو وفات نہیں آئی لیکن اب آپ سے اس دنیا کے علائق کا انقطاع ہو چکا ہے۔

’’ورافعک الیّ وذالک لان من لم یصرفائیاً عمّا سوی اللہ لایکون لہ وصول الیٰ مقام معرفة اللہ وایضاً فعیسیٰ لما رفع الی السماء صار حالہ کحال الملٰئکة فی زوال الشھوة والغضب والاخلاق الذمیمة‘‘

(تفسیر کبیر امام رازی ج۸ ص۶۰، آل عمران:۵۵)

(ترجمہ) اور میں تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا جو شخص ماسوی اللہ سے بالکل فنا نہ ہوجائے وہ معرفت الٰہی تک نہیں پہنچتا۔ سو حضرت عیسیٰ جب آسمان کی طرف اٹھائے گئے تو ان کا حال فرشتوں جیسا ہوگیا۔ نہ یہ دنیا کی سی شہوت رہی، نہ یہاں کا سا غضب رہا اور یہاں کی سب سفلی خواہشات آپ سے منتفی ہوگئیں۔

اب آپ خود سوچیں جب کسی کا حال ملائکہ کی طرح ہوجائے تو کیا اسے زمین پر رہنے والا اور زمین کی آلودگیوں میں ملوث کہا جاسکتا ہے؟ نہیں تو حضرت عیسیٰ جب زمین پر نہ رہے تو انہیں زمین پر زندہ رہنے والوں میں کیسے شمار کیا جاسکتا ہے۔ آپ زمین پر نہ رہنے کے اعتبار سے گویا زمرہ اموات میں چلے گئے یہ کوئی ایسی بات نہیں جس کے کہنے کی گنجائش نہ

ہو۔ دیگر انبیاء وفات پاکر اور حضرت عیسیٰ زمین سے اٹھائے جاکر گویا ایک زمرہ میں رہے لیکن اسے حضرت عیسیٰ بن مریم کے لئے وفات کی دلیل بنانا صرف ایک قادیانی راہ دجل ہے قادیانیوں کے پاس جب حضرت عیسیٰ کا نام لے کر ان پر وفات آچکنے کی کوئی دلیل نہیں تو وہ عمومات کے سہارے اس طرح چلتے ہیں، جیسے کوئی اندھا اندھیرے میں لاٹھی لے کر چلتا ہے جو دو اندھیروں میں گھرا ہو (ایک جہالت کا اندھیرا دوسرا منہ کا اندھیرا) وہ کہاں سے روشنی پائے۔ ’’ومن لم یجعل الله له نوراً فماله من نور‘‘ (النور:۴۰)

۴…… انسان کسی ضابطے کا اس وقت مکلّف ہوتا ہے جب وہ اس دنیا میں ہو اور اس کی حیات بھی اسی دنیا کی ہو صرف دنیا کی سی نہ ہو۔ زمینی حیات کے بغیر کوئی مقام شہادت کی لذت نہیں پاسکتا۔ شہید بنص قرآن زندہ ہیں مگر اس زندگی میں وہ اس زندگی کی یہ لذت جو شہادت کے وقت شہید کو ملتی ہے نہیں پاسکتے۔ اس کی وہ وہاں بھی تمنا کرتے ہیں پر جو اس پل کو عبور کر گیا پھر اسے یہاں آنا نہیں ہے۔

شیخ الاسلام حدیث ترمذی کی شرح میں

محدث کبیر مولانا شبیر احمد عثمانی لکھتے ہیں: ’’ترمذی کی ایک حدیث میں ہے کہ جابر کے والد کو اللہ تعالیٰ نے شہادت کے بعد زندہ کر کے فرمایا کہ ہم سے کچھ مانگ۔ اس نے کہا مجھے دوبارہ زندہ کر دیجئے کہ دوبارہ تیرے راستہ میں قتل کیا جاؤں۔ اس زندگی سے یقیناً زمینی زندگی مراد ہے ورنہ شہداء کے لئے نفس حیات کی قرآن میں اور خود اسی زمین میں تصریح موجود ہے۔ یہی مطلب حیاۃ کا ’’لو کان موسیٰ وعیسیٰ حیین‘‘ میں سمجھا جائے۔ اگر بالفرض اس کا حدیث ہونا ثابت ہو جائے۔‘‘

انسان کس زندگی میں مکلّف ہوتا ہے

صحیح حدیث میں صرف حضرت موسیٰ کا ذکر ہے حضرت عیسیٰ کا نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’ولو کان موسیٰ حیاً ما وسعه الّا اتباعی‘‘ (مشکوٰۃ ص۳۰)

(ترجمہ) اور اگر موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو انہیں میری اتباع کے سوا چارہ نہ تھا۔

یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے اس زندگی کی نفی نہیں جو حدیث: ’’الانبیاء احیاء فی قبورهم یصلون‘‘ کی رو سے آپ کو حاصل ہے۔ یہاں صرف اس حیات کی نفی

ہے جس میں انسان کسی شریعت کی پیروی کا مکلّف ٹھہرتا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت موسیٰ کی وہاں وہ زندگی نہیں۔ اس حدیث میں لفظ اتباعی فیصلہ کن ہے کہ یہ اس حیات کی نفی ہے جس میں انسان مکلّف ٹھہرے۔ اس حدیث میں لفظ حیاً اس معنی میں ہے کہ یہاں کوئی مکلّف زندگی لے کر آ جائے۔ چنانچہ اس حدیث کو ایک دوسری روایت میں اس طرح ذکر کیا گیا ہے۔

’’والذی نفس محمد بیدہ لو اصبح فیکم موسیٰ ثم اتبعتموہ وترکتمونی لضللتم انتم حظی من الامم وانا حظکم من النّبیین‘‘

(المصنف لعبدالرزاق ج۶ ص۱۱۳ رقم الحدیث ۱۰۱۶۴)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بے شک زندہ ہیں اور ان پر ابھی تک موت نہیں آئی لیکن وہ کہاں ہیں؟ آسمانوں پر اور ابومسلم اصفہانی نے جو انہیں زمرۃ الاموات میں رکھا ہوگا۔ وہ اس زمین کی زندگی کے اعتبار سے تھا نہ کہ آسمانی زندگی کے اعتبار سے۔ حضرت عیسیٰ کی بات ایک طرف رہی اور بھی کوئی پچھلا پیغمبر یہاں آ جائے تو اس کی پیروی یہاں نہ ہو سکے گی اور اسے شریعت کبھی نہ سمجھا جا سکے گا۔

آپ ﷺ نے اسے یوں بھی سمجھایا: **’’والذی نفسی بیدہ لو اتاکم یوسف وانا فیکم فاتبعتموہ وترکتمونی لضللتم‘‘**

(المصنف ج۶ ص۱۱۳ رقم الحدیث: ۱۰۱۶۵)

(ترجمہ) قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں یوسف علیہ السلام بھی آ جائیں اور میں تم میں موجود ہوں اور تم ان کی پیروی کرنے لگو اور مجھے چھوڑ دو تو گمراہ ٹھہرو گے۔

یہاں اتاکم اسی معنی میں ہے کہ وہ تمہارے پاس اس دنیوی زندگی میں آ جائیں۔ ورنہ اس دنیا میں ان کی برزخی زندگی کی کوئی جھلک انہیں یہاں مکلّف نہیں ٹھہراتی۔ حضرت موسیٰ کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا تلذذاً تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن تکلیفاً نہیں۔ وہ اس جہاں میں اس جہاں کے احکام کے پابند نہیں سوانہوں نے جو اللہ تعالیٰ سے حضور ﷺ پر ایمان لانے اور ان کی نصرت کرنے کا عہد باندھا تھا۔ اس کے پورا کرنے کی عملی صورت حضرت فعال مروزوی کے جواب میں آپ کے سامنے آ چکی۔ پھر یہ بھی ہے کہ ان انبیاء سابقین نے اپنے اپنے عہد میں حضور ﷺ پر ایمان لائے اور اپنی امتوں کو آپ کی نصرت کرنے کا بھی درس دیا اس جہت سے ان سب نے اپنے اس عہد کو پورا کر دیا۔ ابومسلم کا حضور ﷺ کی بعثت کے

وقت انہیں اموات میں سے کہنا صرف غیر مکلّف ہونے کے اعتبار سے ہے نہ یہ کہ انہیں اگلے جہاں میں کوئی زندگی حاصل نہیں۔ (العیاذ باللہ)

نامناسب نہ ہوگا کہ ہم بزرگان دین کی اس فہرست میں کچھ صوفیاء کرام کو بھی اپنے گواہوں میں پیش کردیں تاکہ یہ لوگ اس طبقے کے بعض بزرگوں کی شطحیات سے مسلمانوں کو کوئی مغالطہ نہ دے سکیں۔

صوفیاء کرام کا عقیدہ حیات مسیح علیہ السلام

۱......حافظ نصر بن محمد ابواللیث سمرقندی (۳۷۳ھ)

قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ اس سے پہلے دس نشانیاں ظاہر ہوں:

(۱) سورج مغرب کی طرف سے طلوع، (۲) دجال کا نکلنا، (۳) دھویں کا ظہور، (۴) دابۃ الارض کا نکلنا، (۵) یاجوج وماجوج کا پھیلنا، (۶) عیسیٰ بن مریم کا نزول، (۷) تین خسوف (الف) ایک مغرب میں (ب) ایک مشرق میں (ج) ایک جزیرہ عرب میں، (۸) ایک آگ عدن سے نکلے گی، (۹) قتل دجال، (۱۰) اسلام پوری دنیا میں۔

اور آگے لکھتے ہیں: ’’حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے اور اسے (دجال کو) بیت المقدس میں باب لد پر قتل کریں گے اور اسلام میں دنیا میں پھیل جائے گا۔‘‘

(بستان العارفین اردو ترجمہ ۱۳۷، ۱۳۸ طبع ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

۲......حضرت علی ہجویری لاہوری رحمۃ اللہ علیہ (۴۶۵ھ)

’’درآثار صحیح وارد است کہ عیسیٰ بن مریم مرقعہ داشت کہ وے راباآسمان بردند۔‘‘

(کشف المحجوب ص ۶۱)

(ترجمہ) صحیح آثار میں وارد ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ایک گدڑی پہنے ہوئے تھے۔ اسے بھی آپ آسمان پر لے گئے۔ (ص۴۲، اسلامک بک فاؤنڈیشن ۲۴۹ رسی سمن آباد)

۳......حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی (۵۶۱ھ)

آپ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے، انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت نقل کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہما کو ایک دعا تعلیم کی تھی اس

میں یہ الفاظ بھی ہیں: ’’اللہ اور خداوند تو ہی ہے جو گروہ تیرے رسول کے دشمن ہیں ان کو شکست دینے والا تو ہی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے واسطے فرعون کو تو نے ہی سزا دی تھی ظالموں کے ہاتھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو ہی نجات دینے والا ہے۔‘‘ (غنیۃ الطالبین ص۴۶۸)

’’حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو آگ سے تو نے ہی بچایا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے ہاتھ سے تو نے ہی نجات دی ہے اور ظالموں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے تو ہی کافی ہوا اور طوفان میں غرق ہونے والے حضرت نوح علیہ السلام کو تو نے ہی بچایا ہے۔‘‘

(ایضاً ص۴۶۴)

’’رفع اللہ عزوجل عیسیٰ الی السماء‘‘ (غنیۃ الطالبین)

۴......حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ (۶۳۴ھ)

’’حضرت عیسیٰ از آسمان فرود آید۔‘‘ (انیس الارواح ص۹)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اتریں گے۔

یہ قادری چشتی شہادتیں آپ کے سامنے ہیں ان سلسلوں کے کسی شیخ طریقت نے اہل سنت کے اس اجماعی عقیدے کا انکار نہیں کیا۔ اب سرخیل سلسلہ نقشبندیہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سے بھی یہی صدائے بازگشت سن لیں۔

۵......حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ (۱۰۳۴ھ)

’’حضرت عیسیٰ کہ از آسمان نزول خواہد فرمود متابعت شریعت خاتم الرسل خواہد نمود۔‘‘ (مکتوبات دفتر سوم ۱۷ص۳۰۵)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ جو کہ آسمان سے اتریں گے حضرت خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی پیروی کریں گے۔ اس سے پتہ چلا کہ ختم نبوت کا تقاضا ہے کہ پچھلے نبیوں میں سے اگر کوئی نبی دوبارہ اس زمین پر آورد ہوا تو وہ اپنی پہلی شریعت پر عمل پیرا نہ ہوگا یہ دور، دور محمدی ہے اس لئے اسے شریعت محمدی پر ہی عمل کرنا ہوگا۔

عقیدہ ختم نبوت کے دو اقتضاء ہیں (۱) کوئی نیا نبی پیدا نہ ہوا اور (۲) پرانا اگر آجائے تو وہ اپنی شریعت پر عمل نہ کر سکے۔

عقیدہ اسلام میں علامات قیامت کی اہمیت

مسلمانوں کا قیامت اور علامات قیامت پر ایمان رکھنا ضروری ہے

عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے کا منکر کیا مسلمان مانا جاسکتا ہے؟

یہ جانتے ہوئے کہ اس امت کے جملہ محدثین ومفسرین اور متکلمین نے قیامت کی علامات کو اسلام کا ایک مستقل عنوان قرار دیا ہے اور یہ کہ وہ سب نزول عیسیٰ بن مریم کو پورے تواتر سے بیان کرتے آئے ہیں کسی مسلمان سے اس کا انکار ممکن نہیں اور یہ جاننے کے بعد عیسیٰ بن مریم کے دوبارہ آنے کا منکر کسی طرح مسلمان نہیں سمجھا جاسکتا حسب تعلیم قرآن اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک خفیہ تدبیر سے عیسیٰ بن مریم کو یہود کے ہاتھوں سے بچا کر اوپر اٹھالیا اور یہ کہ آپ کے دوبارہ زمین پر آنے کی خبریں اسلام میں پورے تواتر اور قطع ویقین سے گئی ہیں، یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ آپ کے دوبارہ آنے کا منکر کسی طرح مسلمان سمجھا جاسکتا ہے۔

آج کل جو لوگ اس کا انکار کر رہے ہیں، ان میں اکثریت ان لوگوں کی ہے جو قادیانی نہیں ہیں۔ نیچری ہیں وہ محض اس سوچ سے کہ بادی النظر میں ایسا ہونا مشکل دکھائی دیتا ہے وہ ایک ایسی حقیقت کا انکار کر رہے ہیں جو قرآن وسنت سے متواتر طور پر ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ متواترات اسلام کا منکر مسلمان نہیں رہ سکتا متواترات اسلام کا انکار ایک پیرایہ میں تکذیب پیغمبر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ کفر ہے۔

ایمان نام ہے حضور ﷺ کی کل تعلیمات کو ماننے کا جو آپ سے تو تر کے ساتھ ہم تک پہنچیں اور ان میں سے کسی کا انکار انسان کو دائرہ اسلام سے باہر کرتا ہے۔ آنحضرت ﷺ کو رسول حق ماننے کے ساتھ آپ کی دی ہوئی جملہ تعلیمات کو بھی برحق ماننا ضروری ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اوپر ایمان لانے کو اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ایمان لانے والے آپ کی جملہ تعلیمات کی بھی تصدیق کریں۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’حتی یؤمنوا بی وبما جئت بہ‘‘

(صحیح مسلم ج۱ص ۳۷ کتاب الایمان)

(ترجمہ) یہاں تک کہ وہ مجھ پر ایمان لائیں اور ہر اس تعلیم پر جو میں لے کر آیا ہوں۔

سو جو شخص نزول مسیح کے منکر کو مسلمان سمجھتا ہے اسے کفر واسلام کا کوئی اور فاصلہ ہی تجویز کرنا ہوگا۔ نہ کہ وہ ضابطہ تکفیر جسے دور اول کے آئمہ ہدیٰ تجویز فرما گئے ہیں۔

امام الائمہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ (۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:''من انکر شیئا من شرائع الاسلام فقد ابطل قول لا اله الا الله'' (سیر کبیر)

قادیانی تحریک سے پانچ سو سال پہلے حافظ جلال الدین سیوطی (۹۱۱ھ) یہ فتوی دے چکے ہیں:''اما نفی نزول عیسیٰ علیہ السلام او نفی النبوۃ عنه فکلاهما کفر'' (الحاوی ص۷۳)

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ثانی کا انکار یا آپ کی نبوت سے انکار یہ دونوں عقیدے کفر ہیں۔

پہلے جن لوگوں نے اس کا انکار کیا ان کا انکار اپنے اپنے طور پر رہا، ان کا یہ انکار کسی گروہی شکل میں نہ تھا مرزا غلام احمد قادیانی کے آنے پر اس غلط عقیدے نے ایک گروہی شکل اختیار کی سو علماء اسلام نے چودھویں صدی ہجری میں اس سوال پیش آمدہ پر اپنی ذمہ داری ادا کی اور اس گروہ کو ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا۔ سفیر ختم نبوت مولانا منظور احمد چنیوٹی کو اللہ رب العزت جزائے خیر دے کہ انہوں نے تمام حضرات کے فتاوی کو یکجاء کر کے پوری امت پر احسان عظیم فرمایا اور چودھویں صدی میں اٹھنے والے اس فتنے کا چودھویں صدی میں ہی سدباب کر دیا گیا۔ مولانا چنیوٹی نے اسے پندرھویں صدی میں بڑی آب وتاب سے شائع کیا۔ (پھر وہ فتاویٰ ختم نبوت کے نام سے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے تحت شائع ہوئے، فتاویٰ بھی شائع ہوا وہاں سے) ہم اس سے صرف اکیس مشاہیر کے فتاویٰ ہدیہ قارئین کرتے ہیں:

۱...... فتوی سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز۔
۲...... امام کعبہ مکہ مکرمہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز محمد بن عبداللہ السبیل۔
۳...... فضیلۃ الشیخ محمد بدرالدین الفلالینی استاذ قضا کالج دمشق۔
۴...... فضیلۃ الشیخ علوی ابن عباس المالکی الحسنی۔
۵...... فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف مصر۔
۶...... فضیلۃ الشیخ یوسف السید ہاشم الرفاعی دولت کویت۔
۷...... شیخ الحدیث والتفسیر مولانا محمد ادریس کاندھلوی۔

۸...... حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی جامعہ اشرفیہ لاہور۔
۹...... فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ابی شعیب البرکاتی مراکشی۔
۱۰...... مولانا فاروق احمد سابق مفتی دارالعلوم دیوبند۔
۱۱...... مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع سابق مفتی دارالعلوم دیوبند۔
۱۲...... محدث کبیر مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈو الٰہ یار سندھ۔
۱۳...... محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم مدنی۔
۱۴...... مولانا محمد عبدالرحمٰن محدث کیمبل پوری۔
۱۵...... مولانا عبدالحق محدث اکوڑوی۔
۱۶...... محدث جلیل مولانا عبدالرشید نعمانی۔
۱۷...... محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری۔
۱۸...... مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مکتبہ سلفیہ لاہور۔
۱۹...... شیخ التفسیر مولانا محمد طاہر صاحب مہتمم دارالقرآن پنج پیر ضلع مردان۔
۲۰...... مولانا خواجہ قمرالدین سیالوی۔
۲۱...... مولانا پیر کرم شاہ الازہری بھیرہ۔

جن حضرات نے اس متفقہ فتوے پر دستخط کئے ان کی تعداد اس مجموعہ میں ۲۹۰ بتائی گئی ہے۔ یہاں پہلے ہم سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کا عربی فتوی ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

۱...... فتوی سماحۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز

’’وباللہ المستعان وعلیه التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ

قد تظاهرت الادّلة من الکتاب والسنة علی ان سیدنا عیسٰی بن مریم عبده ورسوله قد رفع الی السماء بجسده الشریف و روحه وانه لم یمت ولم یقتل ولم یصلب وانه ینزل فی آخر الزمان فیقتل الدجال ویکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الجزیة ولا یقبل الا الاسلام. وثبت ان ذالک النزول من اشراط الساعة وقد اجمع علماء الاسلام الذین یعتدّ باقوالهم علی ما ذکرنا وانما اختلفوا فی التوفی المذکور فی قول اللہ عزوجل اذ قال اللہ یا عیسٰی انی متوفیک ورافعک الی علی اقوال:

احدھا. ان المراد بذالک وفاة الموت لانه الظاهر من الاية بالنسبة الى من لم يتامل بقيته الادلة ولان ذالک قد تكرر فى القرآن الكريم بهذا المعنى مثل قوله تعالىٰ قل يتوفّٰكم ملک الموت الذى وكل بكم وقوله سبحانه وتعالىٰ:

ولو ترىٰ اذ يتوفى الذين كفروا الملائكة وآيات اخرىٰ قد ذكر فيها التوفى بمعنى الموت وعلى هذا المعنى يكون فى الآيات تقديم وتاخير.

القول الثانى. معناه القبض نقل ذالک ابن جرير فى تفسيره عن جماعة من السلف واختاره ورجّحه على ما سواه وعليه فيكون معنى الاية انى قابضک من عالم الارض الى عالم السماء وانت حىّ ورافعک الىّ ومن هذا المعنىٰ قول العرب توفيت مالى من فلان اى قبضته كلّه وافيا.

القول الثالث. ان المراد بذالک وفاة النوم لان النوم يسمى وفاة وقد دلت الادلة على عدم موته عليه السلام فوجب حمل الاية على وفاة النوم جمعا بين الادلة كقوله سبحانه وهو الذى يتوفّٰكم باليل وقوله عزوجل الله يتوفى الانفس حين موتها والتى لم تمت فى منامها فيمسک التى قضٰى عليها الموت ويرسل الاخرىٰ الى اجل مسمى.

والقولان الاخيران ارجح من القول الاول وبكل حال فالحق الذى دلت عليه الادلة البينة وتظاهرت عليه البراهين انه عليه السلام رفع الىٰ السماء حيّاً وانه لم يمت بل لم يزل عليه السلام حيّا فى السماء الى ان ينزل فى آخر الزمان ويقوم باداء المهمة التى سدت اليه المبينة فى الاحاديث الصحيحة الثابتة عن محمد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ثم يموت بعد ذالک الموت التى كتبها الله عليه ومن هنا يعلم ان تفسير التوفى بالموت قول ضعيف مرجوح.

واما من زعم انه قد قتل او صلب فصريح القرآن يرد قوله ويبطله وهكذا قول من قال انه لم يرفع الى السماء وانما هاجر الى كشمير وعاش بها طويلا ومات فيها بموت طبيعى وانه لا ينزل قبل الساعة وانما ياتى مثيله فقوله ظاهر البطلان بل هو من اعظم الفرية على

الله والكذب عليه ورسوله ﷺ وهكذا قول من قال انى آت و اوذى هٰذه المهمة كالقاديانى. فقوله من اوضح الكذب فان المسيح علیہ السلام لم ينزل الى وقتنا هذا وسوف ينزل فى مستقبل الزمان كما اخبر بذالك رسوله الله ﷺ ومما تقدم يعلم السائل وغيره ان من قال ان المسيح قد قتل او صلب اوقال انه هاجر الى كشمير ومات بها موتا طبعيا ولم يرفع الى السماء اوقال انه آت او ياتى مثيله وانه ليس هناك مسيح ينزل من السماء فقد اعظم على الله الفرية.

بل هو مكذب لله ورسوله ﷺ ومن كذب الله ورسوله فقد كفر. والواجب ان يستتاب من قال مثل هذه الاقوال وان توضح له الادلة من الكتاب والسنه وان تاب ورجع الى الحق والّا قتل كافرا.

والادّلة على ذالك كثيرة معلومة منها قوله سبحانه فى شان عيسٰى علیہ السلام فى سورة النساء. وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم وان الذين اختلفوا فيه لفى شك منه. مالهم به من علم الا اتباع الظن وما قتلوه يقينا. بل رفعه الله اليه وكان الله عزيزا حكيما.

ومنها ماتواترت به الا حاديث عن رسول الله ﷺ منها:

انه علیہ السلام ينزل فى آخر الزمان حكما مقسطا فيقتل مسيح الضلاله ويكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ولا يقبل الا الاسلام. وهى احاديث متواترة مقطوعه بصحتها عن رسول الله ﷺ وقد اجمع علماء اسلام على تلقيها بالقبول والايمان بمادلت عليه وذكروا ذالك فى كتب العقائد فمن انكرها متعلقا بانها اخبار احاد لا تفيد القطع او تاولها على ان المراد بذالك تمسك الناس فى آخر الزمان باخلاق المسيح علیہ السلام من الرحمة والعطف واخذ الناس بروح الشريعة ومقاصدها ولبابها. لا بظواهرها فقوله ظاهر البطلان مخالف لما عليه ائمّة الاسلام بل هو صريح فى رد النصوص الثابته المواترة و جناية على الشريعة الغرّاء.

وجراة شنيعة على الاسلام واخبار المعصوم علیہ السلام وتحكيم للظن

والهدى وخروج عن جادة الحق والهدى لايقدم عليه من له قدم راسخ فى علم الشريعة و ايمان صادق بمن جاء بها وتعظيم لا حكامها ونصوصها والقول بان الاحاديث المسيح اخبار احاد لا تفيد القطع قول ظاهر الفساد لانهااحاديث كثيرة مخرجه فى الصحاح والسنن والمسانيد متنوعه الاسانيد والطرق متعددة المخارج وقد توفرت فيها شروط التواتر فكيف يجوز لمن له ادنى بصيرة فى الشريعة ان يقول باطراحها وعدم الاعتماد عليها ولو سلما انها اخبار احاد فليس كل الاخبار الاحاد لا تفيد القطع بل الصحيح الذى عليه اهل التحقيق من اهل العلم

ان الاخبار الاحاد اذا تعددت طرقها واستقامت اسانيدها وسلمت من المعارض المقاوم تفيد القطع والاحاديث فى هذا الباب بهذا المعنٰى فانها احاديث مقطوعة بصحتها متعددة الطرق والخارج وليس فى الباب ما يعارضها فهى مفيدة للقطع سواء قلنا انها متواترة او اخبار احاد وبذالک يعلم السائل وغيره بطلان هذه الشبهة وانحراف قائلها عن جادة الحق والصواب واشنع من ذالک واعظم فى البطلان والجراة على الله سبحانه وتعالىٰ وعلىٰ رسولهﷺ قول من تاولها على غير مادلت عليه الادّلة فانه قد جمع بين تكذيب النصوص وابطالها وعدم الايمان بما دلّت عليه السنة من نزول عيسىٰؑ.

وحكمه بين الناس بالقسط وقتله الدجال وغير ذالک مما جاء فى الاحاديث وبين نسبه الرسول ﷺ الذى هو انصح الناس و اعلمهم بشريعة الله الى التمويه والتلبيس وارادة غير ما يظهر من كلامه وتدل عليه الفاظه يجب ان ينزه عنه مقام رسول الله ﷺ وهذا القول يشبه قول الملاحدة الذين نسبوا الرسل عليهم الصلاة والسلام الى التخييل والتلبيس لمصلحة الجهود وانهم ما ارادوا مما قالوا الحقيقة وقد رد عليهم اهل العلم والايمان وابطلوا مقالتهم بواضح الحجة وساطع البرهان فنعوذ بالله من زيغ القلوب والتباس الامور ومعضلات الفتن

ونزعات الشیطان و نسئاله عزوجل ان یعصمنا والمسلمین من طاعة الهوس والشیطان انه علی کل شئی قدیر. ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم ونرجوا ان یکون فیما ذکرناه مقنع للسائل وایضاح الحق والحمدللہ رب العالمین وصلی اللہ وسلم علی عبده ورسوله محمد وآله واصحابه اجمعین“ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۲۹ تا۳۲طبع اگست۲۰۱۴ء)

(ترجمہ) اس اہم سوال کا جواب اللہ کے بھروسے اور اس کے توکل پر شروع کیا جاتا ہے، اس لئے کہ اس کی توفیق کے بغیر نہ تو کسی معصیت سے بچا جاسکتا ہے اور نہ ہی کوئی کام کیا جاسکتا ہے۔

قرآن وحدیث سے اس چیز پر دلائل واضح ہوچکے ہیں کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ آپ اپنے جسم عنصری اور رُوح دونوں کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے گئے ہیں۔ نیز یہ کہ آپ نے نہ وفات پائی ہے، نہ ہی قتل کئے گئے ہیں، نہ ہی آپ کو سولی پر چڑھایا گیا ہے، بلکہ آپ آخری زمانے میں اُتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کردیں گے، جزیہ کو ختم کردیں گے اور صرف مذہب اسلام کو ہی قبول کریں گے اور حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپ کا آسمان سے نازل ہونا علاماتِ قیامت میں سے ہے۔

اور جن علماء کے اقوال کا اِعتبار کیا جاتا ہے، جو کچھ ہم نے ذِکر کیا ہے، انہوں نے اس پر اِجماع کیا ہے۔ البتہ لفظ ”توفی“ کے معنی میں اِختلاف کیا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ کے اس قول میں مذکور ہے: ”جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں لے لوں گا تجھ کو۔“

اس کے متعلق چند اقوال ہیں:

پہلا قول: اس سے مراد ”موت“ ہے، اس لئے کہ آیت کا ظاہری معنی یہی معلوم ہوتا ہے، یہ اس کے نزدیک ہے جس نے بقیہ دلائل میں غور نہ کیا ہو، اس لئے کہ قرآنِ کریم میں یہ لفظ اسی معنی میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”تو کہہ قبض کرلیتا ہے تم کو فرشتہ موت کا جو تم پر مقرّر رہے۔“ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا اِرشاد ہے: ”اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے۔“ ایسے ہی دیگر آیات ہیں، ان میں توفی بمعنی موت ہی لیا گیا ہے تو اس صورت میں آیات میں تقدیم وتأخیر ماننی ہوگی۔

دُوسرا قول: ’’توفی‘‘ کا معنی ’’قبض‘‘ کرنا ہے، ابنِ جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں سلف صالحین کی ایک جماعت سے یہی معنی نقل کیا ہے اور اسی قول کو پسند کرتے ہوئے اس کو تمام اقوال پر ترجیح دی ہے، اس صورت میں آیت کا معنی یہ بنا: ’’ضرور ضرور! میں آپ کو قبض کر (کھینچ) لوں گا اپنی طرف‘‘ اور اسی قبیل سے عرب کا مقولہ ہے: ’’توفیت مالی من فلان‘‘ کہ میں نے اس سے اپنا مال پورا پورا لے لیا کہ اس کے ذمہ اس مال میں سے کچھ بھی باقی نہ رہا۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ اس سے مراد نیند والی وفات ہے، اس لئے کہ نیند کا نام بھی وفات رکھا جاتا ہے۔

اور چونکہ ابھی تک آپ کی وفات نہ ہونے پر دلائل بالکل واضح ہو چکے ہیں، اس لئے آیت کو نیند والی وفات کے معنی پر محمول کرنا ضروری ہو گیا۔ تاکہ دلائل کے درمیان اِتحاد و یگانگت پیدا ہو سکے۔ جیسا کہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: ’’اور وہی ہے کہ قبضے میں لے لیتا ہے تم کو رات میں۔‘‘ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اللہ کھینچ لیتا ہے جانیں جب وقت ہو ان کے مرنے کا، جو نہیں مریں ان کو کھینچ لیتا ہے ان کی نیند میں، پھر رکھ چھوڑتا ہے جن پر مرنا ٹھہرا دیا ہے اور بھیج دیتا ہے اوروں کو ایک وعدہ مقرّر تک۔‘‘

اور آخری دونوں قول پہلے قول کی بہ نسبت زیادہ راجح ہیں، بہرصورت دُرست چیز جس پر واضح دلائل آشکارہ اور قائم ہو چکے ہیں، وہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر زِندہ اُٹھائے گئے ہیں اور وہ مرے نہیں ہیں، بلکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آسمان پر زِندہ موجود ہیں یہاں تک کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر زمانے میں اُتریں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ اَحادیثِ صحیحہ ہیں جو فریضہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذمہ سونپا گیا ہے اس کو نبھائیں گے۔ اس کے بعد آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی طبعی موت سے وفات پائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے لکھی ہوئی ہے۔ یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ’’توفی‘‘ کا معنی موت سے کرنا مرجوح اور ضعیف قول ہے۔

اور جس نے یہ گمان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قتل کر دیا گی ہے اور انہیں سولی پر چڑھا کر مار دیا گیا ہے تو قرآن مجید کی واضح آیات اس کے قول کی تردید کرتی ہیں۔ اسی طرح جس نے یہ کہا کہ آپ کو آسمانوں پر نہیں اُٹھایا گیا بلکہ وہ ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے تھے اور وہیں کافی مدّت گزارنے کے بعد اپنی طبعی موت سے وفات پا گئے ہیں اور یہ کہ آپ قیامت کے قریب نازل نہیں ہوں گے، بلکہ آپ کا کوئی مثیل آئے گا تو اس کے قول کا بطلان

بھی بالکل ظاہر ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا گیا ہے اور اس کے رسول ﷺ پر ایک جھوٹ کسا گیا ہے۔ اسی طرح جس نے یہ کہا کہ آنے والا میں ہی ہوں اور یہ فریضہ میں سرانجام دُوں گا۔ جیسا کہ مرزاغلام احمد قادیانی نے کہا ہے تو اس کا قول بھی بالکل واضح طور پر باطل ہے۔ اس لئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام ابھی نازل نہیں ہوئے اور آپ زمانۂ مستقبل میں ضرور نازل ہوں گے۔ جیسا کہ اس حقیقت کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔

اور ہماری اس گزشتہ وضاحت سے سائل اور دُوسرے احباب کو یہ بات بالکل کھل کر معلوم ہوچکی ہوگی کہ جس نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام قتل کردیئے گئے ہیں یا آپ سولی پر چڑھادیئے گئے ہیں یا یہ کہ آپ ہجرت کر کے کشمیر چلے گئے ہیں اور وہیں آپ اپنی طبعی موت سے وفات پاگئے ہیں اور آپ آسمانوں پر نہیں اُٹھائے گئے یا جس نے کہا کہ مسیح تو آچکے ہیں یا ان کا مثیل آئے گا اور یہ کہ ایسا کوئی مسیح نہیں ہے جو آسمان سے نازل ہو تو اس نے اللہ پر بہت بڑا بہتان باندھا ہے۔

بلکہ وہ تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرنے والا ہے اور جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تکذیب کرے، تو تحقیق وہ کافر ہوگیا۔

اور ضروری ہے کہ اس قسم کے دعوے کرنے والے سے توبہ کرائی جائے اور اس پر کتاب وسنت سے دلائل واضح کئے جائیں۔ پس اگر وہ توبہ کرلے اور اپنے قول سے رُجوع کر کے حق کی طرف آجائے تو بہتر ہے۔ ورنہ اسے کافر گردانتے ہوئے قتل کردیا جائے گا۔

باقی حیاتِ عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دلائل بکثرت موجود ہیں، ان میں سے چند ایک تحریر کئے جاتے ہیں، سورۂ نساء میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق اِرشادِ باری ہے: ’’اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا، لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ نہیں ان کو اس کی خبر، صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو قتل نہیں کیا، بے شک، بلکہ اس کو اُٹھالیا۔ اللہ نے اپنی طرف اور اللہ زبردست حکمت والا ہے۔‘‘

اسی طرح حضور ﷺ کی وہ احادیث جو تواتر کے ساتھ آپ سے ثابت ہیں، ان میں سے آپ کا فرمان ہے کہ: ’’حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آخر زمانے میں عادل حاکم بن کر نازل ہوں گے۔ پس آپ مسیح دجال کو قتل کردیں گے اور صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور خنزیر کو ماردیں

گے، جزیہ ختم کر دیں گے اور صرف مذہبِ اسلام ہی قبول کریں گے۔‘‘

یہ متواتر اَحادیث ہیں اور ان کے رسول اللہ ﷺ کا صحیح کلام ہونے پر پختہ یقین کیا گیا ہے اور علمائے اُمت نے ان احادیث کے مفہومات کے قابلِ یقین ہونے اور ان کے اُوپر اِیمان لانے پر اِجماع کیا ہے۔

پس جس نے یہ بہانہ بناتے ہوئے ان احادیث کا اِنکار کیا ہے کہ یہ احادیث خبرِ واحد کا درجہ رکھتی ہیں جو یقین کا فائدہ نہیں دیتیں یا ان کی تأویل یہ کرے کہ: ’’ان سے مراد یہ ہے کہ لوگ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شفقت اور نرم دِلی والے اخلاق کو مضبوطی سے پکڑلیں گے اور ان پر عمل پیرا ہوں گے اور لوگ شریعت کی رُوح اور اس کے اصل مقصود کو پالیں گے۔‘‘

اور یہ کہے کہ: ’’ان کے ظاہری معنی پر اَڑے رہنا دُرست نہیں‘‘ تو اس کا یہ قول بالکل باطل اور ائمہ دِین کے مذہب کے کلیۃً خلاف ہے، بلکہ یہ تو نصوصِ قطعیہ متواترہ جو اس ضمن میں وارِد ہوئی ہیں، ان کی کھلی تردید کی جسارت ہے اور صاف بے داغ شریعت کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔

اور اِسلام اور نبی معصوم ﷺ کی احادیث کے خلاف ایک گھناؤنی قسم کی سازش ہے۔ یہ تو اپنے وہم اور خواہشِ نفس کے مطابق اپنی مرضی کا فیصلہ کرنا اور حق وہدایت کے راستے سے نکلنا ہے اور جس شخص کو علمِ شریعت میں دسترس حاصل ہو اور اس کے لانے والے نبی ﷺ پر سچا اِیمان ہو اور شریعت کی نصوص اور اس کے اَحکام کی تعظیم کرتا ہو تو وہ اس قسم کے دعوے کرنے کی جرأت نہیں کرسکتا اور یہ کہنا کہ وہ احادیث جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق نازل ہوئی ہیں وہ اخبار اَحاد کا درجہ رکھتی ہیں۔ یقین کا فائدہ نہیں دیتیں تو اس قول کا فساد بالکل ظاہر ہے۔ اس لئے کہ یہ متعدد اَحادیث ہیں جو صحاحِ ستہ، سنن اور مسانید میں موجود ہیں، جو مختلف سندوں اور واسطوں سے آئی ہیں اور ان کے طُرُق بھی متعدد ہیں اور تواتر کی تمام شرطیں بھی ان میں موجود ہیں تو جس آدمی کو شریعت کی تھوڑی سی بھی سمجھ بوجھ ہو وہ کبھی بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان احادیث کو چھوڑ دیا جائے اور ان پر اِعتماد نہ کیا جائے اور اگر ہم مان بھی لیں کہ یہ اخبار اَحاد ہیں تو سب اخبار اَحاد ایسی نہیں ہوتیں کہ جو یقین کا فائدہ نہ دیتی ہوں، بلکہ صحیح قول جس پر محققین اہلِ علم کا اِتفاق ہے۔ وہ یہ ہے کہ اخبار اَحاد کے نقل کرنے کے راستے اگر متعدد ہوں اور ان کی

سندیں بھی دُرست ہوں اوران کی معارض احادیث بھی موجود نہ ہوں تو یہ خبریں یقین کا فائدہ دیتی ہیں اوراس باب میں جو حدیثیں آئی ہیں وہ اسی معیار کے مطابق ہیں۔ اس لئے کہ یہ ایسی حدیثیں ہی کہ ان کی صحت یقینی ہے اوران کے مخارج اور راستے بھی ایک سے زائد ہیں۔ اس باب میں کوئی ایسی حدیث نہیں ہے کہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کو ثابت کرنے والی احادیث سے متصادم ہو تو یہ تمام احادیث یقین کا فائدہ دیتی ہیں۔ چاہے یہ متواتر ہوں یا خبرِ واحد اس تحقیق سے سوال کرنے والے صاحب اور دُوسرے لوگوں کے لئے بھی واضح ہوگیا کہ ان احادیث پر خبرِ واحد ہونے کی وجہ سے جو شبہ کیا جارہا تھا، وہ بالکل باطل ہے اوراس طرح کا دعویٰ کرنے والا حق اور صحیح راستے سے بھٹکا ہوا ہے۔

اوراس سے زیادہ گھناؤنی اور بُری حرکت اس آدمی کی ہے جس نے اللہ اوراس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جھوٹ باندھا اور قرآن وحدیث کی غلط تأویلیں کیں۔ اس لئے کہ اس نے ایک طرف تو ان دلائل کو جھٹلایا اور تردید کی اور دُوسری طرف اس نے نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق وارِد حدیثوں کو ماننے سے ہی اِنکار کردیا، جن میں آپ کے دوبارہ نازل ہونے اور لوگوں کے درمیان حق وانصاف کے مطابق فیصلے کرنے اور دجال کو قتل کرنے اور دیگر اُمور کی خبر دی گئی ہے اور ساتھ ہی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو...... جو سب سے بڑھ کر نصیحت کرنے والے اور شریعت کو زیادہ جاننے والے ہیں...... ملمع سازی کرنے اور واقعات کو خلط ملط کرنے کے ساتھ منسوب کیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے الفاظ سے جو واضح معانی معلوم ہوتے ہیں اور جن پر یہ الفاظ دلالت کرتے تھے۔ ان کے علاوہ اور معانی مراد لئے ہیں اور یہ اِنتہائی قسم کا جھوٹ اور بہتان ہے اور ایسی دھوکا بازی ہے کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلند مقام کو بچانا ضروری ہے، اور یہ قول تو ان ملحدوں کے قول کے بالکل مشابہ ہے جنھوں نے صرف عوام کی مصلحتوں کی خاطر انبیاء علیہم السلام کو پاگل پن اور حقیقت چھپانے والوں کے ساتھ منسوب کیا۔ ان کا کلام حقیقت کی بالکل عکاسی نہیں کرتا۔ اہلِ علم اور اِیمان والوں نے ان کی خوب تردید کی ہے۔ ان کے اس مقولے کو بڑے واضح اور روشن دلائل سے باطل کیا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں دِلوں کے حق سے پھرنے سے اور مسائل پر شک میں پڑنے سے اور شیطان کے وسوسوں سے!

اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور تمام مسلمانوں کو خواہشات اور شیطان کی پیروی کرنے سے محفوظ فرمائے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور ہمیں اُمید ہے کہ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے۔ اس سے سائل کی تشفی ہوگئی ہوگی اور حقیقت کی وضاحت بھی۔ تمام تعریفیں اللہ ربّ العالمین کے لئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے اپنے بندے اور رسول محمد اور آپ کی آل اور تمام صحابہ پر۔

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۲۹ تا ۳۶)

۲......امام کعبہ مکہ مکرمہ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز محمد بن عبداللہ السبیل

اب دلیل اہل قبلہ امام کعبہ فضیلۃ الشیخ محمد بن عبداللہ السبیل کا فتوی ملاحظہ ہو۔

''الحمد لله وحده والصلوة والسلام على خير خلقه محمد ﷺ وبعد فقد اطلعت على ما كتبه العلماء الافاضل فى الرد وتكفير من انكر نزول عيسىٰ بن مريم ولا شك انه من انكر نزول عيسىٰ بن مريم علیہما السلام بعد ما علم ما ورد فيه من الاحاديث وانه كافر لانه مكذب لله ورسوله ومن كذب الله ورسوله فقد كفر.

وقد اشتهرت هذه العقيدة التى هى انكار نزول عيسىٰ علیہ السلام عند القاديانين الفرقة الضالة التى كفرت بما انزل على محمد حيث انه من عقيدتهم انكار نزول عيسىٰ و زعمهم انه مات اى موت حقيقى(طبيعى) ولا شك ان هذا كفر وضلال وتكذيب لكتاب الله فالله عزوجل يقول:

وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم.وهذا ايضا كفر لانه تكذيب لقوله عزوجل:

ماكان محمد ابا احد من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين

وحيث انه فضيلة الشيخ منظور احمد جنيوتى الباكستانى طلب منى المشاركة فى كتابه فى هذا الموضوع فقد اجبته بما اعتقده على سبيل الارشاد

نسئاله سبحانه ان يعزالاسلام والمسلمين وان لا يضيع قلوبنا بعد اذ هدانا وصلى الله وسلم على محمد وآله وصحبه اجمعين والحمد لله رب العالمين''

اس فتوی پر شیخ محمد ناصر الدین الالبانی، شیخ عبدالقادر بن شیبۃ الحمد، شیخ محمد ناظم ندوی، مولانا محمد بدر عالم میرٹھی ثم المدنی، مولانا عبدالغفور العباس مدینہ منورہ کے بھی دستخط ثبت ہیں۔

(ترجمہ) حمد وثنا کے بعد! تحقیق جید علمائے کرام نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کے اِنکار کرنے والے کی تردید اور اس کے کفر کے متعلق جو کچھ لکھا ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مسئلے کے متعلق جتنی احادیث وارِد ہوئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کا اِنکار کرے، وہ بالکل پکا کافر ہے۔ اس لئے کہ اس نے اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کی ہے اور جو خدا اور اس کے رسول کی تکذیب کا مرتکب ہو، وہ کافر ہوجاتا ہے اور نزولِ عیسیٰ علیہ السلام کے اِنکار کا عقیدہ قادیانی گمراہ فرقے کے ہاں بہت مشہور ہوچکا ہے۔ اس فرقے نے حضور ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کا اِنکار کیا ہے۔ کیونکہ من جملہ ان کے عقائد فاسدہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے اِنکار کا عقیدہ بھی ہے اور ان کا یہ بھی گمان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام اپنی طبعی موت سے وفات پاچکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تو بالکل کھلا کفر اور گمراہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مقدس کتاب کو جھٹلانا ہے، اس لئے کہ اللہ عزوجل کا پاک اِرشاد ہے: ''اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا، لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔''

اور اس گمراہ فرقے کے مذہب میں حضور ﷺ کی ختمِ نبوّت کا اِنکار بھی شامل ہے، یہ بھی کفر ہے۔ اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس اِرشادِ گرامی کی تکذیب ہے: ''محمد باپ نہیں کسی کا تمہارے مردوں میں سے، لیکن رسول اللہ کا اور مہر سب نبیوں پر۔''

چونکہ پاکستان کے مشہور عالم حضرت مولانا منظور احمد چنیوٹی رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں بھی اس فتوے کی تحریر میں شرکت کروں۔ لہٰذا میں نے اپنے عقیدے کے مطابق خیرخواہی کے لئے جواب دے دیا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دُعا ہے کہ اِسلام اور مسلمانوں کو غلبہ عطاء فرمائے اور ہدایت دینے کے بعد ہمارے دِلوں کو پھر گمراہ نہ کردے۔ آمین!

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۳۹ تا ۴۱)

۳...... فضیلۃ الشیخ محمد بدرالدین فلالینی استاذ قضا کالج دمشق

''الحمد ﷲ والصلوة والسلام علی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین وبعد فانی قد اطلعت علی فتوی الشیخ عبد العزیز بن باز فوجدتھا قد قدرت الحق

الصراح والذی ندین به ونقرره فعلی المسلمین ان لا یفتروا بما یفتریه اتباع الدجال القادیانی الذی حذر النبی ﷺ منه ومن امثاله الذین یخرجون فی آخر الزمان ویدعون النبوة وهم کذابون دجالون‘‘

(ترجمہ) حمد وثنا کے بعد! میں نے فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن باز کے مفصل فتوے کا مطالعہ کیا تو میں نے یہ ایسا فتویٰ پایا جس نے خالص حق کو ثابت کردیا ہے اور یہ وہی عقیدہ ہے جس پر ہم اِیمان رکھتے ہیں اور اسی کا اِقرار بھی کرتے ہیں اور مسلمانوں پر لازم ہے کہ جس طرح قادیانی دجال کے پیروکاروں نے بہتان باندھنے کا سلسلہ شروع کررکھا ہے، اس طرح کی بہتان بازی نہ کریں، اس طرح کے دجالوں سے بچ کر رہنے کا حکم حضور ﷺ نے فرمایا ہے جو دجال آخری زمانے میں نکلیں گے اور نبوّت کا دعویٰ کریں گے۔ حالانکہ وہ کذاب اور بڑے جھوٹے ہوں گے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۱،۴۲)

۴...... عالم الحرمین الشریفین علوی ابن عباس المالکی الحسنی

’’بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله اعلم بالصواب والصلوة والسلام علی سیدنا مهمد وعلی الآل والاصحاب والتابعین باحسان الی یوم الحساب. اما بعد!‘‘

جمہور اہل سنت والجماعت کا مذہب یہ ہے کہ یہ اعتقاد رکھنا شرعاً ضروری اور واجب ہے کہ سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب تک زندہ ہیں۔ وہ آخری زمانے میں نازل ہوکر شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کا نفاذ کریں گے اور راہ حق میں جہاد کریں گے جیسا کہ کہ یہ بات صادق ومصدوق حضرت محمد ﷺ سے بالتواتر ثابت ہے۔

یہ عقیدہ رکھنا اس لئے واجب ہے کہ کتاب وسنت کے دلائل اس بات کی وضاحت کے لئے موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز میں جو ہر قسم کے شک وشبہات سے بالا ہے فرمایا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ قتل کیا اور نہ سولی دی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف (آسمان پر) اٹھالیا ہے۔’’وما قتلوه یقینا بل رفعه الله الیه‘‘

(النساء:۱۵۷،۱۵۸)

(اور اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف)

اور یہ متواتر احادیث سے ثابت ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانہ میں نازل ہوکر عدل وانصاف پر مبنی نظام عدالت قائم فرمائیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے اور جزیہ کا خاتمہ کردیں گے اس وقت دولت اس کثرت سے ہوگی کہ اسے لینے والا کوئی نہ ملے گا۔

اس قسم کی دوسری تصریحات بھی احادیث سے ثابت ہیں جن میں ان کی زندگی نزول اور نزول کے بعد زمین میں قیام وغیرہ کی تفصیلات مذکورہ ہیں۔ یہ احادیث درجہ تواتر تک پہنچ چکی ہیں۔ دوسری طرف کوئی ایسی صحیح حدیث موجود نہیں جس میں آپ کی موت کا ذکر ہو اور جس میں آخری زمانہ میں نازل ہونے کے خلاف کوئی تصریح موجود ہو جب قرآن مجید نے صاف صاف بتادیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھایا گیا ہے، وہ قتل نہیں ہوئے اور اللہ کے رسول ﷺ نے وضاحت سے فرمادیا کہ وہ آخری زمانہ میں نازل ہوں گے اور غیر مبہم الفاظ میں نزول کے بعد کے مفصلی حالات بیان کردیئے۔ اب ہر مسلمان پر لازم اور واجب ہے کہ وہ اس بات کو اپنا عقیدہ بنائے۔ اس میں شک کرنے والا اجماع امت کی رو سے کافر قرار پائے گا۔ کیونکہ یہ عقیدہ اب بلا اختلاف ضروریات دین میں شمار ہوتا ہے۔ اس بارے میں گمراہ اور جاہل لوگوں کے سارے اعتراضات بے بنیاد ہیں اہل علم کو ان بے بنیاد بیہودہ باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے صحیح مذہب پر قائم رہنا چاہئے۔

یہ کہنا سراسر باطل ہے کہ آیت: ’’انی متوفیک ورافعک الیّ میں لے لوں گا تجھ کو اور اٹھا لوں گا اپنی طرف‘‘ کا مفہوم یہ ہے کہ پہلے وہ فوت ہوئے پھر موت کی حالت میں اٹھائے گئے۔ یہ مطلب ومفہوم علماء اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے۔ اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ رفع اور آخری زمانہ میں زمین پر نزول کے بعد تجھے وفات دوں گا یا تیری عمر پوری ہونے پر وفات دوں گا اس صورت میں یہ ایک اطلاع ہوگی جس میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو بتایا ہے کہ یہودی آپ کو قتل نہیں کریں گے۔ جیسا کہ آیت: ’’ومطهرک من الذین کفروا اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے‘‘ کے مفہوم سے ثابت ہوتا ہے رسول ﷺ خدا کے نازل فرمودہ کلام کے شارح وترجمان تھے اللہ کا ارشاد ہے: ’’لتبین للناس ما نزل الیهم ولعلهم یتفکرون‘‘

(ترجمہ) کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے اور تاکہ وہ اس میں فکر کریں۔

آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں جو تشریح فرمائی ہے اسی میں آپ نے فرمایا ہے کہ وہ آخری زمانہ مین نازل ہوں گے راہ حق میں جہاد کریں گے، دجال کو قتل کریں گے اور شادی کریں گے۔ان کے ہاں اولاد بھی ہوگی۔ وغیرہ!

اس تفصیل سے ہر ایسے شک وشبہ کا ازالہ ہو جاتا ہے جو ان کی موت کے بارے میں کیا جاتا ہے۔ اس آیت کے اس مفہوم کی صحت کی اس سے بھی تقویت ہوتی ہے کہ آیت میں واؤ کا حرف استعمال ہوا ہے جو درحقیقت مطلق جمع کے لئے ہوتا ہے نہ کہ ترتیب کے لئے جیسا کہ یہ آیت: ’’**واسجدی وارکعی**‘‘ سجدہ کرو اور رکوع کر، میں ہے۔

کیونکہ رکوع سجود سے پہلے ہوتا ہے۔ رہی یہ آیت: ’’**واذ قال اللہ یا عیسیٰ ابن مریم انت قلت للناس اتخذونی وامی الٰھین من دون اللہ. الی قولہ ذالک الفوز العظیم**‘‘ (المائدۃ:۱۱۶)

’’اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو معبود سوا اللہ کے۔‘‘

اس حصہ کو اللہ کے قول ’’**ذالک الفوز العظیم**‘‘ تک پڑھو جس میں عیسیٰ علیہ السلام کا جواب اللہ کے اس قول میں مذکور ہے: ’’**فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم وانت علی کل شئی شھید**‘‘ (المائدۃ:۱۱۷)

’’پھر جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبر دار ہے۔‘‘

تو اس میں توفی کا حقیقی معنی میں استعمال ہونے سے کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ عیسیٰ علیہ السلام کو بھی نزول کے بعد وفات آئے گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے سوا ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ہر نفس کو موت کا پیالہ پینا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’**کل نفس ذائقۃ الموت**‘‘

(ترجمہ) ہر جی کو چکھنی ہے موت۔

درحقیقت یہ آیت قیامت کے اسی منظر کا بیان ہے جس میں عیسیٰ علیہ السلام اس بات کا اعتراف کریں گے کہ میرا رب اللہ تعالیٰ ہے میں اسی کا بندہ ہوں۔ نہ کہ شریک وسہیم، جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے گمراہ پجاریوں کا خیال تھا۔ اس لئے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسیٰ علیہ السلام حضرت محمد ﷺ کی بعثت سے پہلے وفات پا چکے ہیں اور آیت: ’’**واذ قال اللہ یا**

عیسیٰ ابن مریم ’’مستقبل کے معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

اسی طرح اللہ کا قول:’’قال الله هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم‘‘ ’’فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کے ان کا سچ۔‘‘

یہ بھی مستقبل کے لئے ہے نہ کہ ماضی کے لئے اور قرآن مجید کی آنے والی آیت: ’’اتی امر الله‘‘ ’’آ پہنچا اللہ کا حکم‘‘ ماضی کے صیغے میں مستقبل کے مفہوم کے بہترین دلیل ہے۔ جیسا کہ تفسیر کے آئمہ ابن عباس اور امام سیوطی وغیرہما نے اس کی تصریح کے ہے۔ علاوہ ازیں قرآن مجید اور عربی زبان میں اس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ اس میں جیسا کہ فن نحو کے علماء کی تحقیق ہے کسی واقعہ یا بات کی تاکید مقصود ہوتی ہے، یہ بھی بڑا عجیب دعویٰ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی۔ لیکن انہیں موت نہیں آئی جب وہ بقید حیات رہے تو پھر سولی چہ معنی دارد؟

اس پر عربی زبان میں صلب کا لفظ نہیں بولا جاتا بلکہ بے فائدہ تعلیق کہا جا سکتا ہے قرآن کی نص قطعی کی بناء پر عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق سولی دئے جانے کا عقیدہ رکھنا کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:’’وما قتلوه وما صلبوه‘‘ اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا۔‘‘

آپ کے ہجرت کر کے کشمیر جانے اور طبعی موت سے وفات پانے کا دعویٰ سرتاپا بے اصل و باطل ہے۔ اس کی تاریخ کے کسی واقعہ سے کوئی تائید نہیں ہوتی۔ ایسے فاسد خیالات ایک گمراہ کن گروہ قادیانی کی عقائد باطلہ میں پائے جاتے ہیں۔ درحقیقت قادیانیت اسلام کے خلاف ایک بغاوت ہے جس کی تائید وحمایت میں استعماری طاقت کا ہاتھ ہے۔

ان شاءاللہ! یہ فتنہ جلد ہی اپنی ہلاکت و بربادی کو دیکھ لے گا اور اپنی موت آپ مرجائے گا۔ وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين! حررہ. علوی ابن عباس مالکی

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۳۶ تا ۳۹)

۵......فضیلۃ الشیخ حسنین محمد مخلوف الازہری مفتی اعظم مصر

’’الطائفة القاديانية من الفرق الزائغة المنشقة عن الاسلام اسسها الميرزا غلام احمد فى القرن التاسع عشر فى الهند وقد ذكر المترجم تاريخه اور مما قاله انه قد اصيب فى شبابه بمرض هستيريا ونوبات عصبية عنيفة وكان يتداوى من هذا المرض ببعض المشروبات

المسكرة وقد زعم فى كتابه براهين احمديه انه مكلف من الله تعالٰى باصلاح الخلق على نهج المسيح عيسٰى ابن مريم عليه السلام وان له الهامات ومكاشفات وان من يحضر الى قاديان يجد الايات السماوية والخوارق ودعا الجمعيات الاسلامية بالهند الى المناداة بفضل الانجليز

وان الجهاد عندهم حرام و انهم نعمة عظيمة على البشر من الله

وقال انه نشر خمسين الف كتاب ورسالة فى اعلان فضلهم وانهم منّة على المسلمين وانه يجب طاعتهم بل صرح بانه من خدامهم

وطلب منهم ان يعاملوا اسرته بالهند بالعطف و الرعاية ماداموا من غرس الانجليز الى آخر هذه العبادات الدنئة وتدرّج فى الدعوى الى ان زعم ان روح المسيح عليه السلام قد حلّت فيه وان مايتحدث به هو كلام الله كالقرآن الكريم والتوراة

وان دمشق التى ينزل فيها المسيح عيسٰى عليه السلام فى آخر الزمان هى فى القاديان المكنّى عنها بالمسجد الاقصى

وهى الثالثة بعد مكة والمدينة ويسميها (الربوة) وان الحج اليها فريضة وانه مما قد اوحى الله اليه بما يربوا على عشرة الاف آية و ان من يكذبه كافر وقد شهد له القرآن بالنبوة وكذالک الرسول ﷺ وقد صرح بموت المسيح عيسٰى عليه السلام و دفنه فى كشمير وعين قبره فيها تلک هى عقيدته وعقيدة اتباعه الضالين المنحرفين.

ويقولون ان من لايدخل فى بيعته فهو كافر وكذالک امتنع ظفر الله خان (القاديانى وزير الخارجية) من اتباعه عن الصلاة على جثمان محمد على جناح موسس باكستان لكفره بالقاديانية ولم يكفه ذالک الكفر والضلال بل زعم انه مقدم على سائر الانبياء وان الله اوحى اليه بقوله:

يا قمر يا شمس انت منى وانا منک انت منى وانا منک ظهورک ظهورى بحمدالله من عرشه ويمشى اليک الى آخر اكاذيبه الصارخة وضلالاته الفاحشة وقد فضحه شاعر الهند العظيم العلامة

الدکتور محمد اقبال ورد علی جواهر لال نهرو رئیس وزراء الهند الذی (کان) یعطف علی القادیانیةفی بلاده وفی باکستان لغلوّهم فی مناهضة الاسلام النبوة المحمدیة ومحاربتها.

وکذالک صدیقنا العلامة السید ابو الحسن علی الندوی والعلامة السید ابو الاعلی المودودی والاستاذ الاکبر الشیخ الخضر شیخ الازهر فی ثلاث رسائل صدرناها برسالة هامة فی تاریخ وتعالیم هذا المارق من الاسلام هو وکل من یتبعه فی مزاعمه وضلالاته وقد اطلعنا علی کتابه التبلیغ ومافیه من کفرو ضلال وکذب علی الله والانبیاء.

وقد اطلعنا ایضا علی ما فی کتابه من تزلف و نفاق لانجلیز وحکام الهند آن ذاک الی ابعد حد ولقد عرفنا کل المعرفة اخاسیسه ورذائله فی هذا الکتاب ولما هلک المیرزا غلام احمد القادیانی فی ٢٦ مایو سنه ١٩٠٨ وخلفه صدیقه الحمیهم فی الضلال (حکیم نور الدین) صاحب (تصدیق براهین احمدیه (٢) فی دعاویه ومفتریاته ثم توفی فی ١٣ مارس سنه ١٩١٤ واستخلف قبل موته(بشیر الدین محمود) اکبر ابناء موسس الطائفة الضالة.

وللقادیانیة فرع اللاهوری بتزعمه الضال محمد علی صاحب ترجمة القرآن باللغة الانجلیزیة وله مولفات کثیرة وهو یلقب غلام احمد بالمسیح الموعود وله الحاد فی ترجمة القرآن وهی ترجمة کاذبة ضالة نحذر الملسمین منها عامة فانها تحریف والحاد وکذب وتضلیل وقد اعتمد علیها اعداء الاسلام من الطوائف المنشقة عن الاسلام ومن المستشرقین وبعض المبشرین الکاذبین الجانین علی الاسلام ومن هذا یعلم کفر الطائفة القادیانیة وکفر علیهما الضال

رائی القادیانی فی المسیح والفتوی الشرعیة الاسلامیة بکفر القادیانی لقد کتبت جریدة مبنی الشرق بمعصر منذ سنین مایاتی.

لقد استغلت الجماعة الاحمدیة بالهند رائیا لاحد الشیوخ

الازهرين زعم فيه وفاة الميسح عيسٰى علیہ السلام فاذاعت ان علماء الازهر افتوا بالاجماع بموت المسيح عيسىٰ علیہ السلام يريدون بذالک تائيد الميرزا غلام احمد القاديانى بانه هو المسيح المنتظر لان المسيح قد مات وحلت روحه فى غلام احمد ولما هال الامر على علماء الاسلام طلبوا بيانا من مبعوث الموتمر الاسلامى والازهر هناک فبادر بارساله اليهم وترجموه الى الاردية ونشر فى صحف الهند الاسلاميه وهوبالطبع يخالف رأى ذالک الشيخ وجماعة المسلمين بالاجماع واحالت الجريدة علينا هذا السوال فكتبنا الجواب عليه بما ياتى بالحرف يراجع فى فتاوانا

(ج۱۰ ص۹۰ وما بعدها)

ان مما تظاهرت عليه ادلة العقل والنقل واجمعت عليه الرسالات السماوية ان الله تعالٰى واحد لا شريک له له الكمال والقدرة الشاملة والعلم المحيط والحكمة البالغة والتدبير المحكم لكل شئى خلقا و ايجادا وبقاء وافناء له ما فى السموات والارض كل له قانتون بديع السموات والارض. واذا قضى امرا فانما يقول له كن فيكون.

ابتدع خلقه الاول من غير مادة وهى من خلقه الذى ابتدعه وابتدع النوع الانسانى على غير مثال سبق بخلق آدم من المادة الطينية ثم خلق زوجته منه فكان خلق آدم من غير ابوى اول سطر فى لوح الوجود الانسانى ناطق بكمال قدرة الخالق الاعظم وبدائع صنعه وكان فى السطر الثانى خلق عيسٰى ابن مريم من غير اب خلقهما الله تعالٰى بيد قدرته واوجدهما بكلمه ولا يتعاظم شئى على قدرته.

وابدع على غير مثال عالم الروح فخلق الارواح ونفخها فى الاجسام وهى من امره تعالٰى استاثر بايجادها وبعثها وتصريفها ولم يستطع اشد الناس جحودا للالهيات ان ينسب لانسان خلق روح وبعثها فى جسد وترتب اثر الحياة عليها.

وانما ذالک لله وحده وقد خلق الله لكل جسد روحا يتصل به عند

تکوینه وینفصل عنه عند موته اذا انقضی اجله المقدرله وتبقیٰ بعد انفصاله طلیقة فی عالمها الروحی تسبح حیث یشاء اللّٰه حتی یامرها اللّٰه یوم البعث والنشور یوم یبعث من فی القبور بالعودة الی جسدها الذی انشاه اللّٰه للنشاة الاخری ومما لا خفاء فیه ان الانبیاء احیاء فی قبورهم حیاة برزخیة خاصة اقوی من حیات الشهداء وان ذالک لاینافی وجود ارواحهم فی السماء اذا الارواح فی عالمها لاتحدها الابعاد ولا تقیدها القیود وقد لقی المصطفی ﷺ ارواح الانبیاء فی بیت المقدس لیلة الاسراء.

وصلی بالانبیاء اماما فیه ولقی موسیٰ علیہ السلام فی السماء لیلة المعراج بعد الصعود من بیت المقدس وتقاولا بما جاء فی الحدیث الصحیح بشان فریضة الصلاة کما لقی غیره من الانبیاء وثبت ان المصطفیٰ ﷺ یرد السلام من یسلم علیه وانه تعرض علیه اعمال امته

ولا یمکن ان تنتقل ای روح فضلا عن ارواح الانبیاء الی جسم آخر تحل فیه وتصرفه کما یزعم القائلون بتناسخ الارواح وهم اضل الخلق عن الاسلام وغیره من الدیانات السماویة ومارقون عن الشرائع.

فقول القادیانی ان روح المسیح عیسٰی علیہ السلام حلت فیه باطل وزور فی القول وکفر صریح

اما المسیح عیسٰی علیہ السلام فالمجمع علیه عند المسلمین فی شانه ما دلّ علیه القرآن الکریم انه لم یقتل ولم یصلب وانه رفع الی السماء بجسمه و روحه دون موت وانه لا یزال حیا فی السماء حتی یاذن اللّٰه سبحانه وتعالی ممّا یاذن به اواخر الزمان وان اللّٰه کف عنه بنی اسرائیل حین دبّروا قتله و من عادتهم قتل انبیاء هم کما اخبر اللّٰه عنهم بذالک فالقی شبهه علی ذالک المنافق الذی دلّهم علیه فکان جزاؤه القتل وجزاء عیسٰی علیہ السلام الاکرام بالرفع الی السماء

قال اللّٰه تعالٰی: وما قتلوه وما صلبوه ولکن شبه لهم. وما قتلوه یقینا بل رفعه اللّٰه الیه.

انـی متـوفیک ای مستـوفیک و قـابـضک الـی بـجسـمک وروحک ورافعک الی ومطهرک من الذین کفروا

ورفع عیسٰی علیہ السلام الـی السـمـاء کرفع محمد ﷺ الـی السماء لیلة الـمعراج بروحه وجسده یقظة لا مناما ولا غرابة فی ذالک فانها معجزات کـارقة لاتوزن بموازین العادات ولا تقاس بمقاییسها وهی شان الخالق جل وعلا بقدرته الباهرة علی ان یحدث فی الجسم البشری مایعده و یهیٔة لهذه الـرحلة السـمـاویة ویـحـول مـا یحیط به الی ما یناسبه فی هذه الحالة کما حول النار المحرقة بردا وسلاما علی ابراهیم علیہ السلام وحول جبریل من الصورة الـمـلـکیة الی الـصورة البشریة فی لمح البصر حتی کان یلقی الرسول ﷺ بـالوحی فی صورة دحیة الکلبی وحین التقی بابراهیم علیہ السلام فی بیته ضیفا مع الـمـلائکة قبیـل انـزال الـعذاب بقوم لوط و مادام ذالک فی نطاق القدرة الالهیة وقـد وقـع فـعـلا وجـاء به الـمخبر الصادق کما جاء بسائر معجزات الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام وخـوارقهـم التـی لا تـحـیـط به العقول وای غرابة فی ذالک لاجرم ان استغرابه او استبعداه انما ینشاء عن دخل فی الصدور وشک فی الاخبـار وتـحدید القدرة الله بقدرة البشر العاجزین والا فمن آمن بقدرة الله عـلـی کـل مـمـکـن وآمن بالرسالات وان للرسل معجزات وان المعجزات امور ممکنه فی ذاتها هینة جدا علی خالقهاخارقه لعادات البشر معجزة لهم وحـدهـم ایـقـن بـان ذالک کل هیّن یسیر علی الخالق جل وعلا وغنی عن البیـان ان شان عیسٰی علیہ السلام مـن مبـدا خـلـقـه الـی طـور شبابه الی طور قیامه بـالـدعـوـة فـی بـنـی اسرائیل الی طور عداوتهم له الی طور تدبیرهم اغتیاله کـان شـانـا عـجبیا وکـل ذالک کـان ابتلاء لبـنی اسرائیل وکان الافتراء والکذب علیه ونسب الیه مالم یقله شان اعجب

وحسبـنـا مـا حـکـاه الله عـنه وهو فی المهد قال انی عبد الله اتنی الـکـتـاب وجعلنی نبیا. وجعلنی مبارکااین ماکنت (ای قدر لی ذالک فی عـلـمه) واوصانی بالصلوة والزکوة مادمت حیا. وبرابوالدتی ولم یجعلنی

جبارا شقیا. والسلام علیّ یوم ولدت ویوم اموت ای بعد نزول من السماء آخر الزمان والحکم بشریعة الاسلام وکسر الصلیب وقتل الخنزیر و یوم ابعث حیا فی الیوم الآخر) علیه وعلی نبینا افضل الصلوة والسلام.

هـذا مـا کتبـنـاه اذ ذاک ونشـر فـی الـصـحـف والـکـتب تکذیبا لـلـقـادیـانیة الـضالة المارقة الکافرة بیانا لخطاء ذالک الشیخ الازهری الذی ضلّ السبیل ونشر مانشره عن جهل او عناد والله ولی الصالحین.

کتبه: حسنین محمد مخلوف

سابق مفتی اعظم مصر وممبر جماعت کبار علماء مکة المکرمة. مؤرخه ۵/ربیع الاوّل ۱۳۹۴ه

(ترجمہ) قادیانی فتنہ گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ ہے جو اسلام سے نکلا ہوا ہے۔ اس کی بنیاد مرزا غلام احمد قادیانی نے انیسویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں رکھی تھی۔ مرزا قادیانی کے حالات لکھنے والے نے اس کی تاریخ بیان کی ہے۔ اس تفصیل میں یہ بھی درج ہے کہ مرزا قادیانی جوانی میں ہسٹیریا اور سخت اعصابی دردوں کا شکار ہوگیا تھا اور اس مرض کے علاج کے لئے بعض نشہ آور سیرپ استعمال کرتا تھا۔ اس نے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں دعویٰ کیا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے طریقہ کے مطابق مخلوق کی اصلاح پر مامور ہے اور یہ دعوی بھی کیا ہے کہ اس کو بہت سے الہامات اور مکاشفات ہوئے ہیں اور جو آدمی قادیان شہر میں حاضر ہوگا۔ وہ بہت سی آسمانی نشانیاں اور خارق عادت چیزیں پائے گا۔

بلکہ ہندوستان کی اسلامی تنظیموں کو دعوت دی کہ وہ استعمار کے فضل وکمال کا اعلان کریں۔ اور یہ کہ انگریز کے خلاف جہاد کرنا حرام ہے اور انگریز سرکار انسانیت کے لئے اللہ کی رحمت ہے۔ مرزا قادیانی نے کہا کہ میں نے انگریز کی تعریف میں پچاس ہزار کتابیں اور رسالے تحریر کئے ہیں اور انگریز مسلمانوں پر احسان بن کر اترے ہیں اور ان کی اطاعت گزاری واجب ہے۔ بلکہ یہ اقرار کیا وہ انگریزوں کا نوکر ہے۔

اور ان سے درخواست کی کہ ہندوستان میں اس کے خاندان کے ساتھ نرمی اور مہربانی والا معاملہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ ان کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اسی طرح اور کمینگی کی عبارتیں موجود ہیں۔ پھر وہ اپنی دعوی میں ترقی کرتا گیا۔ یہاں تک کہ اس نے دعوی کیا کہ مجھ میں مسیح موعود

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح حلول کرگئی ہے اور جو وہ گفتگو کرتا ہے، وہ اللہ کا کلام ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم اور توراۃ ہے اور یہ کہ وہ دمشق جس میں مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانہ میں نازل ہوں گے، وہ قادیان ہے۔ جسے قادیانیوں کے ہاں مسجد اقصیٰ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اور مکہ مدینہ کے بعد اس کا تیسرا مرتبہ ہے اس بستی کا نام ربوہ رکھا (اور اب چناب نگر) اور کہا کہ اس کا حج کرنا فرض کا درجہ رکھتا ہے اور یہ دعوی کیا کہ اللہ نے اس کی طرف وحی کی ہے جو دس ہزار آیتوں سے بھی بڑھ جاتی ہے اور یہ کہ جو کوئی اس کی تکذیب کرے وہ کافر ہے اور قرآن نے اس کی نبوت کی گواہی دی ہے۔ ایسے ہی حضور ﷺ نے بھی تصدیق کی ہے اور حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام کی موت اور کشمیر میں آپ کے دفن ہونے کا بڑے زوردار الفاظ میں اظہار کیا ہے اور کشمیر میں آپ کی قبر کی نشاندہی بھی کردی ہے۔ یہ ہے مرزا قادیانی اور اس کے ماننے والے گمراہ مرتدین پیروکاروں کا عقیدہ۔

اور کہتے ہیں جو مرزا قادیانی کی بیعت میں شامل نہیں ہوا وہ کافر ہے۔ ایسے ہی پاکستان کا قادیانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے جو کہ مرزا قادیانی کا پیروکار تھا۔ اس نے بانی پاکستان مسٹر محمد علی جناح کی میت پر جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ اس لئے کہ وہ قادیانی فرقہ کی تکفیر کرتا تھا۔ مرزا قادیانی نے انہی کفریہ اور گمراہ کن نظریات پر اکتفاء نہیں کیا، بلکہ اس نے یہ بھی دعوی کیا کہ وہ تمام انبیاء پر فضیلت رکھتا ہے اور یہ کہ اللہ نے اس کو اپنے ان الفاظ میں وحی کی ہے۔

''اے چاندا اے سورج تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں۔''

''تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں تیرا ظہور میرا ظہور ہے۔ اللہ تیری تعریف عرش سے کرتے ہیں اور تیری طرف چل کر آتے ہیں۔''

اسی طرح اس کے کھلے جھوٹ اور غلیظ ترین گمراہ توہمات ہیں اور شاعر مشرق فلاسفر علامہ محمد اقبال نے مرزا کو خوب رسواء کیا اور ہندوستان کے وزیر اعظم جواہر لال نہرو کی بھی خوب تردید کی ہے جو کہ قادیانی گروہ کے ساتھ اپنے ملک اور پاکستان میں بڑی دلچسپی لیتا تھا۔ اس وجہ سے کہ یہ لوگ اسلام اور حضور ﷺ کی نبوت کے ساتھ ٹکر لیتے تھے اور ان کے مقابلے پر اترے ہوئے تھے۔ اسی طرح ہمارے دوست علامہ سید ابوالحسن علی ندوی اور فاضل دوست جناب ابوالاعلی مودودی اور امام اکبر شیخ الخضر شیخ الازہر نے تین رسالے اس بارے میں تحریر فرمائے ہیں جو ہم نے دائرہ اسلام سے خارج مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی

توہمات اور گمراہیوں کی پیروی کرنے والے گروہ کی تاریخ اور تعلیمات پر مبنی کتاب میں درج کردیئے ہیں۔ میں نے مرزا قادیانی کی کتاب ’’تبلیغ‘‘ جو کفر وضلال اور اس کے رسولوں کی تکذیب سے بھری ہوئی ہے کا مطالعہ کیا اور انگریز اس زمانہ کے ہندوستان کے حکمرانوں کا قرب حاصل کرنے کے لئے جو حیلے اور نفاق کے انتہائی خطرناک راستے اختیار کئے گئے۔ ان کا بھی مطالعہ کیا۔ اس کتاب میں مرزا قادیانی کی کمینگی اور رذیل خصلتیں خوب کھل کر سامنے آگئیں۔ پھر جب آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی ۲۶/مئی ۱۹۰۸ء کو مر گیا تو گمراہی میں شریک اس کا دوست کتاب تصدیق براہین احمد کا مصنف حکیم نورالدین مرزا قادیانی کے دعوی اور بہتان تراشیوں میں اس کا خلیفہ بن گیا۔

پھر وہ ۱۳/مارچ ۱۹۱۴ء میں مر گیا۔ موت سے پہلے اس نے قادیانیت کے شجرہ خبیثہ کی بنیاد رکھنے والے مرزا قادیانی کے پہلوٹھے بیٹے مرزا بشیرالدین محمود کو خلیفہ چنا۔ قادیانی فرقے کی ایک شاخ لاہوری کہلواتی ہے۔ اس کا خودساختہ سربراہ محمد علی ہوا جس نے قرآن مجید کا انگریزی میں ترجمہ کیا ہے اور اس کی متعدد تصانیف بھی ہیں۔ یہ مرزا غلام احمد کو صرف مسیح موعود کا لقب دیتا ہے۔ اس نے قرآن کے ترجمہ میں بہت سی ملحدانہ رائیں قائم کی ہیں بلکہ یہ غلط اور گمراہ کن ترجمہ ہے۔ ہم تمام مسلمانوں کو اس بچنے کی تلقین کرتے ہیں (۱) کیونکہ یہ تو تحریف کذب بیانی اور گمراہی کا مجموعہ ہے اور دین سے منحرف اسلام دشمن لوگوں نے ایسے ہی مستشرقین اور مذہب پر حملہ آور ہونے والے جھوٹے عیسائی مبشرین نے اس پر بھرپور اعتماد کیا ہے۔ ان مشترکہ خلاف اسلام کوششوں سے قادیانی گروہ اور اس کے گمراہ سردار کا کفر بالکل آشکارہ ہوگیا۔

متعلق رائے اور اس کفر کے متعلق صحیح اسلامی فتویٰ

مصر کے اخبار منبی الشرق نے کئی سال قبل ایک خبر شائع کی جس کا متن یہ ہے:

’’احمدی جماعت جامعہ ازہر کے ایک شیخ کی رائے لینے میں کامیاب ہوگئی جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعوی کیا پھر یہ مشہور کردیا کہ علماء ازہر نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کا متفقہ فتوی دے دیا ہے۔ مقصد اس فتوی کے حصول سے مرزا قادیانی کے مسیح منتظر ہونے کے دعوی کی تائید کرنا تھا۔ اس لئے کہ ان کا دعوی ہے کہ مسیح علیہ السلام فوت ہوگئے ہیں اور ان کی روح

مرزا قادیانی میں حلول کر گئی ہے۔ جب اس معاملہ نے علماء اسلام کو اضطراب میں ڈالا تو انہوں نے موتمر عالم اسلامی اور وہاں کے ازہر کے مندوب سے وضاحتی بیان طلب کیا انہوں نے جلد ہی اس کا جواب بھیج دیا۔ چنانچہ علماء نے اس کا اردو ترجمہ کرا کے ہندوستان کے اسلامی رسالوں میں چھپوا دیا یہ بیان بھی اس شیخ کی رائے اور امت کے اجماعی عقیدہ سے مختلف تھا۔ اس لئے اخبار نے یہ سوال ہم سے کر دیا تو ہم نے اس کا جواب اس طرح لکھا جو حرف بحرف نقل کیا جاتا ہے۔ ہمارے فتاویٰ کی جلد اص ۹۰ اور بعد کے صفحات کا مطالعہ کیجئے۔

دلائل عقلی اور نقلی اس پر متفق ہیں اور کتب سماویہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہیں اور ان کا کوئی شریک نہیں ہے۔ سارا کمال اور قدرت کاملہ بھی انہیں حاصل ہے اور ہر چیز پر علم محیط اور اس کی تخلیق کی حکمت بالغہ اسے پیدا کرنے نئے سرے سے ایجاد کرنے اسے اپنی مقررہ مدت تک باقی رکھنے اور وقت ختم ہونے پر اس کو فناء کرنے کی ٹھوس تدبیر کے مالک ہیں۔ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں سب اسی کے تابعدار ہیں۔

نیا پیدا کرنے ولا ہے آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے، اس کو ہو جا بس وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ نے پہلی مرتبہ مخلوق کو بغیر مادہ کے پیدا فرمایا اور یہی اللہ کی پہلی مخلوق ہے جسے اس نے ایجاد کیا اور بنی نوع انسان کو ایسی صورت میں پیدا کیا کہ جس کی پہلے کوئی مثال نہیں تھی اور یہ عجوبہ آدم علیہ السلام کو مٹی کے اجزاء سے پیدا کرنے سے ہوا تو آدم علیہ السلام کی تخلیق بغیر ماں باپ کے ہوئی پھر ان کی زوجہ حوا کو ان سے پیدا کیا۔

انسانی وجود کی طوح میں پہلی سطر یہ درج ہے کہ انسان کو خالق اعظم کی کمال قدرت اور عجائبات تخلیق سے گویائی ملی اور دوسری سطر میں درج ہے کہ عیسیٰ بیٹے مریم کو بغیر باپ کے پیدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اپنی کمال قدرت سے پیدا فرمایا اور کلمہ کن سے انہیں کر دکھایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی دسترس سے تو کوئی چیز باہر نہیں ہے اور ارواح کو اچھوتے انداز میں وجود بخشا اور روحوں کو پیدا فرمایا اور انہیں جسموں میں پھونک دیا اور روح تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے۔ اس کو ایجاد کرنے پھر دوبارہ اسے وجود دینے اور اس میں انقلاب پیدا کرنے اور جاری رکھنے کا سارا اختیار اللہ نے اپنے لئے خاص فرما رکھا ہے۔ خدا کی ذات اور صفات کا سخت ترین منکر بھی یہ طاقت نہیں رکھتا کہ روح کے پیدا کرنے اور اس کے جسموں میں پھیلانے اور پھر اس پر زندگی کے آثار مرتب کرنے کا اختیا

رکسی انسان کے لئے ثابت کر سکے۔

بلکہ اس کا تو سارا کا سارا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہی حاصل ہے اور اللہ تعالیٰ نے ہر جسم کے لئے ایک روح پیدا فرمائی ہے جو جسم کے ساتھ اس کی پیدائش کے وقت سے لگ جاتی ہے اور پھر اس کی مقرر شدہ زندگی ختم ہو جاتی ہے تو موت کے وقت وہ اس سے جدا ہو کر عالم ارواح میں آزاد ہو جاتی ہے اور اللہ کی مرضی کے مطابق جہاں چاہے وہ گھومتی رہتی ہے یہاں تک کہ حساب وکتاب کا دن آجائے گا جب کہ تمام مرے ہوئے انسان اپنی قبروں سے اٹھا لئے جائیں گے تو جن جسموں کو اللہ نے دوبارہ زندہ کرنے کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ روح کو ان کی طرف لوٹ جانے کا حکم ہو جائے گا اور اس حقیقت میں تو شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ انبیاء علیہ السلام کو اپنی قبروں میں خاص قسم کی برزخی زندگی حاصل ہے جو کہ شہداء کی برزخی زندگی سے بھی زیادہ طاقت والی ہے اور یہ اعتقاد رکھنا روحوں کو نہ تو کسی دوری سے محدود کیا جاسکتا ہے نہ کوئی قید انہیں کسی جگہ بند کر سکتی ہے۔ یہ امر تو بالکل مسلم ہے کہ حضور ﷺ نے اسراء کی رات بیت المقدس میں انبیاء کی روحوں سے ملاقات کی ہے اور آپ نے سارے انبیاء کا امام بن کر بیت المقدس میں نماز پڑھائی۔ پھر شب معراج میں ہی جب بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف تشریف لے گئے تو موسیٰ علیہ السلام سے وہاں آپ کی ملاقات ہوئی اور نماز کی فرضیت کے متعلق گفتگو بھی ہوئی جس کا ذکر صحیح روایت میں موجود ہے۔ ایسے ہی اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے بھی ملاقاتیں ہوئی اور روایات حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص حضور ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو آپ ﷺ اسے جواب دیتے ہیں اور امت کے اعمال آپ کے سامنے پیش کئے جاتے ہیں۔ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی روحیں تو کجا کوئی روح بھی ایک جسم سے منتقل ہو کر دوسرے کے جسم میں نہیں جاتی کہ اس میں حلول کر جائے اور اس میں اپنا تصرف کرنے لگے۔ جیسا کہ روحوں کے تناسخ کے قائل لوگوں کا نظریہ ہے۔ یہ لوگ اسلام بلکہ تمام مذاہب سماویہ سے ہٹ کر بہت دور کی گمراہی میں جا پڑے ہیں۔ اسلام چھوڑ تمام مذاہب سے خارج ہو چکے ہیں تو مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ بالکل باطل کذب بیانی اور واضح کفر ہے۔

باقی مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق مسلمانوں کے ہاں تو بالکل اجماع ہے اور قرآن کریم کی آیات اس پر شاہد ہیں کہ آپ کو نہ تو قتل کیا گیا نہ ہی سولی پر چڑھایا گیا بلکہ

انہیں اپنے جسم اور روح دونوں کی ساتھ موت سے پہلے آسمان کی طرف اٹھالیا گیا ہے اور آپ زندہ ہیں زندہ رہیں گے۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ میں ان کے لئے اللہ نے جو دن مقدر فرمایا ہے وہ ہو جائے گا اور اللہ نے بنی اسرائیل کے شر کو آپ سے روکے رکھا۔ جب کہ وہ آپ کے قتل کا پروگرام بنا چکے تھے اور بنی اسرائیل کی تو یہ پرانی عادت تھی کہ وہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے۔ اللہ نے ان کی اس عادت قبیحہ کے متعلق خبر بھی دی ہے تو جس منافق نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخبری کی تھی، اللہ نے آپ کی شبیہ اس پر ڈال دی تھی۔ اس کی سزا قتل تھی وہ تو سولی چڑھ گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پورا پورا احترام واکرام کیا گیا۔ اس طرح کہ آپ کو آسمان پر اٹھالیا گیا۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ’’اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے۔ اس کو قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھالیا اللہ نے اپنی طرف۔ میں لے لوں گا تجھ کو (یعنی پورا پورا لے لوں گا اور اپنی طرف لوں گا آپ کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ اور اٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے۔‘‘

اور عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر اٹھایا جانا ایسی ہی ممکن ہے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ کو معراج کی رات جسم اور روح دونوں کے ساتھ حالت بیداری میں آسمان پر بلایا گیا تھا نہ کہ نیند میں اور یہ کوئی انہونی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ معجزات خارق عادت چیز ہوتے ہیں۔ ان کا موازنہ نہ تو مادی پیمانوں سے کیا جا سکتا ہے نہ مادی قوانین سے انہیں پرکھا جا سکتا ہے۔ یہ تو کارساز جہاں کی اپنی کمال قدرت ہے کہ جسم میں آسمانی سفر کی صلاحیت پیدا کردے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس کے اردگرد کے ماحول کو اس ضرورت کے موافق بھی بنا دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے جلا دینے والی آگ کو ٹھنڈک اور آرام دہ چیز بنادیا تھا اور جیسے ایک ہی لمحہ میں جبرائیل علیہ السلام کی ملکی چہرے پر بشری لباس پہنا دیا کرتے ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ کے پاس پیغام وحی لانے کے لئے آپ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں تشریف لاتے تھے، ایسے ہی جبرائیل امین قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب لانے سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس اپنے ساتھیوں کے ہمراہ انسانی شکل میں مہمان بن کر آئے تھے۔

اور جب یہ سارے امور قدرت الٰہیہ کے دائرہ اختیار میں ہیں اور عملی طور پر یہ

چیزیں واقع بھی ہوچکی ہیں اور ان کی خبر صادق وامین رسول نے دی ہے۔ جیسا کہ دیگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ایسے معجزات رونما ہوئے ہیں جن کا عقل انسانی احاطہ نہیں کرسکتی تو پھر ان کے ماننے میں کون سی مشکل چیز مانع ہے۔ حقیقت بات یہ ہے کہ ان معجزات کو مشکل تصور کرنا یا ان کا بعید از عقل ہونا صرف اس وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو دل میں کچھ کجی ہوتی ہے یا حضور ﷺ کی دی ہوئی خبروں میں شک کرنے سے اور اللہ کی طاقت کو عاجز انسانوں کی طاقت پر قیاس کرنے سے ہوتا ہے۔ ورنہ جو شخص ہر ممکن چیز پر اللہ کی قدرت کا قائل ہو اور سلسلہ نبوت پر یقین رکھتا ہو اور انبیاء سے معجزات کے صادر ہونے اور فی الحقیقت ان کا ممکن ہونا تسلیم کرتا ہو تو وہ مان جائے گا کہ چیزیں اللہ کے سامنے بالکل آسان ہیں۔ اگر یہ خارق عادت ہیں تو صرف انسانی ذہن کے لئے ہیں اور یہ بھی مان جائے گا کہ یہ سب کام پروردگار عالم کے آگے نہایت معمولی ہیں۔

اور اس کا تو قصہ ہی نہ چھیڑیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی عجیب وغریب پیدائش پھر آپ کا جوان ہونا پھر بنی اسرائیل میں پیغام رسالت لے کر پہنچنا پھر ان کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت پر اتر آنا یہیں پر بس نہیں بلکہ خفیہ طریقہ سے آپ کے قتل کرنے کا ناپاک منصوبہ بنانا (مگر خدا کا آپ کو ان تمام تدبیروں کے باوجود محفوظ رکھنا) واقعی عجیب امر ہے۔ یہ تو بنی اسرائیل کا امتحان لینا تھا لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر انہونی بات کہہ دینا اور جھوٹ کا ان کی طرف منسوب کرنا اس سے بھی زیادہ حیران کن ہے۔ کیا آپ کی شان عجیب کے لئے وہ کافی نہیں ہے جو خود اللہ نے آپ کی زبانی نقل فرمایا ہے۔

(ترجمہ) وہ بولا میں بندہ ہوں اللہ کا مجھ کو اس نے کتاب دی ہے اور مجھ کو اس نے نبی کیا اور بنایا مجھ کو برکت والا جس جگہ میں ہوں (یعنی یہ ہونے والی چیزیں اللہ نے اپنے علم میں میرے لئے مقدر کردی تھیں) اور تاکید کی مجھ کو نماز کی اور زکوٰۃ کی جب تک میں رہوں زندہ اور سلوک کرنے والا اپنی ماں سے اور نہیں بنایا مجھ کو زبردست بدبخت، اور سلام ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں (یعنی آخر زمانہ میں آسمان سے نازل ہونے کے بعد اور شریعت اسلام کے مطابق فیصلہ کرنے صلیب توڑنے اور خنزیر کو قتل کرنے کے بعد) اور جس دن اٹھ کھڑا ہوں زندہ ہوکر (قیامت کے دن) اللہ کی کروڑوں رحمتیں نازل ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ہمارے نبی ﷺ پر۔

یہ وہ ساری تفصیل ہے جو ہم نے اس وقت گروہ قادیانی کے تکذیب اور ازہری شیخ کی غلطی کی وضاحت کرنے کے لئے لکھی تھی جو اخباروں اور کتابوں میں شائع بھی ہوئی تھی۔ اس گمراہ ازہری شیخ نے جو کچھ اپنی جہالت یا عناد کی وجہ سے لکھا سو لکھا لیکن ہم نے حقیقت حال بالکل واضح کر کے لکھ دی ہے۔

(نوٹ) مصر کے شیخ شلتوت جن کی آزاد فکری اکثر مسائل میں انہیں غیر مقلدین کے قریب لے آئی۔ وہ شیخ شلتوت اپنا تعارف یوں کراتے ہیں: ''میں اکثر مسائل میں شیعہ مذہب پر فتوے دیتا ہوں۔ مثلاً ایک ہی لفظ سے دی گئی تین طلاقیں، شیعہ کے ہاں ایک ہی طلاق ہے۔ قانون کی نظر میں اس پر عمل ضروری ہے اور سنی شرعی عدالتوں کے فیصلہ میں اہل سنت کے مذاہب پر فتوے دینے کی کوئی اہمیت نہیں رہی۔ (الازھر قاہرہ فروری ۱۹۵۹ء ضمیمہ)

اہل سنت کے جملہ مذاہب مسئلہ طلاق میں ایک ہی لائن پر تھے اور ایک مجلس کی تین طلاق ان کے ہاں تین طلاق ہی سمجھی جاتی تھیں۔ الشیخ شلتوت نے اہل سنت کے اس متفقہ فتوے سے شیعہ مذہب کی طرف رجوع کیا۔ اہل سنت کے جملہ فروعی مذاہب اس مسئلہ میں کس طرح متفق ہیں، اسے امام نووی الشافعی (۶۷۶ھ) کے ان الفاظ میں دیکھیں: ''**فقال الشافعی ومالک وابوحنیفة واحمد و جماهیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلاث**''

(ترجمہ) چاروں امام اور سلف وخلف کے جمہور علماء یہی کہتے ہیں کہ تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔ امام طحاوی کے اس بیان میں قلیل گروہ سی یہی شیعہ مراد ہیں۔

اب جو شخص اہل سنت سے اس طرح نکل چکا ہو اس نے اسلام کے مسلم عقیدہ نزول مسیح سے اگر کھلے بندوں انکار کیا ہے تو اس پر قارئین کرام کچھ تعجب نہ کریں۔ قادیانی بڑے جوش وخروش سے کہہ رہے ہیں کہ اس مسئلہ میں مصر ہمارے ساتھ ہے اور وہ یہ نہیں جانتے کہ جس وقت مصر میں شلتوت کی کرتوت نکھری تو ازہر کے جلیل القدر مفتی اعظم شیخ حسنین مخلوف نے اس کا جواب زوردار لکھا اب یہ بات کسی پر چھپی نہیں کہ علماء مصر ہرگز اس مسئلے میں شلتوت کے ساتھ نہ تھے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۳ تا ۵۳)

اب اسی تسلسل میں ہم چھٹا فتویٰ آپ کے سامنے لاتے ہیں۔

۶ ...... فضیلۃ الشیخ یوسف السید ہاشم الرفاعی دولت کویت

’’الجواب صحیح هو ما قاله فضيلة الشيخ عبد العزيز بن عبد الله بن باز واخوانه علماء الملة المخلصون يوسف السيد هاشم الرفاعی وزير دولة الكويت‘‘

(ترجمہ) جوفتویٰ فضیلۃ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز اوران کے رفقاء مخلص علماء نے دیا ہے وہی صحیح ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۴۳)

۷ ...... فضیلۃ الشیخ محمد ادریس الکاندھلوی سابق شیخ التفسیر دارالعلوم دیوبندو شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

’’الجواب صواب بلا ارتياب ولا شك ان مسيلمة الفنجاب حكمه حكم مسيلمة الكذاب لا فرق بينهما اصل عند اولى الالباب وان حياة سيدنا عيسىٰ علیہ السلام ورفعه الى السماء ثم نزوله من السماء الى الارض عند قرب الساعة مسئلة منصوصة بالكتاب والسنة المتواترة واجماع الامة من انكرها فقد كفر وارتد عن الاسلام وحكمه حكم المرتد. والله اعلم

محمد ادريس كان الله له وكان هو لله. جامعه اشرفيه لاهور‘‘

(ترجمہ) جواب بلاشبہ درست ہے اوراس میں کوئی شک نہیں کہ مسیلمہ پنجاب کا حکم بھی وہی ہے جو مسیلمہ کذاب کا ہے اوراہل عقل کے نزدیک توان دونوں میں فرق نہیں ہے۔ باقی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اورآپ کے آسمان پراٹھائے جانے پھر قیامت کے قریب آسمان سے زمین پرتشریف لانے کا مسئلہ تو کتاب اللہ متواتر آحادیث اوراجماع امت سے ثابت ہے جوبھی اس کا انکارکرے وہ کافر ہوجائے گا اوردائرۂ اسلام سے خارج ہوگا اوراس کاحکم مرتد والاحکم ہوگا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۶۳)

۸ ...... مفتی جمیل احمد تھانوی صدر مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

آپ نے مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے فتوے پر یہ الفاظ لکھے ہیں: ’’جواب صحیح ہے۔‘‘ رئیس دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

۹......فضیلۃ الشیخ عبدالرحمٰن بن ابی شعیب البرکاتی المراکشی

’’الحمد للہ لقد اطلعت علی ما کتبہ علماء الاسلام من الرد علی الطریقۃ القادیانیۃ وانی لأید جمیع ما کتبہ العلماء فی رد ہذہ الدعوۃ المتناقضۃ للکتاب والسنۃ وکل من کذب بنزول المسیح فی آخر الزمان وانہ سیحکم بشریعۃ محمد ﷺ وکذب فی انہ ما قتل ولا صلب ولکن رفعہ اللہ الیہ فھو مرتد عن الاسلام. کتبہ: عبد الرحمن بن ابی شیبہ سامح اللہ

۱۲/ذی القعدہ ۱۳۸۷ھ/۱۲/فروری سنہ ۱۹۶۸ء‘‘

(ترجمہ) الحمدللہ! کہ قادیانی مذہب کے متعلق جو کچھ علمائے اسلام نے لکھا ہے، میں نے اس کا مطالعہ کیا ہے اور میں علمائے کرام کی ان تمام عبارات کی تائید کرتا ہوں جو انہوں نے مرزا قادیانی کی قرآن وسنت سے متصادم دعوت کے ردّ میں لکھی ہیں اور جو شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آخری زمانے میں نزول اور شریعت محمدی کے مطابق آپ کے فیصلے کرنے کا انکار کرے یا قرآن کریم کی اس آیت پر یقین نہ رکھے، جس میں فرمایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل ہوئے ہیں، نہ سولی پر چڑھائے گئے، بلکہ اللہ نے اپنی طرف انہیں بلا لیا ہے تو وہ مرتد اور اسلام سے خارج ہوگیا۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۲)

۱۰......مولانا فاروق احمد سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

’’من نظر بامعان فی کتب القادیانی علم بلا ریب وشک ان اکثر عقائدہ مخالفۃ لعقائد الاسلام موجبۃ لکفرہ منھا عقیدۃ وفاۃ عیسیٰ علیہ السلام واصاب من افتی بکفرہ. فاروق احمد‘‘

(ترجمہ) جس شخص نے بھی مرزا قادیانی کی کتابوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے اسے بلاشک وشبہ یہ معلوم ہو چکا ہے کہ مرزا کے اکثر عقائد اسلام کے خلاف ہیں جو کہ اس کے کفر کا موجب ہیں۔ اس کے کفریہ عقائد میں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا عقیدہ بھی ہے جس نے بھی مرزا کے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ اس نے درست کیا ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۶۹)

۱۱......مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع سابق مفتی دارالعلوم دیوبند

’’اصاب المجیب العلام فللّٰہ درہ حیث اوضح الحق ولم یترک

للمنکرین والمؤوّلین حجة کیف ان حیاة عیسٰی بن مریم علیہما السلام ونزوله فی آخر الزمان من ضروریات الدین الثابتة بنص الکتاب والسنة المتواترة کما اوضحته فی کتابی التصریح بما تواتر فی نزول المسیح

ومعلوم عنه الکل ان انکار شئی من ضروریات الدین او تاویله خلاف ماثبت بالتواتر کفر بواح. واللہ سبحانه وتعالٰی اعلم‘‘

محمد شفیع ،دارالعلوم کراتشی

مؤرخة ۱/ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ

(ترجمہ) جواب دینے والے نے بالکل صحیح فتویٰ دیا ہے۔اللہ ان کی اس قابل قدر محنت کو قبول فرمادیں۔انہوں نے تو حق بالکل واضح کر دیا ہے اور اس عقیدہ کا انکار کرنے والوں اور اس میں تاویلوں کا دروازہ کھولنے والوں کے لئے کوئی راہ فرار نہیں چھوڑی۔اس عقیدہ سے انکار کیسے ہوسکتا ہے۔جب کہ حیات عیسٰی بن مریم علیہما السلام اور آپ کا آخر زمانہ میں نازل ہونا ضروریات دین سے ہے۔جیسا کہ میں نے اسے التصریح بما تواتر فی نزول المسیح میں وضاحت سے بیان کر دیا ہے اور یہ مسئلہ تو سب کو معلوم ہے کہ ضروریات دین میں کسی ایک چیز کا انکار کرنا یا جو چیز تواتر سے ثابت ہو چکی۔اس میں تاویل کرنا تو بالکل کھلا کفر ہے۔باقی اللہ رب العزت بہتر جانتے ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۸،۸۹)

۱۲......محدث کبیر مولانا ظفر احمد عثمانی شیخ الحدیث دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار سندھ

’’بعد الحمد والصلوة ان کفر مسیلمة البنجاب متفق علیه بین العلماء و اولی الباب وحیاة سیدنا عیسٰی بن مریم علیہما السلام فی السماء مجمع علیها بین الامة لا خلاف فیه لاحد میں الائمة وکذا نزوله علیہ السلام فی آخر الزمان ثابت بالکتاب والسنة واجماع الامة من انکره فقد کفر ویعذبه اللہ العذاب الاکبر. وانا العبد المفتقر الی رحمه ربه الصمد‘‘

(ترجمہ) حمد وصلوۃ کے بعد پنجاب کے مسیلمہ کذاب (مرزا قادیانی) کا کفر علماء اور اہل عقل کے نزدیک بالکل متفق علیہ ہے اور حضرت عیسٰی بن مریم علیہما السلام کے آسمان میں زندہ ہونے پر امت کا اجماع ہے۔اس میں امت کے کسی فرد نے اختلاف نہیں کیا۔ایسے ہی

آخر زمانہ میں آپ کا نازل ہونا کتاب اللہ سنت رسول اور اجماع سے ثابت ہے جو بھی اس عقیدہ کا انکار کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑا عذاب دیں گے۔ میں تو ہوں بے نیاز رب کا محتاج بندہ۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۹)

۱۳......محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم مدنی

حضرت امام کعبہ کے فتوے پر ان حضرات کے دستخط ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۴۱)

۱۴......مولانا محمد عبدالرحمٰن محدث کیمبلپوری

سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا رفع جسمانی اور قرب قیامت (میں) ان کا نزول قرآن مجید، احادیث متواترہ اور اجماع امت سے ثابت ہے اور یہ عقیدہ ضروریات دین میں سے ہے جو اس اجماعی عقیدہ ثابت بالکتاب والسنہ کا انکار کرے یا اس میں کسی قسم کی تاویل کرے گا وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۹)

۱۵......مولانا عبدالحق محدث اکوڑوی

’’الحمد لحضرة الجلاله والصلوة على خاتم الرسالةان عقيدة حياة سيدنا المسيح عيسٰى بن مريم عليهما السلام ونزوله قبل الساعة مما اجمعت عليها الامة الاسلامية اجماعا قاطعا من عهد الصحابة الى يومنا هذا جيلا بعد جيل وخلفا عن سلف لقد تواتر الاثار والنصوص فى نزول عيسٰى عليه السلام والقول بوفاته عليه السلام تلبيس فى القرآن وتحريف فى الاحاديث وخرق للاجماع واختراعات الميسح الدجال القاديانى زعيم الكفر و الالحاد فى ذالک الباب مما يمجه السمع ويستقبه العقل و يستنكره النقل ولا يعبا بهفواته فى الاخبار وهذيانه فى الدين وتخليطه فى العقائد القاطعة كان راجا مستمرا له جزى الله المجيب لقد اصاب و اجاد فى الجواب وشكر الله مساعى ناشره الاستاذ الفاضل مولانا منظور احمد جنيوتى وسائر من قاموا بنصرة الدين القويم والذب عن حوزة الاسلام وحفظ بيضة الاسلام عن شرور هولاء الزنادقة والملاحدة.‘‘

(ترجمہ) تمام تعریفیں رب ذوالجلال کے لئے ہیں اور درود وسلام ہوں نبی خاتم الرسالت پر۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور قیامت سے پہلے آپ کا نزول کا عقیدہ ان مسائل میں سے ہے جن پر صحابہ کرام کے دور کے پہلے دن سے لے کر آج تک قطعی اجماع چلا آرہا ہے اور سلف صالحین سے لے کر آج کے دور تک نسل بہ نسل یہی عقیدہ چلا آیا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر احادیث اور دلائل قطعیہ تواتر کے ساتھ موجود ہیں اور آپ کی وفات کا قول گھڑنا تو قرآن مجید کی حقیقت کو چھپانا اور احادیث میں تحریف کرنا ہے بلکہ یہ تو اجماع کو پارہ پارہ کرنے کے مترادف ہے۔ کافروں اور ملحدوں کے سردار کانے دجال مرزا قادیانی کی بہتان تراشیاں تو ایسی لچر ہیں کہ کان انہیں سننے سے گھبرائیں اور عقل اس کی بیہودگیوں سے نفرت کرے اور نقل ان سے کراہت کرے اس کے بکواسات کی روایت تو پرِکاہ کی حیثیت نہیں رکھتی اور اس کی یاوہ گوئیوں کے لئے دین میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ قطعی دلائل میں گڑبڑ کرنا اس کی مستقل عادت تھی۔ اللہ تعالیٰ فتویٰ دینے والے کو جزائے خیر عطاء فرمائیں انہوں نے فتویٰ تحریر کرنے میں کمال ہی کر دیا ہے اور اس فتویٰ کے نشر کرنے والے استاد محترم مولانا منظور احمد چنیوٹی اور جنہوں نے بھی اس سچے دین کی مدد کی ہے اور اسلام کی سرحدوں کی حفاظت کی ہے اس سب کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرماویں اور اسلام کی قیمتی جوہر کو ان زندیقوں اور ملحدوں کے فتنوں سے محفوظ فرمائیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۳)

۱۶......محدث جلیل مولانا عبدالرشید نعمانی

’’حامدا و مصلیا و بعد!

فلا شک فی ان متنبی قادیان المیرزا غلام احمد ومن آمن به کلهم خارجون عن الاسلام کفار مرتدون حکمهم کحکم مسیلمة الکذاب ومن تبعه. وحیاة عیسٰی علیہ السلام ونزوله فی آخر الزمان مما اتفق علیه الامة وشهد علیه التنزیل وجاء ت به الاحادیث فمن انکر فقد کفر.

کتبه الفقیر الیه تعالٰی. محمد عبد الرشید نعمانی کراتشی

۲۸/ذی القعده ۱۳۸۴ھ‘‘

(ترجمہ) حمد ودرود کے بعد! اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیان کا جھوٹا نبی مرزا

غلام احمد اور جو اس کے اوپر ایمان لائے ہیں وہ سب کے سب اسلام سے خارج ہیں وہ کافر اور مرتد ہیں۔ ان کا حکم مسیلمہ کذاب اور اس کے متبعین جیسا ہے۔

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات اور آخر زمانہ میں آپ کے نزول پر امت نے اتفاق کیا ہے اور اللہ کی کتاب اس پر شاہد ہے اور اس کے ثبوت میں بہت سی احادیث موجود ہیں پس جو اس عقیدہ کا انکار کرے گا وہ کافر ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۹،۹۰)

۱۷...... محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری

''اصبح امر نزول سیدنا عیسٰی ابن مریم من السماء عقیدة مقطوعة بین الامة المحمدیة بنص التنزیل العزیز ثم یضم الاحادیث المتواترة واجماع الامة اصبحت دلالة القرآن قطعیة علی النزول فالانکار والتردد والتاویل علی ذالک موجب للکفر ولالحاد فکما ان قیام الساعة امر مقطوع فکذالک الاشراط المقطوعة قبلها الایمان بها واجب و بالجملة قد اتفقت الامة المحمدیة سلفا وخلفا علی عقیدة النزول والایمان بها واجب والانکار عنها کفر والتاویل فی ضروریات الدین غیر مسموع بل یرادف الکفر کما صرح به علماء الامة المحققون فی کل عصر. واللہ یهدی الی الحق کتبه. محمد یوسف البنوری

مدرسه عربیه اسلامیه نیو تاؤن کراتشی''

(ترجمہ) حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا عقیدہ امت محمدیہ کے نزدیک نص قرآنی قطعی اور یقینی عقیدہ بن چکا ہے۔ پھر احادیث متواترہ اور اجماع امت کے اس کے ساتھ مل جانے سے تو قرآن کی دلیل مسئلہ نزول پر اور بھی قطعی بن گئی ہے۔ پس اس کا انکار کرنا اور اس میں شک اور تردد کرنا یہ سب موجب کفر اور الحاد ہیں۔ جس طرح قیامت کا قائم ہونا یقینی امر ہے تو اس سے قبل اس کی پکی نشانیوں پر ایمان لانا بھی واجب ہے۔ بالجملہ امت محمدیہ کا سلف صالحین سے لے کر آج تک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر اتفاق چلا آیا ہے۔ اس پر ایمان رکھنا ضروری ہے اور اس سے انکار کرنا کفر ہے اور ضروریات دین کے انکار کرنے کی اجازت بالکل نہیں دی جاسکتی۔ بلکہ یہ تو کفر کے مترادف ہے جیسا کہ امت کے محققین

علماء نے ہر دور میں اس کی وضاحت کی ہے۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۷،۸۸)

۱۸......مولانا محمد عطاء اللہ حنیف مکتبہ سلفیہ لاہور

علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز نے جو فرمایا ہے احقر راقم کو اس سے حرف بحرف اتفاق ہے۔ شیخ شلتوت وغیرہ حضرات کی شاید اس اہم امر کی طرف توجہ نہیں گئی کہ قرب قیامت کے وقت نزول عیسیٰ علیہ السلام کے مسئلہ کا تعلق رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیوں سے ہے۔ رسول اکرم ﷺ کی رسالت کے ساتھ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اخبار ماضیہ میں آپ کی تصدیق ایمان بالنبوۃ کا ایک ضروری جزو ہے۔ ایسے ہی اخبار آتیہ (پیش گوئیوں) کے اوپر ایمان بھی ایمان بالرسالۃ کا ایک جزو ہے جب تک ان کو مانا نہیں جائے گا ایمان بالرسالۃ صحیح اور معتبر نہیں ہوگا۔ اس اعتبار سے یہ مسئلہ ہرگز فرعی نہیں ہے۔ (بلکہ یہ تو) اصول دین میں سے ہے۔

رہا اس کا ثبوت تو بقول علامہ شوکانی اس میں انتیس احادیث وارد ہیں، ان کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ’’**فھذہ تسعة وعشرون حدیثا تنضم الیھا احادیث اخر ذکر فیھا نزول عیسیٰ علیہ السلام منھا ما ھو مذکور فی احادیث الدجال ومنھا ما ھو مذکور فی المنتظر وتنضم الیھا ایضا الاثار الواردۃ عن الصحابة فلھا حکم الرفع اذ لا مجال للاجتھاد فی ذالک وجمیع ما ذکرناہ بالغ حد التواتر ولاحادیث الواردۃ فی نزول عیسیٰ علیہ السلام متواترۃ نقله نواب صدیق حسن خان**‘‘

(ترجمہ) یہ انتیس حدیثیں ہیں۔ ان میں وہ احادیث بھی شامل کی جائیں گی جن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا ذکر ہے۔ ان میں سے بعض وہ حدیثیں ہیں جو دجال کے متعلق وارد ہوئی ہیں اور بعض وہ ہیں جو حضرت مہدی کی بارے میں آئی ہیں۔ ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وہ اقوال بھی شامل کئے جائیں گے جو اس سلسلہ میں منقول ہیں۔ ان کا حکم بھی مرفوع کا حکم ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں تو اجتہاد کی گنجائش ہی نہیں ہے اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ تواتر کی حد کو پہنچا ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے متعلق وارد حدیثیں بھی متواتر ہیں۔

ایسے قادیانی حضرات علم کے مسکین تو خیر ہیں ہی۔ ادّعائے عقل کے باوجود عقل کی مسکنت کا یہ حال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کو کشمیر میں قرار دیتے ہیں اور ثبوت میں مرزا قادیانی کی دجل آمیز تحریر پیش کرتے ہیں۔ یعنی اس کذاب کی دلیلیں پیش کرتے ہیں جس نے سارا چکر ہی اسی لئے چلایا۔ ان کی فکری لغزش کا یہ حال ہے کہ محدثین کی احادیث میں تو ٹیڑھ نکالتے ہیں اور مرزا قادیانی کی روایات کو برقرار رکھتے ہیں۔ اناللہ بہر کیف صورت شیخ کی تحقیق صحیح ہے۔ ''واللہ الموفق للصدق والصواب

محمد عطاء اللہ حنیف. لاھور

۱/جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ''

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۰،۸۱)

۱۹......شیخ التفسیر مولانا محمد طاہر صاحب مہتمم دارالقرآن پنج پیر

''سئلت عن نزول عیسیٰ علیہ السلام قرب القیامة

فاقول! نزول عیسیٰ علیہ السلام من موجبات الدین ومن الامور التی دل علیها القرآن والاحادیث الصحیحة وعلی هذا العقیدة کان مشائخنا الذین کانوا من اعلام الدین مثل شیخ المشائخ مولانا حسین علی والعلامة مولانا عبید الله السندهی وما ینکر نزوله علیہ السلام قرب القیامة واتیانه من السماء الا الجاهلون بالکتاب والسنة عصمنا الله سبحانه من هذه العقیدة''

(ترجمہ) مجھ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کے قریب نزول کے بارے میں پوچھا گیا تو میں نے جواب دیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ضروریات دین میں سے ہے اور یہ ان امور میں سے ہے جن پر قرآن مجید اور احادیث صحیحہ دلالت کرتی ہیں۔ ہمارے مشائخ کرام جو علم دین کے پہاڑ جیسے حضرت مولانا حسین علی، مولانا عبیداللہ سندھی ہیں ان سب کا یہی عقیدہ تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قیامت کے قریب نزول کا انکار سوائے جاہلوں کے اور کوئی نہیں کرتا جو قرآن مجید اور علوم نبویہ کی نعمت سے محروم ہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمیں آپ کے نزول کے انکار والے عقیدہ سے محفوظ فرمائیں۔

(نوٹ) اس ضمن میں امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کی رائے پر بعض لوگوں کوشبہ ہوا تو ان کے شاگرد رشید شیخ التفسیر مولانا محمد طاہر نے ان الفاظ کے ساتھ تردید فرمائی۔

''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور وفات کے بارے میں الہام الرحمٰن میں جو قول مولانا عبیداللہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے وہ کاتب اور املاء والے کا خودساختہ قول ہے بندہ نے جو کافی عرصہ تک مولانا کے پاس مکہ معظّمہ میں رہ کر تلمذ کیا ہے۔ مولانا مرحوم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے قائل تھے۔ البتہ وہ مسلمانوں پر افسوس اور حسرت کرتے تھے کہ مسلمانوں نے اس کو تکیہ بنا کر جدوجہد اور جہاد چھوڑ دیا ہے اور مولانا کا خودنوشتہ رسالہ ''عبیدیہ'' بھی الہام الرحمٰن کی روایت کا رد کرتا ہے۔ بندہ نے کئی مجالس میں اور بارہا مولانا مرحوم سے نزول عیسیٰ علیہ السلام کا امور دین سے ہونا سنا ہے۔ ''احقر محمد طاہر''

دارالقرآن پنج پیر تحصیل صوابی ضلع مردان

مؤرخہ ۲۲؍ربیع الاوّل ۱۳۸۵ھ

(فتاویٰ ختم نبوت ج۳ص۸۷)

۲۰ ...... مولانا پیر کرم شاہ الازہری بھیرہ

''الحمد ﷲ الذی وفق عباده العلماء لحفظ دينه والصلوة والسلام علی حبيبه المصطفٰی خاتم الانبياء الذی امر امته و اكدهم ان يبذلوا كل ما يحبونه فی سبيل اقامة دينه وعلٰی آله واصحابه وعلماء ملته الی يوم الدين. امابعد!

فقد اطلعت علی ما كتب فضل العلماء فی تكفير غلام احمد القاديانی وابطال هفواته الشنيعة واشنعها انكار عقيدة حياة المسيح علیہ السلام واتفق مع هولاء الابرار اتفاقا كاملا وهذا هو الحق الابلج الصريح وخلافه خدرج من الملة الاسلامية وعصمنا الله تعالٰی من شرور اعداء الدين ورزقنا اتباع الحق وهو الموفق. وهو الهادی الی سواء السبيل.

حرره :محمد كرم شاه ''

چیئرمین ہلال کمیٹی بھیرہ، سرگودھا

(ترجمہ) میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کی متعلق علمائے کرام کے فتوی اور اس کے بیہودہ گندے عقائد کے تردید دلائل کا مطالعہ کیا۔ اس کا قبیح ترین عقیدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے انکار کا عقیدہ ہے۔ میں ان علماء کرام کے فتویٰ کے ساتھ پورا اتفاق کرتا ہوں اور یہی صاف واضح روشن حق ہے اور اس کے خلاف عقیدہ رکھنا ملت اسلامیہ سے نکلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے دشمنوں کے شر سے محفوظ فرماویں۔ وہی ہدایت کی توفیق دینے والے ہیں اور سیدھا راستہ دکھانے والے ہیں۔ (فتاویٰ ختم نبوت ج۳ ص۸۲)

چودھویں صدی میں چند نئے مفکرین کی آمد

چودھویں صدی عالمی سطح مسلمانوں کے لئے جہاں بہت سے مصائب لائی یورپ کے زخم خوردہ مسلمانوں کے لئے اس میں چند نئے مسائل بھی اٹھے گو تیرہویں صدی کے نصف ثانی میں بھی ان نئے افکار کی ایک نیو رکھ دی گئی تھی۔ تاہم چودھویں صدی میں ان نئے افکار پر کچھ گروہ بندی بھی ہوگئی جو امور بعض پہلے علماء کے کچھ تفرقات تھے۔ ان پر تیرھویں صدی تک حاجت بندی نہ ہوئی تھی۔ چودھویں صدی نے اس کمی کو بھی بہت حد تک پورا کر دیا۔

یورپ کے ترقی یافتہ انقلاب نے بعض مصری علماء کو یہاں تک خیرہ کیا کہ وہ بلا فساد نیت فرانسیسی قانون کو وحی آسمانی کے مقابل لے آئے انہی میں رشید رضا مصری بھی ہیں۔ آپ نے ایک جگہ لکھا: ’’ظهر للناس بالاختيار ان المحاكم التى يحكم فيها بقانون فرانس اضمن للحقوق واقرب للانصاف من المحاكم التى تسند شريعتها الى لوحى السماوى حتى كان شيوخ الازهر يتماكون اليها‘‘

(تاریخ الاستاذ الامام محمد عبدہ ج۱ ص۶۲۱)

لوگوں پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ جن عدالتوں میں فرانسیسی قانون کے مطابق فیصلہ ہوتا ہے وہ ان عدالتوں کے مقابلہ میں حقوق کی زیادہ محافظ اور انصاف سے زیادہ قریب ہیں جن میں قانون کی بنیاد وحی آسمانی پر ہے۔ حتیٰ کہ جامعہ ازہر کے شیوخ تک ان عدالتوں میں اپنے مقدمات لے جاتے ہیں۔

نزول مسیح کا عقیدہ جو حضرات امام ابوحنیفہ (۱۵۰ھ) سے لے کر تیرھویں صدی تک پورے تواتر اور یقین سے چلا آرہا تھا۔ شیخ رشید رضا نے اس کے بارے میں اگر کوئی نرم

گوشہ اختیار کیا ہے تو قوم کو ایک عملی فکر دینے کے لئے جذبات میں ایک بات کہہ دی نہ فتویٰ کی زبان سے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔

علماء مفکرین اور علمائے درس وافتاء میں فرق

فکر کا تعلق حالات سے ہوتا ہے اور حالات تغیر پذیر ہوتے ہیں درس وافتاء کا تعلق روایات اور تخریج سے ہوتا ہے۔ حالات ان پر بہت کم اثر انداز ہوتے ہیں مفکرین کبھی یہ کہہ کر بھی حضرت عیسیٰ بن مریم کی آمد سے پہلوتہی کرتے ہیں کہ مسلمان کہیں ان کے انتظار میں عمل سے نہ رکے رہیں جہاں کے مکافات عمل گریز پا نہ ہوں لیکن علماء درس وافتاء کی نظر ہمیشہ کتاب وسنت اور روایات کے صحت وسقم پر ہوتی ہے وہ شریعت کو ایک شئی منقول سمجھتے ہیں اسے اپنی تجویز سے طے نہیں کرتے۔ علامہ رشید مصری اور سید قطب علماء مفکرین میں سے تھے انہوں نے اگر اس مسئلہ کی روایتی قوت سے صرف نظر کی تو ہم بھی اس سے صرف نظر کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ جب مولانا انور شاہ کشمیری نے عربی میں عقیدۃ الاسلام اور اس کا حاشیہ تحیۃ الاسلام لکھ کر علمائے سعودی عرب اور علمائے عرب امارات تک پہنچے تو ان مراکز علمی میں سے کسی طرف سے ان کا انکار نہیں لکھا گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ علمائے عرب پر سید رشید رضا اور سید قطب کی ان تحریرات کا کوئی خاص اثر نہ ہوا اور ان کی ان تحریرات کو ان کی اس وقت کی صرف سیاسی آواز سمجھا گیا کہ مسلمان کسی منتظر کے انتظار میں اپنی عملی قوتوں میں ٹھنڈے نہ پڑیں۔

مولانا عبید اللہ سندھی گو ایک بلند پایہ عالم تھے لیکن سیاسی گردشوں نے انہیں بھی ایک مفکر بنا رکھا تھا ان سے کوئی ایسی بات ملے تو وہ ان حالات پر مبنی ہوگی جو انہیں اس وقت در پیش تھے۔ اس میں ان کا عقیدہ اگر امام ابو حنیفہ سے جدا ہوتا تو وہ اس مسئلے میں کھل کر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے اختلاف کرتے جنہوں نے الخیر الکثیر میں قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے دوبارہ آنے کا کھل کر اعتراف کیا ہے جس عالم کی بھی حضرت مولانا سندھی اور حضرت شاہ ولی اللہ کے فکری تعلق پر نظر ہوگی وہ کہہ کر اس مسئلے سے نہ گزر سکے گا کہ مولانا عبید اللہ سندھی صرف حضرت شاہ ولی اللہ کے معتقد تھے ان کے مقلد نہ تھے۔ مولانا عبید اللہ سندھی کا عقیدہ آپ ان کے شاگرد مولانا محمد طاہر پنج پیری کے حوالے سے مطالعہ فرما چکے ہیں۔

مطبوعات عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

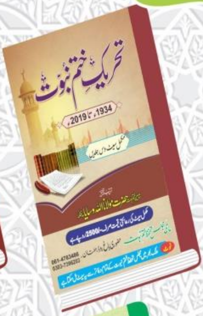

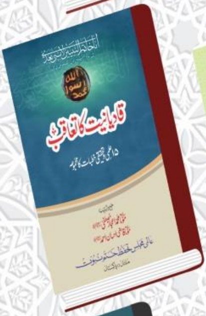

www.amtkn.com, www.laulak.info, www.khatm-e-nubuwwat.info,
www.khatm-e-nubuwwat.com, ameer@khatm-e-nubuwwat.com